عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

فتاویٰ محمودیہ

جلد ۲۴

از

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ
مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ الہند

مکتبہ محمودیہ
جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) الہند 245206

Design by: M.Rahman Qaasmi 9758814654

F.M.Fainal\Jild-1\S.R.Waraq

۲۴

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

مقدمہ فتاویٰ محمودیہ

از

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ھند و دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یوپی ۲۴۵۲۰۶

انتباہ

تفصیلات

نام کتاب	:	فتاویٰ محمودیہ......۲۴
صاحب فتاویٰ	:	فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ (مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند)
مرتب	:	محمد فاروق غفرلہٗ
کمپوزنگ	:	مجیب الرحمٰن قاسمی جامعہ محمودیہ علی پور 7895786325
سن اشاعت	:	۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء
صفحات	:	۴۹۴
قیمت	:	

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) پن کوڈ: ۲۴۵۲۰۶

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist-01

اجمالی فہرست

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد...... ٢٤

کتاب البیوع

خرید وفروخت کے احکام

☆...... باب اول ......☆

بیع صحیح

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆...... **باب پنجم** ......☆	
	نقد وادھار خرید وفروخت کے احکام	
۱۷۱	قیمت بڑھا کر قسطوار ادھار بیچنا درست ہے........	۱۹۱
۱۷۲	قسطوں پر کوئی شئ خریدنا........	۱۹۲
۱۷۳	قسط پر خریدنا........	۱۹۲
۱۷۴	زیادہ نفع پر بیع........	۱۹۳
۱۷۵	ادھار میں مال کی قیمت زیادہ لینا........	۱۹۴
۱۷۶	ادھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی........	۱۹۵
۱۷۷	نقد وادھار کی قیمت میں فرق........	۱۹۶
۱۷۸	نقد میں قیمت کم ادھار میں زیادہ........	۱۹۷
۱۷۹	نقد وادھار کی قیمت میں فرق........	۱۹۹
۱۸۰	نادار غریب سے زیادہ قیمت لیکر غلہ فروخت کرنا........	۱۹۹
	☆...... **باب ششم** ......☆	
	بیعانہ کے احکام	
۱۸۱	بیعانہ کا حکم........	۲۰۱
۱۸۲	بیعانہ لینے سے بیع........	۲۰۱

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

کتاب الربوٰ والقمار

﴿سود اور جوئے کے مسائل﴾

☆...... باب اول ......☆

مسائل سود

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆...... باب دوم ......☆	
	جوئے کے مسائل	
۳۶۷	معمہ حل کرنے کی اجرت	۴۸۰
۳۶۸	اخباری معمہ حل کرنا	۴۸۲
۳۶۹	شمع معمہ حل کرنے پر انعام	۴۸۳
۳۷۰	حل معمہ	۴۸۵
۳۷۱	مقررہ رقم جمع کرنے پر قرعہ اندازی	۴۸۷
۳۷۲	لاٹری کا حکم	۴۸۸
۳۷۳	دونوں جانب سے شرط لگانا درست نہیں	۴۸۹
۳۷۴	جوئے کی ایک صورت	۴۹۰
۳۷۵	لاٹری کا ٹکٹ	۴۹۱
۳۷۶	قیمتی سامان معمولی ٹکٹ پر فروخت کرنا	۴۹۱
۳۷۷	شراب وجوا وغیرہ کے روک تھام کیلئے کمیٹی	۴۹۲
۳۷۸	بچوں کا ایک کھیل جس میں جوا بھی ہے اور سود بھی	۴۹۳
۳۷۹	اخبار کے لائف ممبر بنانا	۴۹۳
	تمت وبالفضل عمت	

باب اول: بیع صحیح

حرام جانوروں کی بیع

سوال:۔ بندر، بلی، چوہا وغیرہ جیسے حرام جانوروں کی تجارت کرکے روزی کمانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان حرام جانوروں کی کھال، ہڈی وغیرہ کارآمد ہوں یا ان سے دوا بنائی جائے، تو ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے ''**وصح بيع الكلب والفهد والفيل والقرد والسباع بسائر انواعها حتى الهرة وكذا الطيور سوى الخنزير وهو المختار للانتفاع بهاوبجلد ها اھ درمختار كتاب البيوع باب المتفرقات**[۱] **ويجوز بيع جميع الحيوانات سوى الخنزير وهو المختار اھ عالمگیری**''۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کچھوے کی بیع

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ کچھوا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے اور پھر بھی کسی نے فروخت کردیا تو اس کا ثمن (قیمت) کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کچھوا غیر ماکول اللحم ہے، مگر خنزیر کی طرح کلیۃً محرم انتفاع نہیں پس اگر اس میں کوئی

۱؎ درمختار مع الشامی نعمانیہ، ص ۲۱۴ ج ۴، کتاب البیوع، باب المتفرقات.

۲؎ عالمگیری، ص ۱۱۴ ج ۳، الباب التاسع، الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، بزازیۃ علی الھندیۃ کوئٹہ ص ۳۹۲ ج ۴ کتاب البیوع، الثالث فیما یجوز بیعہ وما لا یجوز نوع فی المتفرقات.

منفعت ہے، تو اس کی بیع جائز ہے، جیسے کلب، فہد وغیرہ کی بیع جائز ہے، اور ثمن کا استعمال کرنا درست ہے۔'' قال الشامی، ص ۱۱۱ / ج ۴ / [1] نعمانیہ۔

بعد نقل العبارات ونقل السائحانی عن الهندية ويجوز بيع سائر الحيوانات سوى الخنزير وهو المختار قال الحصكفي والحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع، مجتبىٰ واعتمده المصنف۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۲/۱/۱۹ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۳/۱/۱۹ھ

لومڑی مینڈک وغیرہ کی بیع

سوال: ۔لومڑی مینڈک اور کھٹمل بال وغیرہ کا خرید وفروخت کرنا اور اس آمدنی سے اپنا گزران کرنا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لومڑے کی کھال دباغت دیکر کام میں لائی جاتی ہے، اسکی تجارت جائز ہے، [2] مینڈک کی کوئی چیز جائز طور پر استعمال کی جاتی ہو تو اس کی تجارت بھی درست ہے۔ [3]

---

[1] شامی ص ۲۶۰ / ج ۷ / (مطبع زكريا ديوبند) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فی بيع دودة القرمز، هنديه كوئٹه ص ۱۱۴ ج ۳ كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز الفصل الرابع فی بيع الحيوانات، مجمع الأنهر ص ۱۵۱ ج ۳ كتاب البيوع، مسائل شتى دار الكتب العلمية بيروت.

[2] والصحيح انه يجوز بيع كل شيء ينتفع به وكذالك بيع السنور وسباع الوحش والطير جائز عندنا .عالمگیری، ص ۱۱۴ / ج ۳ / كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه ومالا، يجوز الفصل الرابع فی بيع الحيوانات، الدر مع الشامی كراچی ص ۲۲۶ ج ۵ كتاب البيوع، باب المتفرقات.

[3] ولايجوز بيع مايكون فی البحر كالضفدع الىٰ قوله والصحيح انه يجوز بيع كل شئی ينتفع به الخ عالمگیری، ص ۱۱۴ / ج ۳ / كتاب البيوع، الباب التاسع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یہی حال کھٹمل کا ہے، لیکن یہ ذہن میں رہے کہ مردار مرے ہوئے) جانور کی بیع جائز نہیں بلکہ یہ بیع باطل ہے[۱] جانوروں کے بال بھی کام میں آتے ہیں، ان کی تجارت بھی درست ہے، البتہ انسان کے بال بیچنا اور خریدنا بالکل جائز نہیں، یہ اسکے احترام کے خلاف ہے، خنزیر نجس العین ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۹۲ھ

کتے کی خرید وفروخت

سوال:۔ مسلمان کے لئے کتے کی بیع جائز ہے کہ نہیں؟ ایک شخص کتا پالتا ہے، یا کتے کے بچے کو بھی فروخت کرتا ہے، کتے کے بچے کے بدلے میں بکری کا بچہ لیتا ہے، اور پھر اس بکری کے بچے کو پال کر بیچتا ہے، یا اس بچے سے اس کی بکریوں کی نسلیں بڑھتی ہیں، اس میں سے بیچتا بھی ہے، اور قربانیاں بھی کرتا ہے، اور خیرات بھی دیتا ہے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض جگہوں سے معلوم ہوا کہ کتے کی بیع وشراء حرام ہے، حرام کس کے نزدیک ہے، اور حرام

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، شامی کراچی ص۲۲۷ ج۵ کتاب البیوع باب المتفرقات، بحر کوئٹہ ص۱۷۲ ج۶ کتاب البیوع، باب المتفرقات.

(**صفحہ ہذا**) [۱] لم یجز بیع المیتة والدم لانعدام المالیة وهو من قسم الباطل، بحر کوئٹه ص۷۰ ج۶، باب البیع الفاسد، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵ ج۵، باب البیع الفاسد، مجمع الأنهر ص۷۷ ج۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] واما شعرالمیتة وعظمها وصوفها وقرنها فلاباس بالانتفاع بها وبیع ذٰلک کله جائز ولایجوز بیع شعر الخنزیر ولایجوز بیع شعور الانسان الخ عالمگیری، ص ۱۱۵ ج۳ کتاب البیوع، باب مایجوز بیعه ومالایجوز، مطلب بیع المحرمات، بدائع زکریا ص۳۳۳ ج۴ کتاب البیوع، حکم عظم الخنزیر والآدمی، عالمگیری کوئٹه ص۱۱۵ ج۳، الباب التاسع فیما یجوز بیعه وما لا یجوز، الفصل الخامس فی بیع المحرم الصید، وفی بیع المحرمات.

کی علت کیا ہے؟ اور اگر حلال ہے تو احناف کی دلیل تحریر فرمائیں، کیا عام طریقہ سے کتوں کی تجارت کا رواج پیدا کرنا جائز ہے؟ مع حوالۂ کتب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

امام شافعیؒ کے نزدیک کتا نجس العین ہے، خنزیر کی طرح اس کی بیع ناجائز ہے،[1] امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے نجس العین ہونے کی کوئی دلیل نہیں، شکار کے لئے کتا پالنا جائز ہے،[2] کتے کے ذریعہ شکار کی اجازت قرآن کریم میں ہے "**وماعلمتم من الجوارح مكلبين تعلمونهن مماعلمكم الله فكلوامما امسكن عليكم الاية**[3]) نیز کھیت اور جانوروں کی حفاظت کیلئے کتا پالنے کی اجازت حدیث شریف میں مذکور ہے،[4] جب کتا پالنا

---

[1] قال الرافعي : يعتبر في المبيع ليصح بيعه شروط احدها : الطهارة فالشئ النجس ينقسم إلى ما هو نجس العين وإلى ما هو نجس بعارض فاما القسم الاول فلا يصح بيعه فمنه الكلب والخنزير، شرح الوجيز المعروف بالشرح الكبير ص۲۳ ج۴ كتاب البيع، النظر الاول، الباب الاول، في اركانه الركن الثالث المعقود عليه، طبع دار الكتب العلمية بيروت، تحفة المحتاج ص۸۹ ج۲ كتاب البيع طبع بيروت، المجموع شرح المهذب ص۲۱۶ ج۹ كتاب البيوع باب ما يجوز بيعه وما لا يجوز، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] سورۃ المائدۃ آیت ۴/ **ترجمہ**:۔ اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دو، اور تم ان کو چھوڑو بھی، اور ان کو اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں، اسکو کھاؤ۔ (از بیان القرآن)

[3] والصحيح أنه لا يفسد ما لم يدخل فاه لانه (الكلب) ليس بنجس العين لجواز الانتفاع به حراسة واصطياداً واجارة وبيعا، تبيين الحقائق ص۳۰/۱، كتاب الطهارة، طبع امداديه ملتان، بدائع زكريا ص۲۰۱ ج۱ كتاب الطهارة احكام السور، هدايه ص۴۰ ج۱ كتاب الطهارة باب الماء الذى يجوز به الوضوء الخ دار الكتاب ديوبند.

[4] عن النبى صلى الله عليه وسلم قال من اتخذ كلبا إلا كلب زرع أو غنم أو صيد ينقص من اجره كل يوم قيراط، مسلم شريف ص۲۱ ج۲ كتاب المساقاة، باب الأمر بقتل الكلاب الخ سعد بكڈپو ديوبند، ترمذى شريف ص۲۷۴ ج۱ ابواب الصيد، باب ما جاء فى قتل الكلاب، مكتبه بلال ديوبند.

اوراس سے نفع اٹھانا اوراسکو تعلیم دینا اوراسکے ذریعہ حاصل شدہ شکار کھانا، نصوص وقرآن وحدیث سے ثابت ہے، تو پھر اسکی بیع کا مسئلہ خود بخود ثابت ہوجاتا ہے، اور کتب فقہ ردالمحتار[۱] اور بحرالرائق[۲] وغیرہ میں اس کی بیع کو درست لکھا ہے، بیع خواہ نقد کے عوض میں ہو یا کسی اور شئی بکری وغیرہ کے عوض میں ہو اسکی قیمت (نقد) کو جس طرح کام میں لانا درست ہے، اسی طرح اسکو بکری کے عوض فروخت کیا ہو تو اس بکری کو اس کی نسل کو سب کو کام میں لانا درست ہے، جیسا زیلعی[۳] میں تصریح ہے "عن جابرؓ ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم نہی عن ثمن السنور والکلب الا کلب صیداھ نسائی شریف[۴]، ج۲ ص ۲۳۰ جمع الفوائد[۵]، ص ۶۳۸ ج ۱، الاعلام[۶] باحادیث الاحکام، ص ۳۱۴۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کتے کی بیع

سوال:۔ کتے کی تجارت جائز ہے یا ناجائز؟

---

۱ وصح بیع کلب ولوعقوراً الخ، شامی زکریا ج۷/ ص۴۷۸/ کتاب البیوع باب المتفرقات، مجمع الأنھر ص ۱۵۱ ج۳ کتاب البیوع مسائل شتی، دار الکتب العلمیة بیروت.

۲ البحرالرائق ج۶/ص ۱۷۲/ کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطبوعہ کوئٹہ،

۳ إن الشرع اباح الانتفاع بہ حراسة واصطیاداً فکذا بیعا ولانہ یجوز تملیکہ بغیر عوض کالھبة والوصیة فکذا بعوض، تبیین الحقائق ص۱۲۵ ج۴، کتاب البیوع، باب المتفرقات، طبع امدادیہ ملتان.

۴ نسائی شریف، ج۲/ص ۲۰۱/ کتاب البیوع، باب بیع الکلب، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

۵ جمع الفوائد ص۷، ج۲، حدیث ۴۵۵۸/ کتاب البیوع، الکسب والمعاش ومایتعلق بالتجارة،

۶ لم اجد ھذا الکتاب.

الجواب حامداً ومصلیاً

محض شوق کے طور پر بلاضرورت حفاظت وشکار وغیرہ کے لئے کتا پالنا منع ہے، اور بضرورت جائز ہے[1] اور کتے کی بیع بھی درست ہے[2] " قوله نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ثمن الكلب وهذا التحريم كان اذاامربقتل الكلاب وحرم الانتفاع بهافاذا استثنىٰ كلب الماشية والصيد وغيره جاز بيعه اھ الكوكب الدرى[3] ص ۳۳۷/ ج ۱/ ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۱۸/ ج ۱/ ۶۰ھ

خچر کی بیع

سوال:۔ خچروں کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] من اتخذ كلبا إلا كلب زرع أو غنم أو صيد ينقص من أجره كل يوم قيراط، مسلم ص ۲۱ ج ۲ كتاب المساقاة، باب الامر بقتل الكلاب، سعد بكڈپو ديوبند، ترمذى شريف ص ۲۷۴ ج ۱ ابواب الصيد، باب ما جاء فى قتل الكلاب، مكتبه بلال ديوبند.

[2] صح بيع كلب ولو عقوراً، شامى زكريا ص ۴۷۸ ج ۷ كتاب البيوع، باب المتفرقات، بحر كوئٹه ص ۱۷۲ ج ۶ كتاب البيوع، باب المتفرقات، زيلعى ص ۱۲۵ ج ۴ كتاب البيوع، باب المتفرقات، طبع امداديه ملتان.

[3] الكوكب الدرى، ج ۱/ ص ۳۳۷/ كتاب النكاح باب فى كراهية مهر البغى ،ص ۳۳۷ ج ۱، طبع مكتبه يحيوى سهارنپور. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ، کیکڑہ وغیرہ کا کھانا، فروخت کرنا

سوال:۔ مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ یا کیکڑہ وغیرہ احناف کے نزدیک کھانا یا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ان سب چیزوں کے بارے میں دیگر ائمہ ومجتہدین کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان جانوروں کا کھانا احناف کے نزدیک جائز نہیں[1]، اگر یہ چیزیں کسی ضرورت میں مثلاً دوا کے طور پر خارجی استعمال میں مفید ہوں یا گوہ کی کھال کارآمد ہو تو ان زندہ جانوروں کی بیع وشراء شرعاً درست ہے، دیگر ائمہ کرام کے مذہب کی تحقیق ان کے محققین اہل فتاوی سے کی جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [4] ویجوز بیع جمیع الحیوانات سوی الخنزیر (وھوالمختار) کذا فی جواھر الاخلاطی (عالمگیری ص ۱۱۴/۳، الباب التاسع فیما یجوز بیعه وما لا یجوز، الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، مجمع الانھر ص ۱۵۱/۳، کتاب البیوع، مسائل شتی، طبع دارالکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۲۲۶/۵، کتاب البیوع، باب المتفرقات)

(صفحہ ہذا) [1] اما الذی یعیش فی البحر، فجمیع مافی البحر من الحیوان یحرم اکله الا السمک خاصة فانه یحل اکله الاماطفامنه وکذلک مالیس له دم سائل مثل الحیة والوزغ والضب والیربوع وابن عرس ونحوھا ولاخلاف فی حرمة ھذه الاشیاء الافی الضب فانه حلال عند الشافعیؒ، (الھندیة، ص ۲۸۹/ج۵/ الباب الثانی فی بیان ما یؤکل من الحیوان ومالایؤکل، کتاب الذبائح، ھدایه ص ۴۴۰تا۴۴۲/۴، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل اکله وما لا یحل، مطبوعه تھانوی دیوبند، مجمع الأنھر ص ۱۶۰تا۱۶۳ ج۴ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل اکله وما لا یحل، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ولایجوز بیع ھوام الارض کالحیة والعقرب والوزغ وماشبه ذلک ولایجوز بیع مایکون فی البحر کالضفدع والسرطان وغیره الا السمک والصحیح انه یجوز بیع کل شئی ینتفع به، (الھندیة ص ۱۱۴/ ج۳، کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعه وما لا یجوز الفصل الرابع فی بیع الحیوانات الدر مع الشامی کراچی ص ۶۹ ج۵ باب البیع الفاسد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مچھلی تالاب سے نکالکر ملاح کے ہاتھ فروخت کرنا

سوال:۔ اگر مچھلی نکال کر ملاح کے ہاتھ فروخت کردی جائے، تو کوئی شرعی قباحت ورکاوٹ تو نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

خود مچھلی نکال کر ملاح کے ہاتھ فروخت کردینا درست ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

تالاب سے مچھلی پکڑ کر فروخت کرنا

سوال:۔ زید نے ایک تالاب گورنمنٹ سے دس سال کے لئے خریدا اوراس میں سے مچھلی پکڑ کر بازار میں فروخت کرتے ہیں تو کیا یہ شرعاً درست ہے؟ یعنی خاص مچھلی پکڑنے کے لئے تالاب خریدا؟

الجواب حامداًومصلیاً

جو مچھلی خود پیدا ہواس کو فروخت کرنا بغیر اس کو پکڑے ہوئے شرعاً درست نہیں، اور

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) مطلب فی بیع دودة القرمز، الدر المنتقی علی المجمع ص ۸۴ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت)

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] وفسد بیع سمک لم یصد اوصید ثم القی فی مکان لایؤخذ منه الا بحیلة وان اخذ بدونه صح وفی الشامی وانه (ای السمک) یملک بالقبض الدرمختار علی الشامی،ص ۲۴۸/ج۷/ مطبوعه زکریا دیوبند ،باب البیع الفاسد، قبیل مطلب فی حکم ایجار البرک بحر کوئٹه ص ۷۳ ج۶ باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۱۹ ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت فتح القدیر ص ۴۰۹ ج۶ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الفکر بیروت،

اس مقصد کے لئے تالاب کرایہ پر لینا بھی درست نہیں[1] لیکن مچھلی کا بیج اگر ڈال کر پرورش کی جائے تو اس پر پابندی عائد کر دینا کہ کوئی اور شخص نہ پکڑنے پائے درست ہے، اسی طرح اگر تالاب کرایہ پر لیا اور اس میں بیج ڈالا مچھلی کی تربیت اور اس کی پرورش کی پھر پکڑ کر فروخت کیا تو اس کا یہ پکڑنا اور فروخت کرنا سب درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۸/۷ھ

مچھلیاں کس طرح پکڑیں

سوال:۔ تالاب خریدنے کے بعد مچھلیاں کس طرح پکڑیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مچھلیاں پکڑنا ہر شخص کو درست ہے خواہ تالاب ٹھیکہ پر لیا ہو یا نہ لیا ہو ہاں اگر کسی نے اپنے ذاتی تالاب میں مچھلیاں لا کر ڈالی ہوں اس طرح پر کہ جب دل چاہے ان کو پکڑ لے کوئی دشواری پیش نہ آئے، جیسے اپنے مکان میں گڑھا کھود کر اس میں پانی بھر کر اس میں مچھلیاں ڈال دی جائیں، تو ایسی مچھلیوں کو بغیر مالک کی اجازت کے پکڑنا درست نہیں ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۶/۱۱/۱۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۶/۱۱/۱۷ھ

---

[1] لم تجز اجارة بركة ليصاد منها السمک، الدر مع الشامی کراچی ص ۶۱ ج۵، باب البیع الفاسد، مطلب فی البیع الفاسد، بحر کوئٹہ ص۷۳ ج۶، باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۱۹ ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

[2] ولا یجوز بیع السمک قبل أن یصطاد لأنه باع ما لا یملکه ولا فی حظیرة إذا کان لا یؤخذ إلا بصید لأنه غیر مقدور التسلیم ومعناه إذا اخذه ثم القاه فیها (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لونڈی کے احکام بیع استیلاد وغیرہ

سوال:۔استفتاء از منشور احمد اعظمی ،سی سی سی، صندوق البرید ۳۴/المطار الظہران سعودی عربیہ ۲۳/مارچ ۸۰ء

(۱) اسلام میں لونڈی رکھنے کی اجازت ہے، تو اسکی شرطیں کیا ہیں، یا وقتی اجازت تھی بعد میں منسوخ ہوگئی؟

(۲) کیا خریدی ہوئی لونڈی کے ساتھ مباشرت جائز ہے اگر جائز ہے تو کس صورت میں؟

(۳) کیا بچے پیدا ہونے پر وراثت میں حصہ پائیں گے؟

(۴) اگر منکوحہ بھی ہو تو کیا لونڈی کے ساتھ جماع جائز ہے؟

(۵) اگر کوئی آدمی پچاس ہزار روپے میں لونڈی خریدتا ہے ساری عمر کے لئے ،تو ایک طوائف جو پچاس روپیہ یومیہ لیتی ہے کیوں حلال نہیں ہے؟

(۶) کیا منکوحہ کے بچے اور لونڈی کے بچے وراثت میں برابر حصہ پائیں گے؟

(۷) بغیر نکاح کے لونڈی کیسے حلال ہوگئی، اسے زناء کیوں نہیں قرار دیا جاتا؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ولو كان يؤخذ من غير حيلة جاز إلا إذا اجتمعت فيها بأنفسها ولم يسد عليها المدخل لعدم الملك، هدايه مع فتح القدير ص ۴۰۹ ج۶ باب البيع الفاسد، طبع دار الفكر بيروت، الدر مع الشامي كراچي ص ۶۱ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب في البيع الفاسد، بحر كوئٹه ص ۷۳ ج۶ باب البيع الفاسد.

۳؎ إذا دخل السمك فى حظيرة فأما أن يعدها لذالک أو لا ففى الاول يملكه وليس لأحد اخذه ...... وفى الثانى لا يملكه (إلى قوله) وإن لم يعدها لذالک لكنه اخذه وأرسله فيها ملكه الخ، شامى كراچى ص ۶۱ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فى البيع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۱۹ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت، بحر كوئٹه ص ۷۳ ج۶ باب البيع الفاسد.

(۸) جس طرح بیک وقت دو یا زائد بیوی رکھنے پر اسلام کہتا ہے کہ مباشرت برابر کی جائے تو کیا منکوحہ اور لونڈی دونوں رہنے پر بھی یکساں مباشرت کی قید ہے؟

(۹) لونڈی خدمت کے لئے رکھی جاتی ہے، مباشرت حلال کیوں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) شرعی طریقہ پر جہاد کیا جائے، اور اس میں دشمن اسلام گرفتار کر کے قیدی بنائے جائیں، جن کو امیر المومنین غازیوں کے درمیان تقسیم کردے، ایسے قیدی مرد ہوں تو غلام کہتے ہیں، عورت ہو تو لونڈی کہلاتی ہیں[۱]، یہ حکم منسوخ نہیں وقتی نہیں جب بھی اللہ پاک مسلمانوں کو ایسی شوکت عطا فرمائے کہ امیر المومنین شرعی طریقہ پر جہاد کرے، اور اس میں اعداء اسلام گرفتار ہو کر آئیں وہ غلام لونڈی بن جائیں گے۔[۲]

(۲) نمبر ۱ر میں جس لونڈی کی تشریح کی گئی ہے، اس کی خرید وفروخت درست ہے اور جب تک اس کی شادی نہ کردی ہو مالک اس سے مباشرت کرسکتا ہے۔[۳]

---

[۱] كان العرب فى جاهليتهم يغزو بعضهم بعضاً ويستولون على النساء والرجال فيكون ارقاء وكان لهم اسواق يباع فيها الرقيق الىٰ ماقال جاء الاسلام والرقيق موجود بأيدى العرب فاقرهم عليه ولم يسد عليهم بابه وقد قسم رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين الخ هامش الشامى زكريا ،ج۵/ص۳۷۸/اول كتاب العتاق، تكملة فتح الملهم ص۲۶۴ ج ۱ كتاب العتق، الرق فى الاسلام، دار العلوم كراچى.

[۲] فالحق الواضح الصريح أن الاسترقاق مباح فى الاسلام باحكامه وحدوده التى سبقت لم ينسخه شئ والقول بنسخه مردود مخالف للاجماع لا حجة له فى الادلة الشرعية، تكملة فتح الملهم ص۲۷۲ ج ۱ كتاب العتق رد من زعم أن الاسترقاق منسوخ، دار العلوكراچى.

[۳] والمحصنٰت من النساء إلا ما ملكت ايمانكم فهٰذهِ الاية تدل على ان المرأة اذا سبيت الى قوله يحل لمن ملكها وطيها بعد الاستبراء، تفسير مظهرى ص۲/۶۵، سورۂ نساء آيت:۲۴/ مطبوعه رشيديه كوئٹه، روح المعانى ص۴ج۵، سورۂ نساء آيت:۲۴، مطبوعه مصطفائى ديوبند، احكام القرآن للجصاص ص۱۹۴/۲، سورۂ نساء آيت:۲۴، باب تحريم نكاح ذوات الازواج، مطبوعه كراچى،

(۳) مالک نے جب شرعی لونڈی سے مباشرت کی اور اس سے بچے پیدا ہوئے وہ بچے مالک کے بیٹے ہونگے، مالک انکا باپ ہوگا، مگر وہ بیٹے آزاد ہونگے، انکو وارثت ملے گی[1]

(۴) ایک شخص کے نکاح میں بیوی موجود ہے، وہ کسی لونڈی کا مالک ہوجاوے تو اس کو اس لونڈی سے مباشرت درست ہے،[2] جب تک اس کا نکاح کسی سے نہ کردے[3]

(۵) طوائف کسی کی ملک نہیں وہ اپنے عضو سے کسی شخص کو پچاس روپیہ میں نفع اٹھانے کی اجازت دے تو یہ اجارہ ہوا جو کہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے[4] اپنے عضو کو اجارہ پر دینے کا حق نہیں ہے، لونڈی مملوک ہے، مالک کی، شریعت نے مالک کو اس سے انتفاع کی اجازت دی ہے، ہاں اگر مالک اس کا نکاح کسی سے کردے تو مالک کو اس سے انتفاع کا حق نہیں رہا۔[5]

---

[1] اذاولدت الامة من مولاها فقد صارت ام ولد له سواء كان الولد حيا اوميتاً اذا اقربه فهوبمنزلة الولد الحي الكامل .عالمگيری كوئٹه ،ج۲/ص۴۵/ كتاب العتاق الباب السابع فی الاستيلاد. وولد هامن سيدها اوابنه اوابيه حر، الدرالمختار علی هامش رد المختار زكريا، ج۵/ص۴۰۵، كتاب العتق، مطلب يتصور هاشمی رقيق والداه هاشميان النهر الفائق ص۱۴ ج۳ كتاب العتق، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] قد يناقش فيه بالامة المملوكة بعد الحرة فانه يجوز وطؤها ملكاً، شامی زكريا ج۴/ ص۱۳۷/ باب المحرمات.

[3] ومن زوج فليس عليه ان يبوّئها لكنها تخدم ويقال للزوج متٰی ظفرت بها وطئتها وحاصله ان حق المولیٰ ثابت فی الرقبة والمنافع سوی منفعة البضع وحق الزوج انما فيه الخ عناية علی هامش فتح القدير ،ج۳/ص۳۹۶/باب نكاح الرقيق ،مطبوعه دارالفكر بيروت.

[4] والمعنی مهر الزانية خبيث أی حرام اجماعا لأنها تأخذه عوضا عن الزنا المحرم ووسيلة الحرام حرام وسماه مهرا مجازا لأنه فی مقابلة البضع، مرقاة ص۲۹۱ ج۳ باب الكسب، طبع بمبئی، بحر كوئٹه ص۱۹ ج۸ كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة.

[5] ملاحظہ ہو حاشیہ ۲۔

(۶) بیٹا ہونے میں جب برابر ہیں کہ دونوں قسم کی اولاد ایک شخص سے شرعی طریقہ پر پیدا ہوئی ہے، تو ان دونوں قسم کی اولاد کا وہ باپ ہے، اس لئے وراثت بھی برابر ملے گی۔

(۷) اسلئے کہ قرآن کریم نے اس کو حلال قرار دیا ہے "او ماملکت ایمانکم"[۱] اور زنا کو حرام قرار دیا ہے "ولا تقربوا الزنا"[۲]

(۸) نہیں۔[۳]

(۹) مباشرت کے حلال ہونے کی وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے، مالک کو اختیار ہے کہ صرف خدمت لے یا مباشرت بھی کرے، اس کا نکاح جب کسی سے کردے گا تو مالک کو اس سے مباشرت درست نہ ہوگی۔[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ

کانجی ہاؤس سے جانور خریدنا

سوال: ۔کانجی ہاؤس وغیرہ میں جب جانور زیادہ دنوں تک رہ جاتے ہیں تو سرکار کی جانب سے اس کو فروخت کر دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ جو لوگ اس جانور کو خریدتے ہیں کیا شرعاً ان کی ملک ہو جاتی ہے؟

---

[۱] سورۂ نسا آیت ۳/، **ترجمہ**: ۔یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہوں (از بیان القرآن)

[۲] سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۲/ **ترجمہ**: ۔اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو۔(از بیان القرآن)

[۳] ولاقسم للمملوكات بملك يمين ،عالمگیری کوئٹه ،ج ۱/ص ۳۴۰/ الباب الحادی، عشر فی القسم، فتح القدير ص ۴۳۳ ج ۳ كتاب النكاح، باب القسم، دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ص ۵۴۹ ج ۱ كتاب النكاح، باب القسم، طبع بيروت.

[۴] ومن زوج امته فليس عليه أن يبوّئها لكنها تخدم...... وحاصله أن حق المولى ثابت فی الرقبة والمنافع سوی منفعة البضع وحق الزوج إنما فيه، عناية مع فتح القدير ص ۳۹۶ ج ۳ كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، دار الفكر بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس جانور پر سرکار کو استیلاء ملک حاصل ہو جاتی ہے، تو اب خریدنے والا مالک سے ہی خریدتا ہے، اور مالک سے خریدنے میں ثبوت ملک میں کوئی اشکال نہیں ''وان غلبو (ای اهل الحرب) علیٰ اموالنا واحرزوها بدارهم ملكوها الخ درمختار [۱] نیز حضرت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے امداد الفتاویٰ میں ایسا ہی تحریر فرمایا ہے [۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گوشت کی تجارت

سوال:۔ کیا یہ تجارت شرعاً جائز ہے کہ ہر روز ایک دو یا دس پانچ گائے ذبح کر کے گوشت فروخت کرے اس میں نفع زیادہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے، ''لانه متوارث من خير القرون شرعاً وعرفاً من غير نكير'' [۳]

فقط واللہ وسبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹ / شوال ۶۱ھ

صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹ / ۶۱ھ

---

[۱] درمختار مع شامی نعمانیه، ص ۲۴۳ / ج ۳ / باب استيلاء الكفار، النهر الفائق ص ۲۲۴ ج ۳ كتاب الجهاد، باب استيلاء الكفار، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۹۵ ج ۵ كتاب السير باب استيلاء الكفار.

[۲] امداد الفتاوی ص ۵۴۱ ج ۳ كتاب الذبائح والاضحية، کانجی ہاؤس سے نیلام خریدے ہوئے جانور کی قربانی کا حکم، مطبوعہ ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہڈی کی خرید وفروخت

سوال:۔ جو شخص ہڈیوں کی خرید وفروخت سوکھی اور گیلی دونوں کی کرتا ہے، ان کے یہاں کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ہڈی کی خرید وفروخت جائز ہے گیلی ہو یا سوکھی اس کی آمدنی درست ہے، اس کا کھانا بھی درست ہے، لیکن خنزیر کی ہڈی نہ ہو کہ اس کی خرید وفروخت جائز نہیں [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۸۹ھ

لفافہ کے ساتھ چینی تول کر دینا

سوال:۔ دوکاندار چینی لفافہ میں تول کر دیتا ہے، جب کہ لفافہ کی قیمت بھی ہے، اور اس کا کچھ وزن بھی ہے، اسی وزن کی چینی گاہک کو کم ملتی ہے، کیا یہ لینا دینا درست ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] عن علیؓ انه التقط دینارا،فاشتری به دقیقا فعرفه صاحب الدقیق(بأنه ختن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وابن عمه) فردعلیه الدینار فأخذه علی فقطع منه قیر اطین فاشتری به لحماً.ابوداؤد شریف مع البذل،ص۵۷/ج۳/کتاب اللقطة، مکتبه رشیدیه سهارنپور.

(صفحہ ہٰذا) [۱] وفی العیون لا بأس ببیع عظام الفیل وغیره من المیتات إلّاعظم الآدمی والخنزیر، (عالمگیری ص۱۱۵/ج۳، الباب التاسع فیما یجوز بیعه ومالا یجوز الفصل الخامس فی بیع المحرم الصید وفی بیع المحرمات، النهر الفائق ص۴۲۹ج۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمية بیروت، بحر کوئٹه ص۸۱ج۶ باب البیع الفاسد.

الجواب حامداً ومصلیاً

لینے والا اور دینے والا راضی ہوں، تو درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۲۱/۹۷ھ

جو مرغی پڑوسیوں کا نقصان کرے اس کے انڈے خریدنا

سوال:۔ ایک شخص نے مرغی پالی ہے، وہ پڑوسیوں کا کافی نقصان کرتی ہے، وہ شخص اسکے انڈے فروخت کرتا ہے، اس سے انڈے خرید کر ہم استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو ضروری ہے کہ اپنی مرغی کا انتظام کرے، جس سے پڑوسیوں کا وہ نقصان نہ کرسکے[2] مگر اس کے انڈے خریدنا ناجائز نہیں، بلکہ وہ حلال ہیں۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ینعقد بالتعاطی فی النفیس والخسیس وهوالصحیح لتحقق المراضاة. (هدایه، ج۳ص ۱۹ کتاب البیوع، مطبوعه دیوبند، مجمع الأنهر ص۷ج۳، کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر ص ۲۶۹ ج۵ کتاب البیوع، مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی،

[2] رجل له کلاب لایحتاج الیها ولجیرانه فیها ضررفان امسکها فی ملکه فلیس لجیرانه منعه وان أرسلها فی السکة فلهم منعه وکذالک من امسک دجاجة اوجحشا اوعجولا فهوعلیٰ هذاالوجهین، عالمگیری ، ج۵/ص ۳۶۱/کتاب الکراهیة ،الباب الحادی عشرالخ.

[3] لان المعصیة لاتقوم بعینه الخ ،الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۵۶۰/۹/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۸ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص۲۸ ج۶ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبوعه امدادیه ملتان.

نابالغ سے خرید وفروخت کا معاملہ

سوال: ۔ نابالغ بچہ سے خرید وفروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو نابالغ بچہ خرید وفروخت کو سمجھتا ہو اور اس کے ولی کی طرف سے اجازت ہو اس سے خرید وفروخت درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۲ھ

نابالغ بچوں کا خرید وفروخت کرنا

سوال: ۔ دیہاتوں میں جو دوکانیں ہیں، ان پر سب ہی قسم کے بچے لین دین کرتے ہیں، چھوٹے بڑے مسئلہ یہ ہے کہ بیع کے لئے بالغ کا ہونا ضروری ہے یا نہیں جائز ہے یا ناجائز حکم شرع سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ بچے اگر اپنے ولی کی اجازت سے خرید وفروخت کرتے ہیں تو درست ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

---

[1] فصح بیع الصبی والمعتوه اللذین یعقلان البیع الخ فتح القدیر، ج۶/ص۲۴۸/ مطبوعه دارالفکر بیروت) اول کتاب البیوع، عالمگیری، ج۳/ص۲/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب البیوع، الباب الاول الخ، شامی زکریا ص ۱۴ ج۷ کتاب البیوع قبیل مطلب شرائط البیع.

[2] فصح بیع الصبی والمعتوه اللذین یعقلان البیع الخ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نابالغ بھتیجہ کی زمین فروخت کرنا

سوال:۔ایک غیر مسلم کا لڑکا نابالغ جس کا باپ مرچکا ہے، اس لڑکے کے حقیقی چچا موجود ہیں، چچا اپنی زمین اور اس لڑکے کے باپ کی زمین ولی بنکر فروخت کرنا چاہتے ہیں، ایک مسلمان شخص کے ہاتھ یہ بیع جائز ہے یا نہیں، مسلمان خرید سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان کے مذہب میں چچا کو حق ہے کہ بھتیجے کی زمین کو ولی ہونے کی حیثیت سے فروخت کردے، تو مسلمان کو اس کا خریدنا درست ہے ورنہ نہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱۰/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف ۱۴/شوال ۵۶ھ

زمین کی بیع کے بعد اس میں کمی نکلنا

سوال:۔حمید نے ایک آراضی ۲۹۰۰/روپیہ بیگھہ کی شرح سے خریدی اور اسی وقت قیمت بھی ادا کردی، لیکن زید نے کہا کہ ابھی ہم اس پیسہ سے کچھ کمالیں اور چند دنوں کے بعد یہ آراضی آپ کے نام بیع نامہ لکھ دیں گے، حمید نے بھی اس بات کو تسلیم کرلیا، بعد میں معلوم

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) فتح القدير، ج۶/ص۲۴۸/ مطبوعه دارالفكر بيروت) اول كتاب البيوع، عالمگيری، ج۳/ص۲/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب البيوع، الباب الاول الخ.

(صفحہ ہذا) [1] لو قهر حربي بعض احرارهم ثم جاء بهم إلى المسلم المستأمن فباعهم منه ينظر إن كان الحكم عندهم أن من قهر منهم صاحبه فقد صار ملكه جاز الشراء لانه باع المملوك وإن لم يملكه لا يجوز لأنه باع الحر، بحر كوئٹه ص ۹۹ ج۵ كتاب السير، باب السير، النهر الفائق ص ۲۲۸ ج۳ كتاب الجهاد، باب المستامن، دار الكتب العلمية بيروت.

ہوا کہ جس آراضی کیلئے زید کو پیسہ دیا گیا ہے وہ کم ہے اس پر حمید نے زید سے کہا کہ آراضی کم ہے آپ کی جتنی آراضی ہے اس کا پیسہ لیں یا نشان دہی کرا کے پوری آراضی دیں، تو زید نے کہا ہم بیوقوف نہیں کہ نشان دہی کرا کے دیں یا پیسہ کم لیں اگر آپ کو گراں ہو تو پیسہ لے لیجئے، اس پر حمید نے کہا کہ پیسہ ہی دیدیجئے لیکن زید نے اس وقت کوئی رقم نہیں دی اور نہ ہی وعدہ کیا کہ ہم فلاں تاریخ تک رقم دیدیں گے، اب ایسی صورت میں بیع باقی رہی یا ٹوٹ گئی

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع میں تو کوئی شرط نہیں لگائی، جو کچھ بات چیت ہوئی بیع مکمل ہو جانے کے بعد ہوئی اس کا بیع پر کوئی اثر نہیں ہوگا [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۱۴۰۰ھ

زمین کی بیع ہونے اور قیمت ادا کرنے کے بعد رجسٹری نہ ہونے کی وجہ سے بیع کی واپسی کا حق نہیں رہا

سوال:۔عبدالحمید خاں نے محمد عاشق سے ایک زمین کا ساڑھے چار روپیہ میں سودا کیا وہ زمین اس کی اہلیہ کی تھی، بحیثیت شوہر یہ معاملہ کیا محمد عاشق خاں کو مسجد میں نمازیوں کے سامنے روپیہ ادا کئے ہیں، اور زمین پر قبضہ کرلیا، اور با قاعدہ رجسٹری کے لئے اس کو عبدالحمید خاں کہتا رہا مگر اس نے کہا کہ کردیں گے، ہم تمہارے سے واپس نہیں لیتے کئی سال کے بعد

[1] واذا وجدا (ای الایجاب والقبول) لزم البیع بلاخیار الا لعیب او رویة الدرالمختار علی الشامی، ج۷/ ص۴۷/ مطبوعه زکریا مطبوعه کراچی، ج۴/ص۵۲۸/ اول کتاب البیوع، البحر الرائق ص۲۶۲ ج۵ کتاب البیع مطبوعه الماجدیه کوئٹه، هدایه ص۲۰ ج۳ کتاب البیوع، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

اس نے زمین دوسرے کے ہاتھ فروخت کرڈالی، اور چک بندی کے دوران کچھ پر قبضہ کرلیا اور مشتری کو جواب دیتا ہے کہ تم نے بہت عرصہ اس سے فائدہ اٹھایا ہے، لہٰذا اس بائع کے متعلق کیا حکم ہے اس نے نہ روپیہ واپس کیا اور زمین بھی چھین لی آپ حکم شرع سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

جب زمین کا معاملہ بیع کا مکمل ہوگیا اور قیمت بھی ادا کردی گئی، اور مشتری نے زمین پر قبضہ بھی کرلیا تو محض رجسٹری نہ ہونے کی وجہ سے معاملہ میں کوئی کمی نہیں رہی [1]

پھر بائع کو زمین واپس چھیننے کا کوئی حق نہیں رہا، [2] بائع اپنی اس حرکت کی وجہ سے غاصب اور ظالم ہے اس کے ذمہ لازم ہے کہ زمین مشتری کے حوالہ کردے، [3] یا اگر وہ رضامند ہو تو اس کی قیمت دیدے ورنہ اس کا وبال دنیا میں بھی بھگتے کا اور آخرت میں بھی [4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] واذا حصل الايجاب والقبول لزم البيع ولاخيار لواحد الخ هدايه ،ص ۲۰/ ج۳/ (اول كتاب البيوع) مطبوعه تهانوى، ديوبند، البحر الرائق كوئٹه ص۲۶۲ ج۵ كتاب البيع ملتقى الابحر مع مجمع الانهر ص ۱۰ ج۳ كتاب البيوع مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] لايجوز لاحدمن المسلمين اخذ مال احد بغير سبب شرعى الخ البحرالرائق، ج۵ ص ۴۱ (مكتبه الماجديه كوئٹه) كتاب الحدود فصل فى التعزير، شامى زكريا ص۱۰۶ ج۶ باب التعزير، عالمگیرى كوئٹه ص۱۶۷ ج۲ كتاب الحدود، فصل فى التعزير.

[3] ويجب رد عين المغصوب الخ درمختارمع الشامى زكريا ،ج۹/ص ۲۶۶/ كتاب الغصب، مطلب فى رد المغصوب، زيلعى ص۲۲۲ ج۵ كتاب الغصب، مطبوعه امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص ۱۰۹ ج۸ كتاب الغصب. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبر والی زمین کی بیع

سوال:۔ایک شخص نے ایک قطعۂ زمین خریدی اور خریدنے والے کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اس زمین میں بہت سی قبریں ہیں اب صاحب مذکور نے اس زمین میں تالاب کھدوایا ہے، کھودتے وقت مردار کے سر اور ہاتھ کی ہڈی اور لاشیں پائی گئیں ،سب ہڈیاں دوسری جگہ زمین میں دفن کردیں، آیا اب قبر والی زمین کو تالاب بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مالک سے کسی نے زمین خرید لی ،تو اب مالک کو اختیار ہے کہ اس زمین میں تالاب بنائے یا کچھ اور کام کرے، البتہ ان ہڈیوں کو توڑنا درست نہیں[1] ،بلکہ احتیاط سے ان کو ایک جگہ دفن کردیا جائے ،فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے، اگر قبرستان وقف ہوتو اس کی بیع اور اس میں تالاب وغیرہ بنانا، ناجائز ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [4] عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إن اللّٰہ لیملی الظالم حتی اذا اخذہ لم یُفْلِتُہُ ثمّ قرأ وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمة الایة مشکوٰة شریف ص ۴۳۴ باب الظلم الفصل الاول مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص ۳۲۰/۲، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، مطبوعہ بلال دیوبند، عن سعید ابن زید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اخذ شبراً من الارض ظلماً فانہ یطوقہ یوم القیامة من سبع ارضین مشکوٰة شریف ص ۲۵۴ باب الغصب والعاریة مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۳۳۱ ج ۱ ابواب المظالم باب اثم من ظلم شیئاً من الارض، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

(صفحہ ہٰذا) [1] وذکرہ فی التبیین ان صاحب الارض مخیر ان شاء اخرجہ منھا وان شاء ساواہ مع الارض وانتفع بھا زراعة اوغیرھا (وقال بعد اسطر)وفی الواقعات عظام الیھود لھا حرمة اذاوجدت فی قبورھم کحرمة عظام المسلمین حتی لاتکسر الخ (البحرالرائق کراچی، ج۲/ص ۱۹۵ /کتاب الجنائز)، تبیین الحقائق ص ۲۴۶ ج ۱ کتاب الجنائز، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دوسرے کے نام پر زمین وجائیداد خریدنا

سوال:۔ میرا بھانجہ محمد اکرام ڈھائی سال کا تھا ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور میری بہن لیکر میرے یہاں یعنی میکے چلی آئی اس کی پرورش و پرداخت میرے گھر پر ہوئی سارے اخراجات وغیرہ میرے ہی ذمہ رہے، شروع میں میرے بھانجے کے عادت واخلاق ہی گر چکے تھے، لیکن میں ان کے حق میں دعائیں کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ میرے بھانجے کو راہ راست پر لگادے، اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی، چنانچہ میرا بھانجہ جب تقریباً ۲۰/سال کا ہوا تو میں ۴۸ء کو حج بیت اللہ گیا اور جانے سے پہلے سارا اثاثہ ان کے سپرد کردیا اور کچھ روپیہ نقدی اور موجودہ کاروبار بھی ان کے سپرد کردیئے، حج بیت اللہ کے واپسی کے بعد غلہ کی تجارت کی پھر اس کو بند کیا اور ساری رقم اپنے آبائی پیشہ بنکاری میں لگادی، اس کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے میرے بھانجے کو بڑی ترقی دی ۱۶/سال تک کاروبار میں لگارہا، ان کے خاندان کی پرورش اور اخراجات میرے ذمہ تھے، خرچ واخراجات سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا، میرے اور میرے بھانجے کے درمیان کسی طرح کا کوئی حصہ وغیرہ طے نہیں تھا، نہ زبانی نہ ہی تحریری بلکہ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ میری ہی جائیداد ہے لیکن ۷۵ء میں میرے بھانجے نے بعض کاروبار رجسٹرڈ کرایا اور اپنی ممانی کو نصف شریک بنایا، دوران کاروبار میرے بھانجے نے کچھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قبیل باب الشهيد، مكتبه امداديه ملتان، النهر الفائق ص۴۰۳ ج۱ قبيل باب صلاة الشهيد، مكتبه عباس احمد الباز مكه مكرمه،

۲؎ فاذا تم ولزم لايملك ولايملك ولايعار ولايرهن .الدرالمختار على الشامى كراچى، ج۴/ص۳۵۱/مطبع زكريا ،ج۶/ص۵۳۹/ كتاب الوقف ،عالمگیری زكريا ، ج۲/ص ۳۵۲/ كتاب الوقف، مجمع الانهر ص۲/۲۰۱، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص۵/۲۰۵، كتاب الوقف،

زمین اور جائیدادیں خریدیں وہ سب اپنے نام اور اپنی بیوی کے نام خریدیں گئیں، سب سے اخیر کی جائیداد میں مجھ کو شریک بنایا باقی جائداد جو خریدی گئی اس میں میرا نام تک نہیں، اسی درمیان میں میں نے اپنی بہن اور ان کے خاندان کی کثرت کی وجہ سے ازراہ شفقت ومحبت ایک علیحدہ مکان بھی ان کے نام لکھ دیا جس پر اب بھی وہ لوگ قابض ہیں اور اس میں رہ رہے ہیں، اب جواب طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ جائداد میں میرے بھانجہ محمد اکرام کا کوئی حصہ ہوتا ہے کہ نہیں براہِ کرم جواب شریعت کے مطابق عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ آپ نے بھانجے کو اپنا کاروبار سپرد کیا اور صاف لفظوں میں کہہ دیا یہ سب میرا ہے تو وہ سب کاروبار اس سے حاصل ہونے والا روپیہ اور اس سے خریدی ہوئی جائیداد خواہ کسی کے نام سے خریدی گئی ہو وہ سب آپ کی ملک ہے، نہ بھانجہ کی ملک ہے نہ اس کی بیوی کی ہے البتہ جو مکان آپ نے جس کے لئے لکھ دیا اور قبضہ کرا دیا وہ اس کا ہو گیا۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۱۸/۷/۱۴۰۰ھ

بیٹے کے نام پر مکان خریدنے سے وہ مالک نہیں ہوتا

سوال:۔ زید نے اپنے بیٹے بکر کو اپنے روپیہ سے تجارت کرائی اور ایک مکان بھی اس کے نام خریدا لیکن زید کی نیت اس کو مالک بنانے کی نہیں تھی، بلکہ اپنی مصلحت کی بناء پر ایسا

---

[۱] وتتم الهبة بالقبض الكامل الخ وحكمه ثبوت الملك للموهوب له الخ درمختار على الشامی ،ج۸/ص۴۹۰-۴۹۳/(مطبوعه زكريا ديوبند)كتاب الهبة، عالمگيری كوئٹه ص۳۷۴ج۴ كتاب الهبة، الباب الاول، مجمع الأنهر ص۴۹۱ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

کیا تھا، اور بعد میں تجارت کو بکر سے دوسرے کے نام منتقل بھی کر دیا، اور بکر بطور ملازم کام کرتا رہا، با قاعدہ دستاویز تحریر کی گئی ہے، اب بکر کا انتقال ہو گیا اب اس کے ورثاء کو کوئی حق وراثت پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع کا رکن ایجاب وقبول ہے[1] اگر زید نے اپنے لئے مکان خرید ا ہے اور بکر سے اس کا اظہار کر دیا کہ میں اپنے لئے مکان خرید تا ہوں اور کسی مصلحت سے تیرے نام سے خرید تا ہوں تو اس کا مالک زید ہے پس اگر اس کے بعد زید نے ہبہ وغیرہ نہیں کیا تو اس میں بکر کے ورثہ کا حق نہیں، کیونکہ محض بکر کے نام خرید نے سے زید کی جو کہ اصل مشتری ہے ملک زائل نہیں ہوئی،[2] علیٰ ہذا القیاس جب کہ بکر بطور ملازم تجارت میں کام کرتا تھا، اور اس کا ثبوت بھی زید کے پاس موجود ہے، نیز زید نے مالک ہونے کی حیثیت سے اس تجارت کو بکر سے دوسرے کے نام منتقل بھی کر دیا، تو اب بعد انتقال بکر کے ورثہ اس تجارت کے مالک نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۲/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۲/۵۶ھ

صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۲/۵۶ھ

---

[1] ویکون أی البیع بقول أو فعل أما القول فالایجاب والقبول وهما رکنه، الدر مع الشامی کراچی ص۵۰۴ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع المکره والموقوف مجمع الأنهر ص۵،۶ ج۳ اول کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص۲ ج۳ اول کتاب البیوع.

[2] وبیع التلجئة وهوان یظهرا عقداً وهما لایریدانه یلجاء الیه لخوف عد وهو لیس ببیع فی الحقیقة الدرالمختار علی الشامی کراچی، ج۵ص۲۷۳ ومطبع زکریا دیوبند، ج۷ص۵۴۲ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع التلجئة، هندیه کوئٹه ص۲۰۹ ج۳ الباب العشرون فی البیاعات المکروهة الخ مطلب فی بیع التلجئة.

بیع مشاع

سوال:۔ مسمیٰ بشیر علی نے اپنے حصہ مکانات کا بیعنامہ بحق مسجد معروف حسن والی کیا اور زرِ ثمن کو بحق مسجد ہبہ و بخشش کر دیا، من جانب مسجد بذریعۂ متولی دعویٰ تقسیم عدالت میں دائر کیا گیا، مدعیٰ علیہ بسم اللہ کی طرف سے جواب دہی ہوئی، کہ یہ دستاویز بیعنامہ نہیں بلکہ ہبہ نامہ ہے، اور ہبہ نامہ مشاع جائز نہیں ہے، اس لئے دعویٰ تقسیم صحیح نہیں ہے، نقل بیعنامہ[۱] ونقل عرض[۲]، دعویٰ ونقل جواب[۳] دعویٰ ونقل سفینہ جات[۴] ہم رشتۂ سوال ہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً یہ بیعنامہ ہے یا ہبہ نامہ اور زرِ ثمن کا ہبہ یا اسقاط ہوا یا نہیں یا زرِ ثمن باقی ہے، جواب مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ حسب عبارت بیعنامہ منسلکہ بیع ہے، ہبہ نہیں، کیونکہ صراحۃً بیع اور فروخت کا لفظ مذکور ہے، نیز بیع کی تعریف "[۱]**هومبادلة المال بالمال بالتراضی بحر** ج۵، ص[۲] ۲۵۶، اس پر صادق آتی ہے، ہبہ اگرچہ مشاع جائز نہیں، لیکن بیع وشراء مشاع کی بالاتفاق جائز ہے۔"**لایفسد بیع عشق اسهم من مائة سهم اتفاقاً لشیوع السهم**،درمختار،[۳] ص ۸/ج ۱/ **وان اشتریٰ عشرة اسهم من مأ ئة سهم جاز فی**

---

[۱] **ترجمہ** (وہ بدلہ کرنا ہے مال کا مال کے ساتھ رضامندی کے ساتھ)

[۲] **البحر،ص ۲۵۶/ج۵/ (طبع کوئٹہ) اول کتاب البیوع الدر مع الشامی کراچی ص۵۰۲ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم النهر الفائق ص۳۳۴ج۳ اول کتاب البیوع، طبع بیروت.**

[۳] **الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص:۳۲، ج:۴، کتاب البیوع، مطلب المعتبر ماوقع علیه العقد الخ،**

قولهم جميعاً هدايه[۱] ص۲۹/ج۳/لہٰذا یہ بیع شرعاً تام اور صحیح ہے، زرِ ثمن میں قبضہ سے پہلے ہبہ وغیرہ کا تصرف کرنا بھی شرعاً جائز ہے "**والتصرف فی الثمن قبل القبض جائز بالبيع والهبة والاجارة والوصية سواء كان مما يتعين اولا يتعين عندنا سوىٰ بدل الصرف والسلم لان الملک مطلق، فتح القدير**[۲] ص ۲۶۹/ج۵/۔

مکانات کا حصہ بیع کی وجہ سے مسجد کی ملک ہوگیا اور زرِ ثمن ہبہ کی وجہ سے مسجد کی ملک ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۵/۵۲ھ

صحیح عبدالرحمٰن غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

صورت مذکورہ میں حسب تحریر بیعنامہ بیع ہے ہبہ نہیں اور ثمن کا ابراء ہے اور اگر ہبہ بھی مان لیا جائے تو ثمن کا ہبہ مشتری کو بلا اسکے کہ بائع قبضہ کرے درست ہے اور مشتری کے لئے ثمن پر قبضہ سابق تمامی ہبہ کیلئے کافی ہے، جدید قبضہ کی ضرورت نہیں، لہٰذا فریق ثانی کا یہ دعویٰ کہ یہ ہبہ مشاع ہے غلط ہے جائداد کا بائع نے ہبہ نہیں کیا تا کہ مشاع ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار دیا جائے، بلکہ ہبہ زرِ ثمن کیا ہے، جو شرعاً قبل قبضۂ ثمن کے بھی درست ہے "**وجاز التصرف فی الثمن بهبة اوبيع اوغيرهما لوعيناً ای مشاراليه ولودينا**[۳] **كمكيل**

---

[۱] هدايه، ص ۲۳/ج۳/. كتاب البيوع، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، النهر الفائق ص۳۵۲ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] فتح القدير، ص ۵۱۸/ج۶/(مطبوعه دارالفكر) فصل من اشترى شيئاً مما ينقل ويحول قبيل باب الربوا، النهر الفائق ص۴۶۵ج۳ كتاب البيوع، باب التولية، طبع بيروت، الدر مع الشامي كراچی ص۱۵۲ج۵ كتاب البيوع، باب التولية والمرابحة، فصل فی التصرف فی المبيع والثمن، مطلب فی بيان الثمن والمبيع والدين.

[۳] فالتصرف فيه تمليك ممن عليه الدين ولوبعوض ولايجوز من غيره قبل قبضه سواء تعين بالتعيين، (درمختار مع شامی كراچی، ج۵/ص۱۵۲/) باب المرابحة والتولية مطلب فی بيان الثمن والمبيع والدين.

أولا كنقود ومثال التمليک بغير عوض هبة ووصية له فااذا ابرأمنه الثمن ملكه بمجرد الهبة لعدم احتياجه الیٰ القبض وكذا الصدقة"درمختار طحطاوی[1]

حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۵۲ھ

بائع مشتری کے درمیان قیمت کا اختلاف

سوال:۔ زید کے پاس قصاب کا لڑکا آیا اس نے گوشت کی قیمت چار روپیہ سیر بتلائی، زید نے کہا کہ تین روپیہ سیر دیں گے، لڑکا جانے لگا، مگر خاموش رہا، اور پھر آ کر گوشت دیدیا، لڑکا کچھ بولا نہیں، تھوڑی دیر بعد پھر سری پائے دیدیا اور قیمت دو روپیہ بتلائے زید نے قیمت ۴/...... بتلائی اس سے زائد نہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ زید نے گوشت کی قیمت ۳/ روپیہ کے حساب سے دیکر بات ختم کر دی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سری پائے کی قیمت تو طے ہوگئی تھی، اس میں تو کوئی شبہ نہیں، گوشت کی قیمت زید نے اپنی طرف سے طے کر کے بتادی کہ تین روپیہ سیر جس پر لڑکا خاموش ہو کر گیا اور گوشت لے آیا، لہٰذا یہ بیع فاسد نہیں ہوئی، پھر چار روپیہ سیر کے حساب سے دیکر بات ختم کر دی گئی، تو بہتر ہوا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۵/۵/ ۸۹ھ

---

[1] طحطاوی علی الدر ص ۱۰۱ ج۳ کتاب البیوع فصل فی التصرف فی المبیع، دار المعرفة بیروت.

[2] رجل ساوم رجلا بثوب فقال البائع ابيعه بخمسة عشر،وقال المشترى لااخذه الابعشرة فذهب به ولم يقل البائع شيئاً فهوبخمسة عشران كان المبيع فی يد المشتری حين ساومه ،وان كان فی يدالبائع فأخذه منه المشتری ولم يمنعه البائع فهو بعشرة .الهندية،ص۷/ج۳/كتاب البيوع الباب الثانی فيما يرجع الی انعقاد البيع، بحر كوئٹه ص۲۶۷ ج۵ كتاب البيوع، خانيه علی الهندية كوئٹه ص ۱۲۹ ج۲ كتاب البيع.

کتاب کا مسودہ جس قیمت پر چاہے مصنف فروخت کرے پھر چھپنے کے بعد جو شخص خریدے اس کو اختیار ہے جتنی قیمت پر چاہے فروخت کرے

سوال: ۔عمرو زید سے کہتا ہے کہ کتاب متنازع فیہ کا حق طباعت مجھ کو دیا جائے، اس لئے کہ یہ کتاب میری وجہ سے چھپی ہے، اگر میں رقم نہ لگاتا تو کتاب طبع نہیں ہوتی زید اس کا انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے میں نے آپ کے ساتھ معاملہ صرف پہلی طباعت کیلئے کیا تھا، آئندہ کیلئے وعدہ نہیں تھا، یہ ذہن میں رہے کہ آئندہ کیلئے وعدہ کا ہونا عمرو کو مسلم ہے، لہٰذا میں آئندہ کیلئے آپ کو اپنی طباعت نہیں دے سکتا، آپ فیصلہ فرمائیں، کہ ازروئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مسودہ کی قیمت جو بھی چاہے تجویز کردے کیونکہ وہ اس کی ملک ہے[1]، اور خریدار اسے جس قیمت پر معاملہ بنے خرید لے، لیکن کتاب طبع ہو کر جب بازار میں آگئی تو جو شخص بھی اس کا نسخہ خریدے وہ خرید کر اس کو طبع کرسکتا ہے، اصل مصنف کو یا کسی اور کو منع کرنے کا حق نہیں، حق طبع مال متقوم نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

[1] فالبيع ماشرع الابطلب الربح والفضل فالفضل الذى يقابله العوض حلال. مبسوط للسرخسى، ج۱۲/ص۱۱۹/ (مطبوعه دارالفكربيروت)كتاب البيوع، لو باع كاغذةً بالف يجوز ولا يكره الخ فتح القدير ص۲۱۲ ج۷ كتاب الكفالة، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] وبطل بيع مال غير متقوم الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ،ج۷/ص۲۴۱/ باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص۷۸ج۳ باب البيع الفاسد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۲۴۸ ج۶ كتاب البيوع، مطبوعه دار الفكر بيروت.

ہندو لاش کو جلانے کیلئے مسلمان کا لکڑی فروخت کرنا

سوال: ۔ہندو کی میت جلوانے کے واسطے ایک مسلمان کا لکڑی وغیرہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

کسی مسلم سے اگر ہندو لکڑی خرید لے اور مسلم کو معلوم ہے کہ یہ اس سے مردہ جلاوے گا، اس کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کرایہ پر لی ہوئی زمین میں تعمیر بنا کر فروخت کرنا

سوال: ۔زید نے ایک زمیندار سے زمین سالانہ کرایہ پر لے کر اس پر مکان تعمیر کیا جسکو ۳۰/برس کا عرصہ گزرا، اب زمیندار بوجہ ضروریات اپنی زمین کو فروخت کرنا چاہتا ہے، علاوہ ملبہ کے لہٰذا اس کا ملبہ چھوڑتے ہوئے بیع جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

مالک کو اپنی زمین فروخت کرنے کا حق حاصل ہے،[2] پھر خریدار اس کرایہ دار سے کہے

---

[1] وعلم من هذا انه لايكره بيع مالم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصر والخشب ممن يتخذ منه المعازف شامي زكريا ،ج۹/ص ۵۶۱/ مطبع كراچی،ج۶/ص ۳۹۱/ كتاب الحظر والاباحة ،فصل فی البيع)، البحر كوئٹه ص ۲۰۲ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فی البيع، مجمع الأنهر ص۱۸۷ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فی الكسب، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] المالک هوالمتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء الخ (بيضاوی شريف ، ج ۱/ص۷/ مطبع رشيد يه دهلی.تحت تفسير سورة الفاتحة، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ص ۱۱۹ ، اتحاد بكڈپو ديوبند.

کہ تم اپنا ملبہ یہاں سے ہٹا کر زمین خالی کردو یا میرے ہاتھ فروخت کردو، بہتر یہ ہے کہ زمین فروخت کرنے سے پہلے کرایہ دار سے مالک خود ہی معاملہ کرلے، اسکے بعد فروخت کرے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۳/۲۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۳/۲۵ھ

ایک روپیہ پر کتنا نفع لینا درست ہے

سوال:۔ بیوپار میں ایک روپیہ پر زیادہ سے زیادہ کتنے منافع لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت میں اس کے متعلق کوئی پابندی نہیں[2] مگر اتنا نفع لینا جو عرفاً زیادہ شمار ہوتا ہو اور خاص کر غریب حاجت مند سے خلاف مروت[3] اور مکروہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس فان مضت المدة قلعها وسلمها فارغة الخ (الدر المختار على الشامى زكريا، ج۹/ص ۴۰-۴۱/ كتاب الاجارة هدايه، ج۳/ص۲۹۸/ مطبع تهانوى ديوبند، كتاب الاجارة)، البحر كوئٹه ص ۱۱ ج۸ كتاب الإجارة، باب ما يجوز من الإجارة وما لا يجوز الدر المنتقىٰ على المجمع ص ۵۲۲ ج۴ كتاب الإجارة، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] لو باع كاغذة بألف يجوز ولايكره فتح القدير، ج۷/ص ۲۱۲/ (مطبوعه دار الفكر) كتاب الكفالة، عالمگيرى كوئٹه ص۱۶۰ ج۳ الباب الرابع فى المرابحة، المبسوط للسرخسى ص ۹۱ ج۱۳ باب المرابحة دار الفكر.

[3] الرحمون يرحمهم الرحمٰن ارحموا من فى الأرض يرحمكم من فى السماء وفى رواية من لا يرحم لا يرحم مشكوٰة شريف ص ۴۲۱ باب الشفعة والرحمة، مطبوعه ديوبند.

پوسٹ کارڈ وغیرہ زیادہ قیمت لے کر بیچنا

سوال:۔ پوسٹ کارڈ یا لفافہ کے ٹکٹ ایک تاجر ڈاک خانہ سے خرید کر اپنی دوکان پر رکھتا ہے اور ضرورت مندوں کو ہر لفافہ کارڈ پر پانچ پیسہ نفع چڑھا کر لیتا ہے، آیا وہ نفع لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس علت سے وجہ اور علت ہی کے مقصد سے سوال مقصود ہے، کیونکہ ہم تو اس کو علی حالہ جائز ہی سمجھتے تھے، مگر بعض سے نقل عدم جواز کا کیا گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کسی نے ٹکٹ یا کارڈ یا لفافہ خرید لیا تو وہ اس کا مالک ہوگیا، اس کو نفع کے ساتھ فروخت کرنے کا حق ہے[1]، مگر یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ قانون کی خلاف ورزی تو نہیں، کبھی معلوم ہوجانے پر جرمانہ یا قید کی ذلت برداشت کرنی پڑے، اپنے آپ کو ذلت کے کام میں ملوث کرنا درست نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۱۴۰۰ھ

شرعاً کم یا زیادہ قیمت پر بیچنے کا اختیار ہے

سوال:۔ غریب لوگوں کی پریشانی دور کرنے کے لئے گورنمنٹ نے نظام بنایا ہے کہ نان پاؤ بسکٹ پر پندرہ فی صد نفع لو اس سے زائد لینا جرم ہے، مگر تاجر حضرات کو ٹھیکہ بھی

---

[1] المالک ہو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء (بیضاوی شریف ج ۱/ص ۷/ سورة الفاتحة)، شرح المجلة ص ۶۵۴ ج ۱ رقم المادة ۱۱۹۲، اتحاد بکڈپو دیوبند.

[2] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ص ۵۰/ ج ۲ (مطبوعه رشیدیه دهلی) کتاب الفتن.

ترجمہ:۔ کسی مؤمن کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

اسی شرط کے ساتھ دیا گیا ہے، تو ان کا زیادہ قیمت پر لینا جائز ہے؟ شرط یا عدم شرط سے کوئی فرق ہوگا تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک کو اپنی مملوک شئی کم زیادہ قیمت پر فروخت کرنے کا اختیار ہوتا ہے[1] لیکن حکومت کے قانون کے خلاف کرنا عزت اور مال وجان کو خطرہ میں ڈالنا ہے، کیونکہ یہ حکومت کی چوری ہے جس پر سزا ہو سکتی ہے، خلاف قانون کر کے جان عزت مال کو خطرہ میں ڈالنا قرین دانشمندی نہیں ہے، لہٰذا اس سے پورا پرہیز کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۸/۳/۹۷ھ

نا دار ضرورت مند سے تجارت میں زیادہ نفع لینا خلاف مروت ہے

سوال:۔ میں دوکانداری کا کام کرتا ہوں اور نفع لے کر سودا فروخت کرتا ہوں بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ تم من مانی نفع لیتے ہو زیادہ نفع لینا حرام ہے، تو مجھے ایک روپیہ پر کتنا نفع لینا چاہئے یا بغیر نفع چیز کو فروخت کر دینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تجارت کی ہی جاتی ہے نفع کے لئے نفع لینا جائز ہے[3] لیکن نادار ضرورت مند سے

[1] المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء بیضاوی شریف ص۷ ج۱ سورة الفاتحة شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲، اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

[2] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ج۲/ص۵۰/ (مطبوعه رشیدیه دهلی، کتاب الفتن. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زیادہ نفع لینا خلاف مروت ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۸۸ھ

تجارت میں نفع کی حد

سوال:۔ مال تجارت پر منافع لینے کی کوئی تعداد اگر ہو تو ضرور تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً کوئی تعداد مقرر نہیں[۲] مگر زیادہ نفع لینا مروت کے خلاف ہے۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۹/۱۰/۹۰ھ

زیادہ بھاؤ پر خریدنا

سوال:۔ (۱) گیارہ آدمی ساڑھے اکتالیس من دھان خرید کر لے جا رہے ہیں

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۳] فالبيع ماشرع الالطلب الربح والفضل فالفضل الذى يقابله العوض حلال مبسوط. ج ۱۱/ ص ۱۱۹/ (مطبوعه دارالفكر بيروت) كتاب البيوع.

(صفحہ ہذا) [۱] الرحمون يرحمهم الرحمٰن ارحموا من فى الأرض يرحمكم من فى السماء وفى رواية من لا يرحم لا يرحم مشكوٰة شريف ص ۴۲۱ باب الشفعة والرحمة، مطبوعه ديوبند.

[۲] المرابحة بيع بمثل الثمن الاول وزيادة ربح وان باعه بربح "ده يازده" لايجوز الا اذا علم الثمن فى المجلس فيجوز وله الخيار فاذا اختارالعقد يلزمه احدعشراستحسانا. عالمگيرى، ج۳/ص ۱۶۰/الباب الرابع عشرفى المرابحة وكذا فى مجمع الانهر، ج۳/ص۱۰۷/ مطبوعه الباز مكه، المبسوط للسرخسى ص ۹۱ ج۱۳ باب المرابحة، دار الفكر بيروت.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\01-Bai Saheeh

جسکی قیمت گیارہ سو بارہ سو روپے ہوگی، جب وہ گیارہ آدمی ہمارے گاؤں پہنچے تو گاؤں کے کچھ لوگوں نے انکے تمام دھان بیل کی پیٹھ سے اتارلیا اور کہا کہ بتاؤ تم لوگوں نے تیس روپے من دھان کیوں خریدا، حالانکہ بازا کا بھاؤ اٹھائیس روپے تھا، تم لوگوں نے دوروپیہ زیادہ کردیا، آج چھوڑینگے نہیں، تمام لوٹ لینگے، سارا دن ان گیارہ آدمی کے اوپر ظلم کیا، کیا اس طرح پر شریعت نے جائز رکھا ہے، کہ دوسرے مسلمان بھائی کو اس طرح پریشان کیا جائے؟

(۲) جب لوگوں نے گیارہ آدمیوں کے دھان روک لئے تو مذکورہ عالم صاحب زور سے کہنے لگے کہ ان کے تمام دھان روک لو، کیونکہ انہوں نے بھاؤ زیادہ کردیا، کیا شرعاً کوئی ایسا قانون ہے کہ لوگوں کے مال کو غصب کرنے کے لئے حکم دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ بھی سخت ظلم کیا گیا، ظالم کو مرنے سے پہلے دنیا میں بھی ظلم کا وبال بھگتنا پڑتا ہے، اس پر لعنت بھی آئی ہے، "عن ابی بکر الصدیقؓ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ملعون من ضار مومنا اومکربہ اھ مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۸/[1]

(۲) عالم کا منصب یہ تھا کہ مسئلہ صحیح بتا کر ظالموں کو ظلم سے باز رکھتے، مگر انہوں نے ظالموں کی تائید کی، یہ بہت بڑا ظلم ہے،[2] انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۸ مکتبہ یاسر ندیم، باب ماینھیٰ عنه من التھاجر والتقاطع الخ الفصل الثانی.

ترجمہ:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ملعون ہے وہ شخص جو کسی مومن کو نقصان پہنچائے، یا اس کے ساتھ مکر کرے۔

[2] لا تعاونوا علی ارتکاب المنھیات ولا علی الظلم الخ، تفسیر قرطبی ص ۱۹ ج۳ تحت الآیة ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان، سورۃ المائدۃ، آیت ۲، مکتبه رشیدیه کوئٹه، احکام القرآن للقرطبی ص۱۸ ج۳، دار الفکر.

کم قیمت میں خرید کر زیادہ قیمت میں فروخت کرنا

سوال:۔ زید نے گڑ چالیس روپے ۳۶/من خریدا دو ماہ بعد گڑ کا بھاؤ چھتیس روپے فی من ہو گیا، ایک شخص عمر نے زید سے بطور قرض سو روپیہ مانگے زید نے اس کو سو روپیہ نقد تو نہ دیئے بلکہ وہی گڑ جو چالیس کے بھاؤ خریدا تھا، ۴۰/ کے بھاؤ سے ہی دیدیا جب کہ اب بھاؤ موجودہ چھتیس روپے ہے کیا زید نے یہ ٹھیک کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عمر نے زید سے روپیہ قرض مانگا اور زید نے روپیہ نہیں دیا بلکہ گڑ چالیس روپے من دیا، یعنی فروخت کر دیا اور عمر نے اس کو لے لیا یعنی خرید لیا تو شرعاً یہ بیع درست ہوگئی[1] عمر کے ذمہ چالیس روپیہ من کے حساب سے خریدے ہوئے گڑ کی قیمت لازم ہوگی اگر چہ اس گڑ کی قیمت چھتیس روپے من بازار میں ہے اور زید نے چالیس روپیہ من خریدا تھا۔

(۲) نقد اُدھار کی قیمت میں فرق ہوتا ہی ہے، اور یہ شرعاً درست ہے[2] لیکن جو غریب اپنی ضرورت سے کوئی چیز خریدتا ہے اور قیمت اسکے پاس موجود نہیں تو وہ مستحق شفقت ہے مستحق رحم وکرم ہے، اس سے اتنی زیادہ قیمت لینا جس سے اس کو خسارہ ہو یہ بات خلاف مروت ہے[3] لیکن مجلس عقد میں بھی یہ طے ہو جائے کہ یہ معاملہ ادھار ہے اگر یہ بات طے نہیں

---

[1] البیع شرعاً مبادلة شئی مرغوب فیه بمثله علیٰ وجه مخصوص وحکمه ثبوت الملک فی البد لین لکل منهما فی بدل الخ درمختار مع الشامی ،ج۷/ص ۱۱/مطبوعه زکریا دیوبند اول کتاب البیوع، مجمع الأنهر ص۴ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، بدائع الصنائع ص۳۱۸ ج۴ کتاب البیوع، مکتبه زکریا دیوبند.

[2] الا یری انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل الخ هدایه ،ج۳/ص ۷۴/(مطبوعه تهانوی دیوبند) باب المرابحة والتولیة، فتح القدیر ص۲۶۲ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہوئی بلکہ بات گول مول رہی کہ نقد ہے تو یہ قیمت ہے ادھار ہے تو یہ قیمت ہے اس طرح معاملہ کرنا درست نہیں ہے بلکہ نا جائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۹ھ

ایک روپیہ میں ڈیڑھ روپیہ کا سامان دینا

سوال:۔ اگر کوئی بائع کسی کو رعایۃً ایک روپیہ میں ۸/ کا مال دیدے تو مشتری آٹھ آنہ اگر اس بہانہ سے کہ مجھ پر قرض ہے، بائع کو دیدے جبکہ بائع کسی دوسری تدبیر سے لینے کو تیار نہ ہو تو یہ فریب جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بائع قصداً رعایت کر کے ایک روپیہ میں ڈیڑھ روپیہ کا مال دے رہا ہے تو یہ آٹھ آنہ اسکے قرض نہیں ان کو قرض کہنا غلط ہے، اور خلاف واقعہ ہے[۲] اگر رعایۃً کا بدل کرنا ہی ہے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۳] الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء، مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۳/ باب الشفقة والرحمة علی الخلق، مطبوعه دیوبند،

(صفحہ ہذا) [۱] وکذا اذاقال بعتک هذا العبد بالف درهم الیٰ سنة وخمسمائة الیٰ سنتین لان الثمن مجهول فاذا علم ورضی به جازالبیع الخ بدائع ،ج۴/ص۳۵۸/(مطبوعه زکریا دیوبند کتاب البیوع، قبیل فی جهالة الثمن، المبسوط للسرخسی ص۸ ج۱۳ باب البیوع الفاسدة، مطبوعه دار الفکر، بذل المجهود ص۲۷۸ ج۴ باب من باع بیعتین فی بیعة، مکتبه یحیوی سهارنپور.

[۲] صح الزیادة فی المبیع أو لزم البائع دفعها إن قبل المشتری ذالک لأنه تصرف فی حقه وملکه ویلتحق بالعقد فیصیر حصته من الثمن مجمع الأنهر ص۱۱۶ ج۳ کتاب البیوع، فصل، دار الکتب العلمیة بیروت، شرح المجلة ص۱۳۴ ج۱ رقم المادة ۲۵۸، اتحاد بکڈپو دیوبند، المحیط البرهانی ص۵۰۶ ج۹ کتاب البیوع، الفصل الحادی عشر الحط والزیادة فی الثمن.

توہدیۃً کچھ اس کو دیدے[۱] جس سے اس کا ذہن بھی منتقل نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/ ۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/ ۸۷ھ

بیش قیمت چیز کم قیمت پر خریدنا

سوال:۔ ایک فرضی مسئلہ دریافت ہے تاکہ اس کے ذریعہ اس کی مثال کا جواب مستنبط ہوجائے جو وقتاً فوقتاً پیش آتی رہتی ہیں، وہ یہ کہ مثلاً ایک شخص زید عمرو کے پاس ایک قیمتی چیز (جسکی قیمت تقریباً سودوسو تک ہوگی) لایا اور کہا کہ یہ میری چیز ہے میں کسی ضرورت کے بناء پر اس کو فروخت کرنا چاہتا ہوں، تم خریدلو عمرو نے انکار کیا کہ میرے پاس اتنی رقم ہے میں نہ لونگا، اس پر زید نے کہا کہ جو کچھ تم اس کی قیمت دیدو میں اسے فروخت کردونگا، عمر نے کہا میں پانچ روپیہ میں لے سکتا ہوں زید نے فروخت کردیا، اور چلا گیا اس کے چلے جانے کے بعد عمرو کو شبہ ہوا کہ مال کہیں چوری کا نہ ہو لیکن اب معاملہ کو رد کرنے کی صورت نہیں ہے زید پتہ نہیں کہاں کا ہے، اور کہاں گیا اب سوال یہ ہے کہ یہ مشتریٰ عمرو کے لئے حلال اور درست ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو اب عمرو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ظن غالب یہ ہے کہ یہ قیمتی چیز چوری کی ہے جو اس قدر ارزاں فروخت کرتا ہے، تو اس کا خریدنا جائز نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۰۹/ ج ۲[۲] میں اس کی تصریح ہے، اگر خرید لی

---

[۱] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تصافحوا یذ ھب الغل وتھادوا تحابوا وتذھب الشحناء (مؤطا امام مالک ۳۶۵/ (مطبع اعزازیہ دیوبند) ماجاء فی المھاجرۃ.

ترجمہ:۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرو، کینہ جاتا رہے گا، ہدیہ دیا کرو تو آپس میں محبت ہوگی اور بخل جاتا رہیگا۔ (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

اور واپسی دشوار ہے اور مالک کا پتہ نہیں، تو صدقہ کردے[۱] اگر ظن غالب یہ نہ ہوتو اسکا خریدنا شرعاً درست ہے، "الایریٰ ان اسواق المسلمین لاتخلوعن المحرم والمسروق والمغصوب ومع ذٰلک یحل التناول اعتماداً علی الغالب وھذا لان القلیل لایمکن الاحتراز عنه ولایستطاع الا متناع فسقط اعتباره دفعاً للحرج .مجمع الانھر، ص ۳۴۷/ج ۲/" [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/صفر المظفر ۱ے ھ

سود سے بچنے کے لئے بیع کی اصل قیمت پر زیادتی کا معاملہ کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں بازار کا عرف یہ ہے کہ ہر آڑت دار کے بارے میں مزدور اور کاریگر بھی بائع یہ جانتا ہے کہ قیمت اسکو نقد نہیں ملے گی، نیز ہر آڑت دار کا طریق جدا جدا ہے کوئی پندرہ، بیس دن کے بعد قیمت بصورت نقد چکا دیتا ہے، کوئی کچھ نقد دیتا ہے اور کچھ کے بدلے سوت دیتا ہے، کوئی کل کا سوت دیتا ہے، یہ تمام تفصیلات قریب قریب فی الجملہ تمام کاریگروں کو ہر آڑت دار کے بارے میں معلوم رہتی ہیں، مزدور چاہے طوعاً چاہے کرہاً

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۲] فتاویٰ رشیدیہ ملاحظہ ھو، ص ۱۰۲/ج ۲/ مطبع رحیمیہ دھلی کتاب الحظر والاباحة)

(صفحہ ہٰذا) [۱] ویردونها علی اربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها، لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه شامی کراچی ص ۳۸۵ ج ۶ کتاب الحظر والإباحة فصل فی البیع، الهندیة ص ۳۴۹ ج ۵ کتاب الکراهیة الباب الخامس عشر فی الکسب، البحر کوئٹه ص ۲۰۱ ج ۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

[۲] مجمع الانھر، ص ۵۴۷/ج ۴/ مطبع دارالکتب العلمیه بیروت) مسائل شتی، عالمگیری زکریا ۳۶۴/ج ۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون فی البیع الخ)

مگر معاملہ اسی طریقہ سے رکھتے ہیں اور لین دین جاری رہتا ہے، لیکن جو لوگ نقد کے بجائے سوت دیتے ہیں، وہ کچھ اپنے من گھڑت اصول کے مطابق سوت کو اصل بازار سے دو تین روپیہ بڑھا کر دیتے ہیں، یعنی اگر بازار میں سوت کا بھاؤ ۵۵/روپیہ ہے تو وہ ۵۶/ یا ۵۷/ میں دیتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ رقم جو سوت پر بڑھا کر لی گئی ہے، وہ کیسی ہے جب کہ کاریگر جانتے ہیں کہ اس آڑت دار کے یہاں اسی طرح کا سلوک کیا جائے گا۔ بطور وضاحت مکرر عرض ہے کہ بازار میں یہ طرز معاملے کا جز بن گیا ہے، اور لوگ اسی طرح طوعاً وکرہاً معاملہ کرتے ہیں، مذکورہ تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ معروف ومروج طریق پر سوت پر ایک دو روپیہ زائد لینے والی رقم کا کیا حکم ہے، آیا وہ حلال ہے مکروہ ہے حرام ہے؟

دوسری بات یہ دریافت طلب ہے کہ دو آدمیوں نے اسی طرح کی آڑت کا شرکت میں کاروبار شروع کیا کچھ دنوں کے بعد ایک نے خلاف مروت سمجھ کر اس طریق عمل کی مخالفت شروع کی، مگر دوسرا اپنے طریقے پر بدستور کاربند رہا، پہلا اس پوزیشن میں نہیں کہ وہ یکایک شرکت سے جدا ہو جائے، اس لئے کہ ایسا بغیر نقصان عظیم کے ممکن بھی نہیں آخر اسی طرح کاروبار چلتا رہا، لیکن کچھ دنوں کے بعد جدائیگی تک نوبت پہنچی، تقسیم کے بعد یہ معلوم ہوا کہ جتنی رقم خلاف مروت طریق پر لی گئی تھی قریب قریب اتنی ہی ڈوب بھی گئی گویا قدرتی نظام نے ٹوٹل برابر کر دیا، لیکن کھاتہ اعلان کرتا رہا ہے کہ ڈھائی ہزار سوت پر فائدہ ہوا چنانچہ اسی حساب سے وہ رقم ہر ایک کو ملی بھی اب یہ بتائیے یہ رقم فی نفسہٖ کیسی ہے اور شخص اول کے اعذار کو سامنے رکھ کر اس کے حق میں کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل قیمت ''نقد'' لازم مگر بجائے اس نقد کے سوت دیتا ہے اور سوت بازاری نرخ سے کچھ فرق کے ساتھ دیتا ہے، تو اس کا معاملہ اس فرق کے ساتھ طے کر لینا بھی درست ہے

ناجائز نہیں [۱] بصورت شرکت اس قسم کی رقم ملے تو وہ بھی ناجائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۹۱ھ

جواب صحیح ہے اور توضیح یہ ہے کہ کپڑے کی نقد قیمت طے و متعین ہو کر بائع کو بھی معلوم ہو چکی ہو۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۱ھ

ایک شہر سے دوسرے شہر میں مال تجارت منتقل کرنا

سوال:۔ ایسی تجارت کے تعلق سے کہ گورنمنٹ ضلع بندی کرتی ہے اور اپنی جگہ سے دوسری جگہ کو مال یعنی غلہ وغیرہ لیجانے کو مجرم قرار دیتی ہے، اسکے باوجود تاجر لوگ غیر قانونی حرکت کر کے نگراں کاروں کو رشوت دیکر ایک جگہ سے دوسری جگہ میں غلہ وغیرہ منتقل کر کے تجارت کرتے ہیں تو ایسی تجارت شرعاً جائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے تو جائز ہونے کی کیا صورت ہے کیا ایسا تاجر عنداللہ مجرم قرار دیا جائے گا یا نہیں اور جو ایسی تجارت سے نفع حاصل کیا جاتا ہے ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کار خیر میں خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں اس میں سے زکوٰۃ صدقۂ فطر قربانی وغیرہ کئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص جو مال موافق شرع خرید کر مالک ہو جائے اس کو اس کے ہر جگہ فروخت کرنے

[۱] والتصرف فی الثمن قبل القبض جائز الخ .هدایه ،ج۳/ص۷۵/کتاب البیوع ، باب المرابحة التولیة (مطبوعه یاسرندیم دیوبند) وجاز التصرف فی الثمن قبل قبضه الٰی ما قال فلو باع إبلاً بدراهم او بکر بر جاز اخذ بدلها شیئاً آخر الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۳۷۷-۳۷۵ج۷ کتاب البیوع باب المرابحة والتولیة، مطلب فی بیان الثمن والمبیع الخ البحر الرائق ص۱۱۹ ج۶ کتاب البیوع باب المرابحة والتولیة فصل فی بیان التصرف فی المبیع الخ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

کا پورا حق حاصل ہے[۱]، اس فروخت کرنے سے جو روپیہ ملے وہ اس کا مالک ہو جائیگا[۲]، حسب ضابطہ اس پر زکوٰۃ بھی واجب ہوگی[۳]، قربانی بھی واجب ہوگی، ایسے مال کو کار خیر میں صرف کرنا بھی درست ہوگا، مگر اس کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ قانونی خلاف ورزی کر کے اپنے مال اور عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہرگز دانشمندی نہیں[۴] اور رشوت دینا تو قانونی جرم ہے، اور شرعی جرم بھی ہے۔[۵] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

۱ والمالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک (بیضاوی شریف ص۷/ ج۱/ طبع رشیدیه دهلی، تحت تفسیر سورة الفاتحة، طبع رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱، رقم المادة ۱۱۹۲ اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

۲ وأما حکمه فثبوت الملک فی المبیع للمشتری وفی الثمن للبائع، هندیه کوئٹه ص۳ ج۳، اول کتاب البیوع، بحر کوئٹه ص۲۶۱ ج۵ اول کتاب البیوع، عنایه مع الفتح ص۲۴۷ ج۶ اول کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

۳ وسببها أی سبب افتراضها ملک نصاب حولی تام فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد وفارغ عن حاجته الاصلیة، در مختار مع الشامی زکریا ص۱۷۴ ج۳، النهر الفائق ص۴۱۳ ج۱ کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ کتاب الزکاة، طبع بیروت.

۴ لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسه، ترمذی شریف ص۵۰ ج۲ ابواب الفتن، طبع رشیدیه دهلی.

۵ لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم الراشی والمرتشی .ترمذی شریف ، ج۱/ص۱۵۹/(مطبع رشیدیه دهلی)ابواب الاحکام ،باب ماجاء فی هدایا الامراء، شامی کراچی ص۳۶۲ ج۵ کتاب القضاء مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدیة، النهر الفائق ص۲۰۸ ج۳ کتاب القضاء، دار الکتب العلمیة بیروت.

ترجمہ:. رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

بیع میں رنگا

سوال:۔ اگر کوئی شخص ایک سودا خریدے، اور خریدار بیچنے والے سے علاوہ خرید شدہ چیز کے اور کوئی چیز مانگے جس کو رنگا کہتے ہیں اور بیچنے والا خوشی سے دے بھی دے، تو کیا وہ رنگا مانگنا اور لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ رنگا جزو بیع ہے لہٰذا اگر اس شئی کے واپس کرنے کی نوبت آئے تو رنگا بھی واپس کرنا ہوگا، ایسی صورت میں رنگے کا رواج ترک کر دینا چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۲/۶۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۲/۶۸ھ

بھیک کے مال کی فروختگی

سوال:۔ جو لوگ سوال کرتے ہیں، یعنی بھیک مانگتے ہیں اور اس غلہ کو دوکانوں پر فروخت کرتے ہیں، تو وہ غلہ دوکاندار کو خریدنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی نے بھیک مانگ کر جو غلہ جمع کیا ہے، وہ اس کا مالک ہوگیا، جب دوکان پر لے جا کر فروخت کرتا ہے تو دوکاندار کو اس کا خریدنا درست ہے[2]

---

[1] یجوز للمشتری ان یزیدفی الثمن ویجوز للبائع ان یحط من الثمن وان یزید فی المبیع ویلتحق بأصل العقد الخ (تبیین الحقائق مطبع امدایه ملتان پاکستان، ج۴/ص ۸۳/ کتاب البیوع، فصل قالؒ صح بیع العقار الخ)

[2] الغنی اذااکل مماتصدق به علی الفقیر ان اباح له الفقیر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تنبیہ:۔جس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہواس کو بھیک مانگنا جائز نہیں، اس لئے اس پیشہ کو ترک کرنا ضروری ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تانبے پیتل وغیرہ کی بیع ادھار

سوال:۔تانبہ، پیتل، لوہے کا کاروبار ادھار خرید کر فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ففی حل التناول اختلاف بین المشائخ وان ملکه الفقیر الغنی لاباس به (الهندية ،ص ۳۴۰/ج۵/ الباب الحادی عشرفی الکراهة فی الأکل ومایتصل به)

یکره ان یاکل الرجل من مال الفقیر یعنی من مالٍ أخذه من الصدقة لاذاملکها بجهة اخری عالمگیری ،ص ۳۴۳/ج۵/ باب فی الهدایا والضیافات، اما شرائط المعقود علیه ...... وأن یکون ملک البائع فیما یبیعه لنفسه، بحر کوئٹه ص۲۵۹ ج۵ کتاب البیوع، شامی کراچی ص۵۰۵ ج۴ کتاب البیوع، مطلب شرائط البیع انواع اربعة، فتح القدیر ص۲۴۸ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] عن سهل بن الحنظلية قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من سأل وعنده مایغنیه فانما یستکثر من النار .قال النفیلی وهواحد رواته فی موضع آخر ومالغنی الذی لاینبغی معه المسئلة قال قدرما یغذیه ویعشیه وقال فی موضع آخر ان یکون له شبع یوم اولیلة ویوم رواه ابوداؤد کذافی المشکاة ،ج۱/ص۱۶۳/کتاب الزکوٰة، باب من لاتحل لهٗ المسئلة، دار الکتاب دیوبند، ابوداؤد شریف ص۲۳۰ ج۱ کتاب الزکاة، باب من یعطی من الصدقة وحد الغنی طبع سعد بکڈپو دیوبند.

ترجمہ:۔سہل بن حنظلیہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے سوال کیا اور اس کے پاس اس قدر مال ہے کہ اس کو غنی کردے، تو پھر وہ گویا مانگتا ہے، بہت سی آگ نفیلی جو اس حدیث کے راوی ہیں، ایک دوسرے موقع پر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ غنی کی کیا حد ہے اس کے بعد سوال کرنا جائز نہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو اس کے لیے صبح وشام کی غذا کا کام دے سکے اور ایک جگہ اور کہا ہے کہ ایک دن اور رات کے پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۱۴۰۰ھ

تالاب کے پانی کی بیع

سوال:۔ یہاں تقریباً ہرایک کے پاس تالاب ہوتے ہیں، اوران تالابوں کے قرب وجوار میں زمین بھی ہوتی ہے، ان زمینوں میں کھیتی باڑی کرنے کے لئے پانی کی ضرورت پڑتی ہے زمین والا تالاب کا پانی پورا جوکہ تالاب میں موجود ہے، تالاب والے سے خرید لیتے ہیں، تو یہ جائز ہے یا کہ نہیں، بیع مجہول تونہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگرگڈھا کھودکر تالاب بنایا گیا اور پانی کو اس میں محفوظ رکھا گیا اس کی حفاظت اورنگرانی کی گئی تو جس قدر پانی تالاب میں سامنے موجود ہے، اس کی بیع درست ہے[۲] اگرچہ

---

[۱] واذا عدم الوصفان الجنس والمعنیٰ المضموم اليه حل التفاضل والنسأ لعدم العلة المحرمة والاصل فيه الاباحة الخ، هدايه ص ۷۹/ج۳/ (مطبوعه تهانوی ديوبند) باب الربوا، النهر الفائق ص ۴۷۲ج۳ باب الربوا، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۲۹ ج۲ باب الربوا.

[۲] وكذا لک ماء المطر يملک بالحيازة واما بيع ماجمعه الانسان فی حوضه ذكر شيخ الاسلام المعروف بخواهر زاده فی شرح كتاب الشرب ان الحوض اذكان مجصصاً اوكان الحوض من نجاس او صفرجاز البيع علیٰ كل حال وكانه جعل صاحب الحوض محرز الماء بجعله فی حوضه الخ عالمگيری ،ص ۱۲۱ / ج۳/ (مكتبه كوئٹه)كتاب البيوع ،الفصل السابع فی بيع الماء تحت الباب التاسع، محيط برهانی ص ۳۴۹ج۹ كتاب البيوع، الفصل السادس فيما يجوز بيعه وما لا يجوز نوع آخر فی بيع الماء والجمد، طبع مجلس علمی گجرات.

اس کی مقدار معلوم نہ ہو مشارٌ الیہ جب سامنے ہو تو اس کی مقدار معلوم ہونا ضروری نہیں ہے[۱]، جب کہ اس کی کل کی بیع بصفقۃ واحدۃ کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو تاجر زکوٰۃ نہ دیتا ہو اس سے مکان خریدنا

سوال:۔ ان اطراف میں مسلمان تاجر اکثر زکوٰۃ نہیں دیتے اوران کے معاملات صاف نہیں رہتے، ایسے تاجر سے کھانے پینے کی چیزیں اور کپڑے وغیرہ خریدنا بہتر ہے، یا ہندو سے خریدنا بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمان سے خریدنا بہتر ہے[۲] جب تک متعین طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ حرام شے فروخت کررہا ہے[۳]۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] والا عواض المشار الیها لایحتاج الیٰ معرفة مقدار ها فی جواز البیع الخ هدایه ، ص ۲۰/ ج۳/ (مکتبه یاسرندیم دیوبند)اول کتاب البیوع، شامی کراچی ص ۵۳۰ ج۴ کتاب البیوع، مطلب ما یبطل الایجاب سبعة بحر کوئٹه ص ۲۷٦ ج۵ اول کتاب البیوع.

[۲] أن لا یشتری المسلم الدقیق من طواحین أهل الکتاب ولا یطحن عندهم لوجوه احدها ما تقدم من أنه یعین أهل الکفر بذلک، الثانی أنه یترک اعانة اخوانه المسلمین الخ المدخل لابن امیر الحاج ص ۱٦۴ ج۴ باب النهی عن معاملة الکفار، مطبوعه مصر، بدائع الصنائع زکریا ص ۲٦۵ ج٦ کتاب السیر.

[۳] فکل عین قائمة یغلب علی ظنه انهم أخذوها من الغیر بالظلم وباعوها فی السوق فانه لاینبغی أن یشتری ذلک وإن تداولتها الایدی الی قوله (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گورنمنٹ کی زمین کا نیلام خریدنا

سوال:۔ ایک زمین ہے، جس کی مالک گورنمنٹ ہے، اب اگر اس زمین کی بولی بغیر گورنمنٹ کی اجازت کے بولی جائے، تو اس کو لینا درست ہوگا یا نہیں؟ اور جتنے میں نیلام ہو وہ روپیہ مسجد یا مدرسہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زمیندار کی ملک ختم کر کے گورنمنٹ مالک ہوگئی[1]، تو اس کی اجازت سے اس کا نیلام درست ہوگا، پس اگر پردھان کو اجازت تھی، اور اس نے نیلام کیا تو خریدنے والے کو خریدنا درست ہے[2] اور اس کی قیمت کا روپیہ اگر بہ نیت ثواب مسجد کے لئے دیا جائے تو اس کا مسجد میں خرچ کرنا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قال بعض مشائخنا علیک بترک الحرام المحض فی هذاالزمان، فانک لا تجد شیئاً لا شبهة فیه، (عالمگیری زکریا دیوبند ، ج۵/ص ۳۶۴/کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون فی البیع والاستیام الخ)، طحطاوی علی الدر المختار ص ۱۹۲ ج ۴ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبوعه دار المعرفة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] واذا غلب الترک علیٰ الروم فسبوهم واخذوااموالهم ملکوها لان الاستیلاء قد تحقق الخ هدایه، ج۲/ص ۵۸۰/ کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، النهر الفائق ص۲۲۳ ج۳ کتاب الجهاد، باب استیلاء الکفار، طبع بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۱۵۹، ۱۶۰ ج ۴ اول باب استیلاء الکفار.

[2] لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا إذنه ولا ولایته، الدر مع الشامی کراچی ص ۲۰۰، ج۶ کتاب الغصب، مطلب لا یجوز التصرف بمال الغیر بدون إذن صریح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ کتاب الغصب، طبع دار الاشاعة دهلی، قواعد الفقه ص ۱۱۰ قاعده ۲۷۰، طبع دار الکتاب دیوبند.

غیر مسلم کا ذبیحہ شرعی کو فروخت کرنا

سوال:۔ مذبح سے اگر کوئی غیر مسلم گوشت خرید کر یا مذبوحہ جانور خرید کر اپنی دوکان پر لاکر فروخت کرے تو اس مسلمان کو اس غیر مسلم کی دوکان سے گوشت خریدنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی غیر مسلم مذبح سے ذبیحہ خرید کر اپنی دوکان پر لاکر فروخت کرے اور اس کی اسی طرح نگرانی کی جائے کہ اس میں کسی دوسرے غیر مشروع گوشت کا احتمال وخطرہ نہ ہوسکے تو اس سے خریدنا درست ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مردار کا چمڑا اُتارنا اور فروخت کرنا

سوال:۔ مردار جانور کا چمڑا پہلے چمار نکالتے تھے، مگر اب نہیں نکالتے، تو کیا خود چمڑا نکال کر کار آمد یا فروخت کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گائے بھینس مردار کا چمڑا اسکے بدن سے چھڑانا شرعاً درست ہے، نیز اس کو دباغت

---

[1] ولا يقبل قول الكافر فى الديانات الا اذاكان قبول قول الكافر، فى المعاملات يتضمن قبوله فى الديانات فحينئذ تدخل الديانات فى ضمن المعاملات فيقبل قوله فيها ضرورة من ارسل اجيراً له مجوسياً اوخادمافاشترى لحما فقال اشتريته من يهودى اونصرانى اومسلم وسعه اكله الخ عالمگيرى ،ج۵/ص ۳۰۸/ مطبوعه كوئٹه ،كتاب الكراهية، الباب الاول، الدر مع الشامى كراچى ص۳۴۴ج۶ كتاب الحظر والاباحة، بحر كوئٹه ص۱۸۶ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فى الاكل والشرب.

دے کر خواہ پکا کر یا نمک وغیرہ کے ذریعہ اصلاح کر کے فروخت کرنا درست ہے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دیوبند ۲۰/۹/۸۷ھ

مردار کی کھال پر نمک لگا کر بیچنا

سوال:۔ مردہ مویشی کی کھال پر صرف نمک مل دینے سے بیچنا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مردہ مویشی کی کھال پر نمک لگانے سے اگر وہ گلنے سڑنے سے محفوظ ہوجائے تو اس کا خریدنا اور بیچنا درست ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۲ھ

---

[۱] كل اهاب دبغ وهو يحتملها طهر درمع شامی کراچی، ص۲۰۴/ج۱/مطلب فی احكام الدباغة والصحيح انه يجوز بيع كل شئی ينتفع به. كذافی التتارخانية الهندية، ص۱۱۴/ج۳/ الفصل الرابع، وهذابناء على ان الجلود كلها تطهر بالذكاة اوبالدباغ الاجلد الانسان والخنزير. الهندية، ص۱۱۵/ج۳.

"وفی الدر ،وجلد ميته قبل الدبغ وبعده يباع وينتفع به (قوله وجلدميتة، قيدبها لانها لوكانت مذبوحة فباع لحمها اوجلد هاجاز لانه يطهر بالذكاة الاالخنزير. شامی کراچی، ص۷۳/ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت للرمد قولان، بحر كوئٹه ص۸۱ج۶ باب البيع الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۸ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت.

[۲] لابيع جلود الميتة قبل الدباغ ويجوز بعده الخ ملتقى الابحر على مجمع الانهر، ص۸۵/ج۳/ (مكتبه دارالكتب العلمية بيروت) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، بحر كوئٹه ص۸۱ج۶ باب البيع الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۸ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

مردار کی کھال فروخت کرنا

سوال:۔ حلال مردار جانور جیسے گائے، بھینس، بکری، مینڈک، گوہ پانی کا سانپ یا گیدڑ وغیرہ کی کھال اتار کر بیچنا درست ہے، یا نہیں؟ جواب اگر اثبات میں ہو تو اس کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً

اگر یہ جانور مر جائیں تو انکی کھال اتار کر دباغت دیکر فروخت کرنا درست ہے ''کل اهاب دبغ فقد طهر كذافی كتب الفقه من الهداية[۱] وغیرہ[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۲ھ

اہاب کی خرید وفروخت

سوال:۔ مردار جانور یعنی شیر، چیتا وغیرہ کی گیلی کھال خرید کر پھر اس کو نمک وغیرہ لگا کر خشک کر کے فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً

مردار جانور کی تازہ کھال (بغیر دباغت دیئے) خریدنا جائز نہیں یہ بیع باطل ہے ہاں اس کی کھال کو نمک وغیرہ لگا کر ایسا بنالیا جائے کہ وہ گلنے سڑنے سے محفوظ ہو جائے، تو اس کو فروخت کرنا اور خریدنا سب جائز ہے سوائے خنزیر کے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الهدايه، ص ۲۴/ ج ۱/ كتاب الطهارة، دار الكتاب ديوبند.

[۲] شامی کراچی مع الدر، ص ۲۰۳/ ج ۱/مطلب کتاب الطهارة فی احكام الدباغة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\01-Bai Saheeh

جلد میتہ کی بیع

سوال:۔ میں بھینسوں کا بیوپار کرتا ہوں اور کئی پال بھینس مر بھی جاتی ہیں، تو ان مری ہوئی بھینسوں کے چمڑے کی قیمت لے سکتا ہوں یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے بتلایا کہ چمڑے کی قیمت نہیں لینی چاہئے، اگر قیمت نہ لوں تو میرا کافی نقصان ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان مولوی صاحب نے صحیح کہا ہے کہ مردار چمڑے کی خرید وفروخت جائز نہیں[1]، البتہ اس کو اگر نمک وغیرہ لگا کر دباغت دے لیں تو گلنے سڑنے سے محفوظ ہوجائے، تو پھر اس کو فروخت کرنا قیمت وصول کرنا شرعاً درست ہوجائے گا۔ ہکذا فی درالمختار[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۴/۲۶ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مجمع الأنهر ص ۵۱ ج ۱ كتاب الطهارة طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۳ و(بطل بيع) جلد ميتة قبل الذبح وبعده اى الذبح يباع الاجلد انسان وخنزير (درمختار مع الشامى كراچى، ج۵/ص۷۳/ باب البيع الفاسد،مطلب فى التداوى بلبن البنت للرمد قولان)، بحر كوئٹه ص ۸۱ ج۶ باب الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۸ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت.

(صفحہ ہٰذا) ۱ (بطل بيع) جلدمیتة قبل الدبغ وبعده يباع وينتفع به قوله وجلد ميتة قيدبها لانها لوكانت مذبوحة فباع لحمها اوجلدها جاز لانه يطهر بالذكاة الاالخنزير .شامى كراچى،ص ۷۳/ج۵/باب البيع الفاسد، بحر كوئٹه ص۸۱ج۶ باب البيع الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۸ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

۲ كل اهاب دبغ يحتملها طهر.درمع شامى كراچى، ص ۲۰۴/ج ۱ ، كتاب الطهارة مطلب فى احكام الدباغة، هدايه ص۲۴ ج۱ كتاب الطهارة، طبع دار الكتاب ديوبند، مجمع الأنهر ص ۵۱ ج ۱ كتاب الطهارة.

سانپ کی کھال کی بیع

سوال:۔ ہمارے یہاں سانپ کے چمڑے کی تجارت ہوتی ہے، اسکی صورت یہ ہے کہ غیر مسلم قوم سانپ کو زندہ پکڑتی ہے اور سانپ کو بے ہوش کر کے اس کا چمڑا نکال لیتی ہے، اور مسلمان کچے چمڑے خرید تے ہیں اور دباغت کے بعد فروخت کرتے ہیں، تو یہ خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سانپ کا کچا چمڑا دباغت سے قبل خریدنا بیچنا درست نہیں، دباغت کے بعد خریدا و بیچا جاوے، ''اذاکان احدالعوضین اوکلاهما محرمافالبیع فاسد کالبیع بالمیتة فنقول البیع بالمیتة والدم باطل، کذافی لهدایة[1] ص۳۳/ج۳/والصحیح انه یجوز بیع کل شئی ینتفع به کذا فی التاتارخانیه وکذا فی الفتاویٰ الهندیة، ص ۱۶ ج۳''[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۸۸ھ

---

[1] الهداية ،ص ۴۹/ج۳/ باب البیع الفاسد، دار الکتاب دیوبند، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۱ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی تعریف المال، النهر الفائق ص۴۱۶ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] هندیه کوئٹه ص۱۱۴ ج۳ کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعه وما لا یجوز، الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، الدر مع الشامی کراچی ص۶۹ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی بیع دودة القرمز الدر المنتقی علی المجمع ص۸۴ ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

قربانی سے پہلے ہی کھال فروخت کر دینا

سوال:۔ یہاں پر مدرسہ اسلامیہ شیر کوٹ کے ممبران نے قربانی ہونے سے قبل ہی قربانی کے جانوروں کے چمڑوں کو بیچ ڈالا یہ بیع جائز ہے یا باطل، آیا قربانی کرنے والوں کی قربانی شرعاً جائز ہے یا باطل؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح چرم قربانی کی بیع ناجائز ہے[۱] قربانی کرنے والوں کی قربانی شرعاً درست ہوگی، شرعی طور پر ذبح کرنے کے بعد جانور کی کھال بغیر دباغت کے ہی فروخت کرنا شرعاً درست ہے، لیکن اگر جانور مر جائے تو اسکی کھال بغیر دباغت کے فروخت کرنا درست نہیں[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۷/ ۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ ۱۲/۱۷/ ۸۵ھ

غبارے بیچنا

سوال:۔ ایسے ہی غبارے زید بیچتا ہے چونکہ غبارہ ایک ایسا کھیل ہے جو بے فائدہ

---

[۱] ذکرصاحب الدرفی صورالبیع الفاسد ،وکذاکل مااتصاله خلقی کجلد حیوان ونوی تمروبن وبطیخ لمامر انه معدوم عرفا.درمع شامی کراچی،ص۶۳/ج۵/باب البیع الفاسد،مطلب استثناء الحمل فی العقود الخ، بحر کوئٹه ص۷۵ج۶ باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۱ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

[۲] "وجلد میتة قبل الدبغ وبعده یباع وینتفع به وقوله جلد میتة) قیدبها لانها لو کانت مذبوحة فباع لحمها اوجلدها جاز لانه یطهربالذکاة الا الخنزیر خانیه،شامی کراچی، ص۷۳/ج۵/ باب البیع الفاسد، بحر کوئٹه ص۸۱ج۶ باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۸ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

نظر آتا ہے تو کیا غبارے کا بیچنا اسراف اور بیجا شر نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسم میں مضائقہ نہیں بچوں کے حق میں اتنی وسعت ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۳/۱۷/ ۹۷ھ

---

[1] عن عائشة رضى الله عنها قالت كنت العب بالبنات عندالنبى صلى الله عليه وسلم وقال العينى وانهم اجازوابيع اللعب للبنات لتدربهم من صغر هن على امربيوتهن واولادهن عمدة القارى ،ج۲۲/ص۱۷۰، كتاب الادب، باب الانبساط الى الناس، مطبوعه دار الفكر بيروت، يجوز بيع اللعبة وأن يلعب بها الصبيان الخ، در مختار على الشامى زكريا ص۴۷۸ ج۷ كتاب البيوع باب المتفرقات،

باب دوم: بیع باطل وفاسد

خنزیر کی بیع

سوال:۔ ایک مسلم شخص کو جنگل میں ایک زخمی سور مل گیا ہے وہ اس کو سو روپیہ میں فروخت کرتا ہے، کیا مسلمان کے لئے یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خنزیر نجس العین اور قطعی حرام ہے[1] اس کو فروخت کرنا بیع باطل ہے ہرگز جائز نہیں، جیسا کہ درمختار میں ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خنزیر کا پالنا، چرانا، بیچنا سب غلط ہے

سوال:۔ (۱) ایک مسلمان شخص نے کسی اخبار میں یا کسی تاریخ کی کتاب میں یہ شائع کردیا کہ حضور ﷺ بکری اونٹ خنزیر پالتے تھے، اور چراتے تھے، (العیاذ باللہ) کیا اس بات کا کہیں کسی کتب تواریخ یا کتب فقہ وغیرہ میں ثبوت ملتا ہے، اگر نہیں ملتا ہے، تو اس بات پر مکمل تردید مع عبارت وحوالہ کتب وغیرہ ارسال فرمائیں؟

---

[1] وعند محمد کالخنزیر لأنه نجس العین، مجمع الانہر ص ۱۵ ج ۱ کتاب الطهارة، طبع بیروت، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۲۳ کتا ب الطهارة، فصل فی بیان احکام السور، هدایه ص ۱ ۴ ج ۱ کتاب الطهارة، باب الماء الذی یجوز به الوضوء، دار الکتاب دیوبند.

[2] وبطل بیع مال غیر متقوم ای غیرمباح الانتفاع به ابن کمال فلیحفظ کخمر وخنزیر، (درمختارمع شامی کراچی، ص ۵۵/۵/ باب البیع الفاسد)، مجمع الانہر ص ۷۸ ج ۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ۷۱ ج ۶ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد

(۲) کیا اس نجس العین (خنزیر) کا پالنا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے، یا اس کا خرید وفروخت کرنا یا اس خنزیر کو کرایہ پر چرانا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ دونوں سوالوں کا جواب مفصل ومدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بکری کا چرانا تو حدیث شریف سے ثابت ہے، بخاری شریف[۱] میں موجود ہے، خنزیر کا چرانا خود اس سے دریافت کریں، جس نے لکھا ہے، وہی حوالہ دے، تو اس کی تردید کی جائے، بلاحوالہ بات کی تردید کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے، کہ یہ غلط ہے بلا دلیل ہے، نہ خنزیر پالنا ثابت ہے نہ چرانا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے۔

(۲) خنزیر کا پالنا اس کا چرانا اس کو خریدنا فروخت کرنا سب ناجائز ہے، یہ نجس العین ہے، اس سے انتفاع جائز نہیں، درمختار[۲]، بحر[۳]، فتح القدیر[۴]، زیلعی[۵]، وغیرہ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ اس کی بیع باطل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳؍۷؍۹۲ھ

---

[۱] عن ابی ہریرةؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال مابعث اللّٰہ نبیا الا رعی الغنم، فقال اصحابہ وانت فقال نعم کنت ارعاھا علی قراریط لاھل مکة (بخاری شریف، ج ۱ / ص ۳۰۱ / کتاب الاجارة، باب رعی الغنم علی قراریط، مطبوعہ اشرفی بکڈپو دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، تو آپؐ کے اصحاب نے عرض کیا کہ آپؐ نے بھی؟ فرمایا ہاں میں بھی کچھ قیراطوں کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

[۲] وبطل بیع مال غیرمتقوم أی غیرمباح الانتفاع بہ کخمر وخنزیر (الدرالمختار علی الرد ج۵ / ص ۵۵ / باب البیع الفاسد، مطبوع کراچی.

[۳] البحرالرائق، ج ۶ / ص ۷۱ / باب البیع الفاسد ،مطبع کوئٹہ.

[۴] فتح القدیر، ج ۶ / ص ۴۰۲ / باب البیع الفاسد، مطبع مصری.

[۵] زیلعی، ج ۴ / ص ۴۴ / باب البیع الفاسد مطبع ملتان.

خنزیر وغیرہ کی تجارت مسلم کے حق میں

سوال:۔ افریقہ وغیرہ میں تجارت عام طور پر مسلمان کرتے ہیں، اس میں گوشت بند ڈبوں میں بھی بیچتے ہیں، اور اس کو خریدنے والے سب غیر مسلم ہوتے ہیں، وہ گوشت عام طور پر ذبیحہ کا نہیں ہوتا، بلکہ بعض مرتبہ خنزیر کا بھی ہوتا ہے، تو کیا مسلم تاجر کے لئے اس قسم کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مردار کے گوشت کی خرید وفروخت مسلم کیلئے جائز نہیں یہ بیع باطل ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۸ھ

خنزیر کے بالوں کے برش کی بیع لکڑی کے تابع ہوکر

سوال:۔ آج کل جوتا وغیرہ صاف کرنے کے جو برش آتے ہیں، ان میں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جن میں خالص خنزیر کے بال ہوتے ہیں، چونکہ ان برشوں میں علاوہ ان بالوں کے لکڑی وغیرہ بھی ہوتی ہے، اس بناء پر بیع وشراء کی کسی درجہ میں کوئی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لکڑی وغیرہ جو کچھ ہوتی ہے اسکی خریداری اصالۃً مقصود نہیں ہوتی، وہ تابع ہوتی ہے، اسلئے لکڑی وغیرہ سے خنزیر کے بالوں کی بیع کی اجازت نہیں دیجائیگی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۹۵ھ

---

[1] بطل بیع مال غیر متقوم أی غیر مباح الانتفاع به كخمر وخنزير وميتة الخ درمختار علی الشامی زکریا، ص ۲۴۱/ ج ۷/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سور کے دودھ کی بیع

سوال:۔ امرتسر سے جو دودھ کشمیر میں برآمد ہوتا ہے اس میں غالب گمان ہے کہ اس کے ساتھ سور کا دودھ بھی شامل ہوتا ہے، کیونکہ وہاں کے لوگ سور کو پالتے ہیں، اور اس کا دودھ بھی استعمال کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ دودھ فروخت بھی کرتے ہوں گے اور وہاں وہ دودھ کشمیر میں بھی آتا ہے، اس لئے آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ ایسا دودھ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کس طرح؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ تحقیق ہے کہ اس میں سور کا دودھ بھی ہوتا ہے تو اس کا خریدنا اور استعمال کرنا حرام ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۵/۱۴۰۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] ولایجوز بیع شعر الخنزیر ویجوز الانتفاع به للخراز ین ولایجوز بیع شعور الانسان ولایجوز الانتفاع به. وهوالصحیح. کذافی الجامع الصغیر، عالمگیری، ج۳ص۱۱۵/۱۱۶، الباب التاسع فیما یجوز بیعه الفصل الخامس فی بیع المحرم والصید وفی بیع المحرمات، وفی البیوع الفاسدة من الدرالمختار وشعر الخنزیرلنجاسة عینه، فیبطل بیعه وان جاز الانتفاع به لضرورة الخرز، حتی لولم یوجد بلاثمن جاز الشراء للضرورة وکره البیع فلایطیب ثمنه. شامی کراچی، ج۵/ص۷۲/ باب البیع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت الخ، شامی زکریا ص۲۶۴ ج۷ المصدر السابق، البحر الرائق کوئٹه ص۸۰ ج۶، باب البیع الفاسد.

(صفحہ ہذا) [1] واماالخنزیر فجمیع اجزائه نجسة الخ، عالمگیری کوئٹه ص۲۴/۱، کتاب الطهارة، الباب الثالث فی المیاه، الفصل الثانی فیمالایجوزبه التوضوء النهر الفائق ص۸۳/۱ کتاب الطهارة، مطلب فی طهارة الجلود ودباغتها، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۵۱ ج۱ کتاب الطهارة، دار الکتب العلمیة بیروت وبطل بیع مال غیر متقوم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حرۃ کی بیع

سوال:۔عورت کے وارث کو روپیہ دے کر نکاح کرنا یعنی عورت کی خرید کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حرہ عورت کی خرید وفروخت حرام ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حرہ کی بیع پر ایک قیاس

سوال:۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زرخرید عورت بغیر نکاح کے رکھنا درست ہے، اگر درست ہے تو پھر بازار کی طوائف عورت بھی درست ہونا چاہئے کیونکہ اسکو بھی انسان دس منٹ کے لئے خریدتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلامی طریقہ پر جب جہاد کیا جائے اس میں جو عورتیں گرفتار کر کے لائی جائیں، اور

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ)

ای غیر مباح الانتفاع به کخمر وخنزیرالخ، درمختار علی الشامی زکریا ص:۲۴۱، ج:۷، باب البیع الفاسد، الدر المنتقی مع المجمع ص:۷۸، ج:۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا)

[۱] بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة والحر (شامی کراچی ص۵۲، ۴/۵۰، باب البیع الفاسد، دارالکتب العلمیة بیروت، بخاری مع شرح الکرمانی ص۷۷/۱۰، دالاحیاء التراث العربی بیروت، فتح الباری ص۱۶۹/۵، کتاب البیوع، باب اثم من باع حرا، مطبوعه دارالفکر بیروت)

امیر المومنین ان کو غازیوں میں تقسیم کرے تو وہ شرعی باندی ہوتی ہیں[1] جس کی ملک میں شرعی طریقہ سے آجائیں اس کو بلا نکاح استعمال کرنے کا حق ہے[2]، آج ایسی باندیاں موجود نہیں، نہ اسلامی طریقہ پر جہاد ہے، بازار سے کسی حرہ عورت کو خریدنا اور بلا نکاح اس کو استعمال کرنا حرام ہے، اور دس منٹ کے لئے خریدنا، خریدنا نہیں، بلکہ حرامکاری کر کے منہ کالا کرنا ہے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۸۹ھ

حرہ مال نہیں اس کو امۃ بنالینا درست نہیں

سوال:۔ زید اپنا نکاح سعیدہ بیگم سے کرنا چاہتا ہے پھر سعیدہ کی حقیقی بہن شریفہ

---

[1] ما فتح الامام عنوة قسمه بين المسلمين، قوله (بين المسلمين) فيه اشعار بأنه يسترق نساؤهم وذراريهم أو أقر أهله عليه (إلى قوله) وقتل الاسرى وفى القهستانى لا يقتل النساء والذرارى بل يسترقون لمنفعة المسلمين، مجمع الأنهر ص ۴۲۱ ج ۲، كتاب السير والجهاد باب الغنائم وقسمتها، دار الكتب العلمية بيروت، الدر المنتقى مع المجمع ص ۴۲۲ ج ۲ حوالهٔ بالا.

[2] والذين هم لفروجهم حفظون الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانه (سورهٔ مومنون آیت: ۵)

[3] عن ابى هريرة مرفوعاً قال الله ثلاثة اناخصمهم يوم القيمة. رجل باع حرا، فأكل ثمنه أى تصرف فيه وخص الأكل بالذكر لأنه اعظم مقصود البخارى شرح الكرمانى، ص ۷۷/ ج ۱۰ دار الاحياء التراث العربى، بيروت، (فتح البارى لابن حجر، ص ۱۶۹/ ج ۵/ كتاب البيوع دار الفكر، باب اثم من باع حرا) (ونحوه فى الهندية كوئٹه، ص ۱۱۶/ ج ۳/ كتاب البيوع، الباب التاسع، الفصل الخامس)

بالغہ کو یا اس کے والدین کو کچھ رقم نقد دے کر باندی جیسی بنالے کہ باندی کی حیثیت سے بغیر نکاح کئے شریفہ سے ہمبستری حلال ہوتی ہے، زید سعیدہ اور اس کی بہن شریفہ سے نکاح یک دم از دواجی وہمبستری کرنا جائز سمجھتا ہے، زید کا عمل جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا شریفہ کے ساتھ یہ عمل قطعاً حرام اور زنا ہے، اس کو فوراً الگ کرنا ضروری ہے، شریفہ حرہ ہے حرہ کی بیع باطل ہے، کچھ روپیہ دینے سے وہ شرعی باندی نہیں بنی، باندی کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی،[1] "بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة والحر (درمختار علی هامش الشامی،نعمانیه ، ج۴/ص ۱۰۰/ باب البیع الفاسد"[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۸۶ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ما فتح الإمام عنوة قسمه بين المسلمين (بين المسلمين) فيه اشعار بانه يسترق نساؤهم وذراريهم، أو اقرا اهله عليه (إلى قوله) وقتل الأسرى وفي القسهتاني لا يقتل النساء والذراری بل يسترقون لمنفعة المسلمين، مجمع الأنهر ص ۴۲۱ ج۲ كتاب السير والجهاد، باب الغنائم وقسمتها، دار الكتب العلمية بيروت، الدر المنتقى مع المجمع ص ۴۲۲ ج۲ حوالۂ بالا.

[2] در مختار على الشامی زکریا، ج۷ص۲۳۵-۲۳۶ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، هندیه کوئٹه ص۱۱۶ ج۳ الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، الفصل الخامس فی بیع المحرم الصيد وفی بیع المحرمات النهر الفائق ص۱۴۷ ج۳ کتاب البیوع، باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

بیوی کو بیچنا

سوال: ۔ جو اپنی بیوی کو بیچتا ہو اس کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے اور بائع سے پھر روپیہ واپس لے لے، اب اس کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے، اور محلّہ دار جو زور دیکے اسے روپیہ دلواتے ہوں تو ان کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کو بیچنا حرام ہے[1] بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں گنہگار ہیں[2] روپیہ واپس کرنا فرض ہے، خریدنے سے اس سے جماع حلال نہ ہوگا بلکہ وہ زناء ہوگا لہٰذا بیوی جس کی ہے اس کو واپس کردی جائے، اور روپیہ جس کا ہے واپس کردیا جائے[3] محلّہ والوں کو حرام کام کی امداد کرنا حرام ہے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۱/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۱۶/ذی الحجہ ۵۶ھ

---

[1] عن ابی هريرة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال قال الله تعالىٰ ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة رجل اعطى بى ثم غدر ورجل با ع حرا فاكل ثمنه، بخارى شريف ص۲۹۷ ج ا كتاب البيو ع، باب اثم من با ع حراً، طبع اشرفى ديوبند.

[2] بطل بيع ماليس بمال كالدم والميتة والحردرمختار مع الشامى كراچى (ص۵۰-۵۲/) باب البيع الفاسد ،وكذافى الهندية ،ص۱۱۶/ج۳/ كتاب البيو ع الباب التاسع الفصل الخامس فى بيع المحرم الصيد، النهر الفائق ص۱۴۷ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت.

[3] البيع نوعان باطل وفاسد فالباطل ما لم يكن محله مالا متقوما ...... فهو لا يفيد الملک، هنديه كوئٹه ص۱۴۶ ج۳ كتاب البيو ع الباب الحادى عشر فى احكام البيع الغير الجائز، الدر مع الشامى كراچى ص۵۹ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب الآدمى مكرم شرعا ولو كافراً، مجمع الأنهر ص۹۴ ج۳ كتاب البيو ع، باب البيع الفاسد، فصل، دار الكتب العلمية بيروت.

[4] قال الله تعالىٰ وتعاونوا على البروالتقوىٰ ولاتعاونواعلى الاثم والعدوان.(المائدة آيت ۲)

نشہ آور چیزوں کی خرید وفروخت

سوال:۔ افیون اوراسپرٹ اوراسی جیسی نشہ آور اشیاء مثلاً گانجہ وغیرہ کی تجارت کرنا جائز ہے یانہیں؟ اگران کودواء استعمال کیا جائے، خارجاًیاداخلاً جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

چارقسم کی شراب تو حرام ہے اوراسکی تجارت بھی حرام ہے[1] اوراس کے علاوہ جو چیزیں نشہ آور ہیں ان کا استعمال بطور دوا اتنی مقدار میں کہ نشہ نہ ہو بوقت ضرورت جائز ہے[2] اوران کی تجارت حرام نہیں البتہ مکروہ ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۲۸ھ

شراب وغیرہ کی بیع

سوال:۔ ایک مسلم یاغیرمسلم کے ذریعہ شراب کی تجارت کرتاہے اورشراب خود بناتا ہے، اورسلفہ ،افیون کی تجارت بھی کرتاہے،اس کی شریعت مطہرہ میں جواز کی کیاصورت ہے؟

---

[1] الشراب مایسکر والمحرم منها اربعة وحرم الانتفاع بها ولایجوز بیعها درمختار مع شامی کراچی ،ص۴۴۸–۴۴۹/ج۷/کتاب الاشربة .

[2] الصواب ان مراد صاحب الهدایةاباحة قلیله للتداوی ونحوه یدل علیه مافی غایة البیان عن شرح شیخ الاسلام اکل قلیل السقمونیا والبنج مباح للتداوی شامی کراچی ، ج۶/ص۴۵۷/ کتاب الاشربة، بزازیه علی الهندیه کوئٹه ص۱۲۶ ج۶ کتاب الاشربة.

[3] وصح بیع غیرالخمری ای عنده خلافالهما فی البیع والضمان لکن الفتویٰ علی قوله فی البیع ثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة.(شامی کراچی،ص ۴۵۴/ج۶/)کتاب الاشربة.

الجواب حامداًومصلیاً:۔

شراب کی بیع جائز نہیں، کتب فقہ، بحر وغیرہ میں تصریح ہے[۱]، سلفہ افیون وغیرہ کی تجارت بھی منع ومکروہ ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۰ھ

فوجی کا شراب فروخت کرکے دوسرے کام میں استعمال کرنا

سوال:۔فوج میں رہنے والے حضرات کو شراب، چاول اور آٹا ملتا ہے، وہ اگر اس شراب کو فروخت کرکے اپنے لوگوں کے لئے کوئی کھیل کود کا سامان لینا چاہیں تو کیا حکم ہے؟ یا اگر اس رقم سے دعوت کریں جس میں مسلم وغیر مسلم دونوں شریک ہوں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

شراب پینا، فروخت کرنا، خریدنا، پلانا، سب ناجائز اور حرام ہے[۳]، موجب لعنت ہے

---

۱ السابع لایجوز بیعها لقوله صلی اللّٰه علیه وسلم ان الذی حرم شربها حرم بیعها، البحرالرائق کوئٹہ، ص۲۱۷/ج۸/کتاب الاشربة. مسلم شریف،ص ۲۲/ج۲/ کتاب المساقاة، باب بیع تحریم الخمر، مکتبه بلال دیوبند لم یجز بیع المیتة والدم والخنزیر والخمر، بحر کوئٹہ ص ۷۱ج۶ باب البیع الفاسد، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فیما اذا اجتمعت الاشارة مع التسمیة، مجمع الأنهر ص۷۸ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

۲ وصح بیع غیر الخمر ای عنده خلافالهما فی البیع والضمان لکن الفتویٰ علیٰ قوله فی البیع ثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة ،شامی کراچی،ص ۴۵۴/ج۶/)کتاب الاشربة.

۳ اما الخمر فلها احکام ستة احدها أنه یحرم شرب قلیلها وکثیرها ویحرم الانتفاع بها للتداوی وغیره ...... والثالث انه یحرم تملیکها بالبیع والهبة وغیرهما، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسلم کو پلائے یا غیر مسلم کو پلائے کچھ بھی جائز نہیں [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۸۹ھ

دارالاسلام میں ذمی کو حرام اشیاء فروخت کرنے کی اجازت جزیہ کے بدلے

سوال:۔ کتاب غنیۃ الطالبین مترجم امان اللہ خاں سرحدی، ناشر ملک پبلشرز پرائیویٹ لمٹیڈ دیوبند ضلع سہارنپور، ص ۲۶۳/ پر تحریر ہے کہ ذمی، یہودی، نصرانی، مجوسی، سوّر شراب وغیرہ جیسی حرام چیزیں فروخت کرنا چاہیں، تو ان کو اس کی اجازت دینی چاہئے، ہاں قیمت کا دسواں حصہ وصول کرنا مقرر کرلیا جائے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو یہ چیزیں فروخت کرنے کی اجازت دیدو اور ان کی قیمت کا دسواں حصہ ان سے لے لو، گذارش یہ ہے کہ حکومت اسلامی میں رہنے والے غیر مسلموں سے جزیہ لیا جاتا ہے، اور اس کے بدلے ان کے جان ومال کی حفاظت کی جاتی ہے، تو کیا

(بقیہ گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) هندیه کوئٹه ص ۴۱۰ ج۵ کتاب الاشربة، الباب الاول، بحر کوئٹه ص ۲۱۷ ج۸ کتاب الاشربة، الدر مع الشامی کراچی ص ۴۴۸، ۴۴۹ ج۶ کتاب الاشربة.

(صفحہ ہٰذا) [۱] عن انس بن مالک ؓ قال لعن رسول اللّٰه ﷺ فی الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة الیه وساقیها وبائعها وآکل ثمنها والمشتری لها والمشتراة لهٗ (الترمذی ج ۱/ص ۲۴۱/ کتاب البیوع، باب ماجاء فی بیع الخمر والنهی عن ذٰلک) مطبوعه اشرفی دیوبند

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے متعلق دس شخص پر لعنت بھیجی ہے، دوسرے کے لئے شراب نچوڑنے والے پر، اپنے لئے شراب نچوڑنے والے پر اس کے پینے والے پر، اس کے اُٹھانے والے پر، جس کی طرف اُٹھا کر لیجائے اس پر، اس کے پلانے والے پر اس کے بیچنے والے پر، اس کی قیمت کھانے والے پر، اسکے خریدنے والے پر، جس لئے خریدی جائے اس پر۔

جزیہ لینے کے بعد حرام چیزوں کی فروخت پر قیمت کا دسواں حصہ وصول کرنا شرعاً جائز ہوگا یا ناجائز؟ اور کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کفار ذمی بن کر دارالاسلام میں رہیں ان سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے، اور ان کے جان ومال کی حفاظت کی جاتی ہے[1]، اور شراب وخنزیر کی بیع ان کے مذہب میں جائز ہے اس پر پابندی عائد نہیں کی جاتی ہے، بلکہ ان کو فروخت کرنے کی اجازت ہے، یہ حنفیہ کا مسلک ہے، جو کتب فقہ میں مذکور ہے[2] اور جزیہ یا خراج حسبِ اصول لیا جاتا ہے، دسواں حصہ متعین نہیں، غنیۃ الطالبین حنفی مسلک کی کتاب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۱۴۰۱ھ

چڑھاوے کے بکرے کی خرید وفروخت

سوال: ۔ دریائے گنگ کو ہندو دیوتا مانتے ہیں، اور ہندو عورتیں اس سے اولاد کی مرادیں مانگتی ہیں، اولاد ہونے پر عورتیں بکری کا بچہ لے کر بال منڈوانے کی غرض سے گنگا کے کنارے جاتی ہیں، جہاں بچہ کا سر منڈاتی ہیں، اور بکری کے بچہ کو بطور چڑھاوے یا دان کے

---

[1] والجزية اسم لما يؤخذ من اهل الذمة وانما سميت بها لانهاتجزى عن الذمى اى تقضى وتكفى عن القتل فانه اذا قبلها سقط عنه القتل والجزية توضع بالتراضى والصلح فتتقدر بحسب مايقع عليه الاتفاق. فتح القدير مع هدايه ،ج٦/ص٤٤/ كتاب السير، باب الجزية مطبوعه دارالفكر بيروت، بحر ص ١١٠ ج٥ كتاب السير فصل فى الجزية، قواعد الفقه ص ٢٥٠ مطبوعه اشرفى ديوبند.

[2] لان اهل الذمة مايمنعون من بيعها اى الخمر والخنزير فقال بعضهم يباح الانتفاع بهما لهم شرعاً كالخل والشاة فكان مالاً فى حقهم. البحرالرائق كوئٹه ،ج٦/ص ٧١/ باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص ٥٢ ١ ج٣ كتاب البيوع مسائل شتٰى، دار الكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص ٢٨٠ ج٧ كتاب البيوع، باب المتفرقات.

زندہ پانی میں ڈال دیتی ہیں، گھاٹ کے ٹھیکیدار بکری کو پانی سے نکال لیتے ہیں، اور فروخت کرتے ہیں، جسے ہندو مسلمان سب ہی خریدتے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کے لئے اس کی خرید وفروخت اور ذبح کرکے کھانا جائز وحلال ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جانور غیر اللہ کے نام پر نامزد کردیا گیا اور چڑھاوے کے طور پر چڑھادیا گیا، وہ بالکل مردار اور میتۃ کے حکم میں ہے، اس کا خریدنا اور فروخت کرنا اور ذبح کرکے کھانا سب حرام ہوگا[۱]، اس کی تفصیل اور دلیل اگر مطلوب ہو تو فتاویٰ عزیزیہ، ص۲۲ رج ا[۲] دیکھئے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم جمادی الاولیٰ ۶۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

چڑھاوے کی خرید وفروخت کرنا

سوال:۔ (۱) جو ہندو لوگ رام کے نام پر برہمنوں کو پن کرتے ہیں، اور خیرات کرتے ہیں، کپڑا یا جانور دیتے ہیں تو وہ جانور یا کپڑا مسلمانوں کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مسلمان لوگ یا ہندو لوگ جو چڑھاوا چڑھاتے ہیں یعنی مسلمان پیر کے نام

---

[۱] اعلم أن النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا إلی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم باطل وحرام، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۷۱ کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء بہ، مع الشامی کراچی ص ۴۳۹ ج ۲ کتاب الصوم، مطلب النذر الذی یقع للاموات الخ، بحر کوئٹہ ص ۲۹۸ ج ۲ کتاب الصوم، فصل فی العوارض.

[۲] فتاوی عزیزی ص ۳۵ ج ۱ بیان گاؤ سید احمد کبیر وگوسپند شیخ سدو مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، معارف القرین ص ۳۶۴ ج ۲ پارہ ۵ تحت الآیۃ إلا ما ملکت أیمانکم.

پر کپڑا یا جانور چڑھاتے ہیں تو اس چیز کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جو ہندو لوگ دیوی یا بت کے نام پر جانور یا کپڑا چڑھاتے ہیں تو یہ مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جائز ہے[۱] (۲) وہ بکرا یا کپڑا وغیرہ اس چڑھانے والے کی ملک ہے کسی دوسرے کی ملک میں داخل نہیں ہوا[۲] پس اگر اصل مالک سے خریدے تو درست ہے، اور کسی دوسرے فقیر وغیرہ سے جو کہ چڑھوائے اسکا خریدنا درست نہیں،[۳] اصل مالک اس کے متعلق نیت فاسد کر چکا ہے، اس سے توبہ ضروری ہے۔[۴]

(۳) جائز نہیں ہے۔[۵] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

---

[۱] يكره أن يأكل الرجل من مال الفقير يعنى من مالٍ أخذه من الصدقة لاإذاملكها بجهة أخرى. عالمگیری، ص۳۴۳/ ج۵/ كتاب الكراهية. الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات.

[۲] يستدل بالأية على نظر ذالك وهو ما يلقى فى الانهار والطريق وقرب الاشجار من طرح البيض والفراريج ونحو ذلك فلا يجوز فعله ولا يزول ملك المالك، تفسير قاسمى ص۴۰۴ ج۶ سورۂ مائده آيت ۱۰۳ دار الفكر، وفى الصيد أنه لا يملكه إذا لم يبعه وكذا فى الدابة إذا سيبها، شامى كراچى ص۴۷۷ ج۶ آخر كتاب الصيد.

[۳] وشرط المعقود عليه ستة ...... وكون الملك للبائع فيما يبيعه لنفسه، شامى كراچى ص۵۰۵ ج۴ كتاب البيوع، مطلب شرائط البيع انواع اربعة، بحر كوئٹه ص۲۵۹ ج۵ كتاب البيوع، هنديه كوئٹه ص۲ ج۳، كتاب البيوع، الباب الاول.

[۴] قال فى الدر: واعلم ان النذر الذى يقع للاموات من اكثر العوام ،ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الاولياء الكرام تقرباً اليهم باطل وحرام ١ه قال فى البحرلوجوه منها انه نذر لمخلوق ،ولايجوز لانه عبادة والعبادة لايكون لمخلوق ومنها ان المنذور له ميت والميت لايملك .طحطاوى على المراقى، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مردار کی گیلی کھال فروخت کرنا

سوال:۔مردہ جانور کی گیلی کھال بکرا یا بھیڑ کی جو چمار لوگ نکال کر لاتے ہیں، جو گیلی ہوتی ہے، وہ کھال مسلمان خرید کر اس پر نمک وغیرہ اپنے ہاتھ سے لگاتے ہیں، ایسی صورت میں نمک لگانا اپنے ہاتھ سے کیسا ہے اور کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مردار کی گیلی کھال بغیر دباغت دیئے ناپاک اور حرام ہے، اس کو خریدنا بھی حرام ہے، یہ بیع باطل ہے، دباغت کے بعد وہ پاک ہوجائیگی، اور خرید وفروخت بھی درست ہوگی، اولاً چمار وغیرہ سے نمک وغیرہ لگوا کر اسکو دباغت دے لیا جائے، پھر اسکو خریدا جائے، مردار کی گیلی کھال کو ہاتھ لگا کر دباغت دینا جائز ہے، ہاتھ ناپاک ہونے پر ہاتھ پاک کرلیا جائے [1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۲/۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۲/۴ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ص ۱۷۵/ کتاب الصوم باب مایلزم الوفاء به من منذور الصوم والصلوٰة وغیرها، الدر مع الشامی کراچی ص ۴۳۹ ج ۲ کتاب الصوم، مطلب النذر الذی یقع للاموات بحر کوئٹه ص ۲۹۸ ج ۲ کتاب الصوم، فصل فی العوارض، تفصیل کے لئے ملاحظه هو امداد الفتاوی ص ۹۹، کھانے پینے کی حلال وحرام مکروہ ومباح چیزوں کا بیان، غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کا حکم فتاویٰ عزیزی ص ۳۵ ج ۱ بیان گاؤ سید احمد کبیر وگوسپند شیخ سدو، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، احسن الفتاوی ص ۵۰ ج ۱ کتاب الایمان والعقائد، سائبہ کی تحقیق، زکریا دیوبند۔

[۵] حوالۂ بالا.

(صفحه هذا) [۱] وفی الدر وکل اهاب دبغ وهو یحتملها طهر ،شامی کراچی،ص ۲۰۴/ج ۱/ مطلب فی احکام الدباغة وجلد میتة قبل الدبغ وبعده یباع وینتفع به . (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کٹے ہوئے موئے انسان کی کھاد اوراس کی تجارت

سوال:۔ موئے انسان جو نائی کاٹ کر پھینک دیتا ہے، بطور کھاد کے کھیتوں میں استعمال کرنا اوراس کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جائز نہیں ہے[۱] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲؍۳؍۹۶ھ

خون کی بیع وشراء

سوال:۔ ایک تندرست آدمی اپنا خون بینک میں جمع کرواسکتا ہے یانہیں؟ یااگر کسی کی جان خطرہ میں ہوتو اپنا خون دے سکتا ہے یانہیں؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) (قوله وجلد ميتة) قيدبها لانهالوكانت مذبوحة فباع لحمها اوجلدها جاز لأنه يطهر بالذكاة الاالخنزير، (قوله ولو بالعرض) أى أن بيعه فاسد لو بيع بالعرض ...... مع أن الزيلعى علل عدم جواز بيعه بان نجاسته من الرطوبة المتصلة باصل الحلقة فصار حكم الميتة زاد فى الفتح فيكون نجس العين (إلى قوله) وهذا يفيد بطلان بيعه مطلقا. شامى كراچى ،باب البيع الفاسد ،ص ۷۳/ج۵/)، النهر الفائق ص۴۲۸ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت، بحر كوئٹه ص ۸۱ ج۶ باب البيع الفاسد.

(صفحه هذا) [۱] كمابطل بيع صبى لايعقل ومجنون شيئاً وبول ورجيع آدمى لم يغلب عليه التراب فلو مغلوبابه جاز كسرقين وبعر واكتفى فى البحر بمجرد خلطه التراب وشعرالانسان لكرامة الآدمى ولوكافراً. (شامى كراچى،ص ۵۸/ج۵/ مطلب الادمى مكرم شرعاً ولوكافراً،باب البيع الفاسد)، لم يجز بيع شعر الانسان ولا الانتفاع به لان الآدمى غير مبتذل الخ، النهر الفائق ص۴۲۸ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص۱۱۵ ج۳ الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، الفصل الخامس فى بيع المحرم الصيد وبيع المحرمات.

الجواب حامداً ومصلیاً

خون کی خرید وفروخت جائز نہیں[۱] یہ بیع باطل ہے، اگر ایسی حالت ہو کہ جان بچنے کی کوئی صورت نہ ہو مجبوراً بقدر ضرورت خون کا ایثار کرنا درست ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹۵/۲/۲۳ھ

پتہ کی بیع وشراء

سوال:۔ ریچھ کا پتہ جو جگر کے اوپر ایک تھیلی ہوتی ہے اس پر زرد رنگ کا تلخ پانی ہوتا ہے، اور وہ عموماً ہر جانور کے اندر ہوتی ہے، اس کو خشک خرید کر کے بیچنا اور گیلا خرید کر گیلا ہی فروخت کر دینا درست ہے یا نہیں، یہ دوا کے کام آتا ہے اور باہر جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ریچھ کا پتہ بھی نجس اور مردار ہے[۳] اس کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے گیلا ہو یا خشک ہو سب کا ایک حکم ہے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۱۱/۱۰ھ

---

[۱] بطل بيع ماليس بمال كالدم والميتة درمختار مع الشامی کراچی، ص۵۰-۵۱/ باب البيع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۱۶ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص۷۷ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] الضرورات تبيح المحظورات ومن ثم جاز اكل الميتة عند المخمصة واساغة اللقمة بالخمر الخ، الاشباه ص۴۳ الفن الاول القاعدة الخامسة، دار الاشاعة دهلی، شرح المجلة ص ۲۹ ج ۱ رقم المادة ۲۱ طبع اتحاد بکڈپو دیوبند، قواعد الفقه ص ۸۹ قاعده ۱۷۰ الرسالة الثالثة، دارالكتاب ديوبند،

[۳] اذا المرارة نجسة الخ تقريرات رافعی علی الشامی زکریا ،ج۹/ص۳۰۵/ کتاب الحظر والاباحة. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

شئی مسروق کی خریداری

سوال:۔ایک لڑکا مراہق بازار میں چلا جارہا تھا، اوراس کے پاس قیمتی شئی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اس کو بیچتا ہوں، قیمت بہت کم بتلائی اورانتہائی کم قیمت میں وہ شئی خریدی گئی اس سے معلوم کیا کہ چوری کی تو نہیں اس نے انکار کیا، لیکن قرائن سے اغلب یہی ہے کہ وہ چوری کی شئی تھی، اب اسے کیا کریں آیا صدقہ کریں یا کچھ اور کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شئی کے متعلق قرائن سے غالب خیال یہ ہو کہ یہ چوری کی ہے اس کو خریدنا درست نہیں[1] اگر خرید چکا ہے تو واپس کردے، اگر مالک کا علم ہوجائے تو اسکے حوالہ کردے پھر چاہے تو اس سے معاملہ کرکے خرید لے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیع میں شرط فاسد

سوال:۔قربانی کی کھالوں کو ایک جگہ جمع کرکے اور پھر ان کو فروخت کرکے اس کے مصارف میں رقم صرف کی جاتی ہے، لیکن کھالوں کی بکری کے وقت خریدار سے یہ شرط کرلی جاتی ہے، کہ گیارہ بارہ ذی الحجہ کی جتنی کھالیں جمع ہوں گی، انہیں تمہیں اسی نرخ پر خریدنا ہوگا

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [2] بیع ما لیس بمال والبیع به باطل کالدم والمیتة والحر، مجمع الأنهر ص۷۷ ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۱ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی تعریف المال، بحر کوئٹه ص ۷۱ ج۶ باب البیع الفاسد.

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] کل عین قائمة یغلب علی ظنه انهم اخذوها من الغیر بالظلم وباعوها فی السوق فانه لاینبغی ان یشتری ذٰلک وان تداولته الایدی (عالمگیری مطبع کوئٹه پاکستان، ص ۳۶۴ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون فی البیع والاستیام علی سوم الغیر.

اسطرح بیع کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع کے لئے شرطیں لگانا مفسد عقد ہیں [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ علم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شرط فاسد سے بیع

سوال:۔ایک شخص کی زمین ہے اس میں چونہ کا بھٹہ اور گدام ہے، وہ کرایہ پر دے رکھا ہے، دوسرا شخص اس زمین کا خریدار ہے لینا چاہتا ہے، اس زمین کا بھٹہ وغیرہ توڑ کر اپنا مکان بنائے گا، کمپنی کی طرف سے قانون ہوگیا ہے، کہ بھٹہ ایک سال میں اٹھادیئے جائیں، لہٰذا وہ خریدار اس بات کو کہتا ہے کہ جب تک کمپنی اجازت دے اس وقت تک کرایہ بھٹہ آپ لئے جائیں، خواہ ایک سال ہو یا دوسال ہو اس وقت تک کوئی مکان وغیرہ نہیں بناوے گا، اس صورت میں بائع کو کرایہ لینا جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر جائز بھی ہو اس میں کوئی میعاد کی جاوے یا بلا میعاد بھی جائز ہوسکتا ہے جو کہ شرع شریف کا حکم ہو اس سے مطلع کیا جاوے، تا کہ عنداللہ ماخوذ نہ ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقت بیع کی جاوے گی، وہ زمین مشتری کی ملک میں آجائے گی، اور بائع کی

---

[۱] ولابیع بشرط لایقتضیہ العقد ولایلا ئمہ وفیہ نفع لاحد ھما اولمبیع من اھل الاستحقاق ولم یجرالعرف بہ ولم یرد الشرع بجوازہ .شامی کراچی، ص۸۵/ج۵/ ونعمانی، ص۱۲۰ ج۴ باب البیع الفاسد ،مطلب فی الشرط الفاسد اذاذکر بعد العقد اوقبلہ، مجمع الانھر ص۹۰ ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت، ھدایہ ص۵۹ ج۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الکتاب دیوبند.

ملک سے خارج ہوجائے گی، بائع کو اس سے کرایہ وصول کرنے کا حق نہیں رہے گا، اور اس شرط سے فروخت کرنا کہ زمین مشتری کے قبضہ میں فی الحال نہ جائے، بلکہ بائع بدستور اس سے نفع حاصل کرتا رہے اور بھٹہ اٹھنے کے بعد زمین پر مشتری کا قبضہ ہو یہ ناجائز ہے[۱] خواہ اس کی کچھ میعاد مقرر ہو یا نہ ہو، لہٰذا جواز کی صورت یہ ہے کہ ابھی مشتری کو جلدی بھی نہیں اس لئے ابھی فروخت نہ کی جاوے، جب بھٹہ اٹھ جاوے اور زمین فارغ ہوجائے، اس وقت بیع کر کے اس پر مشتری کا قبضہ کرادیا جاوے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۹/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۶/۵۹ھ

بیع واپسی کی شرط پر

سوال:۔ میں نے اپنی ایک شدید اور فوری ضرورت کیلئے اپنے ایک مخلص دوست مسمی زید سے ۷۰۰۰/ہزار روپیہ قرض لئے اور اس رقم کے عوض دس مربعہ زمین زید مذکور کے ہاتھ فروخت کردی، بیع کے وقت مسجد میں امام مسجد کے روبرو زید نے میرے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ جب تمہارے پاس رقم مہیا ہوجائے گی، تو میں زمین تم کو واپس کردونگا، گویا دس مربعہ زمین سات ہزار روپے کے عوض اسی شرط اور معاہدے پر زید مذکور کے ہاتھ فروخت کردی یہ تمام سترہ مربعہ زمین میرے ہی قبضہ میں رہی اور اس پر مختلف اوقات میں فصل کی کاشت کرتا رہا اور کبھی کبھی زید مذکور کو فصلانہ بھی دیا، اگرچہ کاشت کی بٹائی یا ٹھیکہ کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا،

[۱] ذکر صاحب الدرالمختار فی صور الشروط الفاسدة لا بیع بشرط لایقتضیه العقد ولا یلائمة وفیه نفع لاحد هما اولمبیع من اهل الاستحقاق ولم یجر العرف به ولم یرد الشرع بجوازه. شامی کراچی ،ص۸۵/ ج۵/ مطلب فی الشرط الفاسد اذا ذکر بعدالعقد اوقبله، مجمع الانهر ص۹۰ ۳/، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، هدايه ص۵۹ ۳/، کتاب البيوع، باب البيع الفسد، مطبوعه دارالکتاب ديوبند،

بلا معاہدہ زمین میرے قبضہ میں تھی، اب تقریباً سات سال کے بعد جب زید نے مجھ سے سترہ مربعہ زمین کا قبضہ مانگا تو میں نے کہا کہ آپ کا زمین کی واپسی کا معاہدہ ہے، اور میں یہ زمین واپس لینا چاہتا ہوں تو زید نے کہا کہ اب تم زمین کا قبضہ دے دو میں معاہدے سے منحرف نہیں ہوں، معاہدے کی بات قبضہ دینے کے بعد کرنا میں نے جواباً کہا کہ شریعت کو فیصل مان لو فتویٰ منگوالو جو شریعت کا حکم ہو ہم دونوں اس کی پابندی کریں گے، لیکن زید نے شریعت کا حکم ماننے اور فتویٰ منگوانے سے گریز کیا اور قبضہ لینے پر اصرار کیا چنانچہ میں نے قبضہ دے دیا، اور کہا کہ میں قبضہ دیتا ہوں، لیکن میرا مطالبہ باقی ہے، قبضہ دینے کے چند روز بعد میں نے پھر زید کو مسجد میں بلا کر معاہدہ یاد دلایا، تو زید نے کہا کہ میں معاہدہ پر قائم ہوں زمین کی قیمت اب دس ہزار روپیہ مربعہ ہے میں دو ہزار چھوڑتا ہوں آٹھ ہزار روپیہ فی مربعہ قیمت دے کر اپنی زمین واپس لے لو تو میں نے کہا کہ معاہدہ واپسی کا ہوا ہے، اور واپسی کا مفہوم سب سمجھتے ہیں کہ وہ پہلی ہی قیمت پر واپسی ہوتی ہے، نہ کہ نئی بیع زید نے اس کو تسلیم نہیں کیا میں نے پھر اس سے کہا کہ شریعت کا فتویٰ منگوالو تو اس نے جواب دیا کہ مجھے فتویٰ منگوانے کی کیا ضرورت ہے؟

(۱) سوال یہ ہے کہ سترہ مربعہ زمین کی بیع جو کہ واپسی کی شرط پر ہوئی تھی یہ بیع صحیح ہے یا فاسد؟

(۲) زید اس معاہدہ کو تسلیم کرتا ہے، کہ واپسی کی شرط تسلیم کی گئی تھی، اگر چہ یہ بات اس وقت صاف نہیں کہی گئی تھی، کہ واپسی کس قیمت پر ہوگی، لیکن عرفاً اور شرعاً واپسی کا مطلب پہلی ہی رقم پر واپسی ہے یا نئی بیع؟

(۳) کیا اس معاہدے کے ہوتے ہوئے زید قیمت اول پر زمین کو واپس کرنے کا پابند ہے یا نہیں، اور کیا زید کے لئے بحالت موجودہ وہ زمین رکھنا حلال ہے؟

(۴) گذشتہ سال میں جو میں اس زمین پر کاشت کرتا رہا، کیا زید مذکور کو اس کی

بٹائی دینا میرے ذمہ واجب الاداء ہے جب کہ بٹائی کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا، بلا معاہدہ زمین میرے قبضہ میں تھی؟

(۵) شریعت کے حکم اور فتویٰ سے گریز کرنے پر ایمان میں خلل تو نہیں آتا

(۶) نیز یہ بھی تحریر فرمائیں اگر زید مذکور اس فتویٰ کو دیکھنے کے بعد متنازعہ زمین واپس نہ کرے تو؟

(الف) کیا اس کے لئے یہ زمین اپنے تصرف میں رکھنا حلال ہوگا؟

(ب) کیا یہ زمین ان کی ملکیت متصور ہوگی؟

(ج) کیا یہ ملکیت طیب اور پاکیزہ ہوگی؟

(۷) تحریر فرمائیں کہ زید کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے کہ واپسی کی شرط کا مطلب نئی بیع ہے پہلی قیمت پر واپسی نہیں ہے؟

(۸) یہ زید وعدہ خلافی کا مرتکب ہوا ہے یا نہیں اور وعدہ خلافی کا گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع میں یہ ہوتا ہے کہ مبیع ملک بائع سے نکل کر ملک مشتری میں چلی جاتی ہے، اور بائع کو اس میں تصرف کا حق نہیں رہتا، یہاں آپ بیع کے بعد بھی خود ہی کاشت کرتے رہے، اور مشتری سے بٹائی یا ٹھیکہ کی بات نہیں کی گئی بس اگر آپ نے یہ شرط کرلی تھی کہ زمین میرے ہی قبضہ میں رہے گی اس میں تصرف کروں نگا، تو یہ بیع صحیح نہیں ہوئی، اس کا فسخ کرنا اصلی قیمت پر لازم ہوگا، نیز مبیع میں واپسی کی شرط کرنے سے بھی بیع فاسد ہوجاتی ہے[1]، اگر مبیع تو بلاشرط

[1] وھو ان یقول منک علیٰ ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فھذاالبیع باطل الخ شامی زکریا ،ص ۵۴۵/ج۷/ باب الصرف مطلب فی بیع الوفاء، ھندیه کوئٹه ص ۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع الباب العشرون فی البیاعات المکروھة والارباح الفاسدة بحر کوئٹه ص۷ ج۶ باب خیار الشرط.

واپسی کے کی گئی ،مگر بعد میں ایک معاہدہ علیحدہ سے واپسی کا کرلیا گیا،تو یہ بیع صحیح ہوگئی ،[1] مگرآپ کو کاشت کرنے اور پیداوار کھانے کا حق نہیں تھا، یہ آپ نے غلط کام کیا ہے۔[2] یہ سب خرابی حکم شرعی کی پابندی نہ کرنے سے پیدا ہوئی۔

(۲) بیع میں واپسی کی شرط لگانے سے بیع فاسد ہوگئی،جس کا فسخ کرنا واجب ہے ،[3] نہ یہ بیع جدید ہے نہ اقالہ (واپسی) ہے۔

(۳) جورو پیہ آپ نے لیا آپ زید کو دے دیں،اورزید زمین آپ کو دیدے یہ فسخ بیع ہے۔[4]

(۴) زمین فروخت کرنے کے بعد سات سال تک آپ اس میں کاشت کرتے اورکھاتے رہے، یہ آپ نے ناجائز کام کیا ناجائز کھایا روپیہ بھی آپ نے لیا، اورزمین بھی اپنے قبضہ میں رکھی۔

(۵) جو شخص فتویٰ دریافت کرنا ہی نہیں چاہتا اس کے متعلق ایسی بات جس سے

---

[1] وإن ذكرا البيع بلا شرط ثم شرطاه على وجه المواعدة جاز البيع ولزم الوفاء، بحر كوئٹه ص۸ ج۶ باب خيار الشرط، تبيين الحقائق ص۱۸۴ ج۵ كتاب الاكراه، مطبوعه امداديه ملتان، الدر مع الشامى كراچى ص۲۷۷ ج۵ باب الصرف، مطلب فى بيع الوفاء.

[2] لايجوز التصرف فى ملك غيره بلااذنه الخ درمختار مع الشامى زكريا،ص ۲۹۱/ج۹/ كتاب الغصب.مطلب فيما يجوز التصرف فى مال الغير قواعد الفقه ص۱۱۰ قاعده ۲۷۰ مطبوعه دار الكتاب ديوبند، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ كتاب الغصب، طبع دار الاشاعة دهلى الخ.

[3] ولكل واحد من المتعاقدين فسخه الخ هدايه ،ص۶۴/ج۳/ (مكتبه تهانوى ديوبند) باب البيع الفاسد فصل فى احكامه، الدر مع الشامى كراچى ص۹۰ باب البيع الفاسد، مطلب فى الشرط الفاسد إذا ذكر بعد العقد أو قبله النهر الفائق ص۴۴۲ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

[4] حوالۂ بالا

ایمان میں خلل آئے ہرگز نہیں چاہئے، وہ آپ کے متعلق دریافت کرے گا، کہ آپ سات برس تک حرام آمدنی کھاتے رہے اور فتویٰ نہیں پوچھا تو سخت مشکل پیش آئے گی۔

(۶) الف، ب، ج، تحریر کردہ جوابات میں ان کا جواب آ گیا۔

(۷) بیع ہی واجب الفسخ ہے تو اب واپسی کی تشریح بے محل ہے۔

(۸) واپسی کی شرط کے ساتھ بیع کر کے دونوں گنہگار ہوئے، واپسی کی تشریح جو کچھ زید کرتا ہے، اسی کے لئے وہ اب بھی اس پر قائم ہے وعدہ کرتے وقت یہ نیت رکھنا کہ میں اس کو پورا نہیں کرونگا، کبیرہ گناہ ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۱۴۰۰ھ

زمین وغیرہ کی بیع میں واپسی کی شرط

سوال:۔ کھیت زمین مکانات اور نسبی ملکیت پر جو بیع نامہ لکھواتے ہیں یہ کیسے ہیں جائز ہے یا ناجائز، اس کے علاوہ اس میں حد متعین بھی کرتے ہیں، یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع کا حاصل یہ ہے کہ اپنی مملوکہ شئی بعوض قیمت اپنی ملک سے نکال کر ہمیشہ کے لئے دوسروں کو دیدی جائے[۲] خواہ زمین ہو یا مکان دوکان وغیرہ کچھ ہو پھر اس ملک کی بناء پر کوئی

---

[۱] فان کان عندالوعد عازماعلیٰ ان لایفی به فهذا هوالنفاق، مرقات، ص ۶۵۳/ج ۴/ (مطبع اصح المطا بع بمبئی) باب المزاح، قبیل باب المفاخرة والعصبیة، طیبی ص ۱۵۷ ج ۹ آخر باب المزاح، طبع زکریا دیوبند.

[۲] البیع شرعاً تملیک المال بمال الخ الدرالمنتقیٰ علی مجمع الانهر، ص ۴/ج ۳/ (مطبع دارالکتب العلمیة (اول کتاب البیوع)، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۰۲ ج ۴ اول کتاب البیوع، النهر الفائق ص ۳۳۵ ج ۳ اول کتاب البیوع، طبع بیروت.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\02-Bai Batil

حق امتیاز باقی نہ رکھا جائے، پھر نہ اس میں واپسی کی شرط کی جائے، نہ کوئی حد مقرر کی جائے، اس کے علاوہ جو صورت ہو اس کو صاف صاف لکھ کر اس کا حکم دریافت کریں؟

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۲ھ

بیع بشرط اقالہ

سوال:۔ زید نے تقریباً پانچ بیگہ زمین آبادی کے متصل اس شرط پر خریدی کہ جب تک تم یہاں رہو اس وقت تک زمین میں جو چاہوں بناؤ، اور تم جب جانا چاہو تو اپنی قیمت واپس لے کر ہماری زمین واپس کردو، زید نے اس زمین میں رہنے کا مکان اور نماز پڑھنے کا چبوترہ بنایا جس پر وہ باضابطہ باجماعت نماز پڑھتا ہے، اب وہاں سے وہ جانا چاہتا ہے، تو کیا شرط کے مطابق قیمت واپس لیکر زمین واپس کرنا اور زمین دار کا چبوترہ توڑ کر رہائش کا مکان بنانا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

اس شرط پر خرید وفروخت کرنا ناجائز ہے، اس سے بیع فاسد ہوئی، جس کا فسخ کرنا واجب ہے، قیمت واپس لیکر زمین بائع کے حوالے کردے پھر وہ اپنی زمین میں جو چاہے کرے، بیع فاسد کے ذریعہ زمین حاصل کر کے نماز کیلئے چبوترہ بنایا ہے وہ مسجد شرعی نہیں ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۵/۸۹ھ

---

[1] ولابیع بشرط لایقتضیه العقدولایلائمه وفیه نفع لاحدهما شامی کراچی، ص۸۴–۸۵/ج۵/ کتاب الیوع باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد إذا ذکر بعد العقد أو قبله، مجمع الأنهر ص۹۰ ج۳ باب البیع الفاسد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع قبل القبض

سوال:۔زید نے عمر کو بارہ آنہ کے حساب سے مختلف قسم کے صندوق بنانے کے لئے قیمت دی اور بتلایا کہ بیس دن میں بنادینا، اب عمر صندوق بنارہا ہے، بیس روز پورے نہیں ہوئے، زید نے عمر سے کہا کہ تم صندوق چودہ آنہ کے حساب سے بیچ کر چودہ آنہ کے حساب سے مجھ کو قیمت دینا، اب عمر نے رکھ لیا کہ میں ایک روپیہ کے حساب سے بیچ کر دوآنہ نفع حاصل کرونگا، یہ معاملہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے زید کو چاہئے کہ پہلے اپنے صندوق پر قبضہ کرے اس کے بعد اگر چاہے تو عمر کے حوالہ کردے کہ میں نے یہ صندوق ۱۴/آنہ میں تیرے ہاتھ فروخت کردیا، اور عمر اس کو خریدنے پر جس قیمت پر چاہے فروخت کردے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۳/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۳/۵۸ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) دار الکتب العلمیة بیروت، ھدایه ص۵۹ ج۳ کتاب البیوع باب البیع الفاسد دار الکتاب دیوبند وعلی کل واحد منهما فسخه قبل القبض اوبعده مادام فی یدالمشتری اعداماللفساد لانه معصیة،فیجب رفعها،شامی کراچی، ص۹۰-۹۱/ج۵/باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد إذا ذکر بعد العقد أو قبله، النهر الفائق ص۴۴۲ ج۳ فصل فی احکام البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۹۴ ج۶ باب البیع الفاسد، فصل فی بیان احکام البیع الفاسد.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] من شروط صحة البیع القبض فی بیع المشتری المنقول ،فلا یصح بیعه قبل القبض لماروی ان النبی علیه الصلوٰة والسلام نهی عن بیع مالم یقبض.بدائع، ص۳۹۴/ج۴/ کتاب البیوعع النهر الفائق ص۴۶۳ ج۳ باب التولیة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع فاسد کو صحیح کرنے کی صورت

سوال:۔زید نے بکر سے سو کروے رس خرید افی کروہ ۱۵/من کا ہوتا ہے، خریدتے وقت زید نے بکر سے یہ شرط طے کی کہ اگر آپ نے رس سو کرووں سے کم دیا تو میں فی کروہ پچیس روپیہ لونگا، سو کروؤں سے جتنے بھی کم ہوں گے، خواہ ایک کروہ کم ہو پچیس کے حساب سے وصول کرونگا، بکر نے شرط زید کی منظور کر لی لیکن بکر نے ۹۰/کروے رس دیا، شرط سو کرووں کی تھی، دس کروے کم آئے شرط کے مطابق فی کروہ کمی پر ۲۵/روپیہ کے حساب سے ڈھائی سو ہوئے زید کو بکر سے یہ قیمت لینا جائز ہے یا نہیں، از روئے شرح تحریر فرمادیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شرط پر خرید وفروخت کرنا منع ہے، اس سے بیع فاسد ہو جاتی ہے[1]، زید کو چاہئے کہ یہ ڈھائی سو روپیہ بکر سے نہ لے تا کہ شرط فاسد ختم ہو کر بیع صحیح ہو جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند

ٹھیکا کی بیع

سوال:۔کسی چیز کا اس شرط پر خریدنا یا بیچنا جیسے گنے کا کھڑا کھیت یا آلو کا کھڑا کھیت

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض، طبع بیروت، بحر کوئٹہ ص۱۱۶ ج۶ باب التولیة، فصل فی بیان التصرف فی المبیع.

(**صفحہ هذا**) [1] وکل شرط لایقتضیه العقد وفیه منفعة لاحد المتعاقدین اوللمعقود علیه وهو من اهل الاستحقاق یفسده الخ هدایه، ص ۵۹/ج۳/(مکتبه تهانویؒ دیوبند) کتاب البیوع.باب البیع الفاسد، الدر مع الشامی کراچی ص۸۴-۸۵ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد إذا ذکر بعد العقد أو قبله، مجمع الأنهر ص۹۰ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

جس کو ٹھیکا کہا جاتا ہے، درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر خریدار کو اس چیز کا پورا علم ہے اور کوئی شرط اسمیں خلاف شرع نہیں تو اسطرح بیچنا اور خریدنا درست ہے، اپنی خریدی ہوئی چیز لے کر اپنا قبضہ کر لے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۸/۹۱ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۸/۹۱ھ

بادلی ملاح کے ہاتھ فروخت کرنا

سوال:۔ ملاح سے ایک مشت قیمت طے کر کے روپیہ کچھ پیشگی اور کچھ بعد میں لئے جائیں، اور مچھلی نکلوا کر وزن کر کے دیدی جائے، تو جائز ہے، یا نہیں، جب کہ محنت مجرا ہوتی رہے، کیا یہ صورت ممکن ہے کہ مسلم بادلی ملاح کے ہاتھ فروخت کردی جائے اور ملاح جس طرح چاہے مچھلی نکالے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ملاح سے ایک مشت قیمت طے کر کے کچھ پیشگی روپیہ بطور بیعانہ لینا بھی درست ہے پھر بقیہ روپیہ مچھلی نکلوا کر دینے پر وصول کرلیا جائے[2]

---

[1] وکذا بیع الثمر والذرع قبل ظهوره لانهما معدوم وان کان بعد الطلوع جاز اذالم یشترط الترک الخ بدائع، ص ۱۳۸/ج۵/(مکتبه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) کتاب البیوع، فصل واما الذی یرجع الیٰ المعقودعلیه، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۴،۵۵۵ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمر والزرع والشجر مقصوداً، النهر الفائق ص ۳۵۹ ج۳ کتاب البیوع، فصل یدخل البناء الخ طبع بیروت.

[2] ولایصح ماروی عنه ﷺ من اجازته فان صح احتمل انه یحسب علیٰ البائع من الثمن ان تم البیع وهذا جائز عندالجمیع الخ عون المعبود شرح ابوداؤد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وہ قطعہ زمین جس میں بادلی ہے ملاح کے ہاتھ فروخت کرنا بھی درست ہے پھر ملاح کو اختیار ہے وہ مالک ہے جب چاہے جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے، اس سے واپس لینے کا حق نہیں [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

جواب صحیح ہے اور یہ جو رواج ہے کہ مسلم بادلی ملاح کے ہاتھ فروخت کردیتے ہیں، پھر ملاح حسب منشاء مچھلیاں پکڑ کر فروخت کرتا ہے، یہ درست نہیں، اس لئے کہ اس میں زمین تو فروخت نہیں ہوئی، صرف مچھلیاں فروخت ہوئی ہیں، اور مچھلیوں کا اس طرح فروخت کرنا درست نہیں، یہ بیع مالم یقبض ہو جاتی ہے [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد نظام الدین

عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/۸۸ھ

مچھلیاں خریدنا

سوال: بستی یا گاؤں کے تالاب کو مچھلیوں کے لئے خریدنا کیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ص ۳۰۲/ج۳/(مطبع نشرالسنة ملتان) كتاب الاجارة باب فى العربان، بذل المجهود ص۲۸۷ ج۴ كتاب الاجارة، باب فى العربان، طبع رشيديه سهارنپور.

(صفحہ ہذا) [۱] المالک هوالمتصرف فى الاعيان المملوكة كيف شاء بيضاوى شريف، ص۷/ج۱/ سوره الفاتحة تحت قوله تعالىٰ مالک يوم الدين، طبع رشيديه دهلى، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند، شامى زكريا ص۱۰ كتاب البيوع، مطلب فى تعريف المال والملک والمتقوم.

[۲] ولايجوز بيع السمک قبل ان يصطاد لانه باع مالا يملكه ولافى حظيرة اذاكان لايؤخذ الابصيد لانه غير مقدورالتسليم، هدايه، ص ۵۱/ج۳/ (مكتبه تهانوى ديوبند) باب البيع الفاسد.

الجواب حامداً ومصلیاً

مچھلیوں کے لئے تالاب کی خریداری کا جو بعض جگہ رواج ہے وہ درست نہیں ہے[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۶ھ

پوشیدہ اشیاء کی بیع

سوال:۔ کسی چیز کو جب کہ وہ سامنے موجود نہ ہو، اندازہ لگا کر بغیر وزن کئے ہوئے خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً جبکہ چیز نظر کے سامنے ہو نہ بلکہ چھپی ہوئی جیسا کہ کھیت میں ایک چیز تیار ہوگئی مگر مٹی سے چھپی ہوئی ہے، جیسے پیاز آلو وغیرہ تو ان صورتوں میں کون کونسی صورت ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیز نظر کے سامنے ہے، اسکو اس طرح خریدنا بھی درست ہے کہ یہ چیز اتنی قیمت کی ہے، اگر چہ اسکا وزن معلوم نہ ہو مثلاً ایک ٹوکری میں آلو موجود ہیں، وہ آٹھ آنے کے خرید لئے، اور یہ معلوم نہیں کہ وزن کیا ہے، تو یہ صورت درست ہے، اور جو چیز نظر سے غائب ہے مثلاً آلو زمین میں چھپے ہوئے ہیں، انکو کھود کر سامنے لا کر فروخت کیا جائے، وزن معلوم ہو یا نہ معلوم ہو، غائب ہونے کی حالت میں اندیشہ ہے کہ خدا جانے کم ہیں یا زیادہ اور ہیں بھی

---

[۱] ولم تجز اجارة بركة ليصاد منها السمک الخ درمختار علی الشامی ،ص ۲۴۹ /ج۷/(مطبوعه زکریا دیوبند ،کتاب البیوع،باب البیع الفاسد، مطلب فی حکم ایجار البرک الخ، فتح القدیر ص۴۰۹ج۶، باب البیع الفاسد، دار الفکر بیروت، النهر الفائق ص۴۱۹ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۷۳ج۶ باب البیع الفاسد.

یا نہیں، یہ جہالت مفضی الی النزاع ہے، جو مفسد بیع ہے، کما فی الہدایہ[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم ۱/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۹۲ھ

بہشتی زیور کے حاشیہ پر ایک اشکال بیع مجہول سے متعلق

سوال:۔ بہشتی زیور اختری پانچواں حصہ، ص ۷/ مسئلہ نمبر ۴/ پر ایک حاشیہ جناب کا ہے، ع ہ نشان دے کر بظاہر آپ کے حاشیہ کا مطلب متن کی عبارت سے میل نہیں کھاتی، کیونکہ متن میں بیس سیر اور پندرہ سیر کے الفاظ صاف درج ہیں، اور آپ نے لکھا ہے کہ طے نہیں ہوا بات گول مول رہ گئی ذرا اس کو دیکھ لیجئے، اگر مسامحۃً ہو تو درست کر دیا جائے، ورنہ میری جسارت معاف فرما کر مجھے اس کی مختصر وضاحت لکھ بھیجی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عبارت حاشیہ بالکل متن کے مطابق ہے، متن میں دو صورتیں بیان کی گئی ہیں، ایک جواز کی جس میں نقد یا ادھار کی تعیین ہو جائے، دوسری عدم جواز کی جس میں نقد یا ادھار کی تعیین نہ ہو کہ نقد لے گی یا ادھار اسی کے حاشیہ پر ہے کہ بات گول مول رہ گئی، نہ یہ طے ہوا کہ ادھار لے گی، نہ یہ طے ہوا کہ نقد لے گی، اور اس تعین نقد ونسیہ وعدم تعین نقد ونسیہ پر جواز وعدم جواز کا مدار ہے، اس تعین وعدم تعین سے نرخ کی تعیین وعدم تعیین مراد نہیں، کیونکہ

---

[۱] والاعواض المشارالیها لایحتاج الی معرفة مقدارها فی جواز البیع لان بالاشارة کفایة فی التعریف وجهالة الوصف فیه لاتفضی الی المنازعة الی قوله وکل جهالة هذه صفتها تمنع الجواز هذا هوالاصل (هدایه ، ج۳/ص ۲۰-۲۱) کتاب البیوع، مکتبه تهانوی دیوبند، بحر کوئٹه ص۲۷۳ ج۵ کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۳۰ ج۴ کتاب البیوع، مطلب ما یبطل الایجاب سبعة.

نرخ دونوں صورتوں میں بیس سیر اور پندرہ سیر متعین ہے، اور عربی عبارت جو حاشیہ پر ہندیہ سے نقل کی ہے " واما البطلان فیما اذاقال بعتک بالف حالاًالخ" اس میں عدم جواز کی علت جہالت ثمن کو قرار دیا ہے، حالانکہ اس میں الف اور الفین کے الفاظ صاف درج ہیں، لیکن چونکہ حالاً یا الیٰ سنۃ کی تعیین نہیں ہوئی، اس لئے ثمن کی بھی تعیین نہیں ہوئی، اسی طرح متن چونکہ نقد یا اُدھار کی تعیین نہیں ہوئی، بلکہ بات گول مول رہ گئی، اس لئے کہا جائے گا کہ بیس سیر یا پندرہ سیر کی بھی تعیین نہیں ہوئی، کہ کس نرخ سے بیع ہوئی، لہٰذا اس طرح بیع ناجائز ہے، ہاں اگر یہ طے ہوجائے کہ نقد ہے یا اُدھار ہے تو بیع درست ہے، امید ہے کہ اشکال حل ہوکر انطباق حاشیہ علی المتن واضح ہوجائے گا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹؍رجب ۶۶ھ

خریدے ہوئے مال پر قبضہ کرنے سے پہلے بیع

سوال:۔(۱) زید نے باہر سے مال برائے تجارت بذریعہ بینک منگایا، مال آجانے پر زید چھڑا نہیں سکا مال چھوٹا نہیں، جس قدر زید سے تاخیر ہوئی، اسی قدر اس پر محصول روز بروز بڑھتا جاتا ہے، زید نے بکر سے کہا میں نے اپنا مال جو منگایا ہے چھڑا نہیں سکتا ہوں، اس لئے اس مال کو بلا منافع تمہارے ہاتھ فروخت کرتا ہوں، جو بلٹی بذریعہ بینک آئی ہے، تم اس کو خرید لو، بکر نے اس مال کا روپیہ اور جو کچھ اس پر محصول تھا، سب کچھ ادا کر کے مال کو اپنے قبضہ میں کر کے سنبھال لیا، اس کے بعد بکر نے زید کے ہاتھ پر وہی مال منافع سے فروخت کردیا، منافع تمام اس رقم پر لگایا جو اس پر خرچ ہوا؟

(۲) زید اور بکر دونوں کا دلی منشاء بھی یہی تھا کہ اول زید اپنے مال کو بلا منافع بکر

[1] بہشتی زیور مکمل ومدلل، ص۸؍حصہ۵؍ادھار لینے کا بیان، مسئلہ۴ مطبوعہ تھانوی دیوبند۔

کے ہاتھ فروخت کرے اور بکرا اپنے روپئے سے اس مال کو چھڑا کر مقرر کردہ منافع پر زید ہی کو فروخت کردے۔

مقرر کردہ طریقہ پر آپس میں زید اور بکر مال کو خرید وفروخت کرتے ہیں؟

(۳) بکر نے زید سے یہ شرط بھی کہ جس وقت تک میرا کل مطالبہ تحریر نہ ہوجائے، اس وقت تک آپ کو روازنہ کی بکری مجھے دینی ہوگی، اوراس درمیان میں جو مال آپ منگایا کرینگے وہ مال، اسی طرح پر میرے ہاتھ مقررہ شرائط پر فروخت کرنا پڑیگا اوراسی طرح مال پر منافع لگا کر آپ کو فروخت کردیا کروں گا، زید نے شرط منظور کرکی۔مندرجۂ بالا طریقہ عندالشرع درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مندرجہ بالا طریقہ خلاف شرع وناجائز ہے جب تک زید اس مال پر اپنا قبضہ نہ کرے اس کو فروخت نہیں کرسکتا[۱] جواز کا طریقہ یہ ہے کہ کسی سے قرض لے کر اول مال چھڑالے ،پھر جس کے ہاتھ جس قیمت پر چاہے فروخت کرے، روزانہ کی بکری کا مطالبہ بھی صورت مسئولہ میں ناجائز ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸؍۸؍۶۲ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸؍۸؍۶۲ھ

---

[۱] ومنها القبض فی بیع المشتری المنقول ،فلایصح بیعه قبل القبض لماروی ان النبی علیه الصلوٰة والسلام نهی عن بیع مالم یقبض ،بدائع، زکریا ص ۳۹۴؍ج۴؍ کتاب البیوع من شروط صحة البیع، النهر الفائق ص ۴۶۳ ج۳ باب التولیة، فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۱۶ ج۶ باب التولیة، فصل فی بیان التصرف فی المبیع.

[۲] کل شرط لا یقتضیه العقد وفیه منفعة لاحد المعاقدین أو للمعقود علیه وهو من اهل الاستحقاق یفسده، هدایه ص ۵۹ ج۳ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

افیون وغیرہ کی بیع

سوال:۔ گانجہ، بھنگ، افیون کی تجارت کیسی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

گانجہ، بھنگ، افیون کی تجارت مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر کسی نے کرلیا تو صحیح ہوجائیگی ''وصح بیع الخمر ای عندہٗ خلافاً لهما فی البیع والضمان لکن الفتویٰ علیٰ قوله فی البیع وعلیٰ قولهمافی الضمان ان قصد المتلف الحسبةوذٰلک یعرف بالقرائن والافعلیٰ قوله کمافی التاتارخانیة وغیرهاثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة شامی، ص۴۴۹/ج۵/[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۸ھ

افیون کی تجارت اوراس کی آمدنی کاحکم

سوال:۔ ہمارے علاقے میں خاص طور سے ہمارے گاؤں میں لوگ افیون کا کاروبار کرتے ہیں، اسی کاروبار سے جورقم حاصل ہوئی، زمین، کھیت اور باغ خریدے اب ان میں کاشت بھی ہوتی ہے، اورافیون کا کاروبار بھی جاری ہے، کیا ایسے لوگوں کی آمدنی درست ہے، ان کے یہاں کھانا کیسا ہے؟ اگرافیون کی کمائی سے مسجد، سرائے، یادینی مدارس میں چندہ دیں توکیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) باب البیع الفاسد، مکتبہ تھانوی دیوبند، الدر مع الشامی کراچی ص ۸۴،۸۵ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد إذا ذکر بعد العقد أو قبله، مجمع الأنهر ص ۹۰ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] شامی کراچی، ص ۴۵۴/ج۶/کتاب الاشربة.

الجواب حامداً ومصلیاً

افیون کی تجارت مکروہ ہے افیون کی آمدنی سے جوزمین خرید کراس میں کاشت کرتے ہیں اس کاشت کی آمدنی کو حرام نہیں کہا جائے گا، ایسی آمدنی سے چندہ لینا بھی درست ہے، اوران کے یہاں کھانا پینا بھی درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

افیون کی بیع اور کاشت

سوال:۔افیون کی کاشت کرنا کیسا ہے، نیز اس کی تجارت کے لئے کیا حکم ہے، اس کا حکم بحکم شراب ہے یا اس سے جدا ہے؟ بالتفصیل بیان فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

افیون کا کھانا حرام ہے، اگر چہ اس کی حرمت شراب کی حرمت سے کم درجہ کی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر اسلامی حکومت ہو تو شراب پینے والے پر حد جاری کی جاتی ہے، اور افیون کھانے والے پر حد جاری نہیں کی جاتی، البتہ تعزیری سزادی جاتی ہے،"**ویحرم اکل البنج والا فیون والحشیشة لکن دون حرمة الخمر فان اکل شیئاً من ذٰلک لاحد علیه وان سکربل یعزربمادون الحد**(شامی ،درمختار[2]) کاشت خشخاش کی کی جاتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں،اس کی تجارت بھی جائز ہے، البتہ اس سے افیون نکال کراس کی

---

[1] وصح بیع غیر الخمر ای عنده خلافالهما فی البیع والضمان، لکن الفتویٰ علی قوله فی البیع ثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة ،شامی کراچی،ص ۴۵۴/ج۶/ کتاب الاشربة.

[2] درمختار مع شامی کراچی ،ص ۴۵۸/ج۶/ کتاب الاشربة، الدر المنتقی مع المجمع ص ۲۵۱ ج۴ کتاب الاشربة، دار الکتب العلمیة بیروت.

تجارت مکروہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

بوڑی کی بیع

سوال:۔ بوڑی کی بیع وشراء جائز ہے یا نہیں؟ بوڑی کی اصل یہ ہے کہ ایک درخت جس سے کہ افیم نکلتی ہے اس میں پھول آتا ہے، اس کو بوڑی بولتے ہیں، اس کے پینے سے معمولی نشہ آتا ہے، چائے کی طرح اس کو پیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بوڑی نشہ ہی کے لئے استعمال ہو دوسرا کوئی فائدہ اس سے نہ ہو تو اس کی بیع مکروہ ہے، اگرچہ نشہ اس سے تھوڑا ہی ہوتا ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۷۷ھ

---

[1] (وصح بیع غیر الخمر)ثم ان البیع وان صح لکنه یکره، کمافی الغایة.(شامی کراچی، ص ۴۵۴/ ج ۶/) کتاب الاشربة.

[2] وصح بیع غیر الخمرای عند ہ خلافا لهما فی البیع والضمان ،لکن الفتوی علی قوله فی البیع ثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة، شامی کراچی ص ۴۵۴/ج ۶/ کتاب الاشربة ما قامت المعصیة بعینه یکره تحریماً وإلا فتنزیها، در مختار مع الشامی کراچی ص ۳۹۱ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، بحر کوئٹه ص ۱۴۳ ج ۵ کتاب السیر، باب البغاة، الدر المنتقی مع المجمع ص ۲۱۲ ج ۴ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، طبع بیروت.

گوبر کی بیع

سوال:۔گوبر کی کھاد بیچنا اور خریدنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گوبر جب مٹی بن جائے، تو اس کا خریدنا اور بیچنا جائز ہے[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آبپاشی پانی کی بیع کی ایک صورت

سوال:۔محکمۂ آب رسانی پانی کی قیمت وصول کرتا ہے مگر پانی کی مقدار کچھ متعین نہیں اس کا کوئی میٹر وغیرہ نہیں بلکہ فی پلاٹ سالانہ معاوضہ پانی کا متعین ہے، محکمہ کی طرف سے شرط یہ ہے کہ ایک پلاٹ کا پانی دوسرے پلاٹ میں بالعوض یا بلاعوض نہ دیا جائے، اس صورت میں محکمہ کی اس شرط کی پابندی شرعاً لازم ہے یا کہ دوسروں کو پانی دینے کی گنجائش ہے، اگر گنجائش رہے تو اپنی ٹنکی وغیرہ میں پانی کے اخراج سے قبل اس پانی کی بیع درست ہے

---

[۱] کرہ بیع العذرة خالصة لاالسرقین ای الزبل وفی الشرنبلالیة ھورجیع ماسوی الانسان شامی کراچی، ص۳۸۵/ج۶/ کتاب الکراھیة ،فصل فی البیع، محیط برھانی ص۳۳۴ج۹ کتاب البیوع، الفصل السادس، ما یجوز بیعه ومالا یجوز نوع آخر فی بیع المحرمات، مجلس علمی گجرات، ھندیه کوئٹه ص۱۱۶ج۳ کتاب البیوع، الباب التاسع، الفصل الخامس فی بیع المحرم الصید.

یا نہیں، جو سرکاری لائن سے گھر کی لائن میں آرہا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبل القبض بیع کا ناجائز ہونا کتب فقہ میں مصرح ہے[1] لیکن اگر اسکو اجارہ قرار دیا جائے، اور ثمن کو اجرت کہا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ فلاں پلاٹ میں مشین کے ذریعہ پانی پہنچانے کی اجرت یہ ہے مستاجر کو اس کا حق ہے کہ دوسرے کو منفعت حاصل کرنے کا حق دیدے بالعوض ہو یا بلاعوض جیسا کہ درمختار وغیرہ میں تصریح ہے، لیکن خلاف قانون کرنا جس سے عزت یا مال کا خطرہ لاحق ہو قرین دانشمندی نہیں ہے[2] "**وفیما لایختلف مافیه بطل تقییده به کما لو شرط سکنی واحدله ان یسکن غیره اھ درمختار کتاب الاجارة علی هامش ردالمحتار ص ۲۲ / ج۵ / الشامی نعمانیه**[3]." فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

---

[1] من شروط صحة البیع القبض فی بیع المشتری المنقول فلا یصح بیعه قبل القبض، بدائع زکریا ص ۳۹۴ ج۴ کتاب البیوع، النهر الفائق ص ۴۶۳ ج۳ باب التولیة، فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض، طبع بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۱۶ ج۶ باب التولیة فصل فی بیان التصرف فی المبیع.

[2] لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسه، ترمذی شریف ص ۵۰ ج۲ ابواب الفتن، طبع رشیدیه دهلی المعجم الکبیر ص ۱۲/۳۱۲، رقم الحدیث: ۱۳۵۰۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، جامع الاصول ص ۱۲/۳۲۳، قبیل وصیة عائشةؓ لمعاویةؓ رقم الحدیث ۹۳۱۱ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت.

[3] شامی ص ۴۸ / ج ۹ / (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الاجارة باب مایجوز من الاجارة ومایکون خلافاً فیها، مطلب فی الارض المحتکرة ومعنی الاستحکار، بحر کوئٹه ص ۳۰۸ ج۷ کتاب الاجارة، باب ما یجوز من الاجارة وما یکون خلافا فیها، مجمع الانهر ص ۵۲۴ ج۳ کتاب الاجارة، باب ما یجوز من الاجارة وما لا یجوز دارالکتب العلمیة بیروت.

باغ کی بہار خریدتے وقت یہ شرط لگانا کہ اتنے بہار دینے ہونگے

سوال:۔ایک شخص نے آم یا کوئی دوسرا باغ بیچتے وقت باغ کی بہار لینے والے سے یہ کہا کہ میں مثلاً دو ہزار روپے لونگا، اور پانچ من آم لونگا، تو کیا ایسی بھی کوئی صورت ہے جس میں جنس لینا درست ہو؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر پانچ من آم کی صفات ایسی طرح بیان کردی گئیں ہیں کہ کوئی خلجان نہیں رہا ہے اور یہ شرط نہ کی گئی کہ اس باغ کے یا فلاں درخت کے ہوں گے بلکہ خریدنے والے کو اختیار ہے کہ وہ بازار سے خرید کر دیدے تو یہ معاملہ اس طرح درست ہے یہ پانچ من آم مستثنیٰ نہیں بلکہ جزو ثمن ہیں [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۵/۱۴۱۵ھ

بیع پختہ ہوجانے کے بعد بائع کا شرط لگانا

سوال:۔عمر نے زید کو زمین فروخت کی بغیر کسی شرط کے مگر روپیہ لینے کے بعد عمر

---

[۱] والحیلة أن یغرز الأجر أولا أو یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطی قفیزا منه فیجوز وبه علم جواز مایفعل فی دیار نا من اخذ الاجرة من الحنطة والدراهم معاً ولاشک فی جوازه شامی زکریا، ص ۷۹/ج۹/ باب الاجارة الفاسدة، قبیل مطلب یخص القیاس والاثر بالعرف العام الخ، الدر المنتقی مع المجمع ص ۵۳۹ ج۳ باب الاجارة الفاسدة، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۲۴ ج۸ باب الاجارة الفاسدة.

زمین نہ دے کر اس میں شرط لگا رہا ہے عمر کا ایسا شرط لگانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع کا ایجاب وقبول پختہ ہو جانے کے بعد کوئی شرط لگانا درست نہیں اب کوئی حق نہیں رہا[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۹۴ھ

غیر کی زمین کو فروخت کرنا

سوال: تیس سال قبل حامد نے خالد کو ایک قطعۂ زمین قبولیت لے کر مالک بنا دیا، خالد چند دن تک دخل لیکر اپنے نابالغ لڑکے رحیم کو چھوڑ کر مر گیا، لیکن رحیم مجبوری کی وجہ سے دوسری جگہ چلا گیا، مذکورہ حامد نے بارہ سال بعد دوبارہ اسی زمین پر دخل لے کر اپنے نام کرالیا اور بارہ سال بعد قاسم کے ہاتھ فروخت کر دیا، ایسی صورت میں قاسم کیلئے ازروئے شریعت مذکورہ زمین پر قبضہ کرنا، نفع اٹھانا جائز ہوگا یا نہیں، اور رحیم کی ملکیت زائل ہوگئی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حامد نے وہ زمین خالد کے ہاتھ فروخت کر دی تھی، تو خالد اس کا مالک ہو گیا تھا،[۲]

---

[۱] واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولاخیار لواحد منهما الخ هدایه، ص ۲۰/ج ۳ (مطبوعه تهانوی دیوبند) اول کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۲۸ ج ۴ کتاب البیوع، مطلب ما یبطل الایجاب سبعة النهر الفائق ص ۳۳۷ ج ۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پھر خالد کے انتقال کے بعد وہ زمین بطور ترکہ ورثہ کی ہوگی، اگر اس کا وارث صرف ایک لڑکا ہے تو وہی وارث اور مالک ہے، اس کے کسی دوسری جگہ چلے جانے سے اس کی ملک ختم نہیں ہوئی، پھر حامد کا بغیر کسی وجہ شرعی کے اس زمین کو اپنے نام کرالینا غصب اور ظلم ہے[1]، اس سے وہ مالک نہیں ہوا پھر قاسم کے ہاتھ اس کو فروخت کر دینا بھی صحیح نہیں ہوا[2] اس لئے قاسم کو اس زمین سے نفع اٹھانا جائز نہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۵/۲۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۸/۵/۲۸ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] وحکمه (البیع) ثبوت الملک، الدر مع الشامی کراچی ص۵۰۶ کتاب البیوع، مطلب شرائط البیع انواع اربعة، بحر کوئٹہ ص۲۵۸ ج۵ کتاب البیوع، فتح القدیر ص۲۴۸ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی الخ البحرالرائق ،ص ۴۱/ج۵/ (مکتبه الماجدیه کوئٹہ) کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، هندیه کوئٹہ ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، الباب السابع، فصل فی التعزیر، النهر الفائق ص۱۶۵ ج۳ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، طبع بیروت.

[۲] أما شرائط المعقود علیه ...... وأن یکون ملک البائع فیما یبیعه لنفسه، بحر کوئٹہ ص۲۵۹ ج۵ کتاب البیوع، شامی کراچی ص۵۰۵ ج۴ کتاب البیوع، مطلب شرائط البیع انواع اربعة، فتح القدیر ص۲۴۸ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

[۳] الحرام ینتقل ای ینتقل حرمته وان تداولته الایدی وتبدلت الا ملاک الخ شامی زکریا، ص:۳۰۰/ ج:۷/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، قبیل مطلب البیع الفاسد لایطیب له الخ، الحرمة تتعدی فی الاموال، الاشباه والنظائر ص:۱۵۹، کتاب الحظر والاباحة، دار الاشاعة دهلی.

ذبح سے پہلے جانور کا گوشت فروخت کرنا

سوال:۔زندہ جانور کی کھال گوشت ران وغیرہ ذبح کرنے سے پہلے فروخت کردیتے ہیں،اورایک دوکاندارخرید کر گوشت وغیرہ بیچتاہے،گاہک دوکان دار سے لیکر استعمال میں لاتے ہیں،یہ بیع درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس طرح فروخت کرنا بیع فاسد ہے[۱]بیچنے والے خریدنے والے کے ذمہ ایسی بیع کا فسخ کرنا واجب ہے[۲]اگر فسخ نہیں کیا تو دونوں گنہگار رہوں گے،اورجس شخص نے اس سے اس گوشت کوخریداہے،اس کے حق میں اس خریدنے سے فساد نہیں آئے گا،بیع درست ہوجائے گی،خواہ اس کواصل بیع کاعلم نہ ہو[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] (فسد بیع) صوف علی ظهر غنم کذاکل مااتصاله خلقی کجلدالحیوان الخ درمختار علی الشامی ،ص ۲۵۲/ج۷/ (مطبع زکریا دیوبند)وکراچی،ص ۶۳/ج۵/ کتاب البیوع باب البیع الفاسد، مطلب استثناء الحمل فی العقود علی ثلاث مراتب، بحر کوئٹه ص۷۵ج۶ باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۲۱ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

[۲] ویجب علی کل واحد منهما فسخه أی فسخ البیع الفاسد قبل القبض، الدر مع الشامی کراچی ص ۹۰ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد، إذا ذکر بعد العقد أو قبله بحر کوئٹه ص۹۴ج۶ فصل فی البیع الفاسد، النهر الفائق ص۴۴۲ج۳ فصل فی احکام البیع البیع الفاسد، طبع بیروت،

[۳] إذا قبض المشتری المبیع برضا بائعه فی البیع الفاسد ولم ینهه البائع عنه ملکه، بحر کوئٹه ص ۹۱ج۶ فصل فی البیع الفاسد، النهر الفائق ص۴۴۰ج۳ فی احکام البیع الفاسد، طبع بیروت.

بڑے کے گوشت کو بکرے کا گوشت بتا کر فروخت کرنا

سوال:۔(۱) ایک شخص یا دو چار لوگ یہ کام کرتے ہیں کہ بکرے کا گوشت فروخت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ بڑے یعنی بیل ،بھینس وغیرہ کا قیمہ بکرے کا کہہ کر فروخت کرتے ہیں، اور ایسا کرنے کے باوجود وہ لوگ مال زکوٰۃ یا قربانی یا حج وغیرہ کرتے ہیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) دو چار لوگ وہ قیمہ تیار کر کے اپنی دوکان پر رکھتے ہیں، اور وہ جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس کو بکرے کا کہہ کر فروخت کریں گے، مندرجہ بالا لوگوں کو واضح کرانے کے باوجود بھی کہ آپ ایسا کرتے ہیں تو ایسا ہوتا ہے ان لوگوں کے بارے میں تحریر فرمائیے کہ ان کا حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ ادا ہوگا، یا نہیں؟ اور کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا حرام ہے[۱]، اس روپے سے جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور حج کرتے ہیں تو فریضہ ادا ہو جاتا ہے[۲]، جھوٹ اور دھوکہ دینے سے توبہ لازم ہے۔

---

[۱] من غش فليس منا الحديث ترمذی، ج ۱/ص ۱۵۷/ (مطبع رشيديه دهلی) كتاب البيوع، باب ماجاء فی كراهية الغش، لان الغش حرام الخ در محتارعلی الشامی زكريا ص ۲۳۰ ج ۶ باب خيار العيب.

ترجمہ:۔جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

[۲] لايقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه يسقط به الفرض الخ عالمگيری، ج ۱/ص ۲۲۰/ مطبوعه كوئٹه كتاب الحج الباب الاول، شامی زكريا ص ۴۵۳ ج ۳ كتاب الحج، مطلب فيمن حج بمال حرام، سكب الانهر ص ۳۸۵ ج ۱ كتاب الحج دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] ولاتزروازرة وزر اخری سوره بنی اسرائيل آيت ۱۵.

(۲) اگر وہ خود دھوکہ نہیں دیتے تو ان سے خرید کر دھوکہ دینے والوں کی ذمہ داری ان پر نہیں اگرچہ وہ جانتے ہوں کہ یہ دھوکہ دیں گے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۹۲ھ

بلا اذن مالک پتوں کی بیع

جس جانور کو ناجائز پتے کھلائے اسکے دودھ اور گوشت کا حکم

سوال:۔ مالک کی اجازت کے بغیر بعض لوگ پتے توڑ کر لاتے ہیں، اور ان کو لوگ خرید کر اپنے جانوروں کو کھلاتے ہیں ان جانوروں کا دودھ پینے اور انکی قربانی اور عقیقہ کا حکم؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر اجازت مالک کے پتے توڑنا اور فروخت کرنا منع ہے،[۲] ایسے لوگوں سے پتے خریدنا بھی منع ہے، (اجازت کیلئے اتنا بھی کافی ہے، کہ مالک کو معلوم ہو اور وہ منع نہ کرے[۳]) لیکن جس جانور کو یہ پتے کھلائے اس کا دودھ گوشت، حرام نہیں[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ولاتزروازرة وزر اخرى سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۵ .

[۲] لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنه ولا ولایته، شامی کراچی ص ۲۰۰ ج ۶ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون إذن صریح، الاشباہ ص ۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب، دار الاشاعة دھلی، قواعد الفقه ص ۱۱۰ قاعده ۲۷۰ دار الکتاب دیوبند.

[۳] ان الثمار إذا كانت ساقطة تحت الاشجار فلو فی المصر لا یأخذ شیئا منها ما لم یعلم أن صاحبها اباح ذلک نصا أو دلالة ...... وإن کان فی البستانفلو الثمار مما یبقی ولا یفسد لا یأخذ ما لم یعلم الاذن ولو مما لا یبقی فقیل کذلک والمعتمد انه لا بأس به إذا لم یعلم النهی صریحا أو دلالة أو عادةً، شامی کراچی ص ۲۸۴ ج ۴ کتاب اللقطة، مطلب فیمن وجد حطبا فی نهر الخ.

خودرو بانس کی بیع بلا اجازت مالک

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک زمیندار کی تقریباً ہزار بیگہ زمین ہوگی اس میں چائے کی کاشت ہوتی ہے، لیکن اس زمین میں بانس وغیرہ کے درخت اُگ آتے ہیں، جن کو کھیت کے سپاہی اور مزدور مالک کی چوری سے فروخت کر دیتے ہیں، تو کیا ان کا خریدنا اور فروخت کرنا درست ہے، یا نہیں؟ ابتلائے عام ہے ہماری طرف تو کچھ تخفیف ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر مالک کی اجازت کے چوری سے خریدنا اور فروخت کرنا درست نہیں، وہ گھاس کے حکم میں نہیں [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند ۱۰/۹/ ۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دار العلوم دیوبند ۱۰/۹/ ۹۰ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] الجدی اذاكان يربى بلبن الاتان والخنزير ان اعتلف اياماً فلابأس عالمگیری ص ۲۹۰/۵، کتاب الذبائح الباب الثانی فی بیان مایؤکل لحمه، الدر مع الشامی کراچی ص ۳۴۱، ج۶، کتاب الحظر والاباحة، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص۳/۳۵۹، کتاب الصید والذبائح، "وفی الدرالمختار ولوسقى مايؤكل لحمه خمرا فذبح من ساعته حل اكله ويكره وقال الشامی نقلا عن ابی السعود ،الزروع السقية بالنجاسة لاتحرم ولاتكره عند اكثر الفقهاء . شامی کراچی، ص ۳۳۱/ ج ۶/ کتاب الحظر والاباحة"

(صفحه هذا) [1] ومنه لوخندق حول ارضه وهيأها للانبات حتى نبت القصب صار ملكا له وعليه الاكثركذافى البحر الهندية ،ص ۱۰۹/ ج۳/ الفصل الثانی فی بیع الثمار،الباب التاسع فيما يجوز بيعه ومالايجوز،فتح القدير ،ص۴۱۸/ ج۶/ باب البيع الفاسد، دار الفكر بيروت، لا يجوز التصرف فى مال غيره بلا إذنه ولا ولايته،شامی کراچی ص ۲۰۰، ج۶، کتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح، الاشباه ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، طبع دارالاشاعت دهلی، قواعد الفقه ص ۱۱۰، قاعده: ۲۷۰، دار الکتاب دیوبند،

دودھ کی قیمت جانچ کر متعین کرنا

سوال:۔(۱) ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ لوگ دودھ خریدتے ہیں اوراس کا دام اس طرح کرتے ہیں کہ دودھ کا جائزہ لینے کی جو شیشی آتی ہے،جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیادودھ خراب ہے یا اچھا ہے،اگر تغیر نہیں ہوا تو سترہ روپے بیس کلو کے ہوتے ہیں،اوراگر ڈھائی نمبر نکلا تو سولہ روپے اوراگر دودو نمبر نکلا تو پندرہ روپے،اوراس کو روزانہ نہیں ناپتے بلکہ مہینہ میں دوتین مرتبہ ناپ لیتے ہیں تو یہ صورت جائز ہے کہ نہیں؟اگر جائز نہیں تو کیوں؟

(۲) بعض دودھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ناپو یا نہ ناپو ایک ہی سیر کے نکلتے ہیں،تو اس صورت کا کیا حکم ہے؟اوراس کے علاوہ اکثر دودھ ایسے ہیں کہ کبھی اچھے ہوتے ہیں،کبھی پانی ملے ہوئے ہوتے ہیں،دوتین مرتبہ ناپ کر پورے مہینہ کا اسی طرح شمار کرکے پیسے متعین کئے جاتے ہیں،تحریر فرماویں،کہ اس طرح خریداری جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/عقد بیع کرتے وقت قیمت کا معلوم ہونا ضروری ہے،قیمت مجہول ہونے سے بیع صحیح نہیں ہوتی ہے،صورتِ مسئولہ میں وقت عقد قیمت معلوم ومتعین نہیں بلکہ متردد ہے،اس لئے یہ بیع صحیح نہیں ہے[1]خریدتے وقت روزانہ ہی ناپ لیا جائے ، اوراسی وقت قیمت تجویز ہوجائے یا پھرایک دفعہ ناپ کر کہہ دیا جاوے،کہ مہینہ بھرتک اسی قیمت سے لیں گے،تب بھی درست ہے،" **ویمکن ان یشم رائحة الا ستدلال لعدم الجواز ممافی الهندیة ، ص ۲۷/ج۳/ عن الخلاصة رجل باع علیٰ انه بالنقد هكذاوبالنسية هكذا**

[1] **وشرط لصحته معرفة قدر مبیع وثمن ووصف ثمن، الدر مع الشامی کراچی ص۵۲۹ ج۴ کتاب البیوع، مطلب ما یبطل الایجاب سبعة، النهر الفائق ص۳۴۲ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۲۷۳ ج۵ کتاب البیوع.**

اوالیٰ شهر كذا والیٰ شهر ين هكذافلا يجوز الخ.[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

جو تیل بچ گیا ہے وہ تیلی سے خریدنا

سوال:۔ تیلی سے تیل خریدنا جو خلط ملط تیل نکالنے والوں سے بچا کھچا اکٹھا کرتا ہے، یا کٹ فٹ کرلیتا ہو اس کے ساتھ جائز تیل بھی ملا ہوا ہوگا وہ فروخت کرتا ہے اس سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ سرقہ کرکے دوسروں کا تیل فروخت کرتا ہے، تو اس کا خریدنا جائز نہیں[۲]، اگر اپنا ذاتی بھی اس میں مخلوط ہوتا ہے تو خلط کی وجہ سے وہ مالک ہوجاتا ہے لیکن قبل اداء ضمان تیلی کو اس میں بیع وغیرہ کا تصرف ناجائز ہوتا ہے،[۳] تاہم اگر کوئی خریدیگا تو وہ مالک ہوجائے گا، بایں

---

[۱] الهندية، ص ۱۳۶/ج۳/ الباب العاشرفى الشروط اللتى تفسد البيع، فتح القدير ص ۲۶۲ ج۶ كتاب البيوع، طبع دار الفكر بيروت.

[۲] لا يجوز لأحد أن يتصرف فى ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً، شرح المجلة لرستم الباز ص ۶۱ ج ۱، رقم المادة (۹۶) المقالة الثانية فى القواعد الكلية، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند، الأشباه والنظائر ص۱۵۷ كتاب الغصب، الفن الثانى، مطبوعه مكتبه اشاعت الإسلام دهلى. قواعد الفقه ص ۱۱۰ رقم القاعدة (۲۷۰) الرسالة الثالثة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[۳] وفى حظر الاشباه : الحرمة تتعددمع العلم الافى حق الوارث وقال فى موضع لاتاخذ بهذه الرواية وهوحرام مطلقا على الورثة ......وينبغى تقييد بما اذا كان عين الحرام ليوافق مانقلناه اذلواختلط بحيث لايتميز يملكه ملكا خبيثاً لكن لايحل التصرف فيه مالم يؤدبد له .شامى كراچى ،ج۵/ص ۹۹/ باب البيع الفاسد مطلب فيمن ورث مالاً حراماً،

E:\F.M.Fainal\Jild-24\02-Bai Batil

ہم خریدنے سے اجتناب احوط ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کھیت میں بیج ڈالنے سے پہلے پیداوار کی بیع

سوال:۔ کھیت میں بیج ڈالنے سے پہلے اسکی پیداوار کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵۹ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ ہذا ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۵۹ھ

بازار میں فروخت ہونے والے پھلوں سے افطار

سوال:۔ ہمارے شہر میں یہ رواج ہوگیا ہے کہ اکثر وبیشتر آم وامرود وبیر وغیرہ کی بیع

---

[۱] الحرام ینتقل فلو دخل بأمان وأخذ مال حربی بلا رضاه وأخرجه الینا ملکه وصح بیعه، لکن لا یطیب له ولا للمشتری منه فیکون بشرائه منه مسیئاً لأنه ملکه بکسب خبیث، در مختار مع الشامی کراچی ص۹۸ ج۵ باب البیع الفاسد، قبیل مطلب، البیع الفاسد لا یطیب له ویطیب للمشتری منه، وعن الحسن بن علی قال: حفظت من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : دع ما یریبک إلی ما لا یریبک، الحدیث مشکوٰة شریف ص۲۴۲ ج۱ کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۲] منها ان یکون موجوداً فلاینعقد بیع المعدوم وماله خطر العدم کبیع نتاج النتائج وکذا بیع الثمر والزرع قبل ظهوره لانهما معدوم (بدائع زکریا، ص۳۲۶/ ج۴/کتاب البیوع فصل مایرجع الی المعقود علیه، عالمگیری کوئٹه ص۲ ج۳ اول کتاب البیوع، بحر کوئٹه ص۲۵۹ ج۵ اول کتاب البیوع)

پھول اور پھل آنے سے قبل کردی جاتی ہے، اس قسم کا پھل کھانا حرام یا مکروہ ہے، حضرت تھانویؒ کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ اس قسم کے پھل نہیں کھاتے تھے، مگر دور حاضر کے علماء وصلحا واتقیاء کی اکثریت اس قسم کے کھانے سے قطعاً احتراز نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام اس کو بلا تکلف کھاتے ہیں، اور ناجائز بھی نہیں سمجھتے ہیں، تو کیا اس کی وجہ سے کچھ گنجائش نکل آئی ہے، اور حرمت میں کچھ تخفیف ہوگئی ہے، نیز رمضان المبارک میں اس قسم کے پھلوں سے افطار کرنا کیسا ہے؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ "**رب صائم لیس لہٗ من صیامه الا الجوع**" کے تحت فضائل رمضان المبارک میں رقمطراز ہیں کہ اس سے مراد مال حرام سے افطار کرنا ہے، کیا ثمرات مذکورہ سے روزہ افطار کرنا تو اس میں داخل نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع باطل ہے[1]، جس پھل کے متعلق پختہ معلوم ہو کہ اس کی بیع باطل ہوئی ہے، اسکا کھانا جائز نہیں نہ افطار میں نہ بغیر رمضان کے[2]حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے متعلق یقین ہے کہ وہ ایسا پھل نوش نہیں فرماتے تھے، مگر یہ بھی صحیح نہیں کہ وہ پھل بالکل ہی نوش نہیں فرماتے تھے، اگر کاشت کی زمین کو سال دو سال کیلئے اجارہ پر لے لیا جائے، تو اس کی پیداوار درست ہے[3] بہت سے لوگ یہ معاملہ کرتے ہیں، اس لئے پھل کو کلیتاً ناجائز نہیں کہا جائیگا[4]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۸/۹۰ھ

---

[1] بیع الثمار قبل الظهور، لایصح اتفاقاً. عالمگیری، ص۱۰۶/ج۳/ کتاب البیوع الباب التاسع، الفصل الثانی فی بیع الثمار، بحر کوئٹہ ص۲۵۹ ج۵ اول کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۵ ج۴، کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمن والزرع والشجر مقصوداً.

[2] البیع الباطل لا یفید الملک وإن اتصل به القبض، خانیه علی الهندیه کوئٹہ ص۱۳۳ ج۲ کتاب البیوع، فصل فی البیع الباطل، مجمع الأنهر ص۹۴ ج۳ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پھل آنے سے پہلے ان کی بیع

سوال:۔ جن درختوں پر پھل نہ آیا ہو خرید سے پہلے ٹھیکہ لینا جائز نہیں یا پھل آنے پر ٹھیکا لینا چاہئے، ایسے پھلوں کا کھانا حلال ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب پھل نہیں آیا تو پھل کا خریدنا ناجائز ہے[1] البتہ اگر زمین ٹھیکے پر لے لے اور اس کے بعد پھل آئے تو وہ پھل بھی درست ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب البیع الفاسد، فصل، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۹ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب الآدمی مکرم شرعا الخ.

[3] ولو اشتری نخلة فیها ثمر لیقلعها ثم استأجر الارض لیبقیها جاز، کذلک لو اشتری الرطبة بأصلها لیقلعها ثم استاجر الارض لیبقیها جاز ولو استعار الارض فی ذٰلک کله جاز . عالمگیری ،ص ۴۴۷/ج۴/ کتاب الاجاره ،الفصل الرابع فی فساد الاجارة، محیط برهانی ص ۳۴۲ ج ۱۱ کتاب الاجارة الباب الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة وما لا یجوز الفصل الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة، نوع آخر فی فساد الاجارة إذا کان المستاجر مشغولا بغیره، طبع مجلس علمی گجرات، شامی کراچی ص۵۵۷ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن.

[4] الأصل ان امور المسلمین محمولة علی السداد والصلاح حتی یظهر غیره.قواعد الفقه، ص ۱۲ قاعده ۲، الرسالة الاولی اصول الکرخی مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

(صفحه هذا) [1] بیع الثمار قبل الظهور لایصح اتفاقاً .هندیه ،ص ۱۰۶/ج۳/ الفصل الثانی فی بیع الثمار.

[2] ولواشتری نخلة فیها ثمر لیقلعها ثم استأجر الارض لیبقیها جاز الهندیة، ص۴۴۷/ج۴/ کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة وما لا یجوز الفصل الرابع فی فساد الاجارة، محیط برهانی ص ۳۴۲ ج ۱۱ کتاب الاجارة، الفصل الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة، نوع آخر فی فساد الاجارة إذ المستاجر مشغولا بغیره، طبع مجلس علمی گجرات.

پھل کی بیع پکنے اور بڑے ہونے سے پہلے

سوال:۔ ہمارے دیار میں یہ رواج ہے کہ آم درخت پر جب چھوٹے چھوٹے ہی رہتے ہیں تو مالکان اسے فروخت کر دیتے ہیں، اور پک جانے کے بعد مشتری (خریدار) اپنے کام میں لاتا ہے، تو کیا اس طرح بیع وشراء (خرید وفروخت) جائز ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح باغ کو خریدنا درست ہے، لیکن مشتری (خریدار) کے ذمہ واجب ہے کہ فوراً آم توڑ لے اور اور بائع (بیچنے والا) کے درخت سے اپنی ملک علیحدہ کر لے، اگر خریدتے وقت شرط کر لی ہے، کہ آم پکنے تک درخت پر لگے رہیں گے اور پکنے کے بعد توڑوں گا تو یہ شرط فاسد ہے، اور مفسد بیع ہے، ہاں اگر بیع میں شرط کا کوئی ذکر نہ ہوا اور بیع کے بعد بائع سے اجازت لے لی جائے تو جائز ہے، "**ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها اوقد بدا جاز** اھ ہدایہ" [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

درختوں پر پھلوں کی بیع

سوال:۔ آج کل عموماً پھلوں کی بیع قبل صلاحیت خوردگی ہوتی ہے، کیا جو پھل

---

[۱] **ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها اوقد بدا جاز البيع ،وعلى المشترى قطعها فى الحال تفريغا وان شرط تركها على النخيل فسدالبيع ولواشتراها مطلقا وتركها باذن البائع طاب له الفضل.هدايه ،ص ٢٦، ٢٧/ج٣/. كتاب البيوع،فصل، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، الدر مع الشامى كراچى ص٥٥٥،٥٥٦ج٤ كتاب البيوع، مطلب فى بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً، بحر كوئٹه ص٣٠٢ج٥ كتاب البيوع.**

فروخت ہوتے ہیں، ان کا استعمال کیسا ہے؟ کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی کافر باغ خرید کر پھلوں کو بیچتا ہے، اور مسلمان خرید لے تو جائز ہے اور اس قول کو حضرت تھانویؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، بلکہ چند سال پیشگی باغات کی فروختگی ہوجاتی ہے، یہ مبیع معدوم ہونے کی وجہ سے بیع باطل معلوم ہوتی ہے، تو کیا ایسی صورت میں کافر سے پھل خرید سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کچے پھلوں کی بیع جائز ہے اور وقوع بیع کے بعد اگر مالک درخت کی اجازت سے پھل درخت پر رکھے جائیں تو بھی درست ہے، البتہ اگر درمیان عقد پھلوں کو درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگائی تو بیع فاسد ہوگی، اور بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ مشتری مبیع کے قبضہ کے بعد مالک ہوجاتا ہے، البتہ اس کا استعمال کرنا مشتری کو درست نہیں ہے، فسخ بیع لازم ہے، تاہم اگر مشتری نے کسی اور کے ہاتھ اس مبیع کو فروخت کردیا تو مشتری ثانی کو اس کا استعمال ہر طرح درست ہے، "**ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها اوقد بدا جاز البيع لانه مال متقوم الخ وعلى المشترى قطعها فى الحال تفريغاً لملك البائع وهذا اذاشتراها مطلقاً اوبشرط القطع وان اشترط تركها على الشجر فسد البيع لانه شرط لايقتضيه العقد ولواشتراها مطلقا وتركها باذن البائع طالب له الفضل كذافى الهداية ،ص ١٠/ ج٣/**"[1]

اور مذکورہ تاویل صحیح نہیں، جس طرح بیع فاسد سے مسلم کے حق میں مبیع میں خبث ہوتا ہے، اسی طرح کافر کے حق میں بھی بیع فاسد اور بیع باطل کے احکام کے سلسلہ میں کافر اور مسلم

[1] الهداية ،ص ٢٦-٢٧/ ج٣/، كتاب البيوع، فصل، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، هنديه كوئٹه ص١٠٦ ج٣ الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، الفصل الثانى فى بيع الثمار الخ، الدر مع الشامى كراچى ص٥٥٦ ج٤ كتاب البيوع، مطلب فى بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً،

دونوں برابر ہیں ’’واما اسلام المتبایعین فلیس بشرط لجریان الربوٰ فیجری الربوا بین اهل الذمة وبین المسلم والذمی لأن حرمة الربوا ثابتة فی حقهم کذافی البدائع، ص ۱۹۳/ ج۳/[1] حضرت تھانویؒ کا یہ قول تتمہ امدادالفتاویٰ[2] میں مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۶/۸۸ھ

مول پر آم کی بیع

سوال:۔آج کل جو آم اور دیگر پھل خریدے جاتے ہیں ان کی عموماً بیع ناجائز ہوتی ہے، کیونکہ اکثر اس طریقہ سے خریدے جاتے ہیں کہ آم چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں، اسی وقت خرید لیتے ہیں، اور بعضے مول آتے آتے خرید لیتے ہیں، جب بیع ناجائز ہوچکی تو پکنے کے بعد جو خرید کر کھائے جاتے ہیں، ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کیا وجہ؟

جب بیع اول باطل ہوچکی، اگر ناجائز ہے تو کیا وجہ اس کے اندر اکثر علماء بھی شرکت فرماتے ہیں، کیا کوئی وجہ جواز کی اس میں نکلتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مول پر آم کی بیع باطل ہے،[3] ایسی بیع کے خریدے ہوئے آم کھانا اور خریدنا منع ہے

---

[1] البدائع زکریا، ص ۴۱۸/ ج۴/ شرائط جریان الربا، شامی کراچی ص۱۸۶ ج۵ باب الربا.

[2] امدادالفتاویٰ، ج۳/ ص۹۶/ پھلوں اورپھولوں کی بیع، مطبوعہ زکریا دیوبند.

[3] بیع الثمار قبل الظهور لا یصح اتفاقا، هندیه کوئٹه ص۱۰۶ ج۳ کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعه ومالا یجوز، الفصل الثانی فی بیع الثمار، بحر کوئٹه ص۲۵۹ ج۵ اول کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۵ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمن والزرع والشجر مقصوداً.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\02-Bai Batil

،جس کو بھی معلوم ہو خواہ وہ عالم ہو یا جاہل اس کا خریدنا ناجائز ہے[۱] ہاں اگر درخت پر آم آچکے ہیں اوران کی کچھ قیمت مل سکتی ہے تو ان کی بیع درست ہے، لیکن اسی وقت ان کا توڑنا لازم ہے[۲] اگر بائع کی مرضی کے خلاف ان کو نہ توڑا تو جس قدر زیادتی آموں میں ہوگی، وہ مشتری کی ملک میں نہ ہوگی، بلکہ بائع کی ہوگی[۳] اور اگر آم بالکل بڑے ہونے کے بعد بیع کی اور نفس عقد کے وقت بائع سے مشتری نے اجازت لے لی خواہ بذریعہ اعارہ خواہ بطریق اجارہ یا بطریق شرط یہ بھی ناجائز ہے، لیکن اس صورت میں بیع فاسد ہوگی[۴] جس کا فسخ کرناواجب

---

۱ البیع الباطل لا یفید الملک وإن اتصل به القبض، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص۱۳۳ ج۲ کتاب البیوع، فصل فی البیع الباطل مجمع الأنهر ص۹۴ ج۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، فصل، طبع بیروت الدر مع الشامی کراچی ص۵۹ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب الآدمی مکرم شرعا ولو کافراً.

۲ بیع الثمار قبل الظهور لایصح اتفاقاً فان باعها بعد ان تصیر منتفعا بها یصح وعلی المشتری قطعها فی الحال هذااذا باع مطلقاً اوبشرط القطع فان باع بشرط الترک فسد البیع الخ .الهندیة ص ۱۰۶/ج۳/ الفصل الثانی فی بیع الثمار ،والهدایة ،ص ۲۶/ج۳/کتاب البیوع،فصل، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

۳ ولو اشتراها مطلقا وترکها باذن البائع طاب له الفضل وإن ترکها بلا إذنه وزاد او ذاتا تصدق بما زاد فی ذاته، هندیه کوئٹه ص۱۰۶ ج۳ الباب التاسع، الفصل الثانی فی بیع الثمار، هدایه ص۲۷ ج۳ کتاب البیوع فصل، دار الکتاب دیوبند، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۶ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمن الخ.

۴ وإن شرط ترکها علی الاشجار فسد البیع وقیل لایفسد إذا تناهت الثمرة للتعارف فکان شرطا یقتضیه العقد وبه یفتی لکن فی القهستانی أنه علی قولهما الفتوی فتنبه اشاربه إلی اختلاف التصحیح وتخییر المفتی فی الافتاء بأیهما شاء، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۶ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمن والزرع الخ هندیه کوئٹه ص۱۰۶ ج۳ الباب التاسع، الفصل الثانی فی بیع الثمار الخ النهر الفائق ص۳۶۰ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت.

ہے[۱] تاہم مفید ملک ہوگی یعنی اگر مشتری سے کسی اور نے وہ آم خریدے تو وہ بیع صحیح ہوگی، تاہم ایسی چیز خریدنے سے بھی علم کے بعد احتیاط چاہئے[۲] اور اگر نفس عقد ختم ہونے کے بعد مشتری نے بائع سے اجازت لے لی[۳] یا زمین ہی کرایہ پر لے لی ہے[۴] یا کسی دوسرے طریق سے معلوم ہوگیا، کہ بائع رضامند ہے تو اسکو اسی وقت آموں کا توڑنا لازم نہیں اور نیز بیع در بیع سب درست ہے، عالم اور جاہل کو ان آموں کا خریدنا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۵/۵۶ھ

---

[۱] ویجب علی کل واحد منهما فسخ أی فسخ البیع الفاسد قبل القبض، الدر مع الشامی کراچی ص ۹۰ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد، إذا ذکر بعد او قبله، النهر الفائق ص ۴۴۲ ج۳ فصل فی احکام البیع الفاسد، طبع بیروت.

[۲] بخلاف البیع الفاسد فانه لایطیب له لفساد عقده ویطیب للمشتری منه لصحة عقده وفی حظر الاشباه، الحرمة تتعد دمع العلم بها الا فی حق الوارث. درمختار مع شامی کراچی، ج۵/ص۹۸/باب البیع الفاسد مطلب البیع الفاسد لایطیب ویطیب للمشتری منه، النهر الفائق ص ۴۴۰ ج۳ باب البیع الفاسد، فصل فی احکام البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص۱۴۷ ج۳ الباب الحادی عشر فی احکام البیع الغیر الجائز، اشباه ص ۱۵۹ الفن الثانی، حظر واباحت دهلی.

[۳] ولو اشتراها مطلقاً وترکها باذن البائع طاب له الفضل .هدایه،ص۲۷/ج۳/کتاب البیوع، فصل، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، بحر کوئٹه ص۳۰۳ج۵ کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۵۶ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمن والزرع والشجر مقصوداً.

[۴] ولو اشتری نخلة فیها ثمر لیقلعها ثم استاجر الأرض لیبقیها جاز ...... ولو استعار فی ذالک کله جاز، هندیه کوئٹه ص۴۴۷ج۴ کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة الفصل الرابع، محیط برهانی ص ۳۴۲ ج ۱۱ کتاب الاجارة الفصل الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة نوع آخر فی فساد الاجارة إذ کان المستاجر مشغولا بغیره، طبع مجلس علمی گجرات، شامی کراچی ص۵۵۷ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن.

اندرونِ زمین آلو وغیرہ کی بیع

سوال:۔زمین کے اندر جو چیزیں جیسے آلو، پیاز تو وہ اندازے سے خریدنا درست ہے یا نہیں؟ اگر دونوں رضامند ہوں تو حکم عدم جواز کا رہے گا یا جواز کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آلو وغیرہ بغیر اکھاڑے خریدنے میں بسا اوقات دھوکہ ہوتا ہے، جس سے خریدار یا مالک کو نقصان ہوتا ہے، اور نزاع بھی ہوتا ہے، اس لئے اس طرح فروخت نہ کیا جائے، نہ خریدا جائے،[1] ہاں اگر دھوکہ نہ ہو اور نزاع نہ ہو تو درست ہے، مثلاً خرید کر جب ہی سامنے اکھاڑ لیا جائے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۸۹ھ

باغ کے درخت کی بیع مکرر

سوال:۔زید نے ایک درخت بکر سے خریدا طے شدہ رقم بھی بکر کو دیدیا بوجہ تنگدستی

---

[1] وكذا لا يجوز بيع اللؤلؤ فى الصدف فانه فاسد للغرر وهو مجهول لا يعلم وجوده ولا قدره، مجمع الأنهر ص ۸۱ ج۳ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۴۲۱ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت، الدر مع الشامى كراچى ص۶۳ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب استثناء الحمل فى العقود على ثلاث مراتب.

[2] ذكرصاحب الدر المختار فى صورالبيع الفاسد ومنه بيع مااصله غائب قال الشامى اى ماينبت فى باطن الارض وهذا اذا كان لم ينبت اوينبت ولم يعلم وجوده وقت البيع والاجاز بيعه شامى كراچى/۵۲/ج۵/ مطلب فى بيع المغيب فى الارض. باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص۵۵ ج۳ كتاب البيوع، باب الخيارات، فصل من اشترى ما لم يره، طبع بيروت، هنديه كوئٹه ص۶۴ ج۳ كتاب البيوع، الباب السابع فى خيار الرؤية، الفصل الثانى فيما تكون رؤية بعضه كرؤية الكل.

زید اسے جلدی نہ کٹوا سکا، چند دنوں بعد عمرو غیرہ نے بکر کو کچھ الٹا سیدھا پڑھا کر کچھ قیمت بڑھا کر مذکورہ درخت کو دوبارہ خرید کرا سے لکھوالیا اور درخت کٹوانا شروع کر دیا، زید کو اطلاع ملی تو اس نے عمرو غیرہ کو روکا اور کہا کہ یہ درخت میں خرید چکا ہوں تم کو کٹوانے کا حق نہیں ہے مگر چونکہ عمرو غیرہ صاحب اثر شخص ہیں زید کی فریاد کو ٹھکرا دیا اور درخت کٹوا لے گئے، بلکہ زید کا روپیہ ابھی تک بکر کے ذمہ باقی ہے، بتلائیے کہ ایسے شخص کے لئے شرعاً کیا حکم ہے، جو کہ ناحق وناجائز کاموں سے پرہیز نہ کریں، کیا ایسے آدمیوں کے یہاں کھانا یا ان کی امامت درست ہے جو کہ حق وناحق کا پرہیز نہ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بکر سے زید نے درخت خرید لیا اور طے شدہ رقم (قیمت) بھی دیدی تو پھر بکر کو کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنے کا حق نہیں رہا[1] بکر نے جس کے ہاتھ فروخت کیا وہ بیع زید کی رضامندی واجازت پر موقوف ہے[2] اب بہتر یہ ہے کہ زید اجازت دیدے اور بکر سے قیمت لیلے بکر نے دوجگہ سے قیمت وصول کی ہے، یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے، اگر وہ زید کو قیمت نہیں دے گا تو خائن وغاصب ہوگا[3] اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہوگا[4] دوسرے خریدار

---

[1] واذا وجدا (ای الایجاب والقبول) لزم البیع بلاخیار الخ .درمختار علی الشامی ص۴۷/ ج۷/ کتاب البیوع، مطبع زکریا دیوبند، بحر کوئٹہ ص۲۶۲ ج۵ کتاب البیوع، فتح القدیر ص۲۵۷ ج۶ کتاب البیوع، طبع دار الفکر بیروت.

[2] وکل تصرف صدرمنه (الفضولی) کبیع ولهٗ مجیز حال وقوعه انعقد موقوفاً الخ درمختار علی الشامی زکریا ،ص ۳۱۱/ج۷/ باب البیع الفاسد، فصل فی الفضولی، مجمع الأنهر ص۱۳۴ ج۳ کتاب البیوع، فصل فی بیع الفضولی، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۴۹۰ ج۳ کتاب البیوع، فصل فی بیع الفضولی، طبع بیروت.

[3] لا یجوز لاحد من المسلمین أخذ مال احد بغیر سبب شرعی، بحر کوئٹہ ص۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، هندیه کوئٹہ ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نے اگر یہ معلوم ہونے پر خریدا ہے کہ زید اس کو خرید کر قیمت دے چکا ہے تو وہ بھی گنہگار رہے[۱]، اگر اس کو خریدنا ہی تھا تو زید سے خریدتا اور اسی کو قیمت دیتا اس کے ذمہ بھی توبہ کرنا اور زید سے معافی مانگنا اور زید کو قیمت پوری دینا ضروری ہے، مسئلہ سمجھا دیا ہے تاکہ معاملہ کو اب صحیح کرلیں جس کی صورت اوپر درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۸۵ھ

زندہ درخت کی بیع اور اس سے اگنے والی شاخوں کا حکم

سوال:۔ زندہ درخت بغیر زمین کے زید نے بکر کو فروخت کیا بکر عرصۂ دراز سے اس پر قابض ہے اس درخت سے لکڑیاں وغیرہ زید ہی لیتا رہا ہے، مذکورہ صورت میں دریافت کرنا ہے کہ زندہ درخت کا بغیر زمین کے بیچنا اور اس کو بائع کی زمین پر اس طرح عرصہ تک رکھ کر لکڑیاں حاصل کرنا کہ نئی نئی شاخ اور اصل درخت کا بڑھنا جو عند البیع مجہول تھا اس کا حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(*گذشتہ صفحہ کا حاشیہ*) فصل فی التعزیر، طبع بیروت.

[۴] مشی فی شرح المنیة علیٰ ان کراهة تقدیمه (الفاسق) کراهة تحریم الخ شامی زکریا، ص ۲۹۹/ج۲/ باب الامامة،قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام، حلبی کبیر ص۵۱۳ فصل فی الامامة، طبع سهیل اکیڈمی لاهور، طحطاوی علی المراقی ص۲۴۴ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر.

(*صفحہ ہٰذا*) [۱] وکره النجش والسوم علی سوم غیره وکذا البیع علی بیع غیره ففی الصحیحین نهی رسول اللّٰه علیه وسلم عن تلقی الرکبان إلی أن قال وأن یستام الرجل علی سوم اخیه وفی الصحیحین أیضا لا یبع الرجل علی بیع أخیه الخ، شامی کراچی ص۱۰۱ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب احکام نقصان المبیع فاسداً، مجمع الأنهر ص۱۰۰ ج۳ باب البیع الفاسد، فصل، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۴۴۷ ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کاٹنے کے لئے فروخت کیا گیا اور مشتری کا مقصود بھی کاٹنا ہی ہے تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ اپنا درخت کاٹ کر بائع کی زمین کو خالی کردے اگر برقرار رہنے کے لئے بیع ہوئی ہے، یا کوئی تذکرہ ہی نہیں آیا ہے، کہ یہ بیع قطع کے لئے ہے یا برقرار رکھنے کے تو ان دونوں صورتوں میں درخت کا جو حصہ زمین کے اندر ہے وہ بھی ملک مشتری ہوگا، اوراس کی جڑ سے متصل زمین کا حصہ بھی ملک مشتری ہوگا، اگر درخت کا بالائی حصہ کاٹ لیا، لیکن جڑ سے نہیں کاٹا، پھراوراگ آیا تو وہ نیا اگا ہوا حصہ مشتری کی ملک ہوگا۔

''اشتری شجرة للقلع یؤمربقلعها بعروقها ولیس له حفرالارض الی انتهاء العروق بل یقلعها علی العادة الا ان شرط البائع القطع علی وجه الارض فان قطعها اوقلعها فنبت مکانها اخری فالنا بت للبائع الااذا قطع من اعلاهافهو للمشتری (سراج)ولواشتریٰ نخلة ولم یبین انها للقلع اوللقرار قال ابویوسفؒ لایملک ارضها وادخل محمد ماتحتها وهوالمختار وان اشتراها للقطع لاتدخل الارض اتفاقاً وان للقرار تدخل اتفاقاً اھ ردالمحتار نعمانیه ،ص۳۸/ ج۴/''[1]

صورت مسئولہ میں جب درخت زندہ فروخت کیا گیا اور یہ شرط نہیں کی گئی اس کو کاٹ لیا جائے نہ مشتری نے کہا کہ میں کاٹنے کے لئے خریدتا ہوں تو اس پر جس قدر اور جو شاخیں پیدا ہوں تو وہ سب مشتری کی ملک ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ردالمحتار ،ص ۸۴/ج۷/ (مطبع زکریا دیوبند) کتاب البیوع،مطلب فی بیع الثمر والزرع والشجر مقصوداً) بحر کوئٹه ص۲۹۴ج۵ کتاب البیوع، النهر الفائق ص۳۵۶ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت.

پھل کی فصل کی بیع یا ٹھیکہ

سوال:۔(۱) انجمن اسلامیہ کے متعلق وسیع قبرستان میں امرود کا باغ جدید نصب کردیا گیا ہے، اور کچھ قدیم آم بیل وغیرہ کے بھی درخت ہیں عرصہ سے امرود کی دو فصلیں اور آم و باغ کی ایک فصل مع گھاس اراضی قبرستان کے ایک ساتھ بذریعۂ نیلام فروخت کی جاتی ہے، نگرانی تحفظ آبپاشی کی بھی کرلی جاتی ہے، مشتری ایک سال تک باغ پر قابض رہتے ہیں، اور تدریجاً قیمت ادا کرتے ہیں اس فصل کی بیع شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۲) اگر درست نہ ہو تو کیا ایک سال کے لئے اراضی قبرستان کا ٹھیکہ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے، کہ باستثناء محاصل گورکنی دیگر جملہ پیداوار اراضی قبرستان سے بائع نفع اٹھائے اور جو اراضی ابھی قبرستان سے خالی ہیں، اگر بائع چاہے اس پر مناسب کاشت کرائے اور ٹھیکہ کی معینہ مدت پوری ہونے کے بعد اراضی سے اپنا قبضہ اٹھائے۔

(۳) ایک صورت یہ ہے کہ انجمن ملازم رکھ کر فصل کا تحفظ کرائے جو صورت مشروع اقرب الی النفع فی حق الوقف ہے اس کو شرح فرمایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی صورت درست نہیں[۱] دوسری صورت تاویل کرکے درست ہوسکتی ہے[۲] تیسری

---

[۱] لاخلاف فی عدم جواز بیع الثمار قبل ان تظهر ولافی عدم جوازہ بعد الظهور قبل بدوالصلاح بشرط الترک الی قوله ان استاجرالشجر الیٰ وقت الادراک بطلت الاجارة الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا، ص۸۵–۸۷/ ج۸/ اول کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمر والزرع والشجر مقصوداً، بحر کوئٹه ص۲۵۹ ج۵ کتاب البیوع هندیه کوئٹه ص۱۰۶ ج۳ الباب التاسع، الفصل الثانی فی بیع الثمار.

[۲] وتصح اجارة أرض للبناء والغرس وسائر الانتفاعات الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا، ص۴۰/ ج۹/ کتاب الاجارة باب مایجوز من الاجارة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

صورت بے غبار ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بازار سے پھل خریدتے وقت تحقیق کی ضرورت

سوال:۔آج کل جو آم بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں ان کے متعلق معلوم نہیں کہ خریدار نے جو باغ خریدا ہے کس وقت خریدا ہے، آیا زمانۂ کو ہر میں خریدا ہے، ایسی حالت میں بازار سے آم خرید کر کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ تحقیق اور ظن غالب ہو کہ اس بائع نے بیع باطل سے خریدا ہے تو اس کا خریدنا ناجائز ہے، اگر اس کی تحقیق یا ظن غالب نہ ہو تو اس کے خریدنے میں گنجائش ہے،"**وحمل فعل المسلم علیٰ الصحة والحل واجب ماامکن الا ان تقوم البینةاھ مبسوط سرخسی، ص ۲۵/ج ۱۷**"[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) لو اشتری نخلة فیها ثمر لیقلعها ثم استأجر الارض لیبقیها جاز، هندیه کوئٹه ص۴۴۷ج۴ کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع، محیط برهانی ص۳۴۲ج۱۱ کتاب الاجارة، الفصل الخامس عشر، نوع آخر فی فساد الاجارة إذا کان المستاجر مشغولا بغیره، طبع مجلس علمی گجرات.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] مبسوط سرخسی، ج۸جز۱۷ ص۶۲/کتاب الدعوی،باب اختلاف الاوقات فی الدعوی الخ مطبوعه دارالفکر بیروت، ونحوه فی قواعد الفقه، الاصل ان امورالمسلمین محمولة علی السداد والصلاح حتی یظهر غیره، ص۱۲ قاعده۶ الرسالة الاولی اصول الکرخی، طبع دار الکتاب دیوبند،

کچا پھل خرید کر اس کو بائع کے درخت سے توڑنے کی شرط

سوال: ۔ یہ جو شرط ہے کہ جب آم کچے بالکل تیار ہو جائیں تو اس کو مشتری درخت سے علیحدہ کرلے اور اسکا درخت خالی کردے اور اس کو درخت پر نہ پکاوے اور اگر اس نے درخت پر پکالیا جیسا کہ یہاں دستور ہے تو اس پھل کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ شرط صحیح ہے، معاملہ صحیحہ کے بعد اگر بائع نے اپنے درخت پر لگے رہنے کی اجازت دیدی ہے تو درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

باغ فروخت کر کے کچھ آم مستثنیٰ کرنا

سوال: ۔ زید ایک باغ نیلام کرتا ہے، اور نیلام کے لئے کچھ شرائط مقرر کرتا ہے، مثلاً (۱) اس کی قیمت کے علاوہ چار من آم کچے اور دو من پکے لئے جائیں گے، ان آموں کا دارومدار قیمت پر ہوتا ہے، اگر دام کم ہوں گے تو آم زیادہ لئے جائیں گے، اگر دام زیادہ ہوں گے تو آم کم لئے جائیں گے، (۲) نصف قیمت ایک ہفتہ میں اور نصف قیمت آم پکنے کے بعد

---

[1] وان شرط ترکها علی النخیل فسد البیع ولواشتراها مطلقاً وترکها باذن البائع طاب له الفضل الهدایة ،ص۲۶-۲۷/ج۳/کتاب البیوع، دار الکتاب دیوبند، شامی کراچی مع درمختار ،ص ۵۵۶/ج۴/ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمر والزرع مقصوداً، هندیه کوئٹه ص۱۰۶ ج۳ الباب التاسع فیما یجوز من البیع ومالا یجوز، الفصل الثانی فی بیع الثمار الخ.

لی جائے گی وغیرہ وغیرہ تو یہ صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ شرط ہے کہ آم اسی باغ پر لئے جائیں گے تو درست نہیں، کہ یہ استثناء باطل ہے جس کو قدوری[۱]، ہدایہ[۲] وغیرہ جملہ کتب فقہ میں منع لکھا ہے، اگر اس باغ کے آم ہونا شرط نہیں اور قسم آم کی متعین کرلی جائے، کہ جہالت مفضی الی النزاع مرتفع ہوجائے تو ان کو جزو ثمن قرار دیا جائے گا، اور بقیہ مذکورہ شرائط طرفین کی اجازت سے طے شدہ سب جائز ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

پھل کی جنس

سوال:۔ جنس کی شئے کسی کو تحفہ دینا اس حال میں کہ وہ جانتا ہے کہ یہ شے جو مجھ کو دیتا ہے جنس کی ہے تو اس کے لئے کھانا درست ہے، یا نہیں، اور جنس کو فروخت کرنا جبکہ خریدار کو علم ہے، کہ یہ جنس کی ہے تو اس کے لئے خریدنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنس میں اگر درخت کی تعیین تھی تو ایسی جنس کرنا اور اس کو فروخت کرنا منع ہے، ورنہ درست ہے، بشرطیکہ طرفین کی رضامندی کے ساتھ ہو کوئی اور امر مفضی الیٰ النزاع یا کوئی اور

[۱] قدوری، ص ۷۴، کتاب البیوع قبیل باب خیار الشرط، طبع دار الکتاب دیوبند.

[۲] ولایجوز ان یبیع ثمرة ویستثنی منها ارطالاً معلومة لان الباقی بعد الاستثناء مجهول هدایه کتاب البیوع، فصل، طبع دار الکتاب دیوبند، ص ۲۷/ ج۳/ شامی کراچی، ص ۵۵۹/ ج۴/ کتاب البیوع، مطلب فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن الخ.

امرخلاف شرع نہ ہو، اگر درخت کی تعیین نہیں کی مثلاً یہ کہا کہ اس باغ کی قیمت میں سو روپیہ لونگا، اور سو آم لونگا، خواہ کسی درخت یا باغ کے دے یا یہ کہا کہ کل باغ میں جس قدر آم ہیں اس میں سے ایک چوتھائی مثلاً لوں گا، تو یہ جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۵۷ھ

فصل پر جو غلہ کا نرخ ہو اس حساب سے خریدنا

سوال:۔ ہمارے اطراف میں غریب کو غلہ اس شرط پر دیتے ہیں کہ آج سے دو ماہ کے بعد جو غلہ کا بھاؤ ہوتا ہے، اسی حساب سے اس غلہ کی قیمت لوں گا، یا اس قیمت کا جو غلہ ہوگا وہ لوں گا، اسی طرح مکئی اس شرط پر دیتے ہیں کہ دو تین ماہ کے بعد اس کے عوض میں اتنا ہی چاول لونگا۔

---

[1] (قوله وأرطال معلومة) افادأن محل الاختلاف الاتى ماإذا استثنى معيناً فان استثنى جزءاً كربع وثلث ،فانه صحيح اتفاقاً كمافى البحر عن البدائع.

قلت وجهه أن مايقدر بالرطل شئى معين بخلاف الربع مثلاً فانه غيرمعين بل هو جزء شائع كما قلنا انفا.شامى كراچى،ص ۵۵۹/ج۴/كتاب البيوع، قبيل مطلب فى حبس المبيع لقبض الثمن، فالحاصل أن كل جهالة تقضى إلى المنازعة مبطلة فليس يلزم أن ما لا يفضى إليها يصح معها بل لا بد مع عدم الافضاء إليها فى الصحة من كون المبيع على حدود الشرع ألا ترى أن المتبايعين قد يتراضيا على شرط لا يقتضيه العقد ...... لا يعتبر ذالک مصححا الخ، بحر کوئٹہ ص۳۰۳،۳۰۴ كتاب البيوع، فصل يدخل البناء والمفاتيح فى بيع الدار، مجمع الأنهر ص۳۰ج۳ كتاب البيوع، فصل فيما يدخل فى البيع تبعا، دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس طرح قیمت لینا تجویز ہوتو وہ بوقت عقد مجہول ہے، اور جہالت ثمن مفسد بیع ہے، اگر قیمت میں غلہ لینا قرار پائے جس کا نرخ بھی وقت عقد معلوم نہیں، تو اس میں جہالت ثمن کے ساتھ قیمت غلہ قرار دینے کی وجہ سے غلہ کی بیع غلہ سے ہوئی جو کہ نہ یداًبید ہے، اور نہ مثلاً بمثل، اگر مکئی کے عوض چاول لینا طے ہو اس میں یداًبید نہیں کہ ربوٰ نسیۃ ہے،" وعلته اى علة تحريم الزيادة القدرمع الجنس فان وجدا حرم الفضل والنسا فلم يجز بيع قفيز بر بقفيز منه متساوياً واحدها نسأوان وجد احدهما اى القدر وحده اوالجنس حل الفضل وحرم النسأ فحرم بيع كيلى ووزنى بجنسه متفاضلاً وحل متماثلاً(درمختار[1]) وشرط لصحته معرفة قدرمبيع وثمن اھ وخرج ايضاً ما لو كان الثمن مجهولا كالبيع بقيمته أو برأس ماله أو بما اشتراه أو بمثل ما اشتراه فلان فإن علم المشترى بالقدر فى المجلس جاز ومنه أيضا مالوباعه بمثل ما يبيع الناس الا ان يكون شيئاً لايتفاوت . (رد المحتار كتاب البيوع)[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیع پر بیع

سوال:۔حضرت مفتی صاحب سلام مسنون! عرض ہے کہ عمر نے بکر سے ایک زمین

[1] درمختار مع شامی کراچی، ص ۱۷۱-۱۷۴/ج۵/باب الربوا، النهر الفائق ص ۴۶۹ تا ۴۷۱ باب الرباء، طبع دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۲۶ تا ۱۲۹ ج۶ باب الرباء.

[2] شامى كراچى ص ۵۲۹/ج۴/ كتاب البيوع مطلب مايبطل الايجاب سبعة، النهر الفائق ص ۳۴۲ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت، خانيه على الهنديه كوئٹه ص ۱۳۹ ج۲ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد.

ومکان پچھتر ۷۵؍ہزار روپے میں خرید لیا اوراس کی قیمت ادا کرنے کے لئے ایک مدت متعینہ طے کردی کہ اس مدت میں کامل رقم تم کو ادا کردیں گے، اوراس وقت تحریری خریدی دستاویز سرکاری طور پر بھی رجسٹرڈ کرلیا جائیگا، اور فی الحال خرید وفروخت کا معاملہ طے ہونے کے بعد ۵۰۰۰؍ہزار روپے عمر نے بکر کو دیدیئے اور دس روز کے بعد مزید دس ہزار کی رقم مکان کی قیمت کے ماتحت عمر نے بکر کو دی گویا کل پندرہ ہزار کی رقم مکان کے ضمن میں عمر نے بکر کو دیئے اس کی اطلاع زید کو ہوئی تو بکر کے پاس گیا اور عمر کی مقرر شدہ رقم سے مزید رقم مذکورہ زمین ومکان کی قیمت میں بکر کو دینے کو کہا اور عمر کی قوم کے چند باا ثر افراد کے ذریعہ بکر کو زید کے ہاتھ مذکورہ مکان (جو کہ پہلے عمر کو فروخت کر دیا ہے) پھر اس فروخت کرنے پر مجبور کرایا لہٰذا بکر نے عمر کی بیع کے چند روز بعد زید کو پچاس ہزار کی رقم کا خرید دستاویز کرا کر رجسٹرڈ کرادیا بکر نے اس دوسری بیع کی عمر کو نہ اطلاع دی نہ پندرہ ہزار کی رقم جو مذکورہ زمین مکان کی قیمت کے تحت اس کو عمر نے دی تھی، وہ واپس کی اب سوال یہ ہے کہ عمر کو زمین ومکان فروخت کرنے کے بعد زید کو چند روزہ بعد وہ زمین ومکان فروخت کرنے کا بکر کے لئے شرعاً حق ہے یا نہیں اور یہ بیع ثانی شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایجاب وقبول سے بیع منعقد ہوجاتی ہے[1] تحریری بیع نامہ قانونی رعایت کے پیش نظر ہوتا ہے، جب کہ بیع ہوگئی اور قیمت کا بھی ایک حصہ دے دیا گیا، تو پھر بائع کو اس کے فروخت کرنے کا حق نہیں[2] رہا بیع ثانی غلط ہوئی مشتری ثانی کو لازم ہے کہ اس بیع کو واپس

---

[1] البیع ینعقد بالایجاب والقبول الیٰ قولہ واذاحصل الایجاب والقبول لزم البیع ولاخیار لواحدٍ الخ .ھدایہ ،ج۳؍ص۱۸؍۲۰ اول کتاب البیوع ، مطبوعہ مکتبۂ تھانوی دیوبند، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۶۲ ج۵ کتاب البیع، ملتقی الابحر مع مجمع الأنھر ص۱۰ ج۳ کتاب البیوع، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

کردے، پندرہ ہزار کی رقم بیع اول کی قیمت کا جز ہے، اسکو بلاوجہ رکھنے کا کوئی حق نہیں[1]، اگراول مرتبہ محض وعدہ بیع تھا کہ جملہ قیمت وصول ہونے پر بیع کردی جائے تو اس بیع نہیں ہوئی، مگر وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے[2]، اور پندرہ ہزار روپے کی واپسی لازم ہے اس کو نہ دینا غصب ہوگا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۹۱ھ

دوسرے کے درخت فروخت کر کے قیمت خود رکھنا

سوال:۔زید وعمر دواشخاص کا ایک مشترک باغ تھا جس کے سرکاری وذاتی کاغذات تھے، باہم رضامندی سے بٹوارہ ہوگیا،اور تقسیم کے بعد دونوں کے حصے کاغذات میں درج ہوگئے،مگر ۳۵/درختوں کی ایک قطار کے سلسلہ میں زید کا یہ رویہ رہا کہ ہر فصل یہ کہہ کر فروخت کرلیتے ہیں کہ یہ میرا حصہ ہے،اور زید کو ایسا کرتے ہوئے دس سال ہوگئے،اس درمیان ان درختوں کی آمدنی تقریباً بائیس ہزار روپیہ ہے،عمر چاہتا ہے کہ زید سے اپنی یہ تمام رقم وصول

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] لایجوز التصرف فی مال غیربلااذنہ الخ درمختار مع الشامی زکریا ،ج۹/ ص ۲۹۱/کتاب الغصب، لا یجوز لاحد ان یتصرف فی ملک غیرہ بلا اذنہ أو وکالتہ أو ولایتہ علیہ، شرح المجلۃ ص ۶۱ ج ۱ رقم المادۃ ۹۶ مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

(صفحہ ہذا) [1] لایجوز لاحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی الخ البحرالرائق، ج۵/ص ۴۱/ (مکتبہ الماجدیہ کوئٹہ) کتاب الحدود،فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص۱۰۶ ج۶ باب التعزیر عالمگیری کوئٹہ ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر.

[2] اٰیۃ المنافق ثلٰثۃ وفیہ اذاوعدہ اخلف الحدیث.مشکوٰۃ شریف،ص۱۷/باب الکبائر وعلامات النفاق الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، أن من وعد ولیس من نیتہ أن یفی فعلیہ الاثم، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۶۴۷ ج۴ باب الوعد، مطبوعہ بمبئی،

کرلے، لہٰذا ازروئے شرع اس رقم کو وصول کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ زید اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ یہ درخت عمر کے ہی ہیں، تفصیلی جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ زید کو اس بات کا اقرار ہے کہ یہ درخت عمر کے ہیں، اور عمر نے اسکو اجازت نہیں دی کہ وہ اسکے درختوں کو فروخت کرکے اسکی قیمت خود رکھے، تو زید کے ذمہ لازم ہے کہ وہ قیمت عمر کو دیدے[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۱۴۰۶ھ

فون پر بیع

سوال:۔ یہاں دو کانیں کافی دور ہیں، فون پر سودا لکھادیا جب تیار ہو کر بوری بندھ گئی، تو ملازم جاکر لاتا ہے، حضرت مفتی رشید احمد صاحب نے فرمایا کہ اگر خریدار بوقت وزن مبیع موجود نہ ہو تو اس کا ظرف ہونا چاہئے اور فرمایا کہ یہ امر تصدی ہے، حضرت مفتی شفیع صاحب نے فرمایا اگر مشتری کے نزدیک بائع قابل اعتماد ہو تو خود موجود ہونا ضروری نہیں ہے اور ظرف بائع کی طرف سے ہونے کی قید نہیں لگائی، اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے بھی آسان طریقہ یہ ہے کہ بیع بشرط الکیل والوزن نہ ہو بلکہ یہ کہہ دیا جائے کہ اتنے روپے کی فلاں چیز دیدو ہمارا آدمی آکر لے جائیگا یا آپ اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجدیں یہ

---

[1] وفی الدابة بین رجلین استعملها احدهما فی الرکوب اوحمل المتاع بغیر اذن الشریک ضمن نصیب شریکه (عالمگیری کوئٹه ،ج۵/ص۳۷۰/ کتاب الکراهیة، الباب التاسع والعشرون فی الانتفاع بالاشیاء المشترکة)، المحیط البرهانی ص ۱۲۱ ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل الحادی والثلاثون فی الانتفاع بالاشیاء المشترکة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

بحث ہی نہ ہو کہ کس نرخ کا ہے، پھر بوری یا تھیلا کسی کا بھی ہو سب طرح درست ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۹/۵ھ

ریلوے کی چوری

سوال:۔ایک شخص ریلوے ویگن توڑ کر چوری کیا اور اس مال کو دوسرے شخص نے اس سے خرید کر اس کو فروخت کرنا شروع کر دیا اسی طرح برابر سلسلہ جاری رہا، کہ ایک شخص ریلوے سے چوری کرتا تھا اور دوسرا اس سے خرید کر فروخت کرتا تھا، جب خرید نے والے کے پاس کچھ پیسے ہو گئے تو اس نے چوری کا مال خریدنا ترک کر دیا اور ایک ٹرک (گاڑی)

---

[1] جواز بیع سے متعلق احسن الفتاویٰ میں یہ توجیہ مذکور ہے جو سوال وجواب کی صورت میں مختصراً درج کی جاتی ہے۔

سوال: آج کل کثرت مشاغل کی بناء پر شہری لوگوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا ہے کہ دکاندار کو فون پر کہہ دیا کہ فلاں فلاں اشیاء اتنی اتنی مقدار میں تول کر رکھ دو پھر کسی ذریعہ سے وہ تلی ہوئی اشیاء منگاتے ہیں یا دوکاندار خود پہنچا دیتا ہے اور مشتری دوبارہ وزن کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا یہ طریقہ شرعاً درست ہے؟

الجواب باسم ملهم الصواب: ان دونوں صورتوں میں بیع بالتعاطی ہے اس لیے خریدار پر دوبارہ وزن کرنا ضروری نہیں ان اشیاء کی قیمت اگرچہ بعد میں مہینہ گزرنے پر ادا کرتے ہوں تو بھی یہی حکم ہے بالمشافہہ خرید وفروخت بھی عموماً بالتعاطی ہی ہوتی ہے قال فی التنویر: **اشترى مكيلا بشرط الكيل حرم بيعه واكله حتى يكيله ومثله الموزون والمعدود غير الدراهم والدنانير وفى الشرح: لجواز التصرف فيهما بعد القبض قبل الوزن كبيع التعاطى فانه لا يحتاج فى الموزونات إلى وزن المشترى ثانيا لأنه صار بيعا بالقبض بعد الوزن قنية وعليه الفتوى خلاصة، الدر مع رد المحتار ص۲۸۴ ج۴ والله سبحانه وتعالىٰ اعلم. ۱۲/صفر ۱۳۹۸ھ**

احسن الفتاوی مختصراً ص۴۹۷، ۴۹۸ ج۶ کتاب البیوع، مروجہ بیوع میں مشتری پر اعادۂ وزن کی تحقیق، زکریا بکڈپو یدبوند، الدر مع الشامی کراچی ص۱۴۹، ۱۵۰ ج۵ فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض، مطلب فی تصرف البائع فی المبیع قبل القبض، بحر کوئٹہ ص۲۷۰، ۲۷۱ ج۵ کتاب البیوع.

خرید کراس کوکرایہ پرلگادیا ہے،اب میری تحریر کا مقصد یہ ہے کہ ریلوے کی چوری جائز ہے؟ یا جس نے خرید کراپنی تجارت کی وہ جائز ہے؟ پھراس تجارت کو ترک کر کے ٹرک خرید کر کرایہ پرلگارکھا ہے،تو کیااس ٹرک کی آمدنی جو بھاڑے کی صورت میں آتی ہے، جائز ہے؟ اگراس کا جواب نفی میں ہےتو کیااس تجارت کے جواز کی کوئی صورت ازروئے شرع ہے؟ ریلوے چوری کا مال خریدنیوالا شخص چاہتا ہے کہ ہمارامال پاک ہوجائے؟

الجواب حامداًومصلیاً

چوری ریلوے کی بھی ناجائز ہے، ایسے مال کوبھی چوری کر کے تجارت کرنا ناجائز ہے، ایسی ناجائز تجارت کر کے مال جمع کرنا اوراس سے ٹرک خریدنا بھی ناجائز ہے، اب یہ صورت ہے کہ جس قدر مال چوری کا خریدا ہےاس کی قیمت مالک کو پہنچائے اگروہ معلوم نہ ہوتو اتنا مال غریبوں کو بلانیت ثواب صدقہ کردے ٹرک کی آمدنی جائز ہوجائے گی [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۳/۲۸ھ

الجواب صحیح العبدنظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۳/۲۹ھ

---

[۱] اذاكان عندرجل مال خبيث فاما ان ملكه بعقد فاسد اوحصل له بغير عقد ولايمكنه ان يرده الىٰ مالكه يريد ان يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة الا ان يدفعه الى الفقراء الخ.بذل المجهود ،ج ١/ص٣٧(مطبوعه يحيوى سهارنپور) باب فى فرض الوضو، مجمع الأنهر ص ٢٨٥ ج ١ كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ٣٤٩ ج٥ كتاب الكراهية الباب الخامس عشر فى الكسب.

باب سوم: بیع مکروہ

شعار کفار کی خرید وفروخت

سوال:۔ ہمارے ملک برما میں ہندو مسلم کی مشترکہ آبادی ہے، اور ہندوؤں کے یہاں ایک رسم رائج ہے وہ یہ کہ جب ان میں کی کوئی اولاد حد بلوغ کو پہنچ جاتی ہے تو اس کے سر منڈوا دیتے ہیں، اور ایک کپڑا بطور کفنی کے بمقدار تیرہ ہاتھ لمبائی کے ہلدی سے رنگ کر اس لڑکے کو پہنا دیتے ہیں، پہنانے کے بعد کسی مندر کے سادھو کو دیتے ہیں، اس قسم کے کپڑے کو برہمی زبان میں پھونگی تنگا (سادھو کا لباس) کہتے ہیں پھونگی بمعنی "سادھو" چاؤں بمعنی "مندر" اور یہ لباس مذکور سوائے سادھوؤں کے کوئی استعمال نہیں کرتا، اس قسم کا کپڑا مسلمانوں کو خرید وفروخت کرنا جائز ہے یا نہیں جو کہ خاص سادھوں کے شعار میں سے ہے بینوا بالدلیل والتفصیل وتوجروا باجر جزیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کپڑے کی خرید وفروخت مسلمان کے لئے شرعاً درست ہے، پھر کفار اس کو خرید کر اور رنگ کر جس طرح اور جس کام کیلئے چاہیں استعمال کریں مسلمان پر اسکی کوئی ذمہ داری نہیں[1] اور مخصوص طور پر ایسا کپڑا ابھی فروخت کرنا درست ہے جو کہ مخصوص ہے اور سادھوؤں کا شعار ہے شریعت اسلامیہ کے نزدیک یہ کفار کا شعار کچھ اعزاز کی چیز نہیں بلکہ وضع کے اعتبار سے اس میں ان کی تذلیل ہے، "وفی المحیط لایکرہ بیع الزنا نیر من النصرانی

---

[1] وکذا لایکرہ بیع الجاریة المغنیة والکبش النطوح والدیک المقاتل والحمامة الطیارة لأنه لیس عینها منکراً وإنما المنکر فی استعمالها المحظور، شامی کراچی ص۲۶۸/۴، کتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب فی کراهة بیع ما تقوم المعصیة بعینه، بحر کوئٹه ص۱۴۳ ج۵ کتاب السیر، ومابات البغاة، زیلعی شرح کنز ص۲۹۷ ج۳ کتاب السیر، باب البغاة، مطبوعه امدادیه ملتان.

والقلنسوة من المجوسی لان ذٰلک اذلال لهلهٖ ردالمحتار[۱]، ج۵/ ص ۳۴۵/
تاہم ایسی تجارت سے اجتناب واحتیاط بہتر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند

پوجا میں کام آنے والی چیزیں فروخت کرنا

سوال:۔ ہمارے محلّہ میں ایک عطار طبقہ ہے وہ تمام ناجائز طریقہ سے روزی کماتا ہے، جیسا کہ کافور، سندور، گنیش کی مورتی، نرسودھا، ہندو دیوتاؤں سے جو روزی کمائی جاتی ہے، وہ جائز ہے یا نہیں، براہ کرم آپ جلد سے جلد جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عطار طبقہ اگر ایسی چیزیں فروخت کرتا ہے، کہ وہ غیر مسلم کے پوجا میں بھی کام آتی ہیں، اور خود وہ چیزیں نجس یا حرام نہیں، جیسے کافور تو ایسی چیزوں کی قیمت جائز ہے، اور ان کا مسجد میں دینا درست ہے، اگر مورتی کی تجارت کرتا ہے، تو وہ منع ہے[۲] ان سے کہہ یا جائے کہ جائز چیزوں کی قیمت سے روپیہ حاصل کر کے دیں، تو مسجد میں لیا جائیگا، ورنہ نہیں اللہ

[۱] شامی کراچی، ج۶/ص ۳۹۲/کتاب الحظروالاباحة، فصل فی البیع، تبیین الحقائق ص ۲۹ ج۶ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] إن اللّٰه ورسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام، بخاری شریف ص۲۹۸ ج۱ کتاب البیوع، باب بیع المیتة والاصنام، مطبوعه اشرفی دیوبند، الاجماع قائم علی أنه لا یجوز بیع المیتة والاصنام، عمدة القاری ص۵۵ ج۶ الجزء الثانی عشر باب بیع المیتة والاصنام، مطبوعه دار الفکر بیروت، فتح الباری ص:۱۷۸، ج:۵، باب بیع المیتة والاصنام، رقم الحدیث:۲۲۳۶، مطبوعه درالفکر بیروت،

پاک مال کو قبول فرماتے ہیں[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱؍۹؍۹۴ھ

پلاسٹک کی گڑیاں اور تصویریں بیچنا

سوال:۔ زید نماز اور زکوٰۃ کا پابند ہے زید حج بیت اللہ میں تھا اس کے بعض ذمہ داروں نے دوکان پر کچھ تصویر، ہولی کی پچکاریاں، چڑیاں، گڑیاں، پلاسٹک وغیرہ کی منگوالیں اور دوسرے سامان کے ساتھ اس کو بھی منگوالی اور فروخت کرنے لگا زید کہتا ہے کہ ان کو فروخت کرنے سے پرہیز لازم ہے، البتہ مہر بند سامان پر اس قدر شدت نہیں برتی جاسکتی کہ وہ عموم بلویٰ میں شامل ہے، اب زید کو اپنا کاروبار کس طرح جاری رکھنا چاہئے تا کہ وہ کھلی ہوئی قباحت سے بچے اور سبب معاش کا طریقہ حلال اور طیب ہو سکے؟

الجواب حامداًومصلیاً

زید کا یہ خیال بہت مبارک ہے اس کو اپنے سابق طور پر رہنا ہی چاہئے نامناسب چیزوں کی تجارت سے پرہیز کرے خواہ وہ مکروہ کے درجہ میں ہوں، یا حرام ہوں، مہر بند سامان پر کسی چیز کی تصویر ہو تو اس تصویر کی خرید وفروخت مقصود نہیں ہوتی وہ تو محض مارک ہے

[۱] لان اللّٰہ تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بمالایقبلہ (شامی کراچی ، ج ۱/ص ۶۵۸/ مکروھاۃ صلوٰۃ،مطلب کلمۃ لابأس دلیل علی أن المستحب غیرہ لأن البأس الشدۃ)، مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۱ کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال الفصل الاول مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، طحطاوی علی الدر ص۲۷۸/۱ ، باب مایفسد الصلاۃ الخ، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، مرقاۃ ص۲۸۷/۳، کتاب البیوع، باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعہ ممبئی،

بخلاف گڑیاں اور جاندار کی تصویر کے کھلونے کہ وہ مقصود ہوتی ہے[۱]، فرق ظاہر ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹۲/۶/۲۵ھ

مسلم اور غیر مسلم کا مائک وگراموفون مشترک خریدنا

سوال:۔ اگر کوئی مسلمان اور غیر مسلم دونوں مل کر مشترکہ لاؤڈ اسپیکر مع گراموفون خریدیں تاکہ کرایہ پر چلا کر آمدنی حاصل کریں، اور مسلمان اپنے جلسوں میں کرایہ پر چلا کر آمدنی حاصل کریں، اور غیر مسلم ناٹک شادی وغیرہ میں چلا کر وصول کریں، اور خود لے لیں، یہ دونوں صورتوں کی کمائی کو تقسیم کرلیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر مالک صرف مسلمان ہوں اور یہ اشیاء ہندو کو کرایہ پر دیدیں تو یہ کیسا ہے؟ مدلل مفصل تسلی بخش جواب دے کر ممنون فرماویں، احسان عظیم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح مل کر یہ دونوں چیزیں مشترک خریدنا درست نہیں[۲]، اگر صلح کر کے گراموفون غیر مسلم کو دے کر لاؤڈ اسپیکر خود مسلمان رکھے لے اگرچہ کچھ نقد بھی دینا پڑے تو بہتر ہے، پھر لاؤڈ اسپیکر جائز جلسوں اور تقریروں میں لے جا کر اس کا کرایہ وصول کرلیا کرے، تو یہ آمدنی

---

[۱] اشتریٰ ثوراً اوفرساً من خزف لاجل استئناس الصبی لایصح ولا قیمة له، درمختار علی الشامی، ص۸۷/۴/ج۷/ (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب البیوع ،باب المتفرقات، المنتقی مع المجمع ص۸۷ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۷۲ ج۶ کتاب البیوع، باب المتفرقات، (حاشیہ نمبر:۲/اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\03-Bai Mkrooh

درست ہوگی، اگر دونوں چیزیں مشترک دیں، اور مسلمان صرف جائز جلسوں میں اسپیکر کی آمدنی لیا کرے، تب بھی درست ہے، اگر آمدنی مشترک ہی رہے تو پھر غلبہ کا اعتبار ہوگا، اگر زائد آمدنی جائز مقامات پر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی ہو اور کم آمدنی ناجائز ہو تو بھی مسلمان کے لئے نصف آمدنی بہ حصہ رسد اس آمدنی کا لینا درست ہے[۱] گراموفون کی آمدنی درست نہیں[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کنٹرول نرخ کے خلاف بیع صدقہ فطر کس نرخ سے ادا کیا جائے

سوال: ۔کنٹرول کی حالت سب پر روشن ہے، اگر دلال لوگ خفیہ طور سے قیمت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] اس لیے کہ ان کے استعمال کی بعض صورتیں استیجار علی المعصیت کے قبیل سے ہیں مثلاً غیر مسلم وغیرہ میں کرایہ پر چلانا اور یہ ناجائز ہے ولا (تصح الاجارة) لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاهی، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵ ج۶ باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی الاستیجار علی المعاصی، مجمع الأنهر ص۵۳۳ ج۳ باب الاجارة الفاسدة، دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الأنهر مع المجمع ص۵۳۳ ج۳ باب الاجارة الفاسدة.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] وکذا دعوة من کان غالب ماله من حرا م مالم یخبرانه حلال وبالعکس یجیب مالم یتبین عنده انه حرام الخ، عالمگیری کوئٹہ ج۵/ص۳۴۳/ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر، الاشباه والنظائر ص۱۷۵ الفن الاول، القاعدة الثانیة اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام الثامنة، اذا کان غلب مال المهدی الخ، مطبوعه ادارة النشر والاشاعة دار العلوم دیوبند، مجمع الأنهر ص۱۸۶ ج۴ کتاب الکراهیة، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریما والافتنزیهاً الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص۵۶۱/ کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی البیع ، الدر المنتقی مع المجمع ص۲۱۲، ج۴، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹہ ص۱۴۳، ج۵، کتاب السیر، باب البغاة.

مقررہ سے زیادہ قیمت لے کر مال فروخت کردے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟ (دلال اپنے پیسے سے مال خرید کر لایا ہے صرف اتنی بات ہے کہ حکومت نے کتنی شرائط جبریہ مقرر کردی ہے، نہ کہ مالک نے) اور کنٹرول ریٹ کے دام سے فطرہ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وعدہ خلافی اور دروغ گوئی کی نوبت نہ آئے نیز عزت اور نقصانِ مال کا خطرہ نہ ہو[۱]، (جیسا کہ علم ہونے پر مقدمہ چلتا ہے، اور جرمانہ ہوجاتا ہے) تو درست ہے[۲] اگر اپنے اخراجات بھی کنٹرول نرخ سے لیتا ہے تو صدقۂ فطر بھی اس نرخ سے ادا کرنا درست ہے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۶۷ھ

---

[۱] ویشم رائحة الاستدلال من قوله تعالیٰ فی کفارة الیمین من اوسط ماتطعمون اهلیکم الایة (سورہ مائدہ آیت ۸۹)

[۲] قال رسول اللّٰه ﷺ لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث .ترمذی شریف ، ج۲/ص۵۰/ ابواب الفتن، باب ما جاء فی النهی عن سب الریاح، باب، مطبوعه رشیدیه دهلی، المعجم الکبیر ص۳۱۲ ج۱۲ مجاهد عن ابن عمر، حدیث ۱۳۵۰۷ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت، جامع الاصول ص۳۲۳ ج۱۲ قبیل وصیة عائشة لمعاویةؓ، حدیث ۹۳۱۱ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت.

[۳] وظاهره انه لو باعه باکثر یحل وینفذ البیع ولا ینافی ما ذکره الزیلعی وغیره من انه لو تعدی رجل وباع باکثر اجازه القاضی لان المراد ان القاضی یمضیه ولا یفسخه شامی زکریا ص۵۸۴ ج۹ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۲ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، هدایه علی فتح القدیر ص۵۹، ج۱۰، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه دار الفکر بیروت،

کنٹرول کے نرخ سے کمی زیادتی پر بیع

سوال:۔ ساجھہ کے غلہ پر کنٹرول کی دوکان ہے اس کے یہاں غلہ آیا اور حکومت کی جانب سے تاریخ متعین ہوگئی فلاں تاریخ تک غلہ تقسیم ہوگا، کچھ افراد تاریخ موقت پر نہ پہنچے اب متعین تاریخ کے بعد کیا صاحب دوکان کو یہ جائز ہے کہ وہ حکومت کے متعین کردہ ریٹ پر اضافہ کر کے دوسروں کے ہاتھ فروخت کردے، یا ان افراد کا انتظار کرے جس کے حق میں غلہ آیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غلہ کنٹرول کی دوکانیں دوطرح کی ہوتی ہیں، (۱) دوکاندار خود غلہ گورنمنٹ سے نہیں خریدتا ہے، بلکہ غلہ گورنمنٹ کا ہی ہوتا ہے، دوکاندار کو بکری کے فیصلے کے حساب سے کمیشن ملتا ہے، اگر ایسی صورت ہے تو دوکاندار کا حکومت کے متعین کردہ ریٹ پر اضافہ کر کے فروخت کرنا کسی دوسرے کے ہاتھ درست نہیں[۱]۔

(۲) دوکاندار جو غلہ دوکان میں لاتا ہے، اس کی قیمت اپنے پاس سے حکومت میں جمع کر کے خود غلہ خرید لیتا ہے، اور پھر حکومت کے مقرر کردہ میں بیچتا ہے، اس صورت میں دوکاندار چوں کہ خود غلہ خرید لیتا ہے، اور خرید لینے کی وجہ سے غلہ کا مالک ہوگیا، اور محض قانون وقت کی پابندی کی وجہ سے حکومت کے مقرر کردہ نرخ پر فروخت کرتا ہے، مگر مالک ومشتری ہے عندالشرع اس لئے حکومت کے مقرر کردہ نرخ سے زائد پر یا کسی دوسرے شخص کے ہاتھ

---

[۱] الوكيل يتصرف بتفويض المؤكل فيملك قدر ما فوض إليه، بدائع زكريا ص ۲۴ ج۵، كتاب الوكالة، بيان حكم التوكيل.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\03-Bai Mkrooh

میں شرعاً فروخت کرسکتا ہے[1]، باقی حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے بے آبرو کا بھی خطرہ ہوتو ایسا نہ کرنا ہوگا اس سے پورا پرہیز ہونا چاہیئے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۹۳ھ

کنٹرول کا مال زیادہ قیمت پر فروخت کرنا اور نفع کمانا

سوال:۔ زید ایک تاجر آدمی ہے، اس کے پاس غلہ کی دوکان ہے، نیز آج کل غلہ کنٹرول سے بک رہا ہے، لیکن ہر ایک فرد کو نہیں ملتا اور زید اگر دوسری جگہ سے غلہ خرید کر منگا تا ہے، تو گرفتاری کا خطرہ ہے، چونکہ گورنمنٹ کا یہ اعلان ہے کہ بیس کلو سے زائد کوئی نہیں لاسکتا، اس صورت میں اگر وہ غلہ کنٹرول دوکان سے لینے کے لئے تیار ہے، اور وہ واقعی سستا بھی ہے، جو بازار میں عام ریٹ پر فروخت کرسکتا ہے، آیا شریعت کی رو سے اس کا خریدنا اور اس کا بیچنا کیسا ہے، جب کہ حکومت نے عمر کو گورنمنٹ کا غلہ فروخت کرنے کا امین بنایا ہے، اور آج کل یہ خیانت عام ہے، نیز مٹی کا تیل بھی سرکاری دوکانوں میں نہیں ملتا، اور وہ زائد قیمت لے کر دوکانداروں کو فروخت کرتے ہیں، بظاہر یہ چوری کا مال ہوا اور جان بوجھ کر چوری کا مال خریدنا کیسا ہے، نیز اس میں کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ زید

---

[1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء بیضاوی شریف ص۷/ج۱/ سورة الفاتحة تحت قوله تعالیٰ مالک یوم الدین، طبع رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک المتقوم.

[2] لاینبغی للمؤمن أن یذل نفسه، ترمذی شریف ص۵۰ ج۲ ابواب الفتن، طبع رشیدیه دهلی.

عمر سے غلہ لے کر فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید غلہ کنٹرول دوکان سے خرید کر عام ریٹ پر فروخت کرے تو شرعاً جائز ہے، ہاں اگر مقدار معین سے زائد کسی کو دینے کی اجازت نہ ہو تو پھر زائد دینا قانونی جرم ہے، درحقیقت عمر اس غلہ کا مالک نہیں، مالک حکومت ہے، عمر فروخت کرنے کا امین ہے، اس کے لئے قانون کے خلاف کرنا جرم ہے[1] پھر اگر وہ قیمت حکومت ہی کو دیتا ہے تو زید کا خریدا ہوا وہ غلہ چوری کا مال نہیں اس لئے زید اس کا مالک ہو جائے گا، یہی حال تیل وغیرہ کا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گورنمنٹ سے راشن لیکر نفع کے ساتھ فروخت کرنا

سوال:۔ میں گورنمنٹ راشن دوکان سے اناج خرید کر فروخت کرتا ہوں، جس پر مجھے پچاس فی صد سے لے کر ۸۰؍ فیصد تک منافع حاصل ہوتا ہے، یہ تجارت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ کی اپنی دوکان ہے آپ مالک ہیں تو آپ کو اپنے مال پر نفع لینے کا اختیار ہے[2]، مگر اتنا زائد نفع نہ لیں، جو خلاف مروت ہو اگر آپ حکومت یا سوسائٹی کی طرف سے اناج

---

[1] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ،ترمذی شریف، ص۵۰؍ج۲؍ ابواب الفتن (مطبوعه رشیدیه دهلی) (حاشیہ نمبر:۲؍اگلے صفحہ پر)

فروخت کرتے ہیں اوراس پر آپ کو کمیشن ملتا ہے، تو وہ کمیشن آپ کے لیے درست ہے، مگر جو نرخ تجویز کردیا گیا اسی نرخ پر فروخت کریں زیادہ پر نہیں۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲؍۳؍۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲؍۳؍۹۳ھ

راشن کارڈ سے مال لیکر زیادہ قیمت پر فروخت کرنا

سوال:۔آج کل راشن میں شکر اور ڈالڈا اور دیگر اشیاء جو راشن کارڈ میں ملتی ہیں، اپنے کارڈ سے حاصل کرکے اس کو بلیک دام میں جو عموماً زیادہ ہوتے ہیں، لوگ فروخت کرلیتے ہیں، اس سے ان کو فائدہ ہوجاتا ہے یہ صورت شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

راشن کارڈ کے ذریعہ سے خرید کر آدمی مالک ہوجاتا ہے[۲]، مالک کو اپنی چیز فروخت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء. بیضاوی شریف، ص ۷/ج ۱/ تحت قوله تعالیٰ مالک یوم الدین الاية، طبع رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص ۶۵۴ ج ۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص ۱۰ ج ۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] اس لیے کہ اس کے خلاف فروخت کرنے میں عزت وجان کا خطرہ ہے لاینبغی للمؤمن أن یذل نفسه، ترمذی شریف ص ۵۰ ج ۲ ابواب الفتن، طبع رشیدیه دهلی.

[۲] اما حکمه فهو ثبوت الملک للمشتری فی المبیع وللبائع فی الثمن للحال بدائع الصنائع کراچی ص ۲۳۳ ج ۵ کتاب البیوع، فصل وأما حکم البیع، عالمگیری کوئٹه ص ۳، ج ۳، کتاب البیوع، شامی کراچی ص ۵۰۶ ج ۴ کتاب البیوع،

کرنے کا حق ہے جس قیمت پر چاہے فروخت کرے[۱] لیکن اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر یہ خلاف قانون ہے تو پھر عزت اور مال کا خطرہ ہے، نفع کی خاطر عزت اور مال کو خطرہ میں ڈالنا دانشمندی کی بات نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۶/۲۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۸/۶/۲۹ھ

غیر قانونی مال خرید کر دوسرے ملک میں فروخت کرنا

سوال:۔ بنگلہ دیش کا سامان لاکر انڈیا میں فروخت کرتے ہیں، جو انڈیا کی سرکار کے خلاف ہے، تو انڈیا کے لوگوں کو وہ سامان خرید کر استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص جو سامان خریدے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے،[۲] اسکو اپنے سامان کا حق ہو جاتا ہے کہ خود استعمال کرے یا کسی کو ہبہ کردے یا فروخت کرے،[۳] اور پھر اس سے خریدنے

(صفحہ ہذا) ۱؎ المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک، بیضاوی ص۷/ ج۱، تحت تفسیر سورہ فاتحه، شرح المجلة ص۶۵۴/۱ مادة ۱۱۹۲ الکتاب العاشر فی انواع الشرکة، الفصل الاول فی احکام الاملاک، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة ص ۳۵۱ ج۳ حرف المیم، الملک التام، مطبوعه دار الفضیلة القاهرة.

۲؎ وأما حکامه فالاصلی له الملک فی البدلین لکل منهما فی بدل، بحر کوئٹه ص ۲۶۱ ج۵ اول کتاب البیوع، عنایه مع الفتح ص۲۴۷ ج۶ اول کتاب البیوع، دار الفکر بیروت، هندیه کوئٹه ص۳ ج۳ اول کتاب البیوع.

۳؎ المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک (بیضاوی شریف، ص۷ ج۱ طبع رشیدیه دهلی، تحت تفسیر سورة الفاتحة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\03-Bai Mkrooh

والے کو اس کا استعمال جائز ہوتا ہے، کیونکہ وہ مالک ہوگیا، لیکن آدمی جب کسی حکومت کے ماتحت رہتا ہے، تو اسکے قانون کی پابندی قانوناً لازم ہوتی ہے، اس کے خلاف کرنا قانونی چوری ہے، جس سے عزت و مال دونوں کا خطرہ ہوتا ہے، اپنی عزت و مال کو خطرہ میں ڈالنا دانشمندی نہیں ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۱۴۰۶ھ

بلیک کرنے کا حکم

سوال: ۔کیا بلیک کرنا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ مالک کو شرعاً حق حاصل ہے کہ اپنی ملکیت جس قیمت پر چاہے فروخت کرے، لیکن مالک اگر مال کو زیادہ قیمت پر فروخت کریں، اور عام مخلوق قیمت کی زیادتی کی وجہ سے سخت پریشان ہو اور اس کا حل بجز نرخ متعین کرنے (کنٹرول) کے کچھ نہ ہو تو حکومت کیلئے درست ہے کہ اہل الرائے کے مشورے سے قیمت متعین (کنٹرول) کردے جس میں مالک کا نقصان بھی نہ ہو اور عام مخلوق کو پریشانی سے نجات مل جائے[۲] پھر بلیک کرنا

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷، کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

(**صفحہ ہذا**) [۱] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث (ترمذی شریف ۵۰/ ج۲/ ابواب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی)

[۲] لایسعر حاکم لقوله علیه الصلاة والسلام لا تسعروا فان الله هو المسعر القابض الباسط الرزاق الا اذا تعدی الارباب عن القیمة تعدیا فاحشاً فیسعر بمشورة اهل الرائ الخ (الدر المختار علی الشامی کراچی، ج۶/ ص۴۰۰/مطبوعه زکریا، ج۹/ص ۵۷۳/کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، هندیه کوئٹه ص۲۱۴ ج۳ کتاب البیوع، (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

یعنی متعینہ نرخ سے زائد نرخ پر فروخت کرنا قانون شکنی ہے جس کے نتیجہ میں خطرہ ہے اس لئے اس سے بچنا چاہیئے [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

بلیک مارکیٹ

سوال:۔ بغیر سیل ٹیکس ادا کئے پوشیدہ طور پر مال کی فروختگی کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنے مال کی تجارت کی خاطر خواہ طریقہ پر جائز ہونے کے باوجود سیل ٹیکس انسپکٹر سے چھپانا اور چوری سے فروخت کرنا، اپنی عزت اور مال کو خطرہ میں ڈالنا ہے، جو کہ قرین دانشمندی کی نہیں [۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

تمباکو کی کاشت، تجارت اور استعمال

سوال:۔ ہمارے یہاں تمباکو کی کاشت ہوتی ہے پھر اس کی تجارت ہوتی ہے،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الباب العشرون فی البیاعات المکروهة فصل فی الاحتکار، مجمع الأنهر ص ۵ ۲ ۱ ج ۴ کتا ب الکراهیة، فصل فی البیع، دار الکتب العلمیة بیروت)

(صفحہ ہذا) [۱] عن حذیفة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث (ترمذی شریف ،ج ۲ /ص ۵۰ / ابو اب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی)

ترجمہ:. حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مؤمن کیلئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

[۲] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ج ۲ /ص ۵۰ / (مطبوعه رشیدیه دهلی ابو اب الفتن.

ترجمہ:. کسی مومن کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذلت میں ڈالے۔

اس میں سب مبتلا ہیں، یعنی مسلم اور غیر مسلم کاشت کر کے ایک دوسرے کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں، اور استعمال کے بارے میں کچھ لوگ حرام بتاتے ہیں، کچھ لوگ مکروہ کہتے ہیں، تو شرعاً کیا حکم ہے؟ کاشت اور تجارت اسی طرح استعمال کے بارے میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تمباکو کی کاشت بھی جائز ہے، تجارت بھی جائز ہے، استعمال بھی جائز ہے، الا یہ کہ وہ نشہ آور ہو تب منع کیا جائے گا۔ مسجد میں جانے کیلئے منہ صاف کر کے اسکی بدبو کو زائل کرنے کا اہتمام کیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند

افیم کی بلیک

سوال:۔ افیم کی بلیک کا کیا حکم ہے؟

---

[1] فیفهم منه حکم النباتات الذی شاع فی زماننا بالتتن فتنبه وقد کرهه شیخنا العمادی فی هدیته الحاقا بالثوم والبصل بالأولی، (در مختار) قوله حکم النبات وهو الاباحة علی المختار، وفیه اشارة إلی عدم تسلیم اسکاره وتفتیره وإضراره وإلا لم یصح ادخاله تحت القاعدة، (قوله وقد کرهه الخ) اقول ظاهر کلام العمادی أنه مکروه تحریما ویفسق متعاطیه ...... ورد علیه سیدنا عبد الغنی فقول الشارح الحاقا له بالثوم والبصل فیه نظر إذ لا یناسب کلام العمادی نعم الحاقه بما ذکر هو الانصاف قال ابوالسعود فتکون الکراهة تنزیهیة والمکروه تنزیها یجامع الاباحة وقال ط : ویوخذ منه کراهة التحریم فی المسجد (شامی کراچی ص ۴۶۰ ج ۶ کتاب الاشربة قبیل کتاب الصید، الاشباه مع حموی ص ۱۱۵، ۱۱۶ الفن الاول، القاعدة الثالثة، الاصل فی الاشیاء الاباحة، طبع مکتبه دار العلوم دیوبند، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۴۸ باب ما یفسد به الصوم وتجب به الکفارة مع القضاء.

الجواب حامداً ومصلیاً

بلیک قانونی جرم ہے، منفعت کی خاطر جان، مال، عزت، کو خطرہ میں ڈالنا درست نہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مہوا کی بیع غلہ سے

سوال:۔ مہوا (موہا) سے کوئی اناج برابر وزن یا کم وبیش بدل سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بدل سکتے ہیں [2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مہوا کی بیع

سوال:۔ مہوا کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں جبکہ لینے والا اس سے شراب کشید کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مہوا خود نجس یا نشہ آور نہیں، اس کی بیع جائز ہے پھر خریدار اپنے عمل سے خود اس سے

---

[1] قال رسول اللہ ﷺ لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث (ترمذی شریف ، ج۲/ص۵۰/ ابواب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی)

[2] علة تحریم الزیادة القدر مع الجنس فان وجدا حرم الفضل والنساء وإن عدما حلا، الدر مع الشامی کراچی ص۱۷۲ ج۵ باب الرباء، مطلب فی الابراء عن الرباء، النهر الفائق ص۴۷۲ ج۳ کتاب البیوع، باب الرباء، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۲۹ ج۶ باب الرباء.

شراب بناتا ہے، تو یہ اسکا عمل ہے، مہوا فروخت کرنے والے پر اس کی ذمہ داری نہیں،[۱] خود یہ نیت نہ کرے کہ شراب بنانے کے لئے فروخت کر رہا ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۸۹ھ

غلہ بیچتے وقت مٹی کی قیمت لگانا

سوال:۔ تاجروں کی عادت ہے جب کسی سے مال خریدتے ہیں چونکہ عام طور پر غلہ میں مٹی ہوتی ہے، اس لئے اس کے عوض میں ہر ایک من غلہ کے اوپر مثلاً ایک کلو غلہ دوسرے کو فروخت کرتے ہیں، تو مٹی کے عوض کچھ بھی نہیں دیتے بلکہ مشتری اگر مانگتا ہے تو تاجر کہتا ہے کہ یہ تو تاجروں کی عادت ہے، اس لئے مٹی کے عوض میں کچھ بھی نہیں ملے گا، دریافت طلب یہ ہے کہ آیا تاجروں کا ایسا معاملہ کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر جائز نہیں تو جواز کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ناانصافی ہے تاہم اگر طرفین اس پر رضا مند ہو جائیں تو بیع درست ہو جائے گی لعدم المفسد[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۹۰ھ

---

[۱] وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم انه يتخذه خمرا، لان المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره وقيل يكره لاعانته على المعصية، در مختار مع شامی کراچی، ص ۳۹۱ ج ۶ كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، بحر کوئٹہ ص ۲۰۳ ج ۸ كتاب الكراهية، فصل فی البیع، مجمع الأنهر ص ۲۱۴ ج ۴ كتاب الكراهية فصل فی البیع، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] إن بيع العصير ممن يتخذه خمرا إن قصد به التجارة فلا يحرم وإن قصد به لاجل التخمير حرم، الاشباه والنظائر ص ۵۳ الفن الاول، القاعدة الثانية الامور بمقاصدها، طبع مكتبه دارالعلوم دیوبند. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بینڈ باجوں میں استعمال ہونے والے چمڑے کی بیع

سوال:۔ زید بینڈ باجوں میں لگنے والے چمڑے (کھال) مختلف سائز کے ان کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتا ہے، شرعی اعتبار سے یہ روزگار اوراس سے ہونے والی آمدنی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگروہ چمڑے صرف اسی کام میں آتے ہیں تو یہ کاروبار مکروہ ہے[۱] اگرچہ حاصل شدہ قیمت اس کی وجہ سے ناجائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۳/۲۴ھ
الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ
دارالعلوم دیوبند ۹۲/۳/۲۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] رجل اشتری حنطة فوجد فیها ترابا قال الشیخ الامام هذا رحمه الله تعالیٰ اذاکان التراب مثل مایکون فی الحنطة ولایعد عیباً عند الناس لیس له ان یرد وان کان یعد عیباً عند الناس الاانه لیس بفاحش کان له ان یرد وان کان التراب فاحشا کان الخیار للمشتری ان شاء اخذ الحنطة بقسطها من الثمن وان شاء ردالحنطة ویاخذکل الثمن خانیه علی هامش عالمگیری، کوئٹه ص۱۹۹/ج۲/ فصل فی العیوب، شامی کراچی،ص۲۶/ج۵/ باب خیار العیب، مطلب وجد فی الحنطة ترابا، عالمگیری ،ص۷۴/ج۳/، الباب الثامن فی خیار العیب، الفصل الثانی فی معرفة عیوب الدواب وغیرها.

(صفحہ ہٰذا) [۱] ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریماً والافتنزیهاً.درمختار علی الشامی ،ص ۵۶۱/ج۹/ (مطبع زکریا دیوبند)کتاب الخطر والاباحة،فصل فی البیع، الدر المنتقی علی المجمع ص۲۱۲ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۴۳ ج۵ کتاب السیر، باب البغاة.

اگربتی مزار پرجلانے کے لئے خریدنا

سوال:۔ ایک شخص اگربتی لوبان خوشبو کی تجارت کرتا ہے، لوگ اس سے خرید کر دیوی دیوتا کے پاس جلاتے ہیں، اور جاہل مسلمان مزارات پرجلاتے ہیں، ایسی حالت میں یہ شخص گنہگار رہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگربتی اورلوبان کافروخت کرنا شرعاً جائز ہے، جولوگ اس کوخرید کرغلط طرح استعمال کریں گے وہ خوداس کے ذمہ دار ہوں گے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آتش بازی کی تجارت

سوال:۔ ہم آتش بازی کا کاروبار کرتے ہیں جس کومسلم غیرمسلم سب ہی خرید کراستعمال کرتے ہیں، یہ کاروباراوراس کی آمدنی جائز ہے یاناجائز؟

الجواب حامداًومصلیاً

مکروہ ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱۲/۲/۱۴۰۱ھ

---

[1] وعلم من هذاانه لايكره بيع مالم تقم المعصية به الخ شامي زكريا ، ص ۵٦۱/ج۹/كتاب الخطر والاباحة، فصل في البيع، النهر الفائق ص۲٦۸ ج۳ كتاب الجهاد، باب البغاة، طبع بيروت.

[2] ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيها الخ درمختارعلى الشامي زكريا ج۹/ص ۵٦۱/ كتاب الحظر والاباحة،فصل في البيع، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب السير، باب البغاة، الدر المنتقى مع المجمع ص۲۱۲ ج۴ كتاب الكراهية، فصل في البيع، طبع بيروت.

تصاویر کی تجارت

سوال:۔ اکثر مسلم تاجر آتش بازی، تاش اور تصاویر جس میں فلمی فوٹو اا ور ہندو مذہب کے دیوتاؤں کی تصاویر ہوتی ہیں، فروخت کرتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تصاویر اور تاش و آتش بازی کی تجارت بھی منع ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تصاویر کی تجارت کرنا

سوال:۔ ایک شکل یہ بھی ہے کہ فریم کرنے والا اپنے پاس تصویر رکھتا ہے، اس میں جاندار اور غیر جاندار سب ہی کی تصویریں ہوتی ہیں، اب اس میں اپنی پسند کی تصویر لے کر فریم کا آرڈر دے دیتا ہے، اس میں بھی دریافت طلب یہ ہے کہ جاندار چیز کی تصویر دوکان میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی تصویر کا فروخت کرنے کے لئے دوکان میں رکھنا اور اس کی تجارت کرنا بھی اس کو فریم کرنے سے زیادہ مکروہ ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۹۴ھ

---

[۱] ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيها الخ درمختارعلی الشامی کراچی، ج٦/ص ۳۹۱/ كتاب الحظر والاباحة،فصل في البيع، بحر کوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب السير، باب البغاة، الدر المنتقى مع المجمع ص۲۱۲ ج۴ كتاب الكراهية فصل في البيع، دار الكتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

پتنگ، ڈور اور آتش بازی کی تجارت

سوال:۔(۱) پتنگ کی ڈور کا کاروبار یعنی اس کی کمائی جائز ہے یا نہیں؟
(۲) آتش بازی کا کاروبار اور کمائی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو ڈور صرف پتنگ کے کام آتی ہے اور کسی کام میں نہیں آتی اس کا کاروبار مکروہ ہے[۱] (۲) یہی حکم آتش بازی کا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۸۹ھ

آتش بازی بنانا اور تجارت کرنا

سوال:۔آتش بازی بنانیوالے کی آمدنی کیسی ہے کیا آتش بازی بنانا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں گناہ ہے مگر اسکی تجارت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ۲؎ ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيهاً الخ الدر المختار على الشامي زكريا ص ۵۶۱ ج۹ كتاب الحظر والاباحة، سكب الانهر على مجمع الأنهر ص ۲۱۲ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى البيع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۴۳ ج۵ قبيل كتاب اللقيط.

(**صفحہ ہذا**) ۱؎ ان ماقامت المعصيةبعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيها .شامى كراچى، ج۶/ص ۳۹۱/ كتاب الحظروالاباحة .فصل فى البيع، أحكام القرآن للمفتى محمد شفيعؒ ص ۶۷ ج۳ الكلام فى الإعانة على المعصية الخ، (**بقيه اگلے صفحه پر**)

جاسوسی فلمی کتابوں کی تجارت

سوال:۔ زید کی تجارت رومانی جاسوسی فلمی کتب ناول تلنگی کی ہے، اوپر اچھی بری تصویر رہتی ہیں، تجارت بالکل غیر مسلم بستی میں ہے تقریباً ۹۹رفیصد غیر مسلم ان کتابوں کی خریداری کرتے ہیں، اس پر اچھا کمیشن ملتا ہے، دس سال سے یہ تجارت کررہے ہیں، ابھی تک زید کی زندگی اور زید کے خاندان کی زندگی غیر اسلامی چل رہی تھی، اب اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور تبلیغی جماعت میں جڑ کر کام کررہے ہیں، اس تجارت سے جملہ تین خاندان کا گزر اچھی طرح ہوتا ہے، پہلے تین بھائی مل کر یہ تجارت کرتے تھے، اب دو بھائی مستقل دینی کام میں لگ گئے ہیں، اور ایک بھائی ہی یہ تجارت کرتا ہے، اور اب بھی تینوں بھائی کا گذر اس بھائی کی تجارت سے ہوتا ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے، کہ آیا یہ تجارت زید کے لئے جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو کیا جاری رکھا جائے یا تجارت کی لائن بدل دی جائے، جب کہ تجارت کی لائن بدلنے میں دقت ہے، اور آمدنی بھی بہت کم ہوجائے گی، اور نہ بدلی جائے تو کیا تقویٰ اور شریعت کے خلاف اور دینی کام کرتے ہوئے اس تجارت پر گذارہ کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) مطبوعه إدارة القرآن كراچی، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ باب البغاة، كتاب السير.

۲؎ ان ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيها (شامی كراچی ،ج۶/ص ۳۹۱/ كتاب الحظروالاباحة،فصل فی البيع، أحكام القرآن للمفتی محمد شفيع رحمه اللّٰه تعالیٰ ص۶۷ج۳ الكلام فی الإعانة علی المعصية الخ، مطبوعه ادارة القرآن كراچی، البحر الرائق كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب السير، باب البغاة، سكب الأنهر علی هامش المجمع ص۵۱۸ ج۲ كتاب السير والجهاد، آخر باب البغاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

تجارت کو بدلنے میں دقت تو ضرور ہوگی، اسکو برداشت کرنا چاہیے، دیگر جائز کتب کا بھی میل شروع کردیں، آہستہ آہستہ ناجائز کتب کم کرتے رہیں، جائز کتب کی تجارت کو ترقی دیتے رہیں، یہاں تک کہ موجودہ صورت بالکل بدل جائے، یا کوئی اور تجارت شروع کردیں جب اس پر قابو ہو جائے تو موجودہ کو ترک کردیں حق تعالیٰ مدد فرمائے [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۹۴ھ

نیپال سے کپڑا لاکر فروخت کرنا

سوال: ۔کوئی شخص نیپال سے پارچہ لاکر ہندوستان میں اس کپڑے کے نفع کے ساتھ خرید وفروخت کرے باوجود اس کے کہ حکومت کی چوری ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ فعل خلاف قانون اور موجب سزا ہونے کی وجہ سے قابل پرہیز ہے، کیونکہ اس میں عزت کا بھی خطرہ ہے، مال کا بھی خطرہ ہے، ایسا خطرہ مول لینا خلاف دانشمندی ہے [۲] اگرچہ اس خرید وفروخت کے ذریعہ حاصل شدہ مال حرام نہ ہو [۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] من ابتلی ببلیتین یختاراھونهما الخ الاشباہ والنظائر ،ص ۱۴۵/۱ (مکتبہ دارالعلوم دیوبند) تحت القاعدة الخامسة.

[۲] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف،ص ۵۰/ ج ۲/ (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) ابواب الفتن، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۳۱۲ج ۱۲ رقم الحدیث ص ۱۳۵۰۷ مجاھد عن ابن عمر، طبع دار احیاء التراث بیروت، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کاسبِ حرام کے ہاتھ مال فروخت کرنا

سوال:۔ رنڈی اور ڈوم اور بھانڈ کے ہاتھ سودا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے پاس حرام کا پیسہ ہو اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرکے مالِ حرام سے روپیہ لینا ناجائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حرام کے پیسہ کے عوض بیع کرنا

سوال:۔ دو کانداروں کے پاس خریدار سود، رشوت، قمار، سرقہ سبھی قسم کا پیسہ دے کر چیز خریدتے ہیں، یہ پیسہ جو مبیع کے بدل میں بائع کو حاصل ہو رہا ہے حلال ہے یا نہیں، اور اس سے مفر بھی آج کا مشکل ہے۔ بینوا توجروا؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) جامع الاصول ص۳۲۳ج۱۲ قبیل وصیة عائشةؓ لمعاویةؓ رقم الحدیث ۹۳۱۱ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت.

۳؎ وكره تحريما مع الصحة البيع عند الاذان الاول (در مختار) اشار إلى وجه تاخير المكروه عن الفاسد وذلک أنه دونه من حيث صحته وعدم فساد لأن النهى باعتبار معنى مجاور للبيع لا فى صلبه ولا فى شرائط صحته ...... وفيها أيضا أنه لا يجب فسخه ويملك المبيع قبل القبض ويجب الثمن لا القيمة، شامى كراچى ص۱۰۱ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فى البيع المكروه، فتح القدير ص۴۷۸ ج۶ باب البيع الفاسد، فصل فيما يكره، دار الفكر بيروت.

(**صفحہ ہٰذا**) ۱؎ سألت عنه الشهاب بن الشلبى فقال: من رأى المكاس ياخذ من احدشيئاً من المكس ثم يعطيه آخرثم يأخذه من ذٰلک الاخر فهو حرام، شامى كراچى ج۶/ص۳۸۵/ كتاب الحظروالاباحة، فصل فى البيع، وايضا ص۵/۷۸، باب البيع الفاسد، مطلب الحرمة تتعدد،

الجواب حامداً ومصلیاً

جس پیسہ کے متعلق قطعی طور پر علم ہو کہ یہ حرام ہے اس کے عوض کوئی شئی فروخت کرنا اور وہ پیسہ حاصل کرنا درست نہیں، جہاں علم نہ ہو وہاں گنجائش ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ذیقعدہ ۶۷ھ

خریدنے کے بعد حرام ہونا معلوم ہوا تو اب کیا کرے

سوال:۔ جو حرام چیز مول لی جائے، بعد میں معلوم ہو جائے، کیونکہ جس شخص کے پاس سے مول لیا ہے وہ نہ لے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ شراب وغیرہ ہے تو کسی کافر کے ذریعہ سے فروخت کرادے، اگر وہ چڑھاوا وغیرہ ہے تو اصل مالک کو دے دے، یا اس سے کہہ دے کہ یہ شئی تمہاری ملک ہے، پر تم نے فلاں قبر پر چڑھائی ہے، اور یہ تمہاری ملک سے خارج نہیں ہوئی، میں نے غلطی سے خرید لی ہے، میرے لئے اس کا استعمال ناجائز ہے، میرے دام ضائع ہو گئے، اب تم یہ اپنی چیز لے لو اور چڑھانے کی نیت جو کی تھی اس سے توبہ کرو، پھر اگر وہ خدا کے لئے ثواب سمجھ کر دیدے، یا فروخت کر دے تو پھر لینا اور استعمال کرنا درست ہوگا، اگر مالک کا علم نہ ہو تو کسی غریب کو وہ شئی صدقہ کر دے، اس نیت سے کہ اللہ پاک اس حرام شی کے وبال

---

[۱] قال الشیخ عبدالوهاب الشعرانی فی کتاب المنن ومانقل عن بعض الحنفیة من ان الحرام لایتعدی الی ذمتین سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال هومحمول علی ماإذا لم یعلم بذٰلک اما من رأی المکاس یأخذ من احد شیئاً من المکس ثم یعطیه آخر ثم یأخذ ه من ذٰلک الاخر فهو حرام .شامی کراچی ،ج٦/ ص٣٨٥/ کتاب الحظروالاباحة ،فصل فی البیع، وایضا ص٥/٧٨، باب البیع الفاسد، مطلب الحرمة تتعدد،

سے مجھے چھٹکارہ دے [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/۵۹ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/۵۹ھ

تعلیمی تاش کی بیع

سوال:۔ تعلیمی تاش اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی کا خریدنا، فروخت کرنا اور کھیلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فی نفسہ یہ مال متقوم ہے، خرید وفروخت درست ہے، لیکن یہ تاش اور اس کا کھیلنا بسا اوقات پیش خیمہ اور ذریعہ ہوتا ہے، قمار کا کہ اس پر مالی ہار جیت کا معاملہ ہونے لگتا ہے، اس لئے اس کی خرید وفروخت سے اور کھیل سے احتراز چاہئے [2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۱ھ

---

[1] واما اذا كان عندرجل مال خبيث فاما ملكه بعقد فاسد اوحصل له بغير عقد ولا يمكنه ان يرده الىٰ مالكه ويريدان يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة الا ان يدفعه الى الفقراء (بذل المجهود ج ۱ /ص۳۷/ كتاب الطهارة، باب فرض الوضو، مطبوعه سهارنپور)

[2] ويكره تحريماً بيع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة على المعصية وافادكلامهم ان ماقامت المعصية بعينه يكره بيعة تحريماً والافتنزيها وفى الشامى ،كذا لايكره بيع الجارية المغنية لانه ليس عينها منكرا وانما المنكر فى استعمالها المحظور.شامى كراچى،ج۴/ ص۲۶۸/ مطلب فى كراهة بيع ماتقوم المعصية بعينه ،باب البغاة، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ باب البغاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ باب البغاة، وما كان سببا لمحظور شامى زكريا ص۵۰۴ ج۹ كتاب الحظر والاباحة، قبيل فصل فى اللباس.

آلات لہو کی بیع

سوال:۔ زید ایک دوکان کھولنا چاہتا ہے جس میں اس قسم کا سامان لگائے گا اور فروخت کرے گا کہ جس سے طبل ومزامیر تیار ہوتے ہیں، مثلاً چادر پیتل کی کہ جس سے باجے بنتے ہیں، اس قسم کا دیگر سامان جس سے باجے تیار ہوتے ہیں، اور ایسے موقع اور مقام پر کھولنا چاہتا ہے کہ جہاں پر باجے بہت بنتے ہیں، اور بازار بھی باجوں کا ہے تو اس قسم کے سامان کی دوکان ایسے موقع پر کھولنا جائز ہے اور مکروہ تو نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

"ویکرہ تحریماً بیع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة علی المعصیة وبیع مایتخذ منه کالحدید ونحوہ اھ درمختار قوله لانه اعانة علیٰ المعصیة لانه یقاتل بعینه بخلاف مالایقاتل به الابصنعة تحدث فیه کالحدید ونظیرہ کراهة بیع المعازف لان المعصیة تقام بها عینها ولایکرہ بیع الخشب المتخذة هی منه[۱]" اس سے معلوم ہوا کہ ایسی جگہ ایسی تجارت کراہت سے خالی نہیں، اگرچہ اس کو بالکل ناجائز بھی نہیں کہا جاسکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہارمونیم کی تجارت

سوال:۔ میں ہارمونیم بنا کر سب عیب بتلا کر بیچتا ہوں گا تا بجاتا نہیں، خود دستکار ہوں، یہ کیسا ہے؟

---

[۱] شامی کراچی، ج۴/ص۲۶۸/ باب البغاۃ، مطلب کراهة بیع ماتقوم المعصیةبعینہٖ.

الجواب حامداً ومصلیاً

ہارمونیم گانے بجانے کا آلہ ہے اسکی تجارت مکروہ ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۷/۸/۸۹ھ

ریڈیو کی خرید وفروخت اور استعمال

سوال :۔ زید ریڈیو کا کام کرتا ہے اور گھر پر ریڈیو بھی رکھتا ہے، عمر اس پر اعتراض کرتا ہے، کہ ریڈیو رکھنا ناجائز ہے، سوال یہ ہے کہ ریڈیو کس صورت میں رکھا جاسکتا ہے، اور کس صورت میں نہیں رکھا جاسکتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے، تفسیر ہوتی ہے، دینی تقریریں ہوتی ہیں، صحیح خبریں سنائی جاتی ہیں، حالاتِ حاضرہ پر صحیح تبصرہ کیا جاتا ہے، ان امور کا سننا جائز ہے، اور اس مقصد کے لئے ریڈیو گھر میں رکھنا بھی جائز ہے، ریڈیو پر گانا، بجانا ہوتا ہے، فحش مکالمہ ہوتا ہے، بلاوجہ کسی کو برا کہا جاتا ہے، اور بدنام کیا جاتا ہے، ان امور کا سننا اور اس مقصد کیلئے رکھنا درست نہیں،[۲] ریڈیو کی بیع ومرمت درست ہے، پھر اگر خریدنے والا اسکو غلط استعمال

---

[۱] ویکره تحريما بيع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة على المعصية قال الشامي قوله لانه اعانة على المعصية لانه يقاتل بعينه بخلاف مالايقاتل به الابصنعة تحدث فيه كالحديد ونظيره كراهة بيع المعازف لان المعصية تقام بها عينها ولايكره بيع الخشب المتخذةهى منه شامى كراچى ،ج۴/ص۲۶۸/ باب البغاة، مطلب فى كراهة بيع ماتقوم المعصية بعينه، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ كتاب الجهاد، باب البغاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب الجهاد، باب البغاة.

[۲] ثم السبب إن كان سبباً محركا وداعياً إلى المعصية فالتسبب فيه حرام (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کرتا ہے تو وہ گنہگار رہے، فروخت کرنے والے پر اسکی ذمہ داری نہیں [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۵/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۵/۹۰ھ

بینڈ باجہ فروخت کرنا اور حلال روزی کا عمل

سوال:۔ میری تمام گذر بسر اس بات پر ہے کہ میں بینڈ باجہ فروخت کرتا ہوں، مگر گھر میں ہمیشہ بربادی رہتی ہے، ہروقت جیب خالی پیٹ خالی ہاتھ دوسروں کے سامنے پھیلا رہتا ہے، اسکے علاوہ کوئی اور کام جانتا نہیں، یہ میرا مشغلہ ہے، میرے لئے کیا مشورہ ہے کہ میں اس بربادی سے چھٹکارا پا جاؤں؟

الجواب حامداًومصلیاً

بینڈ باجہ بجانا ناجائز ہے، اس کا سننا ناجائز [۲] اس کا فروخت کرنا ناجائز [۳] اس نحوست

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) وإن لم يكن محركا وداعياً بل موصلاً محضاً، وهو مع ذالک سبب قريب بحيث لا يحتاج فی إقامة المعصية به إلی احداث صنعة من الفاعل كبيع السلاح من أهل الفتنة، وبيع العصير ممن يتخذه خمرا ...... فكله مكروه تحريماً بشرط أن يعلم به البائع ...... فإن لم يعلم كان معذوراً، جواهر الفقه ص۴۴۷ ج۲ تفصيل الكلام فی مسئلة الإعانة علی الحرام، بيان معنی التسبب وأقسامه الخ تنقيح الضابطة، مطبوعه مكتبه تفسير القرآن جامع مسجد ديوبند.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] ونظيره وكراهة بيع المعازف لان المعصية تقام بها عينها ولايكره بيع الخشب المتخذة هی منه وعلی هذابيع الخمر لايصح ويصح بيع العنب وكذا لايكره بيع الجارية المغنية والكبش النطوح والديک المقاتل والحمامة الطيارة لأنه ليس عينها منكرا وانماالمنكرفی استعمالها المحظور .شامی كراچی ،۴/ص۲۶۸/باب البغاة مطلب فی كراهة بيع ماتقدم المصعية بعينه، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ كتاب الجهاد، باب البغاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب السير، باب البغاة.

[۲] قال ابن مسعودؓ صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فی القلب (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کا یہ اثر ہے کہ آمدنی زیادہ ہونے کے باوجود کوئی خیر وبرکت نہیں ہوتی، اللہ کے سامنے روکر توبہ کرلیں، اور حلال روزی مانگیں خواہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، معمولی مزدوری کرلیں، اگرچہ اپنی شان کے خلاف ہو، فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ الحمد شریف مع بسم اللہ ۴۱/ بار اوّل آخر درود شریف ۱۱/ بار نماز فجر کے بعد سورہ اذا جاء نصر اللہ ۲۱/ بار ظہر کے بعد ۲۲/ بار عصر کے بعد ۲۳/ بار مغرب کے بعد ۲۴/ بار، عشاء کے بعد ۲۵/ بار پڑھا کریں، نیز کوئی ایک وقت مقرر کے باوضو قبلہ رو بیٹھ کر درود شریف ۵۰۰/ بار پڑھا کریں، انشاء اللہ روزی فراغت کی ملے گی، اور پریشانی دور ہوگی، خدائے پاک اپنا فضل فرمائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۹ھ

شراب کے لئے بوتل فروخت کرنا

سوال: ۔ایک شخص کباڑی کا کام کرتا ہے، جیسے پرانا لوہا اور پلاسٹک اور خالی شدہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کماینبت الماء النبات وفی البزازیة استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه الصلوٰة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفرای بالنعمة .درمختار مع شامی کراچی ،ج۶/ ص۳۴۹/کتاب الحظر والاباحة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۸۸ ج۸ کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی اللبس، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۲۲۳ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۳؎ ویکره تحریماً بیع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة علی المعصیة قال الشامی لانه یقاتل بعینه بخلاف مالایقاتل به الا بصنعة تحدث فیه کالحدید ونظیره کراهة بیع المعازف لان المعصیة تقام بها عینها ولایکره بیع الخشب المتخذة هی منه. شامی کراچی، ج۴/ص۲۶۸/باب البغاة، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ کتاب الجهاد، باب البغاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۴۳ ج۵ کتاب السیر، باب البغاة.

بوتلیں خریدنے اور بیچنے کا کام کرتا ہے، اس میں شراب کی بھی خالی شدہ بوتلیں آجاتی ہیں، وہ بوتلیں شراب بنانے والے کو فروخت کرتا ہے، جس میں شراب ساز دوبارہ شراب بھی فروخت کرتا ہے کیا مذکورہ بالا کام کرنے کیلئے شراب کی بوتلیں بیچنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ بوتلیں صرف شراب ہی کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور کسی کام میں استعمال نہیں ہوتیں تو ان کو فروخت کرنا ایک حیثیت سے شراب فروخت کرنے والوں اور خریدنے والوں کی اعانت ہے،[1] اور حدیث پاک میں شراب بیچنے والے پر بھی لعنت آئی ہے، خریدنے والے پر بھی لعنت آئی ہے، اگرچہ وہ اس کو پیتا نہ ہو،[2] اس لئے اس سے پرہیز کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۶ ۱۴۰ھ

شراب کی خالی بوتلوں کی بیع

سوال:۔ شراب کی خالی بوتلوں کو لاکر بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ بوتلیں شراب کی کمپنی

---

[1] والثالث بیع أشیاء لیس لها مصرف إلا فی المعصیة فیتمحض بیعها واجارتها وإن لم یصرح بها ففی جمیع هذه الصور قامت المعصیة بعین هذا العقد، والعاقدان کلاهما آثمان بنفس العقد سواء یستعمل بعد ذلک فی المعصیة أم لا الخ جواهر الفقه ص ۴۴۲ ج ۲ تفصیل الکلام فی مسئلة الإعانة علی الحرام، مطبوعه مکتبه تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند، أحکام القرآن للمفتی محمد شفیعؒ ص۷۷ ج۳ الإعانة علی المعصیة لا یتحقق إلا بالنیة، مطبوعه إدارة القرآن کراچی.

[2] عن انس قال لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة الیه وساقیها وبائعهاوآکل ثمنها والمشتری لها والمشتری لهٗ رواه الترمذی وابن ماجه کذا فی المشکوٰة. ص ۲۴۲/ کتاب البیوع. باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

میں جاتی ہیں اوران میں شراب بھری جاتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

بوتل مالِ متقوم ہے اس کا خریدنا اورفروخت کرنا فی نفسہ درست ہے، جوشخص اس میں شراب بھرتا ہے، وہ اپنے فعل کا خوذمہ دار ہے، بعض ائمہ نے اس کوبھی منع فرمایا ہے، کہ اس میں بھی ایک قسم کی اعانت علی المعصیۃ ہے"وھو الا حوط.[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱۲/۴/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱۲/۴/۱۴۰۱ھ

گھڑی کی چڑیا کی بیع

سوال:۔ مستفتی نے جواب سابق ۱۹۷/کا حوالہ دیا ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آیا، اور اسی پرمزیدسوالات مرتب کرکے ان کی وضاحت طلب کی ہے۔

(۱) ایسی گھڑی کا بنانا اورفروخت کرنا اوراستعمال کرنا سب کا ایک ہی حکم ہے یافرق ہے؟

(۲) اگرسب کا ایک ہی حکم ہے تو قبیح ومذموم کا لفظ جواستعمال کیا گیا ہے، یہ مکروہ کا درجہ رکھتا ہے، یا قطعی حرام کا؟ برائے مہربانی ذراصاف تحریرفرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جواب سابق میں جاندار کی تصویر ہونے کی بناء پرتصویر بنانے کوناجائز لکھا ہے جس

---

[۱] وجاز بیع عصیر عنب ممن یتخذہ خمرا لأن المعصیۃ لاتقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ .درمختار مع الشامی کراچی ، ج۶/ص ۳۹۱/کتاب الحظروالاباحۃ، فصل فی البیع، مجمع الأنھر علی مع سکب الأنھر ص ۲۱۴ ج۴ کتاب الکراھیۃ، فصل فی البیع، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، بحر کوئٹہ ص ۲۰۲ ج۸ کتاب الکراھیۃ، فصل فی البیع.

کے معنی حرام کے ہیں[۱] استعمال کرنے کو قبیح و مذموم لکھا ہے، جس کے معنی مکروہ کے ہیں،[۲] استعمال خواہ فروخت کرنے کی صورت میں ہو یا پاس رکھنے کی صورت میں مالِ متقوم ہونے کی وجہ سے بیع کو باطل نہیں کہا جائے گا[۳] بلکہ بیع درست ہوگی، یعنی بدلین پر متعاقدین کی ملک حاصل ہوجائے گی[۴] تصویر ذی روح ہونے کی بناء پر اس کاروبار کو قبیح و مذموم یعنی مکروہ کہا جائے گا[۵] امید ہے کہ اب سمجھ میں آ جائیگا، تاہم اگر ذہن پھر کوئی اغلاق پیدا کردے

---

۱ عن عبداللّٰہ بن مسعودؓ قال سمعت النبی ﷺ یقول ان اشد الناس عذاباً عند اللّٰہ المصورون. بخاری شریف ج۲/ص۸۸۰/باب عذاب المصورین یوم القیمة)رشید یه دهلی)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں میں سب سے سخت عذاب والے تصویر بنانے والے ہوں گے۔

۲ المکروہ : (وفی الموجز فی أصول الفقه) هو الفعل الذی طلب الشارع المکلف الکف عنه طلباً غیر جازم، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية ص۳۴۳ج۳ حرف المیم، مطبوعه دار الفضيلة، قاهرة مصر.

۳ واعلم أن البيوع على انواع : صحيح وهو المشروع بأصل ووصفه وباطل وهو ضده، ولايفيد الملک بوجه، مجمع الأنهر ص۷۷ج۳ باب البيع الفاسد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعی شرح كنز ص۴۴ ج۴ باب البيع الفاسد، مطبوعه امداديه ملتان.

۴ البيع لغة تمليک شیء بشیء، وشرعاً مبادلة مال بمال أی تمليک المال، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۴ج۳ كتاب البيوع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامی ص۵۰۲ج۴ كتاب البيوع، حاشية الشلبی على هامش الزيلعی ص۲ ج۴ كتاب البيوع، مطبوعه امداديه ملتان.

۵ ان ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيهاً(درمختارعلى الشامی کراچی، ج۶/ص۳۹۱/ومطبع زكريا ، ج۹/ ص۵۶۱/ كتاب الكراهية فصل فی البيع) بحر الرائق كوئٹه ص۱۴۳ج۵، كتاب السير، باب البغاة، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۵۱۸ ج۲ كتاب السير والجهاد، باب البغاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

تو پھر بھی دریافت کر سکتے ہیں، کیونکہ اغلاق پہلے جواب میں بھی نہیں تھا بلکہ ذہن نے پیدا کیا تھا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۳/۳/۹۴ھ

بیع کے ایجاب کے بعد قبول سے پہلے مجلس ختم ہو جائے

سوال:۔ایک غیر مسلم نے اپنی مملوکہ زمین ایک مسلم کے ہاتھ فروخت کرنے کا ارادہ کیا،خریدار نے اس زمین کی قیمت ساڑھے آٹھ سوروپے لگائی، یہی گفتگو ایک دوسرا مسلمان سن رہا تھا،اس نے کہا کہ میں نے اس بات میں کوئی دخل نہیں دیا،مگر غیر مسلم مالک نے خریدار سے یہ کہا کہ میں سوچ کر تم کو اس کا جواب دوں گا،خرید وفروخت کی کوئی پختہ بات نہیں ہوئی تھی ،کہ مجلس برخواست ہوگئی، ازاں بعد دوسرے مسلمان نے غیر مسلم مالک زمین سے زمین کو ۹۶۰/روپیہ میں خرید لیا پس اب دریافت امر یہ ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے استحقاق خریدار زمین پہلے شخص کو ہے جس نے ۸۵۰/روپیہ زمین کی قیمت لگائی تھی، یا دوسرے شخص کو ہے جس نے ۹۶۰/روپیہ میں وہ زمین خریدی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

جس نے آٹھ سو پچاس روپیہ قیمت لگائی تھی، مالک نے زمین اسکے ہاتھ فروخت نہیں کی اور نہ یہ وعدہ کیا کہ میں تیرے ہاتھ اس قیمت پر فروخت کردوں گا، بلکہ یہ کہا کہ سوچ کر جواب دوں گا، وہ مجلس بھی ختم ہوگئی، اس کے بعد دوسری مجلس میں دوسرے شخص نے ۹۶۰/روپیہ میں قطعی طور پر خرید لی،تو وہ اس کی ملک میں آ گئی، پہلے شخص کا اس میں قضاءً کوئی حق نہیں رہا،البتہ دوسرے شخص کے لئے افضل یہ تھا کہ جب پہلے شخص کو اسکی تجویز کردہ قیمت پر فروخت کرنے سے مالک انکار کر دیتا تب اس سے معاملہ کر کے خریدتا،تاہم پہلا شخص اب

دوسرے شخص سے لینے کا حقدار نہیں" ولابأس ببیع من یزید والا ستیام علیٰ سوم الغیر مکروہ والفرق بین المزایدة والاستیام علیٰ سوم الغیر ان صاحب المال اذاکان ینادی علیٰ سلعة فطلبها انسان بثمن فکف عن النداء ورکن الیٰ ماطلب منه ذٰلک الرجل فلیس للغیر ان یزید فی ذٰلک وهذا استیام علیٰ سوم الغیر وان لم یکف عن النداء فلابأس لغیره ان یزید ویکون هذابیع المزایدة ولایکون استیاماً علیٰ سوم الغیر وان کان الدلال هوالذی ینادی علی السلعة وطلبها انسان بثمن فقال الدلال حتی اسأل المالک فلابأس للغیره ان یزید بعد ذٰلک فی هذه الحالة فان اخبر الدلال المالک فقال بعه بذلک واقبض الثمن فلیس لاحد ان یزید بعد ذٰلک وهذا استیام علیٰ سوم الغیر کذافی المحیط فتاویٰ عالمگیری ص ۲۱۰/ ج ۳/[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

پیشگی قیمت دے کر تھوڑا تھوڑا مبیع کو وصول کرنا

سوال:۔ ہماری طرف جن کی گائے، بھینس دودھ دیتی ہیں وہ دودھ باندھ دیتے ہیں، اور ماہ بماہ قیمت کا حساب کر لیتے ہیں، بعض غریب وضرورت مند کچھ رقم پیشگی لے لیتے ہیں، اور دودھ میں حساب وضع ہوتا رہتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

---

[۱] عالمگیری کوئٹہ، ص ۲۱۰-۲۱۱/ج۳/.الباب العشرون فی البیاعات المکروهة الخ، محیط برهانی ص۳۷۰ج۱۰ کتاب البیوع، الفصل الخامس والعشرون فی البیاعات المکروهة، طبع مجلس علمی گجرات، الدر مع الشامی کراچی ص۱۰۱ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی البیع المکروه.

الجواب حامداً ومصلیاً

دودھ دے کر ماہ بماہ قیمت لیتے رہنا تو درست ہے، مگر پیشگی روپیہ دے کر دودھ لینے دینے میں کراہت ہے[۱] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۶/۸۷ھ

اسپرٹ کی تجارت

سوال:۔ اسپرٹ کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟ اس کو بعض لوگ پینے کے لئے بھی لے جاتے ہیں، ان کیلئے کیا حکم ہے؟ ان کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ تجارت حرام نہیں، جو لوگ آپ کے علم میں پینے کے لئے خریدتے ہیں، اور اس سے نشہ ہوتا ہے، ان کے ہاتھ فروخت نہ کریں[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۸/۸۸ھ

---

[۱] وكره اقراض اى اعطاء بقال كخباز وغيره دراهم اوبراً لخوف هلكه لوبقى بيده يشترط لياخذ متفرقاً منه بذالک ماشاء الخ (الدرالمختارعلى الشامى كراچى، ج۶/ص۳۹۴/ مطبوعه زكريا، ج۹/ص۵۶۵/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع)، البحر كوئٹه ص۲۰۳ ج۸ فصل فى البيع كتاب الكراهية، الدر المنتقىٰ على المجمع ص۲۲۵ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى البيع دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والافتنزيهاً الخ. الدرالمختار على الشامى زكريا، ج۹/ص ۵۶۱/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، البحر الرائق كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ قبيل كتاب اللقيط، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ قبيل كتاب اللقيط، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، والظاهر ان معظم الكوحل لا تصنع من عنب ولا تمر فينبغى ان يجوز بيعها لاغراض مشروعة فى قول علماء الحنفية جميعا، تكلمة فتح الملهم ص۵۵۱ ج۱ كتاب المساقاة، باب تحريم بيع الخمر.

انسانی بول وبراز کھاد کے طور پر بیچنا

سوال:۔انسان کا بول وبراز جو کھاد کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اس کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر اس میں مٹی ملا کر کھاد بنا دیتے ہیں تو اس کی بیع جائز ہے، خالص بول وبراز کی بیع مکروہ ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کره بيع العذرة رجيع الادمى خالصة قال الشامى وصح بيعها مخلوط بتراب او رماد غلب عليها فى الصحيح، در مختار مع الشامى زكريا، ص ۵۵۲ ج۹، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، مجمع الأنهر ص ۲۲۱ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى البيع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ۱۹۹ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فى البيع.

باب چہارم: خیارعیب

دوسال بعد خیارعیب نہیں

سوال:۔ میں نے مہاجن سے ایک مشین خریدی خریدتے وقت اس کی یہ شرط تھی کہ اگرسال بھرتک یہ مشین خراب ہوگئی تو ہم اس کے ذمہ دار ہیں اس کے کچھ ماہ بعد چلنا بند کردیا ،ہم نے اس کی اطلاع کی وہ آکرٹھیک کر کے اپنی سمجھ سے چلا گیا،مگر پھر بھی نہ چل سکی ،اسی طرح دوسال تک بگڑتی رہی پھر میں دوسال بعد مشین کولا کر کانپور مہاجن کو واپس کرنے لے گیا،جب واپس کرنے کوکہا تواس نے کہا کہ ہم ٹھیک کردیں گے،میں نے کہا ہم اس کو لینا نہیں چاہتے اس کو وہ واپس نہیں لیتا براہ کرم تحریرفرمائیں کہ اس کا کیا کیا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جبکہ چار پانچ ماہ بعد میں خراب ہوجانے پرآپ نے اسکو واپس نہیں کیا، نہ قیمت کا کوئی حصہ اورخسارہ واپس لیا اب دوسال کے بعد وصول کرنیکا حق نہیں [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۳/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمدنظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۳/۱/۹۳ھ

دودھ میں پانی ملاکر بیع کرنا

سوال:۔ میں ایک دوکاندارہوں اوردودھ کے بیچنے کا کام کرتا ہوں اوراس دودھ

---

[1] المسلمون علیٰ شروطهم الحدیث، ترمذی ج۱/ص۲۵۱/ مکتبہ یاسرندیم دیوبند، ابواب الاحکام باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس. کنزالعمال ص۳۶۳ج۴ رقم الحدیث ۱۰۹۱۷، الباب الثالث فی احکام الجهاد، مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت، المعجم الکبیر للطبرانی، ص۲۲ج۱۷ رقم الحدیث ۳۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، **ترجمہ**:. مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں۔

میں پانی ملا کر بیچتا ہوں، جب کہ اگر مجھ سے کوئی پوچھتا ہے کہ اس میں پانی ملائے ہو یا نہیں، تو میں اس سے فوراً کہہ دیتا ہوں کہ ہاں میں پانی ملا کر بیچتا ہوں، مگر میں کسی کو مقدار نہیں بتاتا ہوں، تو آپ یہ بتایئے کہ دودھ میں پانی ملانا جائز ہوا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو آدمی دودھ خریدتے ہیں وہ دودھ کی قیمت دیتے ہیں، اور دودھ کہہ کر خریدتے ہیں، اگرچہ آپ سے یہ دریافت نہ کریں کہ آپ پانی ملاتے ہیں، یا نہیں، مگر معاملہ دودھ ہی کا کرتے ہیں اس لئے آپ اس میں پانی نہ ملائیں اگر ملانا ہو تو خریداروں پر ظاہر کردیں[1]، کہ اس میں اتنا پانی ہے پھر جس کا دل چاہے خریدے نہ دل چاہے نہ خریدے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

پانی ملا کر ظاہر کر کے دودھ بیچنا

سوال:۔ ایک شخص دودھ بیچتا ہے اور کہتا ہے میں نے پانی ملا رکھا ہے لیکن مقدار نہیں بتلاتا کیا ایسا فعل جائز ہے جب کہ ہندو دوکاندار پانی ملا کر ہی بیچتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب وہ پانی ملانا ظاہر کردیتا ہے تو وہ دھوکہ نہیں دیتا ہے[2]، خریدنے والے کو اختیار رہے

[1] اذاباع سلعة معيبة عليه البيان الخ، شامی زکریا ص ۲۳۰/ ج۷/ کتاب البیوع، باب خیارالعیب، مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، بحر کوئٹه ص ۳۵ ج ۶ اول باب خیار العیب، النهر الفائق ص ۳۸۹ ج ۳ اول باب خیار العیب، دار الکتب العلمیة بیروت،

[2] لایحل کتمان العیب فی مبیع اوثمن لان الغش حرام قال الشامی اذاباع سلعة معیبة علیه البیان درمختار مع الشامی زکریا، ص ۲۳۰/ ج۷/ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

خریدے یا نہ خریدے، لیکن بغیر پانی پلائے فروخت کرنے میں بڑی خیر و برکت ہے جس سے پانی ملانے والے محروم ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۹۴ھ

دودھ میں پانی ملا کر بیچنا

سوال:۔ آج کل جو لوگ دودھ کی تجارت کرتے ہیں دودھ میں پانی ملا کر بیچتے ہیں، کچھ بھینسوں والے پانی ملا کر دوکانداروں کو دیتے ہیں، پھر دوکاندار اس میں اور پانی ملا کر بیچتے ہیں اس لئے دودھ میں مزا بھی نہیں رہتا ہے، اگر دوکانداروں کو کہتے ہیں کہ بھائی جب ۵/اور ۶/ سیر کے دام لیتے ہیں، تو دودھ میں پانی ملا کر نہ دو اس پر یہ جواب ملتا ہے کہ ہم پانی ملا کر ہی دیں گے، تمہارا جی چاہے لو یا نہ لو اس پر انہوں نے جواز کا فتویٰ گھڑ رکھا ہے، کہ ہم تو کہہ کر دیتے ہیں چونکہ ضرورت مند جیسا ملتا ہے، بہ مجبوری لیکر کھا پی لیتے ہیں لیکن دل بہت دکھتا ہے اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ دھوکہ نہیں دیتے بلکہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے اس میں پانی ملا رکھا ہے، تو شرعاً درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب خیار العیب، مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، بحر کوئٹه ص ۳۵ ج ۶ باب خیار العیب، النهر الفائق ص ۳۸۹ ج ۳ اول باب خیار العیب، طبع بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] لایحل کتمان العیب فی مبیع اوثمن لان الغش حرام قال الشامی تحته اذا باع سلعة معیبة علیه البیان (شامی مطبع کراچی ج۵/ ص۴۷/ مطبع زکریا ج۷/ ص ۲۳۰/ مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، باب الخیار، بحر کوئٹه ص ۳۵ ج ۶ باب خیار العیب، تبیین الحقائق ص ۳۱ ج ۴ باب خیار العیب، امدادیه ملتان.

تمباکو میں رہی ملاکر فروخت کرنا

سوال:۔ زید مدت سے تمباکو کی تجارت کرتا ہے پہلے ہر جنس کا نرخ ارزاں تھا اس لئے تمباکو میں صرف شیرہ ملاکر فروخت کرتے تھے، اس وقت تمباکو دو سیر فروخت کر کے بھی مزدوری ہاتھ آ جاتی تھی، لیکن جب سے ہر چیز کی گرانی ہوئی ہے، ہر طرح کی دشواری ہوگئی ہے، تمباکو پر سرکاری ٹیکس اور تاوان اور زیادہ ہوگیا ہے، اس لئے زید بہ مجبوری تمباکو میں رہی ملاکر ۴ رسیر کے نرخ سے فروخت کررہا ہے، اس کے سوا خالص تمباکو بھی بناتا ہے، چونکہ اس کا نرخ مہنگا ہے، اس لئے اس کی بکری بہت کم ہوتی ہے، اکثر خریداروں کو رہی کا ملانا بھی معلوم ہوگیا ہے، تاہم اسی کو زیادہ خریدتے ہیں پس یہ تجارت شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر خریداروں پر ظاہر کردیتا ہے کہ اس میں رہی بھی ہے یہ خالص نہیں تو درست ہے اور اگر اس کو خالص کہہ کر فروخت کرتا ہے، تو یہ دھوکہ ہے جو ناجائز اور گناہ ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دھان میں پانی ملاکر فروخت کرنا

سوال:۔ فی الحال گاؤں میں چالیس روپے کا ایک بورہ دھان فروخت ہوتا ہے، بیوپاری لوگ مالک سے دو روپیہ زیادہ دے کر خریدتے ہیں یعنی نقد بیالیس روپیہ سے

---

[1] لایحل کتمان العیب فی مبیع اوثمن لان الغش حرام قال الشامی تحته اذاباع سلعة معیبة علیه البیان (شامی کراچی ج۵/ ص۴۷/ شامی زکریا ج۷/ص۲۳۰/ مطلب فی جملة ما یسقط به الخیار، باب الخیار، تبیین الحقائق ص ۳۱ ج۴ باب خیار العیب، امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص۳۵ ج۶ باب خیار العیب.

خریدتے ہیں، پھر بیوپاری لوگ اس دھان میں پانی ملاکر آڑھت والے کو فروخت کرتے ہیں، اب لوگ کہتے ہیں کہ مالک جانتا ہے کہ بیوپاری اس دھان میں پانی ملاکر فروخت کرے گا، تو اس مالک کی بیع ناجائز ہے کیونکہ وہ جاننے کے باوجود بیوپاری کو دیتا ہے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب نقد روپے سے بیع ہورہی ہے تو ناجائز نہیں ہے، اب کہنا یہ ہے کہ مالک کے جاننے کے باوجود بیوپاری کو وہ مال فروخت کرلے یہ جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ کتب اور نام حوالہ فرما کر دین کی بڑی خدمت انجام دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس علم کے باوجود مالک کے لئے بیوپاری کے ہاتھ اصل دھان کا فروخت کرنا درست ہے، بیوپاری اگر اس میں پانی ملاکر دھوکہ دے کر فروخت کرے گا، تو وہ خود گنہگار ہوگا ''**من غشنا فلیس منا**''[1] الحدیث، اصل مالک قدیم پر اسکا گناہ نہیں ہوگا ''**ولا تزر وازرة وزر اخری**''[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۱۲/۵۹ھ

---

[1] مسلم شریف ص ۷۰/۱، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیه وسلم من غشنا فلیس منا، طبع مکتبه بلال دیوبند، سنن ابن ماجه ص ۱۶۱ ج ۱ ابواب التجارات، باب النهی عن الغش، مطبوعه اشرفی دیوبند. ''ترمذی شریف، ج ۱/ص ۱۵۷/باب ماجاء فی کراهیة الغش فی البیوع، طبع رشیدیه دهلی'' **ترجمه**:- جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ لایحل کتمان العیب فی مبیع أو ثمن لان الغش حرام، شامی کراچی ص ۴۷ ج ۵ باب الخیار، مطلب فی جملة ما یسقط به الخیار، بحر کوئٹه ص ۳۵ ج ۶ باب خیار العیب، النهر الفائق ص ۳۸۹ ج ۳ باب خیار العیب، طبع بیروت.

[2] سورة فاطر آیت ۱۸/ **ترجمه**:. اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاویگا۔ (از بیان القرآن)

چھوٹے گز سے کپڑا ناپ کر دینا

سوال:۔ چھوٹا گز رکھنا اوراس سے کپڑا ناپ کر دینا کیسا ہے؟ اس طرح کمائی ہوئی رقم کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عرفاً جس قدر طویل گز لوگوں میں مشہور ہے جس کو سب لوگ جانتے ہیں، اس سے چھوٹا گز رکھنا اوراس سے ناپ کر کپڑا بیچنا خریدار کو دھوکہ دینا ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے[۱] خریدار نے بڑے گز کی قیمت دی ہے حالانکہ اس کو کپڑا چھوٹے گز سے دیا گیا ہے، تو جس قدر قیمت زائد وصول کی ہے وہ اس کے لئے ناجائز ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] من غشن فليس منا الحديث (ترمذی شريف، ج ۱/ص ۱۵۷/ ابواب البيوع، مطبع رشيديه دهلی، باب ماء جاء فی كراهية الغش فی البيوع) **ترجمہ**:- جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

[۲] ولو قال بعت منک هذا الثوب على انها عشرة اذرع كل ذراع بدرهم فوجد عشرة لزمته بعشرة دراهم وإن وجدها خمسة عشر ذراعا فهو بالخيار إن شاء اخذ الجميع كل ذراع بدرهم وإن شاء تركها وإن وجدها تسعة اذرع أو اقل اخذها بحصتها إن شاء، هنديه كوئٹه ص ۱۲۴ ج ۳ الباب التاسع فيما يجوز بيعه، الفصل الثامن فی جهالة المبيع والثمن، الدر مع الشامی كراچی ص ۵۵۵ ج ۴ كتاب البيوع، مطلب المعتبر ما وقع عليه العقد وإن ظن البائع الخ، النهر الفائق ص ۳۵۴ ج ۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت،

باب پنجم : نقد وادھار خرید وفروخت کے احکام

قیمت بڑھا کر قسط وار اُدھار بیچنا درست ہے

سوال:۔کاشت کرنے والوں کیلئے ٹریکٹر بے انتہا ضرورت کی چیز بن گیا ہے، اور یہ چیزیں بازاروں میں نہیں ملتیں ہے بلکہ عالمی بنک سے ٹریکٹر ملتا ہے، جس کی شکل یہ ہے کہ عالمی بینک خریداری کی سہولت کیلئے ٹریکٹر کی رقم کے کئی ہفتہ متعین کر دیتی ہے، جس میں خریدار کو متعینہ ہفتہ میں لون کیساتھ رقم دینی پڑتی ہے، تو اس سوال میں قابل طلب دو چیزیں ہیں۔

(۱) عالمی بینک سے ٹریکٹر مذکورہ شکل کے ساتھ خرید سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۲) لون سود ہے یا سود کی کوئی قسم ہے یا سود نہیں ہے، جو حقیقت ہو بیان فرمادیں

الجواب حامداً ومصلياً

(۱) خرید سکتے ہیں، (۲) نقد کے اعتبار سے ادھار کی قیمت عامۃً کچھ زیادہ ہوتی ہے[۱]، اسطرح قیمت تجویز کر لیجائے، کہ اتنی قسطوں میں پوری قیمت ادا کی جائیگی، اور ہر قسط کی رقم اتنی ہوگی جو کہ نقد سے کچھ زیادہ ہے[۲] اس زیادتی کا نام لون ہے، یہ شرعی اصطلاح کے اعتبار سے سود نہیں عالمی بینک جو نام چاہے تجویز کرے احکام شرعی اسکے تابع نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الايرى انه يزاد فى الثمن لاجل الاجل الخ هدايه، ج۳/ص ۷۴/ (مطبوعه ياسرنديم ديوبند) باب المرابحة والتولية، فتح القدير ص ۲۶۲ ج۶ كتاب البيوع، دار الفكر مصر، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] البيع مع تأجيل الثمن وتقسيطه صحيح ...... يلزم ان تكون المدة معلومة فى البيع بالتأجيل والتقسيط، شرح المجلة ص۱۲۴ ج۱ رقم المادة ۲۴۵، اتحاد بكڈپو ديوبند، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

قسطوں پر کوئی شئی خریدنا

سوال:۔ ایک موٹرسائیکل ہے، جو نقد لینے سے پانچ ہزار روپیہ میں ملتی ہے، اور قسطوار لینے سے پانچ ہزار پانچ سو روپیہ میں ملتی ہے، تو کیا قسطوار لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نقد اور اُدھار کی قیمت میں فرق ہونا منع نہیں، مگر قسطیں متعین ہوجائیں[1]، اور پھر یہ نہ ہو کہ کسی قسط کے وقتِ متعین پر وصول نہ ہونے سے مزید اضافہ قیمت میں کیا جائے، وصول شدہ رقوم ہی ضبط ہوجائے، اور موٹرسائیکل بھی ہاتھ سے چلی جائے، ایسی صورت ہو تو شرعاً یہ معاملہ درست نہیں، بلکہ اس میں سود اور جوا ہوگا ان دونوں کی ممانعت نصوص میں مذکور ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳؍۱۰؍۹۰ھ

قسط پر خریدنا

سوال:۔ کچھ دوکاندار، سائیکل، سلائی مشین انجن وغیرہ قسطوں پر فروخت کرتے

---

[1] وفی الخانیة والتجنیس رجل قال لأخر بعت منک ھذا الثوب بعشرة علی ان تعطینی کل یوم درھما وکل یوم درھمین ،البحر الرائق ،ص۲۸۰؍ج۵؍ کتاب البیوع تحت قول الکنز صح بثمن حال وبأجل معلوم.

[2] احل اللّٰہ البیع وحرم الربوا، سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵ یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا الربا اضعافا مضاعفة، آل عمران آیت ۱۳۰، یسألونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس، سورہ بقرہ آیت، ۲۱۹، انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ، مائدہ آیت ۹۰، لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاھدیه وقال ھم سواء، مشکوٰۃ شریف ص۲۴۴.

ہیں، اوراس کی صورت ایسی ہوتی ہے کہ اکثر سوروپیہ کی قسط ہوتی ہے اوردوسال تک دس روپیہ ماہانہ حساب سے وصول کرتے ہیں، تواس طریقہ سے وہ ایک سال میں ایک سوبیس روپیہ ہوجاتے ہیں نقداگر خریدا جائے تو ایک سوروپیہ میں اورقسط وار میں ایک سوبیس روپے دیناپڑتا ہے، یہ جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

نقد اورادھار کی قیمت میں عموماً فرق ہوتا ہی ہے، اس میں مضائقہ نہیں[1]، مگرایسا نہ ہوکہ کسی قسط کے وقت پرادانہ ہونے کی صورت میں اس کی چیز سائیکل مشین وغیرہ کی واپسی ہوجائے اورادا شدہ رقم بھی ضبط ہوجائے کہ یہ ناجائز ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۸۵ھ

زیادہ نفع پر بیع

سوال:۔ زیادہ نفع کی حرص میں کوئی چیز اضعافاً مضاعفۃً قیمت میں ادھار فروخت

---

[1] الایریٰ انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل الخ هدایه ،ج۳/ص ۷۴/ (مطبوعه یاسرندیم ، باب المرابحة والتولیة)فقه السنة ،ج۳/ص۷۳/ کتاب البیوع، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۱۴ ج۶ باب المرابحة والتولیة،

[2] مجلّہ ''بیع بالتقسیط'' ترتیب قاضی مجاہدالاسلام ص۱۲، ۱۹، ۲۰ عنوان ''فیصلے'' اقساط پر بیع وشراء، مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی الہند، عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده أنه قال : نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن بیع العربان، قال مالک : وذلک فیما نریٰ واللّٰه علم أن یشتری الرجل العبد أو یتکاری الدابة ثم یقول أعطیتک دیناراً علی أنی إن ترکت السلعة الکراء فیما أعطیتک لک، وما وقع فی تفسیر العربان فی المؤطا هو أوضح مما وقع فی أبی داؤد الخ ابوداؤد مع بذل المجهود ص ۲۸۶و۲۸۷ ج۴ کتاب البیوع، باب فی العربان، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے مگر خلاف مروت ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اُدھار میں مال کی قیمت زیادہ لینا

سوال:۔ (۱) اگر کوئی شخص بوجہ مجبوری روپیہ ادھار لیتا ہے اور پھر کوئی چیز اس کی ادائیگی میں دیتا ہے تو روپیہ دینے والا شخص بازاری قیمت سے کافی کم قیمت لگاتا ہے، جیسے دھان کی قیمت ۱۶۰ر مگر بھاؤ طے کرتا ہے ۱۰۰ر روپیہ یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) نقد بیل یا بھینس کی قیمت ۲ر ہزار ہے تو ادھار میں کچھ دینے کے بعد بھی دوگنی سے ڈھائی گنی لی جاتی ہے، اس میں لینے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خریدوفروخت میں اگر قیمت نقد دیجائے تو عموماً وہ کم ہوتی ہے، ادھار کا معاملہ ہوتو قیمت زیادہ ہوتی ہے، شرعاً یہ درست ہے، لیکن زیادہ فرق بے مروتی ہے خاص کر جب کہ خریدار حاجت مند ہو کہ اس کے پاس گزارہ کرنے کے لئے غلہ نہیں ہے، یا کھیتی کا وقت ہے بیل نہیں ہے، نقد ادا کرنے کے لئے روپیہ بھی نہیں ہے، مجبوراً اُدھار لیتا ہے تو وہ مستحق رحم وشفقت ہے، اسکو مجبور اور بےبس پاتے ہوئے زیادہ قیمت لینا خلاف مروت ہے،[۲] حدیث

---

[۱] ومن اشتریٰ شیئاً واغلی فی ثمنه فباعه مرابحة علی ذلک جاز وقال ابو یوسف رحمه اللّٰه تعالیٰ إذا زاد زیادة لا یتغابن الناس فیها فانی لا احب أن یبیعه مرابحة حتی یبین، هندیه کوئٹه ص ۱۶۱ ج۳ کتاب البیوع، الباب الرابع عشر فی المرابحة الخ.

[۲] ولو اشتری شیئاً نسیئة لم یبعه مرابحة حتی یبین (بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں ہے تم زمین والوں پررحم کروآسمان والاتم پررحم کریگا،اور جوشخص دوسروں پررحم نہیں کرتا اس پررحم نہیں ہوتا ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۲۱/۱۱/۱۴۰۶ھ

اُدھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی

سوال:۔زید نے ایک رکشا چارسوروپے کا خریدااورزید نے اس رکشے کوساڑھے چھ سوروپیہ میں دیااوراس وقت بکر سے زید نے پچاس روپے لیااور بقایا چھ سوروپیہ ساڑھے بارہ روپے کے ہفتہ کے حساب سے دیتا رہے،جب تک رقم وصول نہ ہوجائے،یہ قسط دیتا رہےگااوررقم پوری ہوجانے کے بعدرکشا بکر کے نام کردےگااس مدت میں رکشا بکرہی استعمال میں لائےگا،اورتوڑ پھوڑکا ذمہ داربکرہی ہوگا،تواس طرح سوداکرنا درست ہے یانہیں؟جبکہ ادھارکی آسانی کی وجہ سے ۴۰۰/کی قیمت ۶۰۰/ہوگئی۔

الجواب حامداًومصلیا

اُدھارکی وجہ سے قیمت میں زیادتی کرناشرعاًوعرفاًدرست ہے،جیسا کہ ہدایہ وغیرہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لأن للاجل شبهة المبيع وان لم يكن مبيعاً حقيقة لانه مرغوب فيه الاترى ان الثمن قد يزاد لمكان الاجل بدائع ،ص ۴۲۶/ج۴/ بيان مايجب بيانه فى المرابحة، فتح القدير ص۲۶۲ ج۶ كتاب البيوع، دار الفكر بيروت، الدر المختار مع الشامى ص۱۴۲ ج۵ كتاب البيوع، باب المرابحة، المبسوط للسرخسى ص۸ ج۱۳ باب البيوع الفاسدة، دار الفكر بيروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] الراحمون يرحمهم الرحمن ،ارحموا من فى الارض يرحمكم من فى السماء وفى رواية من لايرحم لايرحم مشكوٰة شريف ،ج۲/ص ۴۲۱-۴۲۳/، باب الشفقة والرحمة، مطبوعه ديوبند.

ترجمہ:. رحم کرنے والوں پررحمٰن رحم کرتا ہے تم زمین والوں پررحم کروآسمان والاتم پررحم کریگا،اورایک روایت میں ہے جوشخص رحم نہیں کرتااس پررحم نہیں کیاجاتا۔

میں تصریح ہے "الا تریٰ انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل اھ"[۱] لیکن اتنی زیادتی نہ کی جائے جوکہ عرفاً قابل برداشت نہ ہوکہ یہ خلاف مروت ہے، فقہاء نے بیع مرابحہ کا مستقل عنوان قائم کیا ہے، اس میں اس کے شواہد موجود ہیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۸۹ھ

نقد واُدھار کی قیمت میں فرق

سوال:۔ زید مثلاً سینے کی مشین یا ریڈیو وغیرہ کی تجارت کرنا چاہتا ہے اور اس میں یہ رواج ہے کہ نقد فروخت کرنے کی قیمت علیحدہ مقرر کی جاتی ہے، اور قسطوار قیمت ادا کرنے میں قیمت نقد سے زیادہ لی جاتی ہے، تو اس طرح تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو کیا صورت جواز کی ہوسکتی ہے، کہ زید اپنی دوکان کے دو حصے کرلے ایک میں نقد کا بھاؤ رکھے ایک میں اُدھار کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مجلس عقد میں ہی نقد یا ادھار کا معاملہ صاف ہوجائے، کہ خریداری نقد ہے، یا ادھار تو اس طرح تجارت درست ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الهداية ، ج۳/ص ۷۴/باب بیع المرابحة والتولية، شامی کراچی ص ۱۴۲ ج۵ کتاب البیوع، باب المرابحة والتولية فتح القدير، ص ۲۶۲ ج۶ کتاب البیوع، دار الفكر بيروت.

[۲] قال فی البدائع ، ج۴/ص ۲۶۶/ ولواشتریٰ شیئاً نسیئة لم يبعه مرابحة حتى يبين لأن للاجل شبهة المبيع وان لم يكن مبيعا حقيقة الا ترى ان الثمن قديزاد لمكان الاجل اھ . بيان مايجب بيانه فی المرابحة، المبسوط للسرخسی ص۸ ج۱۳ باب البيوع الفاسدة، دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ص ۱۱۲ ج۳ باب المرابحة والتولية، دارالكتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

نقد میں قیمت کم ادھار میں زیادہ

سوال:۔ (۱) عبداللہ نے عبدالغفار سے ماہ جمادی الثانی میں دوکان خریدی، عبدالغفار نے کہا اگر تم آج ہی قیمت دیتے ہو تو کوئی بات ہی نہیں ہے، بازاری قیمت لے لونگا، اور اگر ماہ رجب میں دیتے ہو تو قیمت زیادہ لوں گا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ دھان اُدھار لئے گئے جس کی وجہ سے قیمت زیادہ بازار سے لی جارہی ہے۔

(۳) دھان اُدھار لئے گئے اور ادائیگی قیمت کیلئے کوئی وقت متعین نہیں کیا گیا بازاری نرخ کا علم نہیں، لیکن عبدالغفار نے کہا ۲۵/روپیہ من لونگا۔

(۴) خود عبدالغفار دھان دے رہا ہے اور قیمت رجب میں وصول کرنے کے لئے کہہ رہا ہے، اور قیمت کی بھی تعین کردی بازاری نرخ کا علم نہیں ہے، ۳/۴/ میں تعین وقت اور عدم تعین وقت کا فرق۔

(۵) دھان اُدھار دیئے جارہے ہیں، اور قیمت کی ادائیگی ماہِ رجب میں بازاری قیمت سے ہوگی، ان صورتوں میں سے کونسی جائز اور کونسی ناجائز ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] ویصح البیع بثمن حال مؤجل لاطلاق قولہ تعالیٰ واحل اللہ البیع وحرم الربوا، مجمع الانہر، ج۳/ ص ۱۳/ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت.

وکذا اذا قال بعتک ھذا العبد بألف درھم الی سنة اوبالف وخمسة الی سنتیں لأن الثمن مجھول فاذا علم ورضی بہ جاز البیع لأن المانع من الجواز ھو الجھالة عند العقد وقد زالت فی المجلس ولہ حکم حالة العقد فصار کانہ معلوم عندالعقد وان لم یعلم بہ حتی اذا افترقا لقدر الفساد (بدائع ج۴/ ص۳۵۸/ فی جھالة الثمن مکتبہ زکریا دیوبند، بذل المجھود، ج۴/ ص۲۷۶/ باب فیمن باع بیعتین فی بیعة، مطبوعہ سھارنپور، المبسوط للسرخسی ص۸ ج۱۳ باب البیوع الفاسدة، دار الفکر.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس طرح گول مول طریقہ پر بیع درست نہیں ہے، پہلے خریدار سے دریافت کرلیا جائے، کہ تم قیمت اب دوگے یا رجب میں دوگے، اگر اس نے کہا کہ اب دونگا تو اس کو بتادیا جائے کہ ۲۰/روپے قیمت لونگا اگر اس نے کہا کہ رجب میں دونگا، تو اس کو بتادیا جائے کہ ۲۵/روپئے قیمت لونگا، غرض ایک بات متعین ہوجائے[۱]

(۲) اُدھار کی وجہ سے معمولی زیادہ قیمت طے کرلینا درست ہے[۲]

(۳) دام دینے کا وقت اس طرح مقرر کرلے کہ نزاع نہ ہوتو بیع درست ہوگی ورنہ فاسد ہوگی[۳] (۴) یہ درست ہے[۴]

(۵) یہ بیع فاسد ہے اس میں قیمت نہیں ہے[۵] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۸۷ھ

---

[۱] اذاقال بعتک هذا العبد بألف درهم الیٰ سنة اوبألف وخمس مائة الی سنتین لأن الثمن مجهول فاذا علم ورضی به جازالبیع. بدائع، ج۴/ص۳۵۸/فی جهالة الثمن، مکتبه زکریا دیوبند، بذل المجهود ج۴/ص۲۷۸/ باب من با ع بیعتین فی بیعة، مکتبه یحیوی سهارنپور، المبسوط للسرخسی ص۸ ج۱۳ باب البیوع الفاسدة، دار الفکر.

[۲] ولامساواة بین النقد والنسیئة لان العین خیرمن الدین والمعجل اکثر قیمة من المؤجل. بدائع، ج۴/ ص۴۰۷/ ربا النسیئة، مکتبه زکریا دیوبند.

[۳،۴] وصح بثمن حال ومؤجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع،الدرالمختار علی الشامی،کراچی،ج۴/ص۵۳۱/کتاب البیوع، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، شرح المجلة ص۱۲۵ ج۱ رقم المادة ۲۴۶، اتحاد بکڈپو دیوبند.

ولواشتریٰ شیئاً نسئیة لم یبعه مرابحة حتی یبین لأن لاجل شبهة المبیع وان لم یکن مبیعاً حقیقة لأنه مرغوب فیه ان تری ان الثمن قدیزاد لمکان الاجل. بدائع، ج۴/ص۴۲۶/ بیان مایجب بیانه فی المرابحة، مکتبه زکریا دیوبند. (حاشیہ ۵ اگلے صفحہ پر)

نقد اور اُدھار کی قیمت میں فرق

سوال:۔ نقد خریدی کے وقت ایک قیمت اور ادھار کے وقت دوسری قیمت ایسا کر سکتے ہیں؟ کیا یہ ربوا میں شامل نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ربوا نہیں ہے، شامی[1] میں اس کی تصریح موجود ہے، البتہ ادھار کی وجہ سے قیمت میں اتنا اضافہ کرنا کہ غریب خریدار پر بار زیادہ پڑ جائے خلاف مروت ہے[2] کہ اپنی غربت کی وجہ سے مستحق احسان ومواسات ہے، نیز مجلس عقد بیع میں ہی یہ طے ہو جائے کہ یہ ادھار خرید رہا ہے، فلاں قیمت دے گا یہ بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۷ھ

نادار غریب سے زیادہ قیمت لیکر غلہ فروخت کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں کے مالداروں نے غریبوں کو ستانے کے لئے یہ طریقہ بنالیا ہے کہ جب گرانی میں فاقہ کشی کا وقت آتا ہے اور کوئی غریب کسی مالدار سے چاول وغیرہ

---

[1] ولو قال بعت هذا العبد بقيمته فالبيع فاسد لانه جعل ثمنه قيمته وانها تختلف باختلاف تقويم المقومين فكان الثمن مجهولا. بدائع ،ج۴/ص۳۵۸/ في جهالة الثمن، كتاب البيوع، مكتبه زكريا ديوبند، شرح المجلة ص ۱۲۲ ج ۱ رقم المادة ۲۳۸، اتحاد بکڈپو ديوبند.

(صفحہ ہذا) [1] الاترىٰ انه يزاد في الثمن لأجله الخ شامي زكريا ،ج۷/ص۳۶۲/ مطبوعه نعمانيه ديوبند ، ج۴/ص۱۵۸/باب المرابحة والتولية، فتح القدير ص ۲۶۲ ج۶ كتاب البيوع، دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ص ۱۳ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء مشكوٰة شريف ص ۴۲۳، باب الشفقة والرحمة، مطبوعه ديوبند.

قرض مانگتا ہے تو وہ نہیں دیتا اوران بیچاروں کے پاس اتنے روپے موجود نہیں ہوتے ہیں، کہ جن سے فی الحال اس چیز کو خرید سکیں، تو وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ دیکھو فی الحال مثلاً ایک کوئنٹل گیہوں کی قیمت چالیس روپئے ہے، تو یہ تم کو وہی ایک کوئنٹل گیہوں دیں گے، مگر قیمت بجائے عام بھاؤ چالیس روپے کے ساٹھ روپے لیں گے، اوراس روپے کی ادائیگی، کے لئے تم کو دوماہ کی مہلت بھی دیں گے، چنانچہ دونوں کے درمیان اس طرح بیع ہوجاتی ہے، تواب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح سے غریبوں کو ستانا کیسا ہے؟ اور پھر یہ بیع صحیح ہوتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

نقد اورادھار کی قیمت میں فرق ہونا شرعاً ناجائز نہیں، تجارت میں یہ فرق شرعاً ورواجاً درست ہے[۱] لیکن غریب فاقہ کشی سے عاجز آکر ادھار غلہ لیتا ہے تاکہ اپنے بھوکے بچوں کو کھلا سکے وہ بہت زیادہ قابل رحم ہے، مالدار کی مالداری کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غریب فاقہ کش کی امداد کرے اگراتنا حوصلہ نہیں تو عام نرخ کے اعتبار سے فروخت کردے، یہ بھی نہیں کرسکتا تو معمولی نفع لے لے زیادہ نفع لینا مروت وہمدری کے خلاف ہے[۲] گو بیع پر ناجائز ہونے کا حکم نہ لگایا جائیگا[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] واذاکان الثمن مؤجلاً وزادالبائع فیه من اجل التاجیل جاز والیٰ هذا ذهب الاحناف الخ فقه السنة ،ص ۷۳/ج۳/ کتاب البیع، زیادة الثمن نظیر زیادة الاجل، طبع دار الکتاب العربی.

[۲] الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموامن فی الارض یرحمکم من فی السماء فی روایة لایرحم اللّٰه من لایرحم الناس، مشکوٰة شریف،ص ۴۲۱-۴۲۳، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، طبع دار الکتاب دیوبند.

ترجمہ:. رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کروآسمان والاتم پر رحم کرے گا۔

[۳] من اشتری شیئاً واغلی فی ثمنه فباعه مرابحة علی ذالک جاز، هندیه کوئٹه ص ۱۶۱ ج۳ الباب الرابع عشر فی المرابحة الخ.

باب ششم : بیعانہ کے احکام

بیعانہ کا حکم

سوال:۔ادھر دستور ہے کہ جب کوئی شئی خرید وفروخت کی بات چیت ہوتی ہے،تو بات کو پختہ ومستحکم بنانے کے لئے چیز والا خریدار سے کچھ رقم یا نقد روپیہ لیتا ہے،اس کو (بیعانہ) کہتے ہیں اگر خریدار نے بات چیت کے مطابق وہ چیز لی تو ٹھیک ہے، اور اگر نہ لی تو بیعانہ سوخت ہوجاتا ہے،خریدار کو واپس نہیں ملتا،ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیعانہ جزو قیمت ہے جس کو پیشگی وصول کیا جاتا ہے، پھر بقیہ قیمت معاملہ پختہ ہونے پر وصول کر لیجاتی ہے،اگر معاملۂ بیع طے نہ ہو بلکہ ختم ہوجائے،تو یہ بیعانہ واپس کرنا ضروری ہے،اس کا روکنا اور سوخت کردینا درست نہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیعانہ لینے سے بیع

سوال:۔عمر نے زید کو مکان کا ایک چوتھائی حصہ چار سو روپیہ میں فروخت کردیا، اور

---

[1] ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم نهیٰ عن بیع العربان قال ابو عبداللّٰه العربان ان یشتری الرجل دابة بمائة دینار فیعطیه دینار ین عربوناً فیقول ان لم اشترا الدابة فالد ینار ان لک وقیل یعنی واللّٰه اعلم ان یشتری الرجل الشئی فیدفع الی البائع درهماً اواقل اواکثر ویقول ان اخذته والا فالدرهم لک (ابن ماجه شریف ،ص ۱۵۹ .ابواب التجارات،باب بیع العربان، مطبوعه رشیدیه دهلی اعلاء السنن ص ۱۶۶ ج ۱۴ کتاب البیوع، باب النهی عن بیع العربان مکتبه امدادیه مکه مکرمه، ویرد العربان إذا ترک العقد علی کل حال، بذل المجهود ص ۲۸۷ ج ۴ کتاب الاجارة باب العربان، رشیدیه سهارنپور.

مبلغ سوروپیہ بطور بیعانہ لیکر یہ تحریر لکھدی کہ میں مبلغ سوروپیہ بطور بیعانہ اب لیتا ہوں، اور مبلغ تین سوروپئے رجسٹری کے وقت لونگا، زید نے جب عمر بائع سے رجسٹری کا تقاضا کیا تو عمر بائع رجسٹری کو ٹالتا رہا اور کچھ عرصہ بعد مکان پر جبراً اپنا قبضہ کرلیا، اور جو مبلغ سوروپے بطور بیعانہ لیا تھا، اسکے واپس دینے سے بھی انکار کردیا، اب یہ باتیں دریافت طلب ہیں؟

(۱) یہ بیع صحیح ہوگئی یا نہیں؟

(۲) اگر صحیح ہوگئی تو بائع کو مکان پر جبراً بلا رضامندی زید (مشتری) قبضہ کرلینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کیا بائع عمر کو جبراً بیع کے فسخ کا اختیار ہے؟

(۴) اگر صحیح نہیں ہوئی یا بائع کو جبراً فسخ بیع کا اختیار ہو تو مبلغ سوروپیہ بائع کے ذمہ ضروری ہے یا نہیں؟

(۵) مشتری کو اپنے اس روپیہ کے واپس لینے کا حق ہے یا نہیں جو اس نے بطور بیعانہ بائع کو دیئے تھے، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صحیح ہوگئی[۱] (۲) نہیں[۲] (۳) نہیں[۳] (۴) بیع تھی اب اگر بائع اس کو فسخ کرنا

---

[۱] (وصح بثمن حال)وهو الاصل (مؤجل الى معلوم)لئلا يفضى الى النزاع درمع شامى كراچى، ص ۵۳۱/ج۴/كتاب البيوع، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت، سكب الأنهر مع المجمع ص۱۳ ج۳، كتاب البيوع.

[۲] ويسقط (حق حبس المبيع) بتاجيل الثمن بعد البيع وبتسليم البائع المبيع قبل قبض الثمن فليس له بعده رده اليه بخلاف ما اذا قبضه المشترى بلااذنه (شامى كراچى ص ۵۶۱/ ج۴/ كتاب البيوع، مطلب فى حبس المبيع لقبض الثمن، كذا فى الهنديه ص۱۵/ ج۳/ كتاب البيوع، الباب الرابع، الفصل الاول فى حبس المبيع بالثمن، مجمع الأنهر ص۳۲ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] واذا وجد الايجاب والقبول لزم البيع ولاخيار لواحد منهما الامن عيب اوعدم روية وفيه اشارة الى ان البيع يتم بهما ولايحتاج الى القبض كمافى المحيط **(بقيه اگلے صفحه پر)**

چاہے تو مشتری کی رضامندی سے مبلغ سوروپے واپس دے کر فسخ کرسکتا ہے[1]

(۵) اگر بائع مکان نہیں دیتا اور جھگڑا کرتا ہے تو مشتری کو حق حاصل ہے کہ اپنا روپیہ واپس لے لے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۳/۵۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۳/۵۳ھ

بیعانہ کی واپسی

سوال:۔ واضح ہو کہ انجمن کا مدرسہ کا باغ اور کچھ زمین جس میں پتاور یعنی بوس پیدا ہوتا ہے، چونکہ کچھ حصہ باغ میں شامل ہے اور طریقہ پہلے سے یہ ہے کہ اکٹھا باغ اور پتاور والی زمین کو نیلام کیا جاتا ہے، اور باقی روپیہ تقریباً ۱۵/ یوم میں لیا جاتا ہے، وہ اسلئے ¼ حصہ لگایا جاتا ہے، اگر کوئی شخص بغیر نیلام فصل باغ یا پتاور کا نیلام چھوڑ دے تو ¼ حصہ روپیہ کا جمع ہونے سے دوبارہ نیلام ہونے پر جو رقم ملے نیلام سے کم ہوگی اس جمع ہوئے روپیہ سے لیکر باقی واپس کردیا جائیگا، ابھی تک کوئی موقع ایسا نہیں ہے جو روپیہ کی ادائیگی میں روکاوٹ ہوگئی ہو، لیکن اس مرتبہ ایسا ہوا کہ نیلام باغ و پتاور مبلغ ۱۹/ روپیہ کی ہوئی اور مبلغ ۱۰۰/ روپیہ فوراً دیا باقی ایک چوتھائی حصہ شام کو دینے کا وعدہ کیا، لیکن اس شخص نے ۱۵/ یوم تک روپیہ نہیں دیا اور میں نے تحریر سے بھی اس شخص کو مطلع کیا کہ اگر ایک ماہ تک آپ کل روپیہ جمع نہیں کرتے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الدر المنتقی مع مجمع الانهر ص ۱۰/ ج۳/ کتاب البیوع، مطبوعه مکتبه الباز، مکة المکرمه، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت.

[1] ومن شرائط فسخ العقد علم صاحبه بالفسخ بلاخلاف بین اصحابنا، وان کان (الفسخ) بعد القبض یشترط له القضاء او الرضا، بدائع زکریا، ص ۵۶۳/ ج۴/ بیان مایفسخ به العقد.

[2] ویرد العربان إذا ترک العقد علی کل حال، بذل المجهود ص۲۸۷ ج۴ کتاب الاجارة، باب العربان، طبع رشیدیه سهارنپور.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\06-Baiana ke Ahkam

ہیں، تو باغ و پتا وردوبارہ نیلام کر کے جو رقم کم ہوگئی وہ تم سے وصول کی جائے گی لہٰذا بعد میعاد دوبارہ نیلام کر دیا چونکہ مبلغ پونے سترہ سو کی نیلام ہوئی اس صورت میں مبلغ سو روپیہ جو ہمارے پاس ہیں وہ روپیہ واپس کر دیا جائے یا لے لیا جائے، جیسا کہ حکم شرعی ہو مفصل تحریر کر دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

وہ پیشگی جمع شدہ سو روپیہ واپس کر دی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دار العلوم دیوبند ۱۷/۱/۸۸ھ

بیع مکمل نہ ہونے کی صورت میں بیعانہ ضبط

سوال:۔ میں اپنا ایک مکان بیع کرنا چاہتا تھا اس کے کئی خریدار تھے، بالآخر ایک صاحب نے معاملہ بیع مجھے پچیس ہزار روپئے پانچ سو میں طے کیا اور مبلغ چار ہزار پانچ سو روپیہ بطور زر بیعانہ ادا کیا اور بقیہ زر ثمن فراہم کرنے کے لئے چھ ماہ موقع مانگا میں نے اس شرط پر چھ ماہ کا موقع دیدیا کہ اگر وہ بیعنامہ نہیں کرائینگے تو چار ہزار پانچ سو روپئے زر بیعنامہ ضبط ہو جائیگا، اور خریدار اس روپیہ کے واپس پانے کا مستحق نہ ہوگا، خریدار بخوشی اس پر رضامند ہوگئے، اور معاہدہ مکمل ہوگیا، اب وہ بیعنامہ لکھانے سے بالکل منکر ہیں اور اپنا روپیہ واپس مانگتے ہیں، اور ان سے معاملہ طے ہونے کی وجہ سے اور خریدار بھی ہٹ گئے، ان حالات میں

[1] ویرد العربان اذاترک العقد علی کل حال بالاتفاق بذل المجهود ،ج۴/ص۲۸۷/ کتاب البیوع ،باب فی العربان،مطبوعه رشیدیه سهارنپور، عون المعبود ص۳۰۲ج۳ کتاب البیوع باب العربان، مطبوعه نشر السنة ملتان، حجة اللّٰه البالغة ص۱۰۰ج۲ البیوع المنهی عنها مطبوعه مصری.

اگر روپیہ واپس نہ کریں تو کیا شرعاً گرفت ہوگی، اور ہم گنہگار رہوں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس روپیہ کی واپسی واجب ہے[1]، جو معاہدہ پہلے کرلیا گیا تھا کہ بیعنامہ نہ کرانے کی صورت میں یہ رقم ضبط ہو جائے گی، یہ معاہدہ خلاف شرع ہے، اس کی پابندی لازم نہیں اس کو توڑنا ضروری ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱۱/۲۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱۱/۲۲ھ

---

[1] ویرد العربان اذاترک العقد علیٰ کل حال بالاتفاق (بذل المجهود ج۴/ ص۲۸۷/ مطبع رشیدیه سهارنپور، کتاب البیوع، باب فی العربان، عون المعبود ص۳۰۲ج۳، کتاب البیوع باب فی العربان مطبوعه نشر السنة ملتان، حجة الله البالغة ص۱۰۰ ج۲ البیوع المنهی عنها مطبوعه مصری.

[2] وفی حدیث الترمذی قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المسلمون علی شروطهم الا شرطا حرّم حلالاً أو احل حراماً، ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ما ذکر عن النبی صلی الله علیه وسلم فی الصلح بین الناس مطبوعه اشرفی دیوبند، المعجم الکبیر للطبرانی ص۲۲ ج۱۷ رقم الحدیث ۳۰ مطبوعه دار احیاء التراث العربی.

باب ہفتم

حقوق مجردہ اور حصص وغیرہ کی بیع

گڈول کی شرعی حیثیت

سوال:۔ایک کتابوں کی دوکان ہے جسکا نام رحمانیہ لائبریری ہے، دور دراز کے مقامات سے کتابوں کے آرڈر آتے ہیں، اس دوکان رحمانیہ لائبریری کے دو بھائی مالک ہیں، یہ رحمانیہ لائبریری دونوں بھائیوں کے باپ نے قائم کی تھی، اب یہ دوکان آپس میں تقسیم کرنی ہے، مال یعنی کتابیں شریعت اسلامیہ کے قانون کے مطابق تقسیم کرلیجائیں گی، لیکن نام کا مسئلہ باقی رہ جاتا ہے، اسلئے جناب والا سے دریافت یہ ہیکہ شریعت اسلامیہ میں گڈول یعنی نام کی کیا حیثیت ہے؟ دنیاوی قانون کے اعتبار سے نام بھی جائیداد کی حیثیت رکھتا ہے، اور اسکی قیمت مثل جائیداد کے ہوتی ہے، لہٰذا مطلع فرمایا جائے کہ نام ''رحمانیہ لائبریری'' کی قیمت بھی شمار ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گڈول یعنی نام درحقیقت مال نہیں بلکہ بمنزلہ حیثیت عرفیہ کے ہے، جس کی کوئی قیمت نہیں[1] قانون نے اس کو جو کچھ حیثیت دی ہے، وہ شریعت کی رو سے فتویٰ لیکر نہیں دی ہے، اس لئے یہ باہمی رضامندی سے معاملہ طے کرلیا جائے، جو بھائی حکم شرع کی قدر کرتے ہوئے عمل کرے گا، انشاء اللہ تعالیٰ نقصان میں نہیں رہے گا، ایثار سے کام لینا دنیا وآخرت میں بہت زیادہ عزت ومنفعت کا ذریعہ ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/۱۴۰۱ھ

[1] وبطل بيع ماليس بمال والمال مايميل اليه الطبع ويجرى فيه البذل والمنع الخ درمختار على الشامى زكريا ،ج۷/ص۲۳۵/ باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص۷۷ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت، الدر المنتقى مع المجمع ص۷۷ج۳ باب البيع الفاسد.

کتابوں کا حق طباعت

سوال:۔ بعض لوگ کتابوں کی رائٹی وصول کرتے ہیں، کہ میری کتاب اگر ایک ہزار کی تعداد میں چھپی ہو تو مجھے مبلغ ایک سو روپیہ اور دو ہزار کی تعداد میں اگر چھپی ہو تو دو سو روپیہ دو، یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسرا شخص اگر کتاب چھاپے تو اس سے یہ روپیہ لینا جائز نہیں [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

حقوق طبع تصانیف کی بیع

سوال:۔ بہت سے مصنفین ومؤلفین خود اپنی تصنیف کو یا پھر وہ کسی ادارہ کو اپنی تصنیف فروخت کر دیتے ہیں، تو وہ ادارہ حکومت سے قانونی طور پر اس کے جملہ حقوق اپنے لئے محفوظ کرالیتا ہے، تاکہ دوسرے شخص کے لئے اس کی طباعت کی قانونی طور پر گنجائش نہ رہے، اور رجسٹری کرانے کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے، کہ اس کی آمدنی سے منتفع ہوتے رہیں، چنانچہ شیخ الہندؒ کا ترجمہ کلام پاک، تعلیم الاسلام از حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ، دینی تعلیم کے رسالے از الجمعیۃ بکڈپو وغیرہ کئی مثالیں ایسی ہیں کہ جن کے حقوقِ طبع محفوظ ہیں، اور جن کی طباعت

---

[1] وفی الا شباہ لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ قال فی البدائع ،الحقوق المفردۃ لاتحتمل التملیک ولایجوز الصلح عنھا.شامی کراچی،ص ۵۱۸/ج۴/کتاب البیوع ، مطلب لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ، الاشباہ والنظائر ص۱۱۳ الفن الثانی، کتاب البیوع، اشاعت الاسلام دھلی،

بلا اجازت قانونی جرم ہے، سرکاری قانون سے قطع نظر شرعی نقطۂ نظر سے اس سلسلہ میں چند امور دریافت طلب ہیں:۔

(۱) اس طرح بذریعۂ رجسٹری کسی کتاب کے حقوق اپنے لئے محفوظ کرالینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایسی تصنیف کہ جس کے حقوق طبع محفوظ ہیں، اور جس نے محفوظ کرر کھے ہیں، اس کے پاس سے مناسب قیمت پر جس وقت جس قدر بھی مطلوب ہو دستیاب ہوسکتی ہے، ایسی صورت میں دوسرے کے لئے بلا استصواب واستفسار کے یا استصواب واستفسار پر انکار اور منع کر دینے کی شکل میں طبع کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اپنی رجسٹری شدہ یا غیر رجسٹری شدہ کسی تصنیف کے حقوق طبع کسی فرد یا ادارہ کے ہاتھ فروخت کر دینا یا اس کے معاوضہ میں رقم وصول کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

(۴) مذکورہ بالا امور کے سلسلہ میں مفتیِ اعظم مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی کیا رائے تھی؟ اگر آنمحترم کے علم میں ہو تو براہِ کرم اس سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

فتاویٰ رشیدیہ[۱] کامل مطبوعہ کراچی، ص ۴۲۷ رمیں ہے۔

(سوال) حق تصنیف کتب کا ہبہ یا بیع یا ممنوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب) حق تصنیف کوئی مال نہیں، جس کا ہبہ یا بیع ہوسکے، لہٰذا یہ باطل ہے، "ولایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة اشباہ لھٰذا (۱) یہ بے اثر ہے، (۲) اجازت ہے، (۳) درست نہیں[۲]، (۴) مجھے علم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فتاویٰ رشیدیہ، ص ۴۹۸ ربیع فاسد کا بیان، مطبوعہ ادارہ الرشید دیوبند۔

[۲] وفی الاشباہ لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حق طباعت اور اصل کتاب میں تغیر کرنا

سوال:۔ اپنی کسی تالیف وتصنیف کا حق واشاعت محفوظ کرانا اور دوسروں کو اس کی اشاعت سے روکنا کیسا ہے؟ حق محفوظ کرانے سے جہاں مالی مفاد ملحوظ ہوتا ہے، وہاں یہ بات بھی پیش نظر ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ کتاب کی طباعت واشاعت میں صحت وغیرہ کا اہتمام نہیں کرتے ،اور بعض لوگ تو کتر بیونت کر کے اصل کتاب ہی کو ناقص شکل میں چھاپتے ہیں نیز بعض حضرات حق اشاعت کے محفوظ کرنے کے سلسلہ میں یہ توجیہ کرتے ہیں کہ ہم نے تو اس جس وقت کی قیمت کے طور پر یہ حق محفوظ کرایا ہے، جو اس تصنیف کی صورت میں ہوا ہے، یہ توجیہ قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مصنف کوئی تصنیف کرتا ہے تو وہ اسکا مالک ہے، جس قدر اسمیں محنت کی، درد سری، ودلسوزی وعرق ریزی سے جو مسودہ بنایا ہے، اسکو پورا حق ہے، کہ جس قدر قیمت میں معاملہ ہوسکتا ہے اس قیمت پر فروخت کردے، چند اوراق کی قیمت ہزاروں یا لاکھوں روپے قیمت ہوسکتی ہے، بغیر قیمت کے کسی کو نہ دے، نہ نقل کی اجازت دے، لیکن جب اسکی کتاب چھپ کر بازار میں آگئی، اور کسی شخص نے قیمت دیکر خریدی تو اس خریدی ہوئی کتاب سے نفع حاصل کرنے کا مشتری کو پورا اختیار ہے کیونکہ وہ اس کا مالک ہے، اور وہ اپنی ملک کو محفوظ کر

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) قال فی البدائع ،الحقوق المفردة لاتحتمل التمليک ولايجوز الصلح عنها. ”اقول :فکذا لاتضمن بالاتلاف قال فی شرح الزيادات للسرخسی واتلاف مجرد الحق لايوجب الضمان لان الاعتياض عن المجرد الحق باطل الااذافوت حقا موکدا، شامی کراچی،ص ۵۱۸/ج۴/کتاب البيوع، مطلب لايجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة، الاشباه والنظائر ص۱۱۳ الفن الثانی، کتاب البيوع، اشاعت الاسلام دهلی.

کے بھی رکھ سکتا ہے، فروخت بھی کرسکتا ہے، مستعار بھی دے سکتا ہے، نقلیں بھی کرا سکتا ہے، چھپوا بھی سکتا ہے، پھر چھپوا کر قیمت پر فروخت بھی کرسکتا ہے، بلکہ مفت تقسیم کرا سکتا ہے، اور اس میں مصنف کو ثواب پہنچانے کی نیت کرے تو زیادہ بہتر ہے، مصنف کو حق نہیں پہنچتا ہے کہ مشتری جو کہ مالک ہے اسکو اسکی مملوک شئی میں ان تصرفات سے روکے، البتہ اصل کتاب میں کتر بیونت کرنا جس سے اصل مضمون خبط ہوجائے، یا مقصود مصنف کے خلاف ہوجائے، یہ کتاب کیساتھ خیانت ہے اور اس ترمیم شدہ چیز کو اصل مصنف کی طرف منسوب کرنا افتراء وخداع ہے اسکی اجازت نہیں، یہ شرعاً بھی ناجائز ہے اور اخلاقاً وعرفاً بھی مذموم وشنیع ہے، هذا عندی، دل چاہے تو دیگر علماء سے بھی تحقیق فرمالیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۰ھ

---

[1] حقوق طبع کو محفوظ کرنے اور ان کو بیچنے میں حضرات اکابر کی دو مختلف رائے ہیں:

(۱) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہم اللہ عدم جواز کے قائل ہیں، فتاوی رشیدیہ ص۴۸۴ بیع فاسد کا بیان، مطبوعہ محمودیہ دیوبند، جواہر الفقہ ص۳۲۹ ج۲ حق تصنیف اور حق ایجاد کی شرعی حیثیت، مطبوعہ مکتبہ سیرت النبی دیوبند، امداد المفتین ص۸۳۴ ج۲ کتاب البیوع، حق تصنیف وغیرہ رجسٹرڈ کرنا، دارالاشاعت کراچی۔

(۲) حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، حقوق طبع محفوظ کرنے اور ان کو بیچنے کے جواز کے قائل ہیں، نظام الفتاوی ص۱۳۰ ج۱ حق تصنیف سے متعلق سوال وجواب، مطبوعہ اصلاحی کتب خانہ دیوبند، فتاوی رحیمیہ ص۲۴۲ ج۳ کتاب المتفرقات، حق تصنیف اور حقوق طبع سے متعلق سوالات اور ان کے جوابات، فقہی مقالات ص۲۲۵ ج۱ حق ایجاد اور حق اشاعت، مطبوعہ زمزم بکڈپو دیوبند۔

(۱) مانعین جواز کے چند دلائل ملاحظہ ہوں: (۱) نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن بيع الولاء وعن هبته، مشكوٰة ص ۲۴۹، باب بعد باب المنهى عنها من البيوع، طبع دار الكتاب ديوبند، (۲) عن ابى هريرةؓ أنه قال لمروان احللت بيع الربا فقال مروان ما فعلت فقال أبو هريرةؓ احللت بيع الصكاك وقد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الطعام حتى يستوفى (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع اسٹامپ

سوال:۔(۱) فری اسٹامپ جو تمسک وبیعنامہ وہبہ نامہ وکرایہ نامہ رہن نامہ ضمانت نامہ مختار نامہ عام، مختار نامۂ خاص وغیرہ؟

(۲) کورٹ فیس جسکے ذریعہ نالش دائر کی جاتی ہے، ان سب اسٹامپ کا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

(۱/۲) جائز ہے جیسا کہ تتمہ امدادالفتاویٰ میں (حوادث فتاویٰ میں) ہے[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) فخطب مروان الناس فنهى عن بيعها، مسلم شريف ص۵ ج۲ كتاب البيوع، باب بطلان المبيع قبل القبض، مطبوعه بلال ديوبند، والمراد بالصكاك الورقة التى تخرج من ولى الامر بالرزق لمستحقه بأن يكتب فيها للانسان كذا وكذا من طعام وغيره (نووى على مسلم ص۵ ج۲ حوالهٔ بالا) (۳) لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة(الاشباه ص۱۱۳ الفن الثانى كتاب البيوع، دار الاشاعة دهلى، شامى كراچى ص۵۱۸ ج۴ كتاب البيوع، مطلب لا يجوز الاعتياض عن الحقوق الخ) (۲) قائلين جواز كے دلائل (۱) عن اسمر بن مضرس قال اتيت النبى صلى الله عليه وسلم فبايعته فقال من سبق إلى ماء لم يسبق اليه مسلم فهو له (ابو داؤد ص۴۳۷ ج۲ كتاب الخراج، قبيل باب احياء الموات، سعد بكڈپو ديوبند.

(۲) عن عائشةؓ أن النبى صلى الله عليه وسلم قال من عمر أرضا ليست لأحد فهو احق (جامع الاصول ص۲۴۹ ج۱، الكتاب السادس فى احياء الموات، دار الاحياء التراث العربى بيروت.

(**صفحه هذا**) [۱] امدادالفتاویٰ، ص۱۲۳/ج۳/ حوادث الفتاویٰ، كتاب البيوع، *خرچۂ عدالت* وصول کرنا اور حکومت کے نیلام کی صحت، ۱۱۲/ج۳/ اسٹامپ کی بیع، ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند۔

پینشن کی بیع

سوال:۔ زید مسلم ومحکوم، بکر غیر مسلم حاکم حکومت موجودہ ہے، (۱) زید بکر کا ایک مدت (طے شدہ) تک ملازم رہا بعد ختم مدت معینہ بکر نے زید کو بصلۂ حق الخدمت ایک رقم ماہانہ تازیست مقرر کرکے خدمت متعلقہ سے سبکدوش کردیا۔

(۲) یہ رقم ماہانہ مقرر شدہ تازیست زید، زید بکر دونوں کے علم میں ہے اور بکر کے قبضہ میں ہے۔

(۳) زید اپنی ماہانہ مقرر شدہ رقم کا ایک جز بکر کو تازیست دے کر اس سے ایک معقول رقم یکمشت لینا چاہتا ہے، بکر رضامند ہے، زید اپنے پاس اسقاط کا مختار اور بکر اپنے عطیۂ احسان کی صورت کو تبدیل کرنے کا مجاز ہے۔

(۴) زید اور بکر کا لین دین ہے تو تمام زندگی کیلئے لیکن میعاد زندگی علم خداوندی میں ہے، اس لئے بکر زید کی زندگی کا ایک تخمینہ واندازہ بذریعۂ اپنے مبصرین کے تعین کراتا ہے اور اس فرضی اندازے کی کل رقم ایک مشت زید کو دیدیتا ہے، نہ اس میں کسی قسم کا سود ہے اور نہ طرفین میں سے کسی کو دھوکہ، اندازۂ عمر زید ایک فرضی قیاس ہے نہ کہ قطعی کیا شارع علیہ السلام وائمہ عظام کے نزدیک بھی لین دین جائز ہے اور اس رقم سے کوئی کارخیر مثلاً حج وغیرہ ہوسکتا ہے، جواز وعدم جواز دونوں صورتوں میں بحوالہ کتب شرعیہ ارقام فرمانے کی زحمت فرمایئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس معاملہ میں بظاہر ایک خرابی تو یہ ہے کہ جو چیز ابھی تک ملازم کے قبضہ میں نہیں آئی وہ اس کی بیع کررہا ہے، جو شرعاً ناجائز ہے، لکونہ غیر مقدور التسلیم، دوسری یہ ہے کہ جس شئ پر ابھی تک ملازم کی ملک حاصل نہیں ہوئی تھی، اس کی بیع کررہا ہے، یہ بھی ناجائز ہے، ’’**للنهی عن بیع مالایملک**‘‘ تیسری خرابی یہ ہے کہ عمر کا تخمینہ خود ایک فرضی چیز ہے جس

میں زیادتی کمی کا امکان غالب ہے اس لئے ایک صورت میں ملازم کے پاس رقم زیادہ آنے کا امکان ہے، اور دوسری صورت میں کم کا احتمال ہے، یہ ممنوع ہے،" لکونه قماراً"، چوتھی خرابی یہ ہے کہ اگر معاملہ ثمنین کا ہے تو اس میں یداً بید ومثلاً بمثل ہونا ضروری ہے وہ یہاں موجود نہیں، لہٰذا ناجائز ہے "لکونه ربوا".

لیکن ملازمت سے سبکدوشی پر تازیست ملازم کو رقم ماہانہ متعین کر کے بنام حق الخدمت دینا واجب نہیں، بلکہ تبرع ہے، جس پر جبر نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کا دل چاہے دے نہ دل چاہے نہ دے، جس طرح ماہانہ رقم دینا تبرع ہے، جبر نہیں اسی طرح یہ بھی اختیار ہے کہ اندازہ کر کے مجموعی رقم یکمشت دیدے، یہ درحقیقت احسان ہی کی ایک صورت ہے اس میں اس لئے اصالۃً نہ بیع مالایملک ہے نہ بیع مالیس عندہ ہے نہ قمار ہے، نہ ربوا لہٰذا یہ لین دین شرعاً درست ہے"ونظیره بيع العرايا قال فى العناية فى شرح الهداية،ص ۶۹۵/ هامش فتح القدير وتاويلها ان يهب الرجل ثمرة نخلة من بستانه لرجل ثم يشق علىٰ المعرى دخول المعرىٰ له الخ،"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وظیفہ (پنشن) کی بیع

سوال:۔احقر وظیفہ خور مدرس ہے اصل وظیفہ ساڑھے پانچ روپیہ اور ساڑھے چھ روپیہ اور گرانی الاؤنس جملہ اکسٹھ روپیہ پچاس روپے ماہانہ وظیفہ حکومت ہند سے ہے اور تھوڑی سے جائیداد اور صرف کاشت کی زمین ہے اب میں چاہتا ہوں کہ اپنے ملنے والے وظیفہ کا تھوڑا حصہ سرکار میں فروخت کر کے حج کرلوں براہِ کرم مطلع فرمائیں، کہ ایسا حج جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] عناية على فتح القدير،ص ۴۱۵/ج۶/ باب البيع الفاسد،مطبوعه دارالفكر بيروت، تكمله فتح الملهم ص۴۰۸ ج۱ كتاب البيوع، باب بيع العرايا، طبع ادارة القرآن كراچى.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ فروختگی ناجائز ہے[۱]، ناجائز مال سے حج کرنے سے حج مقبول نہیں ہوتا، اگرچہ فریضہ ادا ہوجاتا ہے[۲]، لیکن اگر سرکار ہی وظیفہ دیتی ہے، اور سرکار ہی خریدے تو یہ محض صورۃً بیع ہے حقیقۃً بیع نہیں بلکہ جو وظیفہ وہ ماہانہ دیتی ہے اس کے عوض اپنے تخمینہ سے برضا مندی وظیفہ خوار کو یکمشت دے دیتی ہے، اس میں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/ ۸۹ھ

کمپنی کے حصص خریدنا

سوال:۔ مائننگ کمپنیوں ٹریم ٹرانسپورٹ ریلوے کمپنیوں کے حصص (شیئر) خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں تحقیق کرنے کی خاص ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ ہمارے نوے فیصدی مسلمان اس میں مبتلا ہیں اور ایسی کمپنیوں کے شیئر خرید وفرخت کرتے ہیں، لیکن کفایت المفتی جلد ہشتم، ص ۱۲۲/ پر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ قدس اللہ سرہٗ نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ ان کمپنیوں کے شیئر خریدنا جائز نہیں، حضرت حکیم الامت مولانا

---

۱ وافتی المصنف ببطلان بیع الجامکیة وفی الشامی وھوان یکون لرجل جامکیة فی بیت المال ویحتاج الیٰ دراھم معجلة قبل ان تخرج الجامکیة فیقول له رجل بعتنی جامکیتک الیٰ قدرھا کذا بکذا انقص من حقه فی الجامکیة الخ، درمختار مع الشامی کراچی ص۵۱۷/۴، مطبوعه زکریا ص۳۳/۷، کتاب البیوع، مطلب فی بیع الجامکیة، واعلاء السنن ص ۲۴۴/ ج۱۴/ کتاب البیوع، بیع الصک والبراءة والجامکیة، مطبوعه ادارة القرآن کراچی الخ،

۲ لایقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه یسقط الفرض معھا الخ عالمگیری، ص۲۲۰/ ج۱/ مطبع کوئٹه، کتاب الحج الباب الاول، شامی زکریا ص۴۵۳ ج۳، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، بحر کوئٹه ص ۳۰۹ ج۲ کتاب الحج.

تھانوی قدس سرہٗ نے فتاویٰ امدادیہ جلد ثالث، ص ۱۵۵؍میں کپڑے اور روٹی بنانے کے ملوں کے شیئر یعنی حصص خریدنے کے لئے درست تحریر فرمایا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

مال خریدنے اور اسکو بیچنے یا مال تیار کرنے کیلئے جو کمپنیاں ہیں اسکے حصص خریدنا درست ہے، معاملہ صاف ہوجانا چاہئے، بعض کمپنیاں ایسی ہیں کہ وہ مال نہیں خریدتی ہیں، نہ تیار کرتی ہیں بلکہ روپیہ قرض پر چلاتی ہیں، انکے حصوں کو خریدنا جائز نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷؍۶؍۱۴۰۰ھ

شیئر خریدنا

سوال:۔ ہم ایک فیکٹری میں تیرہ سو کا شیئر ڈال کر اس کا نفع حساب سے جو بھی آوے لے سکتے ہیں یا نہیں؟؟ فیکٹری میں ہم نقصان کے بھی حقدار ہیں، فیکٹری میں نقصان صرف آگ لگ جانے یا حادثہ سے ہی آسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر اس فیکٹری میں جائز تجارت ہوتی ہے اور سودی کاروبار نہیں ہوتا تو تیرہ سو کا حصہ خرید کر نفع اور نقصان میں شریک ہونا درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ملاحظہ ہو شئیرز اور کمپنی ص۴۴۷، اسلامی مالیاتی ادارہ اور کمپنیز کے شئیرز، مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی دھلی،

[2] ملاحظہ ہو حوالہ بالا،

باب ہشتم : بیع مرابحہ

بیع مرابحہ

سوال:۔ میں دوکانداروں کو اُدھار مال فروخت کرتا ہوں، وہ مجھے پہلے آڈر دیتے ہیں، یہ بھی طے کرلیا کہ کانپور والا مال جس کی خریداری ایک روپیہ کی ہوگی، وہ ۱۷/آنے میں فروخت ہوگا، اور دہلی کا ایک روپیہ کا مال ۲۵/۱/ر میں فروخت ہوگا، بشرطیکہ مال صحیح سالم ہو اور تاجر کی مرضی کے موافق ہو تو اس طرح نفع لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح فروخت کرنا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:۔ ایک شخص نے اپنا مال خود کرایہ پر دے کر اس کے ہاتھ منگوایا، اگر لانے والے سے روپیہ تلف ہوجاتا یا مال ٹوٹ جاتا ہے، تو اس کی ذمہ داری اس پر نہیں تھی، بہرحال وہ مال لے آیا اور اس نے میرے قبضہ میں دیدیا، اس کے بعد میں نے وہ مال نفع لگا کر اس کے ہاتھ فروخت کردیا، تو یہ نفع جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] واما شرائط بیع المرابحة فمنها ماذکرناہ وھو ان یکون الثمن الاول معلوماً للمشتری الثانی لان المرابحة بیع بالثمن الاول مع زیادة ربح ،والعلم بالثمن الاول شرط صحة البیاعات کلھا لما ذکر نا فیماتقدم .بدائع زکریا، ص ۴۶۱/ج۴/کتاب البیوع، شروط بیع المرابحة، ھندیه کوئٹه ص۱۶۰ ج۳ الباب الرابع عشر فی المرابحة والتولیة، محیط برھانی ص۱۸۳ ج۱۰ الفصل الخامس عشر فی بیع المرابحة والتولیة والوضیعة، طبع مجلس علمی گجرات.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت جائز ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کپڑا خرید کر زائد قیمت پر فروخت کرنا

سوال: ۔تجارت میں بھاؤ کر کے دھندا کرنا مثلاً کپڑا اگر ۲۰/روپیہ کا ملا ہے، گاہک کو ۳۵/روپیہ بتایا بعد میں بھاؤ کم کر کے ۲۵/روپیہ میں دے دیا، اس میں جو پانچ روپیہ منافع ہوا وہ حلال ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کپڑا جس قیمت میں خریدا ہے، ضروری نہیں کہ اس قیمت پر فروخت کیا جائے، بلکہ اس پر نفع لینا درست ہے، جس کپڑے کی قیمت پچیس روپے ہے، بیوپاری کو یہ نہ کہا جائے کہ میں نے تیس ۳۰/روپے میں خریدا ہے، کہ یہ جھوٹ ہے، جو کہ ناجائز ہے[2] بلکہ یہ کہا جائے کہ میں ۳۵/روپے میں فروخت کرتا ہوں، پھر وہ قیمت کم کر دے، تو یہ طرفین کی رضامندی پر ہے، جتنے پر بھی معاملہ ہو جائیگا، بیع درست ہوگی، نفع بھی درست[3] ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۱۴۰۰ھ

---

[1] المرابحة بيع ماملكه بماقام عليه وبفضل ،درمختار مع شامی کراچی، ص ۱۳۲/ج۵/ باب المرابحة والتولية، مجمع الأنهر ص ۱۰۶ ج۳ باب المراحبة والتولية، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۴۵۵ ج۳ باب التولية دار الكتب العلمية بيروت.

[2] عين الكذب حرام، الدر المنتقىٰ مع المجمع ص ۲۲۱ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، دار الكتب العلمية بيروت، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ایضاً

سوال:۔ بیوپاروں سے دھندا مثلاً ۳۰/روپیہ کا کپڑا اگر کسی بیوپاری کو بیچنے کیلئے ۳۵/روپیہ میں دیا، اس نے جھوٹ سچ بول کر غلط ڈھنگ سے بیچ کر ۳۵/روپیہ دیدیئے اس میں جو ۵/روپئے منافع ہوا وہ حلال ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوپاری کو یہ کہہ کر دیا ہے، کہ یہ کپڑا میں نے ۳۵/روپئے میں خریدا ہے، تم اس کو ۳۵/ ہی میں فروخت کرنا تو یہ جھوٹ ہے منع ہے، کیونکہ خریدا ہوا، ۳۰/کا ہے، اگر یہ کہہ کر دیا ہے کہ یہ کپڑا جس قیمت میں چاہے فروخت کرو مجھے ۳۵/روپئے دیدینا، پھر اس نے چاہے ۳۵/ میں فروخت کیا یا زائد میں تو یہ شرعاً درست ہے، نفع بھی درست ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/ ۱۴۰۰ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) الدر المختار مع الشامی کراچی ص۴۲۷ ج۶ کتاب الکراھیة، فصل فی البیع، بزازیه علی الهندیه کوئٹه ص۳۵۹ ج۶ کتاب الکراهیة الفصل الثالث فی ما یتعلق بالمناهی.

[۳] فالبیع ماشرع الالطلب الربح والفضل فالفضل الذی یقابله العوض حلال، (مبسوط للسرخی ص۱۱۹/ ج۱۲/ مطبوعه بیروت، کتاب البیوع) هو (البیع) مبادلة المال بالمال بالتراضی (بحر کوئٹه ص۲۵۷، ج۵، کتاب البیوع، فتح القدیر ص۲۴۷ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص۵۰۲ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] فالبیع ماشرع الالطلب الربح والفضل فالفضل الذی بقابله العوض حلال. (مبسوط للسرخی ،ص ۱۱۹/ج۱۲/ بیروت)کتاب البیوع.

بیع مرابحہ کی ایک صورت

سوال:۔ ایک آدمی نے ایک شخص سے کہا کہ ہم تمہارا مال ایک کونٹل سوروپیہ میں فروخت کردیں گے اور پھر اس نے اس مال کو ایک کونٹل ۱۲۵/روپیہ میں فروخت کیا اور جس نے سوروپیہ میں مال فروخت کرنے کو کہا تھا اس کو ۱۰۰/روپیہ دیدیئے اور ۲۵/روپیہ خود رکھ لئے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح معاملہ نہیں کرنا چاہئے[1]، یوں کہدے کہ مجھے سوروپیہ دیدو پھر خرید کر جس قیمت میں چاہے فروخت کردے، یا صاحب مال کہدے کہ یہ مال جتنے میں چاہے فروخت کرو، مجھے سوروپیہ دیدو، یا یہ کہے میں تمہارا یہ مال ۱۲۵/روپیہ میں فروخت کرونگا، ۲۵/روپیہ مجھے دیدینا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۱۴۰۱ھ

---

[1] اس لئے کہ وکیل امین ہوتا ہے اور امین کے لئے اس طرح کا تصرف کرنا جائز نہیں۔ "ولیس للمودع حق التصرف والاسترباح فی الودیعة الخ، مبسوط للسرخسی ج۱۱/ ص۱۲۲/ مطبوعه دارالفکر، کتاب الودیعة، عنایه مع الفتح ص۴۹۰ ج۸ کتاب الودیعة، طبع دار الفکر بیروت.

[2] اس لئے کہ یہ اجرت ہے جو متعین اور معلوم ہے۔"وشرطها کون الاجرة والمنفعة معلومتین الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص۷/اول کتاب الاجارة، هدایه ص۲۹۳ ج۳ کتاب الاجارات، دار الکتاب دیوبند، مجمع الأنهر ص۵۱۲ ج۳ کتاب الاجارة، دار الکتب العلمیة بیروت.

ایضاً

سوال:۔ والد، بہن، بھائی اور دوسرے رشتہ دار اگر روپیہ دیکر کوئی چیز خرید نے کو کہتے ہیں، تو میں دوکان سے خرید کر اس پر اپنا نفع رکھ کر دے سکتی ہوں، کیا ایسی تجارت درست ہے، جبکہ میری کوئی علیحدہ دوکان نہیں ہے، والدہ سے ایسی تجارت کی جا سکتی ہے، کیا اور رشتہ کے لئے گنجائش ہے، ایسے تجارتی مال پر زکوٰۃ کس باب اور کس طرح نکالنی چاہئے، جبکہ یہ تجارت وقتی طور پر کرتی ہوں، ان کی رقم سے مال خریدنا یا اپنی رقم سے خرید کر اس پر نفع رکھنا کونسا طریقہ بہتر اور جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آپ کو کسی نے وکیل بنایا کہ میرے لئے اتنے روپئے کی فلاں چیز خرید دیں اور آپ انکے روپئے سے ان کے لئے خریدیں تو اس پر آپ کے لئے نفع لینا جائز نہیں[1]، والدین، بھائی، بہن، اغیار سب کیلئے یہی مسئلہ ہے، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے روپیہ سے اپنے لئے سامان خریدیں پھر جب کوئی آپ سے اس سامان کی خریداری کیلئے کہے تو آپ کہدیں یہ سامان میرے پاس بھی موجود ہے مجھ سے خرید لیا جائے، اس پر آپ کو حسب صوابدید نفع کا حق ہے[2]، زکوٰۃ کا مسئلہ یہ ہے کہ جب سے مقدار نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا) یا اس کی قیمت کا مال زکوٰۃ آپ کی ملکیت میں آئے اور آپ کی حاجت اصلیہ

---

[1] لانه يؤدى الىٰ تغرير الآمر حيث اعتمد عليه الخ مجمع الانهر ج۳/ص۳۱۹/ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، با ب الوكالة بالبيع والشراء)

[2] فالبيع ماشرع الا لطلب الربح والفضل فالفضل الذى يقابله العوض حلال الخ، مبسوط للسرخسى ج۱۲/ص۱۱۹/ دارالفكر بيروت، كتاب البيوع،

قرض وغیرہ سے زائد ہوتو ایسے مال پر جب سال بھر گذر جائے تو کل مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا لازم ہے، اگر ذمہ میں قرض بھی ہوتو قرض کی مقدار کو کل مال سے منہا کر کے بقیہ پر زکوٰۃ لازم ہوگی، جبکہ وہ مقدار نصاب ہو[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۱۴۰۰ھ

---

[۳] وسببه اى سبب افتراضها ملک نصاب حولى تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد وفارغ عن حاجته الاصلية الخ درمختار على الشامى زكريا، ج۳/ص ۱۷۴، النهر الفائق ص۴۱۳تا۴۱۵ ج۱ كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الانهر ص۲۸۵ ج۱ كتاب الزكاة، طبع بيروت، نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مأتادرهم الخ درمختار على الشامى زكريا ، ج۳/ص ۲۲۴/ باب زكاة المال، النهر الفائق ص۴۳۶ ج۱ كتاب الزكاة، باب زكاة المال، طبع بيروت، مجمع الأنهر ص۳۰۳ج۱ باب زكاة الذهب والفضة والعروض، دار الكتب العلمية بيروت.

باب نہم : بیع سلم

بیع سلم میں ثمن مجہول ہو

سوال:۔ایک شخص قرض روپے چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دو ماہ کے بعد روپیہ کے بعد گندم کو اس وقت کے بھاؤ سے چار سیر زیادہ دوں گا، اور اصلی معروف دونگا، تو اس طریقہ سے قرض لینا اور دینا اور پھر اسی طریقہ سے ادا کر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس میں یہ شرط کرنا کہ اس وقت کے بھاؤ سے چار سیر زیادہ دونگا، مفسد بیع ہے کیوں کہ یہ بیع سلم ہے، اور اس کی شرط یہ ہے کہ اسی وقت یعنی روپیہ دیتے وقت نرخ متعین کرلیا جاوے، اور صورت مسئولہ میں نرخ مجہول ہے، لہٰذا یہ معاملہ ناجائز ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳ /۱/ ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ......صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ /محرم ۵۷ھ

بیع سلم

سوال:۔احمد صاحب اناج کا بیوپار کرتے ہیں اور دوسرے بیوپار بھی کرتے ہیں، برسات میں ہم کو روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے، تو ہم لوگ پہلے ہی بھاؤ کر کے مال کا روپیہ لے جاتے ہیں، اور اسی بھاؤ سے فصل پر اناج دیدیتے ہیں، خواہ بھاؤ کم ہو یا زیادہ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ سود تو نہیں اس کا خلاصہ صاف صاف لکھدیں؟

---

[1] والرابع ان یکون معلوم القدر بالکیل اوالوزن اوالعدد اوالذرع کذافی البدائع عالمگیری ص ۱۷۹/ ج۳/ الباب الثامن عشرفی السلم، هدایة ص ۹۵ ج۳ باب السلم، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\09-Bai Salam

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر روپیہ قرض دیا جائے تو پھر اس روپیہ کی واپسی لازم ہے، اس میں زیادتی کی شرط کرنا سود ہے[1]، البتہ اگر واپسی کے وقت روپیہ موجود نہ ہو اور روپیہ کے عوض غلہ وغیرہ دینا چاہے تو دیتے وقت جو معاملہ کرلیا جائے وہ درست ہے، مثلاً جس وقت روپیہ قرض لیا اس وقت غلہ کا نرخ تیرہ روپیہ کا تھا اور جب روپیہ واپس کرنیکا وقت آیا تو غلہ کا نرخ دس روپیہ کا ہوگیا اور دس کے حساب سے بجائے روپیہ دینے کے غلہ دیدیا تو یہ سود نہیں بلکہ درست ہے۔

اگر روپیہ قرض نہیں دیا بلکہ غلہ خریدا اسطرح کہ روپیہ اب دیدیا اور غلہ لینے کا وقت فصل کا موقع تجویز کرلیا اور غلہ کا نرخ ابھی تجویز کرلیا کہ اسکے حساب سے غلہ لیں گے اور فلاں قسم کا غلہ ہو فلاں جگہ پہنچانا ہوگا، تب بھی درست ہے اگر روپیہ دیتے وقت غلہ کا نرخ تیرہ کا ہو جو روپیہ دیا گیا ہے، وہ اس صورت میں پیشگی قیمت ہے، قرض نہیں یہ بھی سود نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۸۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بدائع ص۲۰۷ ج۵ کتاب البیوع، فصل وأما الذی یرجع الی المسلم فیہ، مطبوعہ سعید کراچی؛

(صفحہ ہذا) [1] الدیون تقضی بامثالها، الاشباہ ص۱۴۳ کتاب المداینات، الفن الثانی مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، وجہ ظاهرالروایة ان الاقراض فی الحقیقة مبادلة الشئی بمثله فان الواجب علی المتسقرض مثل مااستقرض دینافی ذمته لاعینه فکان محتملا للاستبدان کسائر الدیون. (بدائع ص۴۸۴/ج۴/ حکم التصرف)، الدیون تقضٰی بامثالها الخ شامی زکریا ص۶۷۵ ج۵ کتاب الأیمان، باب الیمین بالضرب الخ، مطلب الدیون تقضٰی بامثالها، کل قرض جر نفعاً حرام الخ شامی زکریا ص۳۹۵ ج۷ باب المرابحة والتولیة، فصل فی القرض، قواعد الفقه ص۱۰۲ مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[2] ولا یصح السلم عند ابی حنیفة الا بسبع شرائط جنس معلوم ونوع معلومة وصفة معلوم ومقدار معلوم واجل معلوم ومعرفة مقدار رأس المال وتسمیة المکان الذی یوفیه الخ هدایة ص۹۵ ج۳ باب السلم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، شامی زکریا ص۴۶۱-۶۲ ج۷ باب السلم، بدائع کراچی ص۲۰۷/۵، کتاب البیوع، فصل واما الذی یرجع الی المسلم فیه الخ،

بیع سلم

سوال:۔کوئی شخص بالکل غریب ہے،کھانے کو کچھ نہیں اس کو دس روپیہ اس شرط پر دیئے کہ جوبھی غلہ مثلاً گندم یا مکئی ہوگی وہ کٹنے پر دوسیر یا تین سیر کے لونگا، مثلاً بازار میں بھاؤ ا½ سیر کا نکلا تو اب اس کو حسب وعدہ تین سیر کے غلہ لینا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ طے شدہ معاملہ ہے یا سود ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع سلم ہے جو غلہ دینا طے پائے اس کی حفاظت اور نرخ وغیرہ اس طرح مقرر کرلیا جائے کہ نزاع کا اندیشہ نہ رہے، پھر وقت پر بازاری نرخ کچھ بھی ہو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ جو نرخ طے کیا گیا ہے، اسی نرخ سے دینا ہوگا۔ کذا فی الشامی[1]، مگر اتنا نرخ مقرر کرنا جس سے غلہ دینے والے کو زیادہ نقصان ہو اور وہ اپنی مجبوری کی وجہ سے اسے منظور کرلیتا ہو یہ ہمدردی اور مروت کے خلاف ہے کہ وہ بیچارہ مستحق امداد ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

---

[1] وبیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقد اره فی مکیل وموزون وعددی غیرمتفاوة واکتفیا بالاشارة کمافی مذروع وحیوان قلنا، ربما لایقدرعلی تحصیل المسلم فیه فیحتاج الی ردرأس المال درمختار ،قال الشامی: قوله: فیحتاج الیٰ ردرأس المال ای فاذاکان غیر معلوم القدر ادی الی المنازعة.شامی کراچی،ص ۲۱۵/ج۵/ باب بیع السلم، عالمگیری کوئٹه ص۱۷۹ ج۳ الباب الثامن عشر فی السلم، هدایة ص۹۵ ج۳ باب السلم مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

بیع سلم میں ادھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ

سوال:۔(۱) موجودہ وقت میں جیٹھ کے ماہ میں دھان پچیس روپیہ من بازار میں فروخت ہوتا ہے، زید نے کہا کہ اگر کاتک کے مہینے میں دھان کی قیمت دوگے تو ۳۵/روپے لونگا، تو ایک من دھان کے بدلہ میں ۳۵/روپیہ لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) نقد اور اُدھار کی وجہ سے قیمت میں کمی وبیشی ہوتی ہے، یہ شرعاً سود نہیں ہے، جس قیمت پر دھان فروخت کیا ہے، وقت مقررہ پر وہی قیمت لینا درست ہے، لیکن جو شخص غریب اور قیمت ادا نہیں کرسکتا اس کے ساتھ احسان کرنا چاہئے، قیمت میں زیادہ اضافہ کرنا خلاف مروت ہے۔[۱]

(۲) بیع سلم یہ ہے کہ روپیہ پہلے دیا جائے اور گندم وغیرہ بعد میں وصول کیا جائے،[۲] اور بیع کے لئے جنس، نوع، صفت، وقت، وصولیابی کی جگہ وغیرہ کی ایسی طرح تفصیل کردی جائے، کہ نزاع کا احتمال باقی نہ رہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۸۹ھ

---

[۱] الا تری ان الثمن قدیزاد لمکان الاجل، بدائع الصنائع ص ۴۲۶/ج۴/ فصل مایجب بیانه فی المرابحة، هداية ص ۴۷ ج۳ باب المرابحة والتولية، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عناية علیٰ فتح القدير ص۵۰۷ ج۶ مطبوعه دار الفکر بیروت، لامساواة بین النقد والنسیئة لان العین خیرمن الدین والمعجل اکثر قیمة من المؤجل (بدائع، ص۴۰۷/ج۴/ ربالنسیئة)

[۲] قال علی القاری فی المرقاة ص ۳۳۰/ج۳/ مطبوعه بمبئی، باب السلم والرهن، السلم ان تعطی ذهبا اوفضة فی سلعة معلومة الی امر معلوم فکأ نک قد اسلمت الثمن الی صاحب السلعة وسلمته اليه كذافی النهاية، شامی زکریا ص۴۵۴ ج۷ باب السلم، بحر ص۱۵۵ ج۶ باب السلم، مطبوعه کوئٹه. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

بیع سلم

سوال:۔الف نامی کسان ہے ب نامی ساہوکار ہے، بارش میں کسان اپنی کھیتی میں ہر قسم کا بیج بوتا ہے، جب پودے پک جاتے ہیں تو اس کے دیگر کام پولائی مزائی وغیرہ کے لئے پیسوں کی ضرورت پڑتی ہے، کسان کے پاس پیسہ نہیں رہتا، لہٰذا وہ ساہوکار کے پاس جاتا ہے اور پیسہ طلب کرتا ہے، ساہوکار پیسہ دینا چاہتا ہے، مگر اس شرط پر کہ کپاس کا بھاؤ ۴۰/ یا ۴۵/ روپے من پر (۴۰/کلو کا من) اور جوار ۱۰/ یا ۱۲/ روپے من اس حساب سے دوں گا، جتنے من کا پیسہ درکار ہو لے لو کسان قبول کر کے ضرورت کے مطابق روپیہ لے لیتا ہے، اس کے بعد فصل پر وعدہ کے مطابق دیتا ہے، اسی بھاؤ سے جس وقت کسان پیسہ لے رہا ہے، اس وقت ہر چیز کا بھاؤ دوگنا ہے، مگر ضرورت کی وجہ سے کم نرخ قبول کر کے لے رہا ہے، اس کو مہاراشٹر میں جلپ کہتے ہیں یہ لین دین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ بیع سلم کا ہو گیا[1] اگر ہر جنس کی قسم، وزن، نرخ، وصولیابی کی جگہ اور وقت اسی طرح متعین کرلیں کہ اختلاف اور نزاع پیدا نہ ہو تو درست ہے[2] جو روپیہ پیشگی لیا گیا ہے، وہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] وشرطه أي شروط صحته التي تذكر في العقد سبعة، بيان، جنس، ونوع وصفة وقدر وأجل وأقله شهر ...... وقدر رأس المال في مكيل وموزون وعددى غير متفاوت والسابع بيان مكان الإيفاء للمسلم فيه، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۴۶۱-۴۶۲ ج۷ كتاب البيوع باب السلم، البحر الرائق ص ۱۶۰، ۱۶۱ ج۶ كتاب البيوع، باب السلم، مطبوعه الماجديه كوئٹه، هدايه ص ۹۵ ج۳، باب السلم، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

(صفحہ ہٰذا) [1] السلم شرعاً بيع آجل وهو المسلم فيه بعاجل وهورأس المال الخ درمختار علىٰ الشامى زكريا ،ص ۴۵۴/ج۷/ باب السلم ، البحر الرائق ص ۱۵۵ ج۶ باب السلم، مطبوعه الماجديه كوئٹه، فتح القدير ص ۷۰ ج۷ باب السلم مطبوعه دار الفكر بيروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\09-Bai Salam

اس جنس کی قیمت ہے قرض نہیں، لیکن غریب ضرورت مند مستحق رحم ہوتا ہے، اس سے نرخ میں اتنی کمی کرنا مروت کے خلاف ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیع سلم کی جائز صورت

سوال:۔ یہاں پر بعض تجار لوگ زمین داروں کو ایک من مکئی وعدہ پر دیتے ہیں، کہ فلانے مہینے میں اس کی جگہ ایک من گیہوں لیں گے، زمین دار لوگ لے لیتے ہیں، اور وعدہ کئے ہوئے پر دیتے ہیں، اور اس میں ملا لوگ بھی مختلف ہیں، بعض حرام اور بعض جائز کہتے ہیں، کہ وعدہ معلوم ہونے پر جائز ہے، اور مجہول ہونے پر ناجائز ہے، بعض کیل ووزن کی بات نکالتے ہیں، لہٰذا جو صحیح ہو تحریر فرمائیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ ناجائز ہے اگر جائز طریق پر کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ فی الحال مکئی فروخت کردی جائے، اور اس کی قیمت وصول کر کے کاشتکار کو یا جس سے خریدنا چاہیں اس کو دے دیں، کہ اس روپیہ کے عوض ہم فلاں مہینے میں اس قسم کے اس نرخ پر گیہوں لیں گے، اور وہ اس کو منظور کرلے، پس یہ صورت شرعاً درست ہے، "**اذا بيع قفيز حنطة بقفيزى شعير يدابيدحل الفضل فان احد جزئى العلة وهو الكيل موجود هنا دون الجزء الأخر وهو الجنسية ......فلا يصح سلم هروى فى هروى لوجود**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲؎ وشرطه بيان جنس وبيان نوع وصفة وقدر وأجل وبيان قدر رأ س المال وبيان مكان الايفاء الخ درمختار مع الشامى زكريا، ص ۴۶۱، ۴۶۳/ج۷/ باب السلم، هداية ص۹۵ باب السلم، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، البحر الرائق ص۱۶۰، ۱۶۱ ج۶ باب السلم، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\09-Bai Salam

الجنس والنسا فی المسلم فیه ولاسلم برفی شعیر لوجود القدر مع النساا ھ مجمع الانہر ،ص ۸۵/ ج ۲/ ا ھ"[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۲۱/ ج ۱/ ۵۸ھ

سلم کی ایک صورت

سوال:۔(۱) ہمارے ملک میں یہ پیشہ اور رواج ہے مثلاً ماہ اپریل کو ایک سو روپیہ قرض دار کو دیدیا اور اسے ملاپ کر کے یعنی زبانی اقرار کرلیا ماہ نومبر یا دسمبر کو مکئی لوں گا وہ کہتا ہے کہ سو روپیہ میں دس من دونگا، یہ طریقہ چلتا ہے، قرض دار جس وقت سو روپیہ لیتا ہے، اس وقت مکئی کا نرخ ڈیڑھ روپیہ فی سیر ہوتا ہے، اور جس وقت مکئی قرض پر دیتا ہے، تو اس وقت عام نرخ دو سیر فی روپیہ ہوتا ہے، اور لینے والا اپنا کیا ہوا دس روپیہ من لیتا ہے، کیا یہ سود ہے؟ اور یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص قرض پر روپیہ لیتا ہے قرض دار کو دینے والا روپیہ دیتا ہے، اس بیع میں فائدہ سمجھ کر بھائی تم کو روپیہ دوں گا، عام نرخ سے فی سیر دو روپیہ کم لونگا، مثلاً دس روپیہ فی سیر عام نرخ ہے، لیکن میں تجھے فی سیر آٹھ روپیہ یا سات روپیہ فی سیر دونگا، یہ سود ہے یا نہیں ؟ براہ کرم شرعی حکم سے مطلع فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سو روپیہ دینا اور طے کرلینا کہ اتنے روز بعد فلاں مہینہ میں اس روپیہ کی مکئی فلاں نرخ سے لونگا، اور فلاں جگہ لونگا اور سب باتیں اس طرح کرلی جائیں کہ پھر نزاع نہ ہو، تو پھر شرعاً یہ

---

[۱] مجمع الانہر ،ص ۱۲۱/ ج۳/ باب الربا، مطبوعه مکتبه الباز مکة المکرمة، فتح القدیر ص ۱۱ ج۷ باب الربا، مطبوعه دار الفکر بیروت، در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۰۴ ج۷ باب الربا.

معاملہ درست ہے، اگرچہ عام نرخ جو کچھ بھی ہوں [1]

لیکن اگر سو روپیہ قرض دیدیا پھر کسی وقت اس سے مل کر کسی کا معاملہ کیا تو یہ صحیح نہیں [2]

(۲) جب روپیہ قرض دیا ہے، تو اس وقت یہ طے کرنا کہ اس کے عوض فلاں چیز لونگا، غلط اور منع ہے، البتہ جب قرض واپسی کرنے کا وقت آئے اور بجائے روپیہ واپس کرنے کے کوئی اور چیز اس کے عوض دینا چاہے تو اس وقت دونوں رضامندی سے معاملہ کرلیں، اور نرخ طے کرلیں لیکن اسکا خیال کرلیں کہ نرخ طے کرنے میں قرض کی وجہ سے نرخ پر فرق نہ کیا جائے، بلکہ جو عام نرخ ہو وہی طے کرلیا جائے، ورنہ سود ہو جائیں گے، سود کو اللہ ورسول نے حرام قرار دیا ہے، ''اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية'' [3] لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء (رواه مسلم مشكوٰة ،ص ۲۴۴ /) [4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۸/۹۰ھ

---

[1] ولايصح السلم عندابى حنيفة الا بسبع شرائط جنس معلوم نوع معلوم وصفة معلومة ومقدار معلوم وأجل معلوم ونسبة المكان الذى يوفيه الخ هدايه مختصراً ،ص ۹۵ /ج۳/ باب السلم، شامى زكريا ص ۴۶۱، ۴۶۲ ج۷، باب السلم، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۶۰، ۱۶۱ ج۶ باب السلم ،

[2] كل قرض جرنفعاً حرام درمختار على الشامى زكريا،ص ۳۹۵ /ج۷/ فصل فى القرض، كتاب البيوع، مطلب كل قرض جرنفعا حرام، اعلاء السنن ص۴۹۸ ج۱۴ كتاب الحوالة، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا، مطبوعه كراچى، قواعد الفقه ص ۱۰۲ مطبوعه اشرفى ديوبند.

[3] سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۵/ **ترجمہ**:۔اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا (از بیان القرآن)

[4] مشكوٰة شريف ص ۲۴۴ /كتاب البيوع، باب الربوٰا، الفصل الاول، طبع ياسر نديم،

ترجمہ:. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے کھلانے والے اس کے لکھنے والے اور اسکے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے، اور فرمایا ہے کہ گناہ میں سب برابر ہیں۔(از مترجم مشکوٰۃ شریف)

متعینہ وقت پر مسلم فیہ ادا نہ کرنے کی صورت میں بیع سلم کا حکم

سوال:۔ زید نے عمر کو کچھ روپیہ دیا اس شرط پر کہ وہ زید کو فصل خریف کے موقع پر فی روپیہ چار کلو کے حساب سے دھان دیگا، اتفاق سے عمر کے پاس اتنا دھان نہیں ہوا کہ وہ زید کو دے سکے، اب زید نے عمر سے کہا میرا وہ روپیہ جو پہلے دے چکا ہوں اور آج کے حساب سے جو قیمت بچتی ہے ان سب کا آئندہ فصل کے موقع پر دھان لونگا، تو کیا متعاقدین کی مذکورہ صورت کے ساتھ بیع وشراء کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح اب معاملہ جائز نہیں، روپیہ دیتے وقت جو معاملہ کیا تھا اس کی پابندی لازم ہے یا جس قدر روپیہ دیا تھا، معاملہ فسخ کر کے وہ روپیہ واپس کر دیا جائے۔ کذا فی الدر المختار[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۵/۱/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین دار العلوم دیوبند ۶/۱/۹۲ھ

بیع سلم میں روپے کے عوض دھان لینے کی شرط

سوال:۔ ایک شخص آج ایک روپیہ کا چاول مثلاً ۸/سیر ہے اور اس خریدنے والے سے یہ کہے کہ میں دو مہینے کے بعد تم سے اس روپیہ کے عوض ۳۲/سیر دھان لونگا، اور جو شخص

---

[1] ولو انقطع بعد الاستحقاق خیرر ب السلم بین انتظار وجود ہ والفسخ واخذ رأس مالہ الخ، الدرالمختار علی الشامی ص ۴۵۹/ج ۷/ مطبع زکریا دیوبند، باب بیع السلم، ھل اللحم قیمی او مثلی، ھدایہ ص ۹۳ ج ۳، باب السلم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق ص ۱۵۸ ج ۶ باب السلم، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

اس شرط پر وہ چاول لے جاتا ہے اسی کو دیا جاتا ہے، اور دوسرے کو اس بھاؤ پر نہیں مل سکتا، تو ایسی صورت میں یہ معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع ناجائز ہے جواز کی صورت یہ ہے کہ چاول کا معاملہ بلا شرط مذکور کیا جائے، پھر اس کی قیمت میں جو ایک روپیہ واجب ہوگا، بہتر یہ ہے کہ وہ روپیہ ادا کردے، اگر اپنے پاس نہ ہو تو اس بائع سے یا کسی دوسرے شخص سے قرض لے کر دیدے اس کے بعد بائع وہ روپیہ مشتری کو دے اور معاملہ سلم با قاعدہ طے کرے کہ اتنے روز بعد اس حساب سے اس روپیہ کے عوض اس قسم کے دھان مجھے دیدینا غرض سلم کی پوری شرائط کی رعایت کرے کہ وصولیابی کے وقت کسی چیز کے ذکر نہ کرنے یا مبہم رہ جانے کی وجہ سے نزاع پیدا نہ ہو، اگر چاول خریدتے وقت روپیہ ادا کرنے کی نوبت نہ آئے تو یہ بھی جائز ہے، کہ چاول کی بیع پوری ہونے کے بعد اس طرح معاملہ کرے کہ میرا روپیہ جو تمہارے ذمہ چاول کی قیمت کا واجب ہے، اس کے عوض اتنی مدت بعد اس نرخ سے اتنے دھان دیدینا[1]

صورت مسئولہ کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اگر چاول کی قیمت روپیہ کو قرار دیا جائے تب تو یہ شرط کہ اس روپے کے عوض دھان لونگا، (روپیہ نہیں لونگا) شرط فاسد ہے نیز صفقة

---

[1] قال علی القاری فی المرقاة ،ص ۳۳۰/ج۳/ مطبوعه بمبئی، باب السلم، والرهن: السلم ان تعطی ذهبا اوفضة فی سلعة معلومة الی امر معلوم فکأنک قد اسلمت الثمن الی صاحب السلعة وسلمته الیه اھ وقال النووی اجمعواعلی اشتراط وصفه بمایضبط به، شرح النووی مع مسلم ص ۲/۳۱، طبع رشیدیه دهلی، ولا یصح السلم عند ابی حنیفة إلا بسبع شرائط جنس معلوم، ونوع معلوم، وصفة معلومة ومقدار معلوم وأجل معلوم ومعرفة مقدار رأس المال وتسمیة المکان الذی یوفیه الخ، هدایه ص۹۵ ج۳ باب السلم مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی زکریا ص ۴۶۱-۶۲ ج۷ باب السلم، بدائع کراچی ص۲۰۷ ج۵ کتاب البیوع، فصل واما الذی یرجع الی المسلم فیه.

فی صفقة ہے اور یہ دونوں چیزیں مفسد بیع ہیں، **کماھو مصرح فی کتب الفقه مثل الھدایه**[۱] **والدر المختار**[۲] **وغیرھما**، اور اگر چاول کی قیمت دھان کی قرار دیا جائے، یہ ربوٰ ہے "**ومنعه اظھر من ان یذکر**"[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۸ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۷/۵۸ھ

بیع سلم کی بعض صورتیں

سوال:۔(۱) ایک دوکاندار سے دوسرے شخص نے دومن غلہ گندم مثلاً لیا، اور تحریر کر دیا کہ دو ماہ بعد یعنی فصل گندم کٹنے کے بعد اس کے عوض سوا دومن دونگا، اس کو اس جگہ بھتوی کہتے ہیں، یہ لین دین جس میں تفاضل بھی ہے، اور مہلت بھی نہ یداً بیداً اور نہ سواء بسواءٍ ہے، یہ صورت بیع سلم کے اندر شرائط سلیمہ کے ملحوظ رکھنے کے بعد داخل ہے، یا نہیں، جبکہ دونوں طرف سے جنس ہے، نقد نہیں، داخل ہو کر جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک من غلہ جس کی قیمت مثلاً دو روپیہ ہے دوکاندار نے کہا کہ یہ ایک من غلہ جس کی قیمت اس وقت بازاری نرخ کے لحاظ سے دو روپیہ ہوتے ہیں، گویا تم کو دو روپیہ دے

۱؎ الھدایة ،ج۳/ص ۶۰–۵۹/باب البیع الفاسد، قد نھی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم عن بیع وشرط الی قوله: وقد نھی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم عن صفقتین فی صفقةٍاھ

۲؎ الدر المختار: لابیع بشرط لایقتضیه العقد ولایلائمه درمع شامی کراچی،ص ۱۸۵/ج۵/ البیع بشرط فاسدٍ ، ومجمع الانھر ص۹۰–۳/۹۱، مکتبه الباز مکه مکرمه، النھر الفائق ص۴۳۴/۳، باب البیع الفاسد، مطبوعه درالکتب العلمیة بیروت،

۳؎ قال تعالیٰ: احل اللّٰہ البیع وحرم الربوا.(البقرہ ،پارہ۳/)، وعلته القدر مع الجنس فان وجدا حرم الفصل والنساء الیٰ ان قال وإن وجد احدھما حل الفصل وحرم النساء الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۴–۴۰۳ج۷ باب الربا، النھر الفائق ص ۴۷۱–۴۷۰ج۳ باب الربا، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص۱۲۸ ج۶ باب الربا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

رہاہوں، گیہوں کی فصل کٹنے کے بعدان دوروپیوں کا گندم سوامن لونگا، اس صورت میں وہی گندم دیتاہے، اورگندم تفاضل کے ساتھ لیاہے، نقد پھر بھی نہیں دیا، فرق اتنا ہے کہ پہلی صورت میں گندم قیمت کرکے نہیں دی تھی، اس میں قیمت پائی گئی، اس صورت میں بھی لینادیناجنس کاہے، فقط ربواسے بچنے کیلئے بطورحیلہ کے یہ سلم میں داخل ہوکر جائز ہے یانہیں؟

(۳) تیسری صورت قرض کی ہے کہ ایک قیمت کے دوسرے کودومن گندم قرض دے دوماہ کے بعدپھروہی دومن لے گا، اس میں تفاضل وزیادتی تونہیں البتہ نسیٔہ ہے، یداًبید نہیں ہے، آیاجائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) یہ صورت ناجائز ہے **"العاشر (من شروط السلم) ان لایشمل البدلین احد وصفی علة الربا الفضل وهو القدر والجنس اھ فتاوی عالمگیری"** [۱]

(۲) اس صورت میں دومعاملہ ہوئے، ایک تو یہ کہ ایک من غلہ دوروپیہ میں فروخت کیا، دوسرا یہ کہ ان دوروپیوں کے عوض فلاں وقت سوادومن غلہ لوں گا، پہلا بیع اجل کا ہے، اوردوسرا بیع سلم کا ہے، پس اگر معاملہ پختہ اورختم ہونے کے بعدمستقل طور پر دوسرا معاملہ کیاہے، اس طرح کہ اولاً ایک من غلہ فروخت کیااوراس میں کوئی شرط خلاف مقتضائے عقد نہیں لگائی، البتہ قیمت مؤجل رہی جس کی اجل متعین کردی، پھراس کے بعد دوسرا معاملہ کیا کہ تمہارے ذمہ دوروپیہ واجب الاداہے، ان کے عوض اس نرخ سے فلاں وقت گیہوں دیدینااس نے منظور کرلیا، تو یہ معاملہ درست ہوگیا، اگر پہلے معاملہ کے لئے دوسرے معاملہ کو شرط قراردیاہے، مثلاً اس طرح معاملہ کیا کہ ایک من غلہ دوروپیہ کا اس شرط پرتمہارے ہاتھ

---

[۱] فتاویٰ عالمگیری ،ص ۱۸۰ – ۱۸۱ / ج۳ / باب السلم، بدائع ص ۲۱۴ ج۵ کتاب البیوع واما الذی یرجع الی البدلین جمیعاً، مطبوعه سعید کراچی، در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۶۶ ج۷ باب السلم.

فروخت کیا کہ فلاں ماہ میں اس دو روپیہ کے عوض تم سے سوا دو من غلہ لونگا، تو یہ ناجائز ہے، اس سے بیع اجل ہوئی نہ بیع سلم [۱]

(۳) یہ جائز ہے قرض ہے، **الاقراض تقضیٰ بامثالها** [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۱/ ۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱/ ۵۹ھ

بیع سلم کی تین صورتیں

سوال:۔(۱) ہمارے یہاں مروج ہے کہ زمیندار لوگ ساہوکاروں کو کپاس لکھ دیتے ہیں یعنی فصل سے پہلے تحریر کردیتے ہیں، کہ میں دس من کپاس مثلاً بحساب فی من ۲۰ دونگا اور تحریر دینے کے وقت رقم یا تو بالکل نہیں دیتے اور ۲۰ فی من کے حساب سے اسی وقت لے لیتے ہیں، باقی ادائیگی کپاس کے بعد وصول کرتے ہیں، یا ساری رقم اسی وقت لے لیتے

---

[۱] وكذلک لوباع عبداعلیٰ ان يستخد مه البائع وقد نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن صفقتين فى صفقةٍ، هدايه ص۶۰/ ج۳/ باب البيع الفاسد، الدر المختار على الشامى كراچى ص۱۸۵ ج۵ باب البيع الفاسد، النهر الفائق ص۴۳۴ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] كذافى فى الاشباه ،ص۱۴۳ / كتاب المداينات وفيه ان الديون تقضى بأمثالها، الفن الثانى مطبوعه، اشاعة الاسلام دهلى.

"ويؤيده مافى الهندية عن القاضى الامام فخر الدين ...... لواستقرض من آخر حنطة فأعطى مثلها بعد ماتغيرسعرها فانه يجبر المقرض على القبول كذافى مختار الفتاوىٰ، عالمگيرى، ص ۲۰۳/ج۳/ الباب التاسع عشر فى القرض، شامى زكريا ص۶۷۵ ج۵ كتاب الأيمان، باب اليمين فى الضرب والقتل الخ، مطلب الديون تقضىٰ بامثالها.

ہیں، تو مذکورہ بالا تین صورتوں میں سے کس صورت میں بیع جائز ہے، اور کس میں نہیں؟

(۲) اگر تحریر کرتے وقت مروج بھاؤ سے کم نرخ پر بیع کریں، مثلاً متعاقدین کی رضا سے بیس کے بجائے ۱۶ نرخ سے طے ہوا اور زمیندار نے تمام رقم اسی وقت وصول کر لی تو اس صورت میں بیع جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع سلم ہے اگر دیگر شروط سلم بھی موجود ہو تو تیسری صورت میں بیع درست ہے، پہلی دوصورتوں میں درست نہیں [1]

(۲) درست ہے "والسادس ان یکون (رأس المال)مقبوضاً فی مجلس السلم الیٰ قوله: وفی النوازل رجل اسلم عشرة دراهم فی عشرة اقفزة حنطة ولم تکن الدراهم عنده فدخل بیته لیخرج الدراهم ان دخل حیث یراه المسلم الیه لایبطل السلم وا ن تواریٰ عنه بطل کذافی الخلاصة اھ عالمگیری ،ص ۱۷۹/ج۳/." [2] ولاباس بالسلم فی

---

[1] بظاہر دوسری صورت میں بھی اگر دیگر شروط سلم موجود ہوں، تو جتنا رأس المال نقد ادا کیا گیا اس کے مقابل بیع سلم درست ہوگی، اور فقط دین کے عوض باطل ہوگی، جیسا کہ مجمع الانہر کی یہ عبارت شاہد ہے، "وقبض رأس المال قبل التفرق شرط بقائه فلو اسلم مائة نقدًا ومائة دینا علی السلم الیه فی کربطل حصة الدین فقط.

(قوله شرط بقائه) ای بقاء العقد علی الصحة لاشرط انعقاده فینعقد صحیحا بدونه ثم یفسد بالافتراق بلاقبض، مجمع الانهر ص۱۴۵/۳، باب السلم، مکتبه الباز مکه مکرمه، شامی کراچی ص۲۱۶-۲۱۷ ج۵، باب السلم، هدایه ص۹۶،۹۷ ج۳ باب السلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] الهندیه ،ص ۱۷۹-۱۸۰/ج۳/ مطبوعه کوئٹه.الباب الثامن عشرفی السلم ،الفصل الاول فی تفسیره ورکنه الخ، در مختار علی الشامی زکریا ص۴۶۴-۴۶۵ ج۷ باب السلم، بحر ص۱۶۲، ۱۶۳ ج۶، باب السلم،

القطن و الکتان و الا بریسم اھ عالمگیری[1] ص ۱۸۵/ ج ۳/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۵/۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۵/۶۶ھ

بیع سلم بلا شرائط

سوال:۔ بیع سلم جائز تو ہے لیکن اگر مع شرائط نہ ہو تو جائز ہے یا نہیں، اور عدم شرائط کے ساتھ اس بیع کے کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مع شرائط نہ ہو تو جائز نہیں، ناجائز بیع کرنے والا گنہگار ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص۱۸۵/۳، الفصل الثانی فی بیان مایجوز السلم فیه الخ، بدائع کراچی ص۹-۲۰۸/۵، کتاب البیوع، فصل واما الزی لرجع الی المسلم فیه، بحر کوئٹہ ص۱۵۷/۶، باب السلم،

[2] عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قدم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم المدینة وهم یسلفون فی الثمار السنة والسنتین فقال من سلف فی تمر فلیسلف فی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم. مسلم شریف، ص ۱۳۱/ ج۲/باب السلم مطبوعه سعد دیوبند، فتح القدیر، ص۷۳/ ج۶/ باب السلم، قال النووی: واجمعوا علی اشتراط وصفه بمایضبط به، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اس حال میں کہ اہل مدینہ کھجوروں میں ایک سال اور دو سال کے لئے بیع سلم کرتے تھے، پس فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ جو شخص بیع سلم کرے کھجوروں میں تو چاہئے کہ وہ متعین پیمانے کے ذریعہ اور متعین وزن کے ذریعہ مدت متعین تک بیع سلم کرے۔

”ولوقال بعت منک قفیز حنطة بهذاالدرهم ولم یذکر شرائط السلم لایجوز (بدائع ص ۴۸۵/ ج۴/ حکم التصرف)، شامی زکریا ص ۴۶۱ ج۷ باب السلم، هدایه ص۹۵ ج۳ باب السلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

سلم

سوال: ۔ مثلاً آج کل منجی کا بھاؤ ۲۵/ روپیہ من ہے، ہم سے زید روپیہ قرض مانگتا ہے ،اور کہتا ہے کہ میں فصل پر تم کو آٹھ روپیہ من منجی دیدونگا، تو اس طریقہ سے روپیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداو مصلیاً

قرض کا اس طرح معاملہ کرنا شرعاً درست نہیں "لان الاقراض تقضی بامثالها"[۱] البتہ بیع سلم کا معاملہ کیا جا سکتا ہے، وہ یہ کہ قیمت پیشگی دی جائے، اور منجی بعد (فصل) وصول کی جائے، اس کے لئے نرخ قسم وصول کی جگہ وصولی کا وقت ،غرض سب چیزیں اس طرح صاف صاف طے کر لی جائیں کہ بعد میں نزاع نہ ہو، فصل پر عامۃً جو نرخ ہو اس کی پابندی لازم نہیں، بلکہ وقت عقد جو نرخ تجویز کر لیا جائے ،اس کی پابندی لازم ہوگی،[۲] مگر اس کا خیال رہے کہ اس بیع سلم کو قرض لینے اور نرخ سے زیادہ منجی دینے کا حیلہ نہ بنایا جائے ،جس سے سود کے ساتھ مشابہت ہو جائے ،اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۸۸ھ

---

[۱] کذافی الاشباہ ،کتاب المداینات ،ص ۱۴۳/وفیه ان الدیون تقضی بامثالها.ویؤیده مافی الهندیة،لواستقرض من آخر حنطة فأعطی مثلها بعدما تغیر سعرها فانه یجبر المقرض علی القبول،ص ۲۰۳/ج۳/ الباب التاسع والعشرون فی القرض، شامی زکریا ص۶۷۵ ج۵ کتاب الأیمان، باب الیمین فی الضرب والقتل.

[۲] فالسلم عقد یثبت به الملک فی الثمن عاجلافی الثمن آجلا، الهندیة کوئٹه ص۱۷۸/ج۳/ وفی ملتقی الابحر: "ویصح فیما أ مکن ضبط صفته ومعرفة قدره لافی غیره (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مبیع نہ دینے کی صورت میں بیع سلم کا حکم

سوال:۔ ایک شخص نے تجارت کے لئے پچاس روپیہ بایں طریق ایک دوسرے شخص سے لئے کہ لینے کے دن سے چار ماہ بعد متعین تاریخ کو ان پچاس روپیوں کے بالعوض دومن گھی ادا کرے گا، اگر گھی نہ ہوسکا تو جتنی رقم بدن مروجہ کے طریق کے مطابق ہوگی، اس کو تاریخ متعین پر ادا کردے گا، اور آج کل کی بدن مروجہ کی صورت بنیوں کے یہاں یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی بدن پر روپیہ لینے والا شخص جنس مقرر کو وقت پر ادا نہیں کرتا، تو ایام جنس معہودہ کے ادا کرنے کے مقرر ہوتے ہیں، ان سے جو دن ایسا ہو کہ سبھی جنس معہودہ گراں فروخت ہو تو اس نرخ کے حساب سے دام کاٹتے ہیں، مثلاً مقررہ مدت چار ماہ ہے، اور جنس مقررہ ادا نہ ہوسکی اور جنس معہودہ کے دام ادا کرتے ہیں تو ان چار ماہ میں اگر گھی آدھ سیر کا کسی روز فروخت ہوگیا تو دومن گھی کے دام ایک ۱۶۰/روپے لیں گے، اب اگر یہ رقم مذکورہ مقروض سے تاریخ مقررشدہ پر نہ ادا کی تو ایک ۱۶۰/روپیوں پر سود چالو ہوجاوے گا، مالک جب چاہے تین سال کے اندر اندر بذریعہ ڈگری اپنی رقم بمع سود وصول کرسکتا ہے، اور اگر ایسا ہوجائے کہ گھی سیر کا فروخت ہوتا تھا، اور اس وقت ڈیڑھ سیر کے نرخ پر بدنی ہوئی تھی، اور بدنی ہوتے ہی مثلاً گھی دوسیر کا ہوگیا، تو بنیا دومن گھی کے دام سیر کے نرخ کے حساب سے کاٹتے ہیں، دوسیر

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وقال فی المجمع: ویصح السلم فیما ا مکن ضبط صفتہ ای جودتہ وردائتہ ونحو ذلک ومعرفۃ قدرہ أی مقدارہ اعم من الکیل والوزن والذرع لانہ لایفضی الی المنازعۃ، مجمع الانہر، ص ۱۳۸/ج۳/ باب السلم "، در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۶۱-۴۶۲ باب السلم، البحر الرائق ص ۱۶۰-۱۶۱ ج۶ باب السلم، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

۳؎ ومنہا الخلومن شبہۃ الربوا، لان الشبہۃ ملحقۃ بالحقیقۃ، فی باب الحرمات احتیاطاً والاصل الحلال بین والحرام بین وبینہما امور مشتبہات فدع مایریبک الیٰ مالایریبک، بدائع، ص ۴۲۶/ج۴/.

کے نرخ سے دومن گھی کے چالیس روپیہ نہ کاٹیں گے، یعنی مطلب یہ کہ پورے پچاس روپیہ یا پچاس سے کم روپیہ کبھی نہیں لیتے۔

اس مسئلہ میں دریافت طلب یہ بات ہے کہ اگر یہ روپیہ لینے والا شخص کسی سے بدنی مذکورہ پچاس روپیہ لیتا تو مشکل سے روپیہ ملتے اوران پر روپیہ لیتے ہی سود چالو ہوجاتا، تو اس سے بہتر تو یہی ہے کہ بایں طور روپیہ لیلے اوراس بدنی کی صورت میں چونکہ مقروض کو اپنے مال حقیقت کو دیکھتے ہوئے، یہ یقین ہے کہ بہرصورت اس دومن گھی کو وقت پر ادا کردونگا تو اس صورت میں تاہم ایک بگڑی صورت بیع سلم کی جب بھی ہے اس یقین مذکور کی بناء پر ایک ایسا معاملہ کرلیا جائے، تو شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ نیز دوسری صورت یہ ہے کہ پچاس روپیہ لیتا تو ہے بدنی پر لیکن لینے والے کی نیت روپیہ لیتے ہی یہ ہوتی ہے کہ وقت پر وہ دام ادا کردوں گا، جو دومن گھی کے مالک دام کاٹے گا تو اس صورت کا حکم بھی بیان فرمایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ شرعاً ناجائز ہے اس روپیہ کے عوض اس نرخ سے فلاں تاریخ کو گھی دیدونگا، تو درست ہے، لیکن گھی نہ دینے کی صورت میں بدنی مروجہ کے طریق پر رقم کی ادائیگی کو شرط قرار دینا مفسد ہے، اور بیع ان عقود میں سے ہے جو کہ شرط فاسد سے فاسد ہوجاتی ہے، گھی کے ادا نہ کرسکنے کی صورت میں اصلی رقم کی واپسی بلا کمی بیشی لازم ہے، کمی بیشی ناجائز ہے، اوراس پر سود بالکل ہی حرام ہے "**ولایجوز لرب السلم شراء شئی من المسلم الیه براس المال......قبل قبضه لقوله علیه السلام لاتاخذالا سلمک اوراس مالک ای لاتاخذ الا ماasلمت فیه حال قیام العقد اورأس مالک بعد الانفساخ**۔اھ مجمع الانہر[1] ص۱۰۳/ج۱"۔

---

[1] مجمع الانہر، ص۱۴۵/ج۳/ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

محض مال حیثیت کے اعتماد پر کسی عقد میں شرط فاسد کا لگانا درست نہیں ہے[۱] اس صورت میں اصل راس مال دینا تو درست ہے اور زیادہ دینا ناجائز ہے[۲] البتہ اس میں ایک دھوکہ ہے وہ یہ ہے کہ دوسرا اس خیال میں ہے کہ مجھے وقت متعین پر گھی ملے گا، اور یہ شروع سے ہی رأس المال ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اس لئے یہ نیت بھی ممنوع ہے[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۵/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۵/۵۹ھ

بیع سلم فی الفلوس

سوال:۔ زید ایک عالم شخص ہے روپیہ کی ترقی کے لئے اس صورت سے ایک معاملہ کرتا ہے، زید نے عمر کو ۶/ ماہ کے وعدہ پر ۲۰۰/ روپیہ قرض دیا اور قرض دیتے وقت عمر سے اس

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) باب السلم، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۶۶ ج۶ باب السلم، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۶۸ ج۷ باب السلم، مطلب ھل اللحم قیمی او مثلی.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] ولیس کل شرط یفسد البیع بل لا بد ان لا یقتضیه العقد ولا یلائمه ولا یتعارف وکان فیه منفعة لاحد المتعاقدین وللمعقود علیه وھو من اھل الاستحقاق ولم یرد الشرع بجوازه، النهر الفائق ص۴۳۴ ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۹۰، ۹۱ ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۸۵ ج۶ باب البیع الفاسد.

[۲] لانه ربوا، وقال تعالیٰ ''احل اللّٰه البیع وحرم الربوا'' (البقرہ، پارہ۳/) آیت ۲۷۵.

[۳] باب مایکرہ من الخداع فی البیع کانه اشار الی ان الخداع فی البیع مکروہ ،حواشی البخاری ،ص ۲۸۴/ ج ۱/، کتاب البیوع، مطبوعه اشرفی دیوبند، فتح الباری ص۶۶ ج۵ مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.

مضمون کی ایک دستاویز لکھوالی کہ میں نے مبلغ ۲۰۰/روپیہ ۶/ماہ کے وعدہ پر بطور سلم عمر کو دیا ، میعاد کے ختم ہونے پر فی روپیہ نو دونی (بڑی چوگوشہ والی) کے حساب سے وصول کرلونگا عمر نے اس کو قبول کرلیا میعاد گذرنے پر عمر نے حسب قرار داد دوسو روپیہ کی دونیان نو دونی کے حساب سے ۱۸۰۰/دونیان زید کے حوالہ کردیں ، پھران دونیوں کو بازار میں لیجا کر روپیہ ونوٹ سے تبادلہ کرلیا عوام کو جب اس معاملہ کی اطلاع ہوئی ، تو سودخوری کی تہمت لگائی اس پر زید نے کہا کہ میرا یہ معاملہ بیع سلم ہے اور شیخین ؒ کے نزدیک علاوہ سونے چاندی کے سکوں کے اور تمام سکوں میں بیع سلم درست ہے م تمام کتب فقہ درمختار شامی وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے ، اب دریافت طلب یہ ہے کہ یہ معاملہ بیع سلم ہے ، یا سود کا حیلہ ہے اگر سود کا حیلہ ہے تو بیع سلم فی الفلوس کی کونسی صورت ہے جو درست ہے ، مثال سے واضح فرمایا جاوے ، نیز دستاویز والے معاملہ میں سود لینے کا کیا قرینہ ہے ، اور اس کی کیا علامت ہے ، اور اگر یہ معاملہ بیع سلم ہے اور عند الشیخین جائز ہے ، تو ایسی حالت میں جب کہ عوام اس صورت کے مرتکب کو سودخواری کی تہمت لگائیں ، اور زید مذہبی مقتدا بھی ہو تو اس کو ایسے معاملات سے اجتناب ضروری ہے یا نہیں ، اگر نظر اقدس میں کوئی عبارت کتب فقہ حنفی کی ایسی ہو کہ بیع سلم فی الفلوس میں اگر نیت سود لینے کی ہو تو حرام ہے ورنہ درست تو اسکے نشان سے مطلع فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہاء حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ بیع سلم فی الفلوس شیخین ؒ کے نزدیک جائز ہے بلکہ ظاہر الروایت امام محمدؒ سے بھی جواز کی منقول "وظاهر الرواية عن الكل الجواز، بحرالرائق ، ص[1] ۱۵۶/ج ۶/فتح القدیر[2] ، ص ۳۲۷/ج ۵/شامی ، ص ۳۱۸/ج ۵/[3] اور دیگر

[1] البحرالرائق ،ص ۱۵۶ /ج ۶/ فی اوائل باب السلم، مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[2] فتح القدیر ،ص ۷۵/ج ۶/ باب السلم، مطبوعه دارالفکر.

[3] شامی کراچی، ص ۲۱۰/ج ۵، باب السلم، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کتب میں بھی ظاہر الروایۃ ائمہ ثلاثہ سے جواز کی موجود ہے، اصل یہ ہے کہ اثمان یعنی سونا، چاندی میں بیع سلم جائز نہیں، اور سلور، تانبا، کانسی وغیرہ کو اگر سکہ بنالیا جائے، تو اسکو اصطلاحاً ثمن کہا جاوے گا، حقیقت میں وہ ثمن نہیں جس وقت اس اصطلاح کو توڑ دیا جائیگا، تو ثمنیت باطل ہوجائے گی، جب دو مسلمان کسی ایسے سکہ میں بیع سلم کرلیں حالانکہ وہ جانتے ہیں، کہ ثمن میں بیع سلم جائز نہیں تو لامحالہ کہا جائے گا، کہ انہوں نے اصطلاحی ثمنیت کو باطل کردیا، تو اب نہ وہ شرعاً ثمن ہے، نہ اصطلاحاً بلکہ مثل دوسری غیر متفاوت اشیاء کے ہے، جیسے ان اشیاء میں بیع سلم عدداً جائز ہے، اسی طرح اس سکہ میں بھی جائز ہوگئی، "واما السلم فی الفلوس عدداً فجائز عندابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ وعند محمدؒ لایجوز بناءً علیٰ ان الفلوس اثمان عنده فلایجوز السلم فیها کمالا یجوز السلم فی الدراهم والدنانیر وعندهما ثمنیتها لیست بلازمة بل تحتمل الزوال لانها ثبتت بالاصطلاح فتزول بالاصطلاح واقدام العاقدین علیٰ عقد السلم فیها مع علمهما انه لاصحة للسلم فی الاثمان اتفاق منهما علیٰ اخراجها عن صفة الثمنیة فتبطل ثمنیتها فی حق العاقدین سابقاً علیٰ العقد وتصیر سلعاً عددیة فیصح السلم فیها کمافی سائر السلع العددیة بدائع، ص۲۰۸/ج۵/[1]

اس میں شک نہیں کہ یہ ایک حیلہ سود کا ہے مگر جب فقہاء نے جائز لکھا ہے تو عوام کے حرام کہنے سے حرام نہیں ہوسکتا، البتہ اس قسم کے حیلہ سے بچنا اولیٰ وافضل ہے[2] خصوصاً جب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) النهر الفائق ص۴۹۸ ج۳ باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۱۳۸ ج۳ باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] البدائع زکریا، ص۴۴۲/ج۵/ مایرجع الی المسلم فیه، مجمع الأنهر ص۱۳۸ ج۳ باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۴۹۸ ج۳ باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، المحیط البرهانی ص۲۸۷ ج۱۰، نوع آخر فی بیان ما یجوز السلم فیه ومالا یجوز، مطبوعه ڈابھیل. (حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)

کہ اس حیلہ کی وجہ سے علما کو سود خواری کی تہمت لگائیں، اور برا سمجھیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/ج ۲/۵۲ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/ج ۲/۵۲ھ

اشکال بر جواب مذکورہ

سوال:۔ (۱) مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک حیلہ سود کا ہے، مگر جب کہ فقہاء نے الخ تو عرض یہ ہے کہ جب آپ کے نزدیک یہ حیلہ یقینی سود کا ہے پھر فقہاء جائز کیسے لکھ سکتے ہیں، کیا ہمارے فقہاء حیلہ سے سود لینے کی تعلیم دیتے ہیں، مجھ کو وقت درس حضور نے سمجھایا تھا کہ شبہ ربا بھی حرام ہے، فقہاء نے اس سے بچنے کی تاکید شدید فرمائی ہے۔

(۲) حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانویؒ نے فتاویٰ امدادیہ تتمہ اولیٰ جلد ثالث، ص ۱۶۷/ اور تتمہ ثالثہ، ص ۲۳/ میں بیع سلم فی الفلوس کے جواب میں بیع سلم کی صحت تسلیم کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ اس حیلہ سے مقصود سود لینا ہے، لہٰذا ناجائز ہوگا۔

(۳) سائل کو بیع سلم فی الفلوس کی صحت اور اتفاق جواز میں کلام نہیں، مقصود یہ ہے کہ واقعہ مندرجہ سوال بیع سلم میں داخل ہے، یا حیلہ سے سود لینا، حضور نے فرمایا حیلہ سے سود لینا۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲؎ مالا یعرف له اصل فی تحلیل ولا تحریم فالورع ترکه، مرقاة شرح مشکوٰة ص۲۸۸ ج۳ باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، شرح السنة ص۱۰ ج۵ کتاب البیوع، باب الاتقاء عن الشبهات، مطبوعه مصطفی احمد الباز، عمدة القاری ص۱۶۶ ج۶ الجزء الحادی عشر، کتاب البیوع، باب: الحلال بین والحرام بین، مطبوعه دار الفکر بیروت.

اب میں پوچھتا ہوں کہ اس کی علامت کیا ہے، جس سے ہم سمجھ لیں کہ یہاں سے سود لینا مقصود ہے، سائل کا خیال ہے کہ زید کا فوراً بازار میں جا کر دونیوں کے نوٹ اور روپیہ سے تبادلہ کرنا اس کی علامت ہے کہ مقصود سلم کی آڑ میں سود ہے، یہ خیال صحیح ہے یا نہیں؟

(۴) بیع سلم فی الفلوس کی وہ کونسی صورت ہے جس میں مقصود بیع ہو سود نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارے فقہائے حنفیہؒ حیلہ سے سود لینے کی تعلیم نہیں دیتے، بلکہ سود سے بچنے کا طریق اور مخرج بتلاتے ہیں جس حیلہ سے سود لینا یا کسی شئی حرام کا ارتکاب یا ابطال حق غیر مقصود ہو اس سے ہمارے فقہاء نے منع فرمایا ہے اور جس حیلہ سے تخلص عن الحرام یا توصل الیٰ الحلال مقصود ہو اس کی اجازت دی ہے، بلکہ اس کو مستحسن کہا ہے، "**من مذهب علمائنا ان كل حيلة يحتال به الرجل لابطال حق الغير اولادخال شبهة فيه اولتمويه باطل فهى مكروهة وكل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بهاعن حرام اوليتوصل بها الىٰ حلال فهى حسنة والاصل فى جواز هذا النوع الحيل من قول الله تعالىٰ وخذبيدك ضغثاً فاضرب به ولاتحنث وهذا تعليم المخرج لايوب النبى وعلىٰ نبينا وعليه الصلوٰة والسلام عن يمينه التى حلف ليضربن امرأته مائة عود وعامة المشائخ علىٰ ان حكمها ليس بمنسوخ وهو الصحيح من المذهب كذافى الذخيرة. عالمگيرى، ص ۸۲۸/ ج ۴/ اول كتاب الحيل.**"

ایک شخص کسی وجہ سے حرام میں مبتلا ہونے والا ہے، اگر وہ اس حرام سے بچنے کی کوئی تدبیر اختیار کرے تو شرعاً کچھ مذموم نہیں، "**الحيل جمع حيلة وهى الحذق فى تدبير الامور وهى تقليب الفكر حتى يهتدى الىٰ المقصود فن خامس فى الحيل فى**

---

[۱] عالمگیری، مطبوعه کوئٹه، ص ۳۹۰/ ج۶، الفصل الاول فی بیان جواز الحیل وعدم جوازها.

الاشباہ ،ص ۱۷ ۱۴ /[۱]

بہت سے فقہاء نے کتاب الحیل کو کتاب المخارج سے تعبیر کیا ہے "**قال ابو سلیمان کذبوا علیٰ محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ لیس له کتاب الحیل وانما ھو الھرب من الحرام والتخلص منه حسن قال تعالیٰ وخذ بیدک ضغثاً الخ وذکر فی الخبران رجلاً اشتریٰ صاعاً من تمر بصا عین فقال صلی اللّٰہ علیه وسلم اربیت ھلا بعت تمرک بالسلعة ثم ابتعت بسلعتک تمراً وھذا کله اذالم یؤدالیٰ الضرر بأحدٍ انتھی اشباہ**[۲]

اگر نیت فاسد ہوتو حیلہ ناجائز ہے لیکن نیت پر اطلاع ہونا مشکل ہے، اسلئے حکم قطعی کسی کی نیت کے متعلق نہیں لگایا جاسکتا۔

(۲) حضرت حکیم الامت ادام اللہ فیوضہم نے جو کچھ تحریر فرمایا خود جناب قائل ہیں کہ انہوں نے بیع سلم کی صحت کو تسلیم کرلیا ہے، اور فساد نیت کی وجہ سے اس قسم کے معاملات کو ناجائز کہا ہے، سو حضرت کی تحریر یہاں کے جواب کے خلاف نہیں۔

(۳) سائل کا خیال بظاہر صحیح معلوم ہوتا ہے، لیکن احتمال یہ بھی ہے کہ اول زید کو دونیوں کی ضرورت تھی پھر رائے بدل گئی اس لئے قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ زید کا مقصود حیلہ سے سود لینا ہی ہے۔

(۴) کسی شخص کو کسی کام کے لئے ایسے سلور کی ضرورت ہے جس میں دوسری دھاتیں اس نسبت سے پڑی ہوں جس نسبت سے سلور کی چوگوشہ دونیوں میں ہوتی ہیں، اور کہیں ایسا سلور بغیر سکہ کے ملتا نہیں تو ایسی صورت میں کہا جائیگا، کہ بیع سلم مقصود ہے سود نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۲ھ

۱؎ الاشباہ والنظائر ،ص ۲۱۸ / الفن الخامس، الحیل، مطبوعه مکتبه اشاعت الاسلام دھلی .

۲؎ الاشباہ والنظائر ص ۲۱۸ / الفن الخامس، الحیل، مطبوعه مکتبه اشاعت الاسلام دھلی.

جب عاقل بالغ کے کلام میں دو محمل ہوں ایک صحیح ایک فاسد تو شریعت کی تعلیم ہے کہ اس کا کلام صحیح محمل پر حمل کیا جائے گا[۱]۔

الجواب صحیح عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/رجب ۵۲ھ

قسط پر سامان مجہول قیمت پر بیچنا درست نہیں

سوال:۔ ہم نے اقساط پر گھڑیوں کی دوکان کھولی ہے، جس میں سو افراد طے کئے ہیں، اور ہر فرد روزمرہ دو روپیہ داخل کرے اور اس گھڑی کی قیمت ۱۸۰/روپے ہے خواہ وہ اقساط سے خریدے یا ایک وقت قیمت دے کر خریدے اور ہم نے اس کی مدت تین ماہ مقرر کر رکھی ہے، جس میں ہم روز ضرور اسے دو روپیہ وصول کرتے ہیں، اور پندرہویں دن کے بعد قرع اندازی کرتے ہیں اور جس کا بھی نام نکلے گا اس کو وہ گھڑی دی جاتی ہے، اور اس شخص کے پیسے پھر نہیں لئے جاتے، اسی طرح پورے تین ماہ کے عرصہ میں پانچ قرع اندازی کی جاتی ہے، پہلے قرع میں جو گھڑی ملے گی وہ تیس روپے میں اور اخیر میں جو گھڑی نکلے گی وہ ڈیڑھ سو روپے میں پڑتی ہے، اور چھٹی مرتبہ جو قرع ہوگا اس میں باقی افراد کو ایک سو اسی میں دی جاتی ہے، اس کے بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت ایک قسم کا قمار (جوا) ہے[۲] اور گھڑی کی قیمت مجہول ہے نہیں معلوم کسی کی

---

[۱] وحمل فعل المسلم على الصحة والحل واجب ما امكن الا ان تقوم البينة، مبسوط سرخسی ص۶۲ ج۹ الجزء السابع عشر، كتاب الدعوى، قبيل باب الدعوى فى التناج، مطبوعه دار الفكر بيروت، قواعد الفقه ص۱۲ اصول الامام المجتهد ابى الحسن الكرخیؒ، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[۲] يايها الذين آمنو انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبواه الاية سورة المائدة آيت ۹۰/. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گھڑی کی قیمت کتنی ہوگی، اس لئے شرعاً یہ معاملہ درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۳۹۹/۴/۱۳ھ

قیمت متعینہ میں تاخیر کی وجہ سے زیادتی

سوال:۔زید نے بکر کو ایک من دھان دیا اور زید نے بکر کے ساتھ شرط کیا کہ پوس مہینہ میں تم سے ڈیڑھ روپیہ لونگا، مگر بکر غریب اس وقت روپیہ ادا نہ کرسکا دھان دینا آسان ہے، اگر زید اسی نرخ معینہ کا اس وقت کے بازار کے حساب سے دھان لے تو یہ دھان لینا اس نرخ کا بیع سلم کے مطابق ہے یا نہیں؟ یا اور کسی طرح شرعاً جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع سلم نہیں، کیونکہ بیع سلم کیلئے تو ضروری ہے کہ مشتری روپیہ پہلے دے اور مسلم فیہ کی صفات متعین کر کے وقت معینہ پر مسلم فیہ وصول کرلے[2] اور یہاں ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک من

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) **ترجمہ**:۔اے ایمان والوں بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سواس سے بالکل الگ رہو۔(از بیان القرآن)

(**صفحہ ہذا**) [1] ولابد من معرفة قدر ووصف ثمن غير مشار لا مشار اى لا يصح البيع الا بمعرفة قدر المبيع والثمن ووصف الثمن الخ، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۷۳ ج۵ كتاب البيوع، الدر المختار على الشامى کراچی ص۵۲۹ ج۴ كتاب البيوع، مطلب لا يبطل الايجاب سبعة، النهر الفائق ص۳۴۲ ج۳ كتاب البيوع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، سكب الانهر على مجمع الأنهر ص۱۲ ج۳ كتاب البيوع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وشرطه بيان جنس ونوع وصفة وقدر وأجل وقدر رأس المال فى مكيل وموزون وعددى غير متفاوت مكان الإيفاء ...... وهو شرط بقائه على الصحة لا شرط انعقاده بوصفها فينعقد صحيحاً ثم يبطل بالإفتراق بلا قبض، الدرالمختار على الشامى ص۲۱۴، ۲۱۷، ج۵، باب السلم، المحيط البرهانى ص۲۷۷، ج۱۰، الفصل الثانى والعشرون فى السلم، مطبوعه ادارة القرآن،

دھان کی ڈیڑھ روپیہ کے عوض بیع کی اور ڈیڑھ روپیہ کی ادائیگی کا وقت معین کر دیا ہے، اب اصل تو یہ ہے کہ بکر سے اپنا ڈیڑھ روپیہ زید وصول کر لے، اگر بکر کے پاس ڈیڑھ روپیہ موجود نہیں تو وہ دھان فروخت کر کے کسی جگہ سے ڈیڑھ روپیہ لاکر زید کو دیدے اور یہ بھی درست ہے کہ زید اس ڈیڑھ روپیہ کے عوض بکر سے اس وقت کے نرخ سے دھان لے لے اس میں سود نہ ہوگا، اگر زید اولاً دھان ڈیڑھ روپیہ کے عوض فروخت نہ کرتا بلکہ یہ کہتا کہ ایک من دھان اس وقت لے لو اور پھر فلاں ماہ میں اس ایک من کے عوض مثلاً ڈیڑھ من مجھے دینا، یا اس طرح معاملہ کرتا کہ اس وقت ایک روپیہ کے دھان میں لیلوں گا، تو ناجائز ہوتا ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۱/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی قعدہ ۵۸ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذیقعدہ ۵۸ھ

قسطوں پر روپیہ جمع کر کے سامان حاصل کرنا اور انعام لینا

سوال:۔ یہاں پر سائیکل کے ایک تاجر نے چند ماہ سے یہ طریقہ شروع کیا ہے، کہ سائیکل کے خریداروں کو بیس ماہ کے لئے ممبر خریداری بناتا ہے ہر خریدار کو ایک خریداری نمبر دیتا ہے، ہر خریدار ہر ماہ مبلغ ۱۲/روپیہ بیس ماہ تک جمع کرتا رہتا ہے، جب کہ کل رقم مبلغ ۲۴۰/

[1] فی درالمختار: وعلته ای علة تحريم الزيادة القدر مع الجنس فان وجداحرم الفضل ای الزيادة والنسا بالمدالتاخير وان عد ماحلاالخ،الدرالمختار على الشامی نعمانيه،ص۱۷۸/ ج۴/ مطبوعه زكريا، ص۴۰۳/ ج۷/باب الربا، مجمع الأنهر ص۱۲۰ ج۳ كتاب البيوع، باب الربا، تبيين الحقائق ص۸۷ ج۴ باب الربا، مكتبه امداديه ملتان.

روپیہ ہوجاتی ہے، تو سائیکل خریدار کو دیدی جاتی ہے، نیز دوکاندار اپنے خریداروں سے ہی لیکر ہر ماہ ایک سائیکل بطور انعام دیتا ہے، اپنے ممبران میں سے جس کا نمبر خریداری مقرر کردہ نمبر کے مطابق ہوتا ہے، انعام پانے والے خریدار کو اختیار ہوتا ہے چاہے اب قسطیں بند کردے اور یہ سائیکل لیلے، یا دوسری سائیکل قسطوں کے اختتام پر حاصل کرلے، تو مذکورہ شکل کو بیع سلم مانا جائے گا یانہیں؟ اوراس شکل میں بیع فاسد ہے یاباطل؟ یا بیع صحیح ہے، اور یہ انعام لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع سلم کے لئے مجلس عقد میں (راس المال) ثمن پر مسلم الیہ کا قبضہ ضروری ہے، وہ یہاں مفقود ہے، اگر ثمن کا کچھ حصہ دیدیا جائے، اور کچھ حصہ مسلم الیہ کی طرف بطور دین کے ذمہ میں پہلے سے تھا تو مقدار دین میں بیع سلم باطل ہوجائے گی، اور صرف مقدار مخصوص میں صحیح رہے گی۔

" فان اسلم مائتی درهم فی کربر مائة دینا علیه ای علی المسلم الیه ومائة نقداً نقدها رب السلم وافترقا علیٰ ذٰلک فالسلم فی حصة الدین باطل اھ درمختار [1]"

اورصورت مسئولہ میں تو بائع کے ذمہ مقدار بائع کو دی جائے اور پھر اس قرض کے عوض سائیکل خریدی جائے، تو یہ بیع مداینہ کے قبیل سے ہوجائے گی، ہر ماہ ایک سائیکل انعام میں دینا، یہ لالچ دے کر خریداروں کو بڑھانا ہے، کہ خریدار بلاضرورت مبلغ ۱۲/روپئے ماہانہ جمع کرادیا کریں، پھر ایک سائیکل تو بہرحال ملے ہی گی، ممکن ہے کہ انعام بھی نکل آوے، اگر

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه، ص، ۲۰۹/ج۴/مطبوعه زکریا دیوبند، ص۴۶۶/ج۷/ مطبوعه کراچی، ص۲۱۸/ج۵/ (باب السلم)، البحر الرائق ص۱۶۴ ج۶ کتاب البیوع، باب السلم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص۵۰۶ ج۳ کتاب البیوع، باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\09-Bai Salam

اس انعام کی صورت میں خریدار کا روپیہ ضائع ہونے کی کوئی صورت نہیں، جیسا کہ عبارتِ سوال سے ظاہر ہوتا ہے، اور قیمت بھی پوری دیتا ہے، یہ نہیں کہ قیمت پوری ہونے سے پہلے (خواہ ایک ہی خط پر سہی) اگر نام نکل آئے تو سائیکل مل جائے، اور بقیہ قیمت ساقط ہوجائے، تب تو ظاہر یہ صورت جائز معلوم ہوتی ہے، ورنہ تو جوئے کی شکل میں ہوکر ناجائز ہوجائیگی[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸؍۱۰؍۸۹ھ

---

[1] انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه الاية سورة مائدة آيت نمبر ۹۰.

باب دہم : بیع صرف

بیع صرف کی ایک صورت

سوال:۔ایک آدمی دس تولہ چاندی لاکر کہتا ہے کہ اس کا زیور چاہئے، زیور سنار کے پاس تیار ہے اور وہ سنار ٹانکا کاٹ کر برابر بدل دیتا ہے، یا دونوں کی قیمت لگا کر بدل دیتا ہے، اس میں کونسی بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب چاندی کی بیع چاندی ہی کے زیور کے بدلہ میں ہو تو برابر ہونا ضروری ہے، کمی بیشی درست نہیں[1] لیکن اگر ایک جانب میں چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہو مثلاً کچھ پیسے یا کوئی اور سکہ چونی اٹھنی وغیرہ کا ہو تو دوسری جانب میں زیادتی درست ہے، مثلاً ایک طرف دس تولہ چاندی اور آٹھ آنہ پیسے ہوں اور دوسری طرف بارہ تولہ چاندی ہو تو درست ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

---

[1] فان با ع فضة بفضة اوذهباً بذهب لايجوز الا مثلاً بمثل الخ، هدايه ص ۱۰۴/ ج۳/ مكتبه ياسر اينڈ كمپنى ديوبند، اول باب الصرف، زيلعى ص۱۳۵ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص ۱۶۲ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ولوتبايعا فضة بفضة اوذهباً بذهب احد هما اقل ومع اقلهما شئى آخر يبلغ قيمته باقى الفضة جاز البيع من غير كراهة وان لم تبلغ فمع الكراهة، هدايه ص۱۰۸/ج۳/ مطبوعه ياسرنديم ديوبند، باب الصرف، ويجوز بيع درهم صحيح ودرهمين غلة بدرهمين صحيحين ودرهم غلة كذا فى الهداية فتاوى عالمگيرى ص ۲۱۹ ج۳ كتاب الصرف الباب الثانى فى أحكام العقد الخ الفصل الاول، مطبوعه كوئٹه، زيلعى ص ۱۳۹ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

ایک نوٹ کی بیع دونوٹ کے بدلے

سوال:۔ ایک نوٹ دیکر دو نوٹ لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ آج کل اپنے رواج کے اعتبار سے مستقل مال کی حیثیت رکھتا ہے، اور یہ اموال ربویہ میں سے نہیں، جس میں مثلاً بمثل لازم ہو تفاضل کی گنجائش ہے جیسا کہ بیع فلوس میں بعض ائمہ نے بیان فرمایا ہے[1]

مگر اس کا انتظام کرلیں کہ خلاف قانون ہو کر جرم نہ بنجائے اور پھر سزا بھگتنی پڑے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہُ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۱۴۰۰ھ

روپیہ، نوٹ، ریزگاری کی بیع متفاضلاً

سوال:۔ (۱) فی الحال جو روپیہ رائج ہیں جس میں چاندی کم اور غش غالب ہو ان کو یا نوٹ کو پہلے کے روپیہ کے عوض تفاضلاً بیچنا جس میں چاندی غالب اور کھوٹ کم ہو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) روپیہ نوٹ کی بیع ریزگاری یا پیسوں سے تفاضلاً جائز ہے یا نہیں، نیز ہر ریزگاری

---

[1] ویجوزبیع الفلس بالفلسین باعیانهما الخ، هدایه ص ۸۱/ج۳/ مطبوعه یاسرندیم دیوبند کتاب البیوع، باب الربوا البحر الرائق ص ۱۳۱ ج۶ کتاب البیوع باب الربا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص ۹۰، ج۴، کتاب البیوع، باب الربا، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] لاینبغی للمومن أن یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ص ۵۰/ ج ۲/ کتاب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی) (کسی مومن کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے)

کا ایک حکم ہے یا مثل گلٹ کی ریز گاری کا دوسرا حکم ہے؟

(۳) آج کل کا روپیہ اور پہلے کا روپیہ دونوں مساوی الحکم ہیں یا پہلا روپیہ نقد کے حکم میں ہے، اور فی الحال جو رائج ہے عروض کے حکم میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/۳/سکوں کا ایک حکم ہے، کھوٹ کے کم وبیش کی وجہ سے قیمت کم وبیش نہیں ہوتی، اس لئے صحیح یہ ہے کہ اس کی بیع تفاضلاً جائز نہیں۔ واللہ اعلم

عبد الرؤف قادری دانا پوری

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) موجودہ روپیہ کو سابقہ روپیہ کے عوض تفاضلاً بیچنا شرعاً درست ہے، کیونکہ موجودہ روپیہ میں چاندی مغلوب بلکہ معدوم ہونے کی وجہ سے چاندی کے حکم میں نہیں، کہ تفاضلاً بیع کی صورت میں ربوٰ لازم آئے اور تساوی واجب ہو بلکہ اس میں ہر طرح کی کمی بیشی درست ہے، نوٹ حوالہ ہے، اس میں کمی بیشی جائز نہیں، ”لان الاقراض تقضیٰ بامثالها“[1] اور کمی بیشی کی صورت میں ربوٰ لازم آئے گا، اگر یہ تحقیق ہو جائے کہ موجودہ روپیہ میں بھی کچھ چاندی موجود ہے تو پھر اتنی شرط ضرور ہوگی کہ سابقہ روپیہ میں جس قدر چاندی ہے وہ اس چاندی سے زائد رہے جو کہ موجودہ روپیہ میں ہے، اس کے خلاف نہ ہو یعنی دونوں کی چاندی مساوی نہ ہو، اور موجودہ روپیہ کی چاندی زائد نہ ہو، نیز تقابض ضروری ہوگا اور اس وقت موجودہ روپیہ کی چاندی کو اتنی چاندی کے مقابلہ میں قرار

---

[1] كذافی الاشباه، ص۱۴۳/کتاب المداينات، وفيه ان الديون تقضى بأمثالها، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، شامی کراچی ص۸۴۸ج۳ کتاب الأيمان باب اليمين بالقتل والضرب، هكذا عالمگيری كوئٹه ص۳٦ج۵ كتاب الكراهية الباب السابع والعشرون فی القرض والدين.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\10-Bai Saraf

دیا جائے گا، اور کھوٹ کو زائد چاندی کے مقابلہ میں، ودلیلہ ما سیاتی۔

(۲) نوٹ کے عوض ناجائز ہے روپیہ کے عوض جائز ہے، ہر ریز گاری کا ایک ہی حکم ہے اتحاد جنس کے وقت تساوی وتقابض ضروری ہے۔ کما سیاتی۔

(۳) موجودہ روپیہ ستوقہ چاندی کے حکم میں نہیں بلکہ فلوس نافقہ یا عروض کے حکم میں ہے، اور گذشتہ روپیہ چاندی غالب ہونے کی وجہ سے فضہ کے حکم میں ہے "وغالب الفضة والذهب فضة وذهب حتى لايصح بيع الخالصة بها ولابيع بعضها ببعض الا متساوياً وزناً وغالب الغش ليس فى حكم الدارهم والدنانير لان العبرة للغالب فى الشرع فصح بيعها بجنسها متفاضلاً اى بالمغشوش مثلها عدداً ووزناً لان الغش من كل واحدٍ منهما مقابل بالفضة اوالذهب الذى فى الآخر فلا يضر التفاضل فيهما لاختلاف الجنس ويشترط التقابض قبل الافتراق لانه صرف فى البعض لوجود الفضة والذهب من الجانبين ويشترط فى الغش ايضاً لانه لايتميز الا بضرر وكذااذابيعت بالفضة الخالصة اوالذهب الخالص لابد ان يكون الخالص اكثرمن الفضة اوالذهب الذى فى المغشوش حتى يكون قدره بمثله والزائد بالغش اھ زيلعى شرح كنز ،قوله فى المتن وغالب الغش ليس فى حكم الدراهم الىٰ آخره اعلم ان الكرخىؒ يسمى هذاالنوع الستوق فقال الستوق عندهم ماكان الصفر اوالنحاس هوالغالب فاذا كان الصفر اوالنحاس هوالغالب كانت فى حكم الصفرا والنحاس حتى لاتباع بالصفر اوالنحاس الا مثلاً بمثل يداً بيدولكن اذابيعت هذه الدراهم بجنسها متفاضلاً جاز ويصرف الجنس الىٰ خلاف الجنس تجويزاً للعقد ويشترط القبض لكونه صرفاً لانه بيع فضة بفضة فلما اشترط القبض فى الفضة اشترط فى الصفر اوالنحاس ايضاً لان فى تميزه مضرة انتهىٰ شلبى حاشيه زيلعى ص ۱۴۱/

ج ۴/[۱] وایضاً فیه لما کان الغالب فیها الغش صارت کالفلوس[۲] وماغلب علیه الغش منها فهو حکم العروض لافی حکم الدراهم والدنانیراذالحکم للغالب فی الشرع اھ مجمع الانهر[۳] ص ۱۲۱/ج ۲/وفیه علیٰ صفحة ،ص ۸٦/ج ۲[۴]/وجاز بیع فلس معین بفلسین معینین عندالشیخین خلافاً لحمداھ ایضاً فیه علیٰ صفحة ، ص ۱۱۹/ج ۲/[۵] وصح بیع درهم صحیح ودرهمین غلة بدرهمین صحیحین ودرهم غلة اھ والبسط فی البحر[٦] ورد المحتار[۷] ومرأة المجلة وغیرها من کتب الفقه والمتون " عبارات مذکورہ سے گذشتہ روپیہ موجودہ روپیہ وریزگاری سب کاحکم معلوم ہوگیا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۱۷/۹/۶۴ھ

الجواب صحیح سعیداحمدغفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۱۸/۹/۶۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۹/رمضان المبارک ۶۴ھ

نوٹ روپیہ کی بیع ریزگاری کے ساتھ

سوال:۔ریزگاری روپیہ چاندی سکہ سابق یاروپیہ کانسی سکّہ جدید یانوٹ سے کمی بیشی یعنی نوٹ یاروپیہ دے کرچودہ یااٹھارہ آنے سے لینا جائز ہے یانہیں؟

---

[۱] تبیین الحقائق مع حاشیه شبلی شرح الکنز ص ۱۴۰، ۱۴۱/۴، کتاب الصرف، امدادیه ملتان،

[۲] تبیین الحقائق،شرح الکنز،ص ۱۴۱/ج ۴/ کتاب الصرف.

[۳] مجمع الانهر،ص ۱٦۷/ج ۳/ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،(کتاب الصرف)

[۴] مجمع الانهر ۱۲۳/ج ۳/ باب الرباء، (کتاب الصرف)

[۵] مجمع الانهر ۱۲۳/ج ۳/ باب الرباء، (کتاب الصرف)

[٦] البحر الرائق ص ۲۰۰ ج ٦ کتاب الصرف مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۷] الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۳۱ ج ۷ باب الصرف.

الجواب حامداً ومصلیاً

جو روپیہ خالص چاندی کا روپیہ ہو یا اس میں چاندی غالب ہو اس کی بیع ایسی ریزگاری کے عوض جو خالص چاندی کی ہو یا اس میں چاندی غالب ہو کمی بیشی کے ساتھ ناجائز ہے اس میں برابری ضروری ہے، اور ایسی ریزگاری کے عوض جو نہ خالص چاندی کی ہو اور نہ اس میں چاندی غالب ہو کمی بیشی کے ساتھ بھی درست ہے، اس میں برابری ضروری نہیں، اور جو روپیہ نہ خالص چاندی کا ہو اور نہ اس میں چاندی غالب ہو اس کی بیع ایسی ہی قسم کی ریزگاری کے عوض کمی بیشی کے ساتھ شرعاً درست ہے، اس میں برابری ضروری نہیں، البتہ خالص وغالب چاندی کی ریزگاری کے عوض اس وقت درست ہوگی جب کہ اس کی چاندی روپیہ کی چاندی سے زائد ہو خواہ کسی قسم کی ہو کم زیادہ لینا درست نہیں، اسی طرح نوٹ کے عوض روپیہ کم زیادہ لینا درست نہیں ہے،" وغالب الفضة والذهب فضة وذهب حتى لايصح بيع الخالصة بها ولابيع بعضها ببعض الامتساوياً وزناً ولايصح الاستقراض بها الا وزناً وغالب الغش ليس فى حكم الدراهم والدنانير فيصح بيعها بجنسها متفاضلاً اھ كنز اى وزناوعدداً لان الحكم للغالب فلايضرالتفاضل لجعل الغش مقابلاً بالفضة اوالذهب الذى فى الأخر ولكن يشترط التقابض قبل الافتراق لانه صرف فى البعض لوجودالفضة اوالذهب من الجانبين ويشترط فى الغش ايضاً لانه لايتميز الابضرروكذا اذابيعت بالفضة الخالصة اوالذهب الخالص لابدان يكون الخالص اكثرمن الفضة اوالذهب الذى فى المغشوش حتى يكون قدره بمثله والزائد بالغش علىٰ مثال بيع الزيتون بالزيت اھ[1] بحر، ص ۲۱۷ / ج ۶ /۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] البحرالرائق ص ۲۰۰ / ج ۶ / باب الصرف مطبوعه ماجديه پاكستان، زيلعى ص ۱۴۰ ج ۴ كتاب الصرف مطبوعه امداديه ملتان، شامى زكريا ص ۵۳۱ ج ۷ باب الصرف.

ایضاً

سوال:۔ ریزگاری کی قلت کی وجہ سے نوٹ کے بارہ آنہ یا چودہ آنہ دینا یا لینا سودی لین دین میں شامل ہے یا نہیں، جبکہ قانوناً ہر دو یعنی نوٹ اور روپیہ کے سولہ آنہ قیمت مقرر ہو کیا حکم شرعی ہے کہ اس کا مرتکب کس گناہ میں شامل ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ کے عوض کمی زیادتی جائز نہیں روپیہ کے عوض کمی زیادتی درست ہے[1] اور ریزگاری اور روپیہ میں خالص بیع صرف نہیں البتہ اگر ایک جانب خالص چاندی ہو یا غالب چاندی ہو، اور دوسری طرف بھی ایسا ہی ہو تو مساوات شرط ہے، ورنہ چاندی کے مقابلہ میں چاندی اور کھوٹ یا دوسری دھات کے مقابلہ میں کھوٹ یا چاندی یا دوسری دھات ہونے سے بیع ہو جائیگی[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سونے چاندی کی بیع کی ایک صورت

سوال:۔(۱) ایک شخص کو سونے چاندی تیار کرانا تھا، اس نے کہا پانچ تولہ سونا تیار کرانا ہے، تم کو سونا اپنے پاس سے لگانا ہے، بھاؤ طے کرلو ہم نے بھاؤ طے کرلیا اس نے پانچ سو روپیہ ہم کو بنانے میں دیا، اس طرح بھاؤ طے کرنا اور بنا کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] ویجوز بیع الفلس بالفلسین باعیانهما الخ هدایه ص ۸۱ ج۳ کتاب البیوع باب الربٰو مطبوعه یاسر ندیم، بحر ص ۱۳۱ ج ۶ کتا ب البیوع، باب الربٰو، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص ۹۰ ج۴ مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] البحرالرائق، ص ۲۰۰ /ج ۶/ باب الصرف مطبوعه مکتبه ماجدیه پاکستان.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\10-Bai Saraf

(۲) ایک آدمی کو ۲۰/ تولہ چاندی اور ۲/ تولہ سونے کا زیور بنا کر دیا حساب کرنے پر ہمارے ایک ہزار کے نوٹ گاہک کے ذمہ باقی رہے، اس نے کہا میں یہ روپیہ دو ماہ بعد دونگا، تو یہ ادھار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایک آدمی ۲۰/ تولہ چاندی اور چار تولہ سونا زیور بنوانے کے لئے لایا ہم نے زیور تیار کیا اس زیور بنانے میں ہماری دو تولہ چاندی اور ایک تولہ سونا زیادہ پڑا اس کی قیمت لگانے پر گاہک کی طرف ہمارے پانچ سو روپے کے نوٹ باقی رہے یہ ادھار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس پانچ سو روپیہ کو زیور بنانے کی اجرت قرار دیدیا جائے تب بھی درست ہے، آج کل روپیہ (نوٹ) یا سکہ رائج الوقت سے چاندی سونا اگر خریدا جائے، تو یہ بیع صرف نہیں، جس میں برابری اور تقابل فی المجلس (ہاتھ در ہاتھ) ہونا ضروری ہو[1] (۲) جائز ہے[1] (۳) جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۱۴۰۰ھ

چاندی سونے کی بیع، نوٹ کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ

سوال:۔ کاغذ کے روپیہ کی بیع کاغذ کے روپیہ کے عوض میں یا گلٹ کے روپے کے عوض میں کمی زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] وبيع الفلوس بالدراهم ليس بصرف مبسوط للسرخسي، ص ۲۴/ ج ۱۴/، كتاب الصرف باب البيع بالفلوس (مكتبه دارالفكر) وصح أيضاً بيع الفلس بالفلسين بأعيانهما، النهر الفائق ص ۴۷۵ ج ۳ كتاب البيوع، باب الربا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ص ۸۱ ج ۳ كتاب البيوع، باب الربوٰ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بحر ص ۱۳۱ ج ۶ باب الربا مطبوعه ماجديه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی کی بیع چاندی کے عوض ہوتو برابر اور تقابض شرط ہے یہی حال سونے کا ہے[1] اور غالب چاندی چاندی کے حکم میں ہے، اور غالب سونا سونے کے حکم میں ہے اور جب جنسیں بدل جائیں، تو برابری شرط نہیں چاندی اگر مغلوب ہو اور غش غالب ہو تو وہ غش کے حکم میں ہے یہی حال سونے کا ہے، روپیہ میں آج کل چاندی بالکل نہیں ہے، اور اگر ہے تو بہت مغلوب اور کالعدم ہے یہی حال ریزگاری کا ہے۔

"غالب الفضة والذهب فضة وذهب حتى لايصح بيع الخالصة بها ولابيع بعضها ببعض الامساويا وزنا ولايصح الاستقراض بها الا وزنا وغالب الغش ليس فى حكم الدراهم والدنانير فيصح بيعهامن جنسها متفاضلا، الخ كنز، واى وزناً وعددالان الحكم للغالب فلا يضر التفاضل لجعل الغش مقابلا بالفضة اوالذهب الذى فى الآخر ولكن يشترط التقابض قبل الافتراق لانه صرف فى البعض لوجود الفضة اوالذهب من الجانبين ويشترط فى الغش ايضاً لانه لايتميز الا بضررو كذا اذابيعت بالفضة الخالصة اوالذهب الخالص لابدان يكون الخالص اكثر من الفضة اوالذهب الذى فى المغشوش حتى يكون قدره بمثلهٖ والزائد بالغش علىٰ مثال بيع الزيتون بالزيت ۔ بحر ص۲۰۰/ج۶/[2] (کتاب الصرف)

---

[1] فإن باع فضة بفضة او ذهباً بذهب لا يجوز إلا مثلاً بمثل ...... ولا بد من قبض العوضين قبل الافتراق، هدايه مختصراً، ص۱۰۴ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، النهر الفائق ص۵۳۰ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص۱۶۲ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص۱۳۵ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] البحرالرائق، ج۲/ص۲۰۰/ (مطبوعه الماجديه كوئٹه) كتاب الصرف، زيلعى ص۱۴۰ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان، شامى زكريا ص۵۳۱ ج۷ باب الصرف.

نوٹ اصالۃ مال نہیں بلکہ اس مال کا حوالہ ہے جو اس میں درج ہے نوٹ کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ اپنی اصل کے اعتبار سے درست نہیں ہے، کیونکہ اس میں " **تمليك الدين ممن ليس عليه الدين** "لازم آتا ہے، جس کو فقہاء نے ممنوع لکھا ہے[1]

لیکن جس زمانہ میں یہاں نوٹ کی ابتداء ہوئی اس وقت روپیہ چاندی کا چالو تھا، اور پورا ایک تولہ ہوتا تھا، اس چاندی کے روپیہ کا یہ نوٹ حوالہ تھا، تو نوٹ کی بیع وشراء درحقیقت اس کاغذ کی بیع وشراء نہیں تھی، بلکہ اس کاغذ میں لکھے ہوئے چاندی کے روپے کی بیع وشراء تھی، جس میں کمی زیادتی جائز نہیں تھی، مگر پھر روپیہ میں تغیر ہوگیا، اس میں چاندی کی تعداد بھی کم ہوگئی، دوسری دھات ملائی گئی اور وزن بھی کم ہوگیا، تو پورا ایک تولہ نہیں رہا، پھر یہاں تک ہوا کہ روپیہ سے چاندی ختم ہوگئی، یہی حال ریز گاری کا ہے اور جھوٹ نوٹ سے حوالہ اور ذمہ داری کی عبارت بھی ختم کردی گئی، اور نوٹ کا چلن اتنا ہوا کہ اس کے مقابلہ میں روپیہ بہت قلیل کالمعدوم ہوگیا، اور نوٹ کا اب یہ حال ہے، کہ بالکل اسی طرح چلتا ہے، جس طرح روپیہ کسی شخص کو نوٹ لینے اور دینے سے بازاری معاملات میں انکار کی گنجائش نہیں، بینک اور ڈاک خانہ سے آدمی جب اپنا روپیہ وصول کرتا ہے تو وہاں سے نوٹ ہی ملتا ہے، اور بڑی بڑی جائدادوں کے جو بیع نامہ ہوتے ہیں، ان میں نوٹ ہی لیا اور دیا جاتا ہے، بڑے بڑے عہدہ داروں کو جو تنخواہ ہیں ملتی ہیں، انہیں بھی نوٹ ہی لیا اور دیا جاتا ہے، اور اتنی تعداد کے روپیہ بائع ومشتری کے پاس ہوتے ہی نہیں، بلکہ ڈاکخانہ اور بینک میں بھی نہیں اس چلن کے اعتبار سے یہ نوٹ ہی بمنزلہ سکہ کے ہوگیا، اور سکہ چاندی کا نہیں ہے، جیسے فلوس نقفہ کہ وہ چاندی کے نہیں ہوتے ہیں، تو جس طرح کہ ایک روپیہ کی ریز گاری کا کمی زیادتی

[1] تمليك الدين ممن ليس عليه الدين باطل الخ الدرالمختار على الشامى زكريا، ج۸/ص۵۱۸/ كتاب الهبة،باب الرجوع فى الهبة، فصل فى مسائل المتفرقة ...... الاشباه والنظائر ص۱۴۳الفن الثانى، كتاب الهبة، مطبوعه اشاعت الإسلام دهلى، سكب الأنهر ص۵۱۰ ج۴ كتاب الهبة فصل فى المتفرقات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

کیساتھ لینا دینا درست ہے، اسی طرح ایک روپیہ کے نوٹ کی ریزگاری کمی زیادتی کیساتھ درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۱۴۰۷ھ

نوٹ کی بیع ادھار

سوال:۔ زید نے عمر کو ایک روپیہ کا نوٹ توڑانے کے لئے دیا اور عمر نے فی الفور پچھتر پیسے واپس کئے اور پچیس ادھار لے لئے تو کیا ایسا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ اس اصل کے اعتبار سے مال نہیں بلکہ مال کا حوالہ ہے، لیکن آج کل روپیہ کمیاب ہے اس وجہ سے یہ نوٹ ہی روپیہ کے درجہ میں ہے، اس سے لین دین سب روپیہ کی طرح ہے، حتی کہ روپیہ میں اس کو مختلف وجھوں سے ترجیح ہے اس لئے اس میں بیع الکالی بالکالی نہیں، روپیہ چاندی نہ ہونے کی وجہ سے بیع صرف کے احکام جاری نہ ہوں گے، پس ادھار کمی زیادتی سب درست ہوگی[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۳/۹۲ھ

---

[۱] ویجوز بیع فلس بفلسین باعیا نھما الخ ھدایہ، ص ۸۱/ج۳/کتاب البیوع، باب الربا، النھر الفائق ص۴۷۵ ج۳ کتاب البیوع، باب الربوٰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق ص ۱۳۱ ج۶، باب الربوٰ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

نوٹ:. موجودہ زمانہ میں موجودہ نوٹ کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ راجح قول کے مطابق جائز نہیں ھے، ورنہ اس سے سود کا ایک بڑا دروازہ کھل جائیگا، تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں، جواہر الفقہ ص ۳۴۳/ج۴/کاغذی نوٹ اور کرنسی کے احکام، مطبوعہ سیرۃ النبی دیوبند، فقھی مقالات ص۳۵ ج۱ کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم مطبوعہ زم زم دیوبند، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نوٹ بمنزلہ روپے کے ہے

سوال:۔ موجودہ دور میں بیع صحیح کی شرعی پابندی کس طرح کی جائے، جبکہ خریداری نوٹوں سے کی جاتی ہے، جس سے چاندی، سونا بھی خریدا جاتا ہے، ایک وقت میں ایک مقام پر خریداری نہیں ہوتی قیمت میں دین بذریعہ چیک دیا جاتا ہے، یا وی پی سے بھی کیا جاتا ہے، اس حالت میں بیع شرعی کے شرائط پورے نہیں ہوتے، ورنہ کرنے والا گنہگار رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اب جبکہ روپیہ کا وجود بہت کم ہوگیا ہے گویا کہ نایاب ہوگیا ہے، تو نوٹ کو ہی بمنزلہ روپے کے قرار دیدیا گیا کہ سارا کاروبار اب نوٹ ہی سے ہوتا ہے، اگر نوٹ کی وہی اصل حیثیت (حوالہ) رہے تو عام مخلوق حرج عظیم میں مبتلا ہوگی [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

بٹہ پر نوٹ فروخت کرنا

سوال:۔ گلٹ یا چاندی کا روپیہ ۲۰/آنہ میں بیچنا کیسا ہے، نیز پھٹے پرانے نوٹ کو

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لانها اعز الاموال فی دیارنا فلو ابیح التفاضل فیها ینفتح باب الربا،فتح القدیر، ص۱۵۳/ج۷/ مطبع دارالفکر بیروت، باب بیع الصرف، البحر الرائق ص۲۰۰ ج۶ کتاب الصرف مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی زکریا ص۵۳۲ ج۷، باب الصرف، زیلعی ص۱۴۱ ج۴ کتاب الصرف مطبوعه امدادیه ملتان.

(صفحه هذا) [۱] فالذی اراه حقا وادین اللّٰه علیه ان حکم الورق المالی کحکم النقدین فی الزکوٰة سواء بسواء لانه یتعامل به کالنقدین تماماً،ولان مالکه یمکنه صرفه وقضاء مصالحه به فی ای وقت شاء فمن ملک النصاب من الورق المالی ومکث عنده حولا کاملاوجب علیه زکوته الفتح الربانی شرح مسند احمد ،۲۵۱/ج۸/آخر باب زکوٰة الذهب والفضة، تکملة فتح الملهم ص۵۲۰ ج۱ باب تحریم مطل الغنی مطبوعه کراچی.

بٹے پر لینا دینا کیسا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی یا گلٹ کا روپیہ ۲۰/آنہ یا ڈیڑھ روپے میں بیچنا شرعاً درست[۱] ہے، کم زیادہ پر پھٹا پرانا نوٹ درست نہیں[۲] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

نوٹ کی بیع کمی بیشی سے

سوال:۔ بٹہ داری جائز ہے کہ نہیں یعنی کے روپیہ کے دام کسی سے لیتا ہوتو وہ روپیہ لیتا ہے، اوراس کو ساڑھے پندرہ آنے واپس کرتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ روپیہ اس کو لینا جائز ہے یا سود لینا ہوگا، یا نوٹ دیکر پندرہ آنے لیتا ہے، تو یہ ایک آنہ رکھ لیتا ہے، لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب چاندی کی بیع چاندی کے عوض کی جائے تو اس میں کمی زیادتی ناجائز ہے[۳] اگر چاندی کی بیع چاندی کے علاوہ کسی دوسری شئی کیساتھ کی جائے، خواہ وہ سونا ہو خواہ سلور، پیتل

---

[۱] ویجوز بیع فلس بفلسین باعیانهما الخ هدایه ،ج۳/ص ۸۱/کتاب البیوع ،باب الربوا، البحر الرائق ص ۱۳۱ ج۶ باب الربوٰ کتاب البیوع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه النهر الفائق ص ۴۷۵ ج۳ کتاب البیوع، باب الربوٰ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] فان باع فضة بفضة او ذهباً بذهب لا یجوز إلا مثلاً بمثل الخ هدایه ص ۱۰۴ ج۳ کتاب البیوع اول باب الصرف، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، زیلعی ص ۱۳۵ ج۴ کتاب الصرف مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص ۱۶۲ ج۳ کتاب الصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] حوالۂ بالا.

تانبا وغیرہ کچھ ہوتو اسمیں برابری شرط نہیں، بلکہ کمی زیادتی جائز ہے،[1] اور پیسہ اصل خلقت کے اعتبار سے ثمن نہیں بلکہ متعاقدین نے اصطلاحاً اس کو ثمن قرار دیا ہے، اور اسکا رواج ہوگیا ہے، لہٰذا شرعاً اس کی بھی گنجائش ہے کہ زید وعمر جب فلوس کی بیع کریں تو مروجہ ثمنیت کا اعتبار ساقط کرکے اپنی بیع میں علیحدہ یعنی رواج کے علاوہ فلوس کی قیمت متعین کرلیں، "واعلم ان الفلوس ليست ثمن فى الاصل وانما ضربت لتقام مقام الكسورمن الفضة لحاجة الناس الىٰ ذٰلک فى شراء المحضرات ١٥ درمنتقى جلد۴/ص۲۳ ا[2] وكذا فى الفلوس اى يصح السلم فيها عددا لان الثمنية فيها ليست خلقية وانما الجواز فيها بالاصطلاح فللعاقدين ابطالها خلافا لمحمد لانها اثمان وفى البحر وظاهر الرواية عن الكل الجواز اھ مجمع الانهر، ص ۹۸/ ج۲/[3]

ایک روپیہ کا نوٹ دیکر ۱۵/ آنہ لینا درست نہیں کیونکہ نوٹ کی خود قیمت ایک روپیہ یا ۱۵/ آنہ نہیں بلکہ یہ ایک حوالہ اور رسید ہے، جتنے کی یہ رسید ہے اتنا ہی لیا دیا جاسکتا ہے، اسمیں کمی زیادتی جائز نہیں ورنہ بدل قرض میں زیادتی کمی لازم آئیگی جو کہ ربوٰ ہے[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱۰/۶۱ھ

---

[1] ولو تبايعا فضة بفضة او ذهباً بذهب احدهما اقل ومع اقلهما شىء آخر يبلغ قيمته باقى الفضة جاز البيع من غير كراهة وإن لم تبلغ فمع الكراهة، هداية ص۱۰۸ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ويجوز بيع درهم صحيح ودرهمين غلة بدرهمين صحيحين ودرهم غلة، عالمگيرى كوئٹه ص۲۱۹ ج۳ كتاب الصرف الباب الثانى فى أحكام العقد، فصل اول، زيلعى ص۱۳۹ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] الدرالمنتقى مع مجمع الانهر، ص ۱۷۱/ج۳/ فى آخر بيع الصرف، وفيه فى شراء الدراهم بدل فى شراء المحضرات، (مطبوعه مكتبه الباز مكة المكرمه، هكذا فى البحر الرائق ص۱۳۱ ج۶ كتاب البيوع، باب الربا مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[3] مجمع الانهر، ص ۱۳۹/ ج۳/ باب السلم مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[4] اِنَّمَا اَحَل اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (سورة البقرة آيت ۲۷۵)

سنار کی راکھ کی بیع

سوال:۔ کچھ لوگ سناروں سے خاک خرید کر اس سے سونا چاندی نکالتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

حل کی بیع

سوال:۔ حل (یعنی سونے کا سیال پانی تیزابی اشیاء ڈال کر سونے کو محلول کر کے بنایا جاتا ہے، اور اسے چوڑی پر پوتا جاتا ہے، جس سے چوڑی سنہری خوشنما معلوم ہوتی ہے) یہاں بالعموم اس کی فروخت ادھار ہوتی ہے، لیکن اس زمانہ میں جب کہ ذریعہ خرید چاندی نہیں بلکہ نوٹ ہے، تو حل کی ادھار خرید وفروخت سود میں تو داخل نہیں، کیا عموم بلویٰ کی وجہ سے درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود میں داخل نہیں، اس کی خرید وفروخت ادھار بھی درست ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

---

[1] بخلاف تراب الصاغة لانه انما لايجوز بيعه لاحتمال الربوٰحتى لوباعه بخلاف جنسه جاز هدايه، ص۲۸/ج۳/اول كتاب البيوع قبيل باب خيار الشرط، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ڈالر کی بیع کمی زیادتی سے

سوال:۔ زید سعودیہ عربیہ میں ملازمت کے دوران ڈالر (کرنسی) خریدتا ہے اور ہندوستان میں جہاں بھی اس کو ڈالر کا بھاؤ اچھا ملتا ہے، اسے فروخت کر دیتا ہے، ایسا کرنے پر اس کو بینکوں کے سرکاری بھاؤ سے کہیں زیادہ فائدہ ڈالر میں مل جاتا ہے، کیا اس کو ایسا کرنا جائز ہے جبکہ ہندوستان کی حکومت غیر اسلامی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ڈالر کی حیثیت وہ ہے جو کہ انڈیا میں نوٹ کی ہے، کہ اصالۃً وہ رسید اور حوالہ تھا، اس رقم کا جو اس میں درج ہے کہ اس کے ذریعہ رقم وصول کی جا سکتی ہے، لیکن رفتہ رفتہ اب رقم تقریباً معدوم ہو چکی اور سب جگہ نوٹ ہی رقم کی طرح مستعمل ہے، پس یہ نوٹ بھی اب مبیع بن چکا ہے، اس کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ درست ہے تو ڈالر کی بیع بھی کمی زیادتی کے ساتھ درست ہے[1]، مگر اس کا خیال رہے کہ یہ قانونی جرم نہ ہو جس سے عزت اور مال

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، فتح القدیر ص ۲۹۴ ج ۶ کتاب البیوع، مطبوعہ دار الفکر بیروت، عنایة مع الفتح، ص ۲۹۴، ج ۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[۲] تتمہ:.قال فی کافی الحاکم ،واذا اشتریٰ لجاماً مموها بفضة بدراهم اقل مما فیه اواکثر فهو جائز، لان التمویه لایخلص الاتری انه اذا اشتریٰ الدار المموهة بالذهب بثمن مؤجل یجوز ذلک، شامی کراچی ص ۲۶۲/۵/ باب الصرف، مطلب فی بیع المموه، شامی زکریا ص ۵۲۷ ج ۷.

(**صفحہ ہذا**) [۱] ان الاوراق النقدیة ثمن عرفی لیست ثمناً حقیقیاً والربا تجری فی الثمن الخلقی الذاتی اذفی الاوراق النقدیة من مختلف الدولة ینفی القدر والجنس اما الجنس فظاهر لاختلاف الدولة واما القدر لانها لیست من جنس الاثمان الخلقیة بل عرفیة فیجوز التفاضل الخ (التبیان فی زکوٰة الاثمان بحواله مجله فقه اکیڈمی ،ج ۴/ص ۵۹/)، مطبوعه اسلامک فقه اکیڈمی الهند تکملة فتح الملهم ص ۵۹۰ ج ۱ کتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا، حکم الأوراق النقدیة، مطبوعه دار العلوم کراچی.

دونوں خطرہ میں پڑ جائیں[۱] اگر ڈالر کی حیثیت وہ نہیں جو ہندوستان میں نوٹ کی ہے تو اس کا حکم بھی دوسرا ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ڈالر کم زائد قیمت پر فروخت کرنا

سوال:۔ ملیشیا میں ایک سو ڈالر کی قانونی قیمت ۲۴۵/روپیہ ہندوستانی ہے، مگر بلیک مارکیٹ میں ۱۰۰/ڈالر کی قیمت ۳۵۰/روپیہ ہے، کبھی زیادتی بھی ہوتی ہے، تو یہ زائد قیمت لے کر ڈالر دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان کا روپیہ اور ملیشیا کا روپیہ برابر نہیں ہے، جو نرخ گورنمنٹ نے مقرر کر رکھا ہے، وہ ایک قانونی چیز ہے، اس سے کم زیادہ فروخت کرنے میں جو روپیہ حاصل ہوگا، وہ روپیہ شرعاً جائز ہوگا، مگر قانون کی رعایت بھی رعایا کے ذمہ لازم ہے کہ اس کے خلاف کرنے سے روپیہ وعزت دونوں کا خطرہ ہے، عزت کی حفاظت بھی شرعاً ضروری ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۸۸ھ

---

[۱] ولکن یمنع من ذلک، لکونه مخالفة لأولی الأمر إذا کانت الحکومة اسلامیة، ولکونه عرضا للنفس لعقوبات قانونیة إذا کانت الحکومة غیر اسلامیة، تکملة فتح الملهم، ص ۵۹۰، ج ۱، المصدر السابق، بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة ص ۱۶۶، مطبوعه کراچی.

[۲] ثم ان العملات المختلفة لها قیمة معهودة فی البنوک والدوائر الحکومیة، فهل تجوز المبادلة بأکثر أو أقل من هذه القیمة المعهودة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

غیر ملکی پونڈ وغیرہ کی بیع

سوال:۔ ممالک غیر سے پاؤنڈ کی شکل میں لندن بینک کا ڈرافٹ ہندوستان آتا ہے ،اس ڈرافٹ کا گورنمنٹ آف انڈیا نے جو بھاؤ متعین کیا ہے،اس بھاؤ سے انڈیا کے بینک میں ڈرافٹ کو نہ توڑواتے ہوئے خانگی تاجروں کے یہاں گورنمنٹ کے معینہ بھاؤ سے زیادہ رقم ملنے کی وجہ سے ڈرافٹ توڑوانا جائز ہے یا نہیں؟ اس فعل کا مرتکب کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر ایسا کرنے پر قانونی گرفت نہیں تو اسکی گنجائش ہے،[1] بشرطیکہ مسلم کو خسارہ نہ ہو۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) كما يفعل ذلك في السوق السوداء؟ والجواب أننا لما إعتبرنا العملة الأجنبية جنساً آخر، فالأصل أن التفاضل في مثله جائز شرعاً بالغاً ما بلغ، فلا تكون المبادلة على خلاف سعرها الحكومي رباً، ولكن يمنع من ذلك لكونه مخالفة لأولي الأمر إذا كانت الحكومة اسلامية، ولكونه عرضاً للنفس لعقوبات قانونية إذا كانت الحكومة غير اسلامية، تكملة فتح الملهم ص ٥٩٠ ج ١ كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا حكم الأوراق النقدية، مطبوعه دار العلوم كراچی.

(صفحہ ہذا) [1] ملاحظہ عنوان ''ڈالر کم زائد قیمت پر فروخت کرنا''۔

باب یازدھم : بیع بالوفاء

زمین کی رجسٹری کرنے کے بعد دوبارہ لینے کا دل میں خیال رکھنا

سوال:۔ زید اپنی مجبوری کی بناء پر بکر سے ایک بیگہ زمین کو مناسب قیمت پر لے کر رجسٹرڈ آفیس جا کر بکر کو رجسٹری کر دی اور بکر اس کا مالک بن کر زمین کو آباد کرتا ہے، دوبارہ زمین واپس لینے کی شرط بھی نہیں رہتی ہے، مگر دل میں کچھ نہ کچھ ہوتا ہے، یہ معاملہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ معاملہ معاہدہ کا ہو جس میں واپسی کی شرط نہیں تھی، تو یہ بیع صحیح ہوگئی، پھر زبانی وعدہ خارج سے ہوا[1] اس کی تکمیل اخلاقاً کر دی جائے، "لان الخلف فی الوعدحرام" (الاشباہ والنظائر[2]) لیکن بیع کو زبردستی واپس لینے کا حق نہیں، اگر وعدہ نفس بیع میں داخل ہے تو یہ بیع بالوفاء ہے جس کے متعلق شامی نے متعدد اقوال نکل کئے ہیں، راجح یہ ہے کہ یہ صورۃً بیع ہے، مگر معنی رہن ہے،[3] شئی مرہون سے انتفاع مرتہن کو جائز نہیں[4] لہٰذا اتنی مدت میں جو کچھ

---

[1] وان ذكرا البيع بلا شرط ثم ذكرا الشرط على وجه العدة جاز البيع ولزم الوفاء بالوعد، شامی زكريا ص ۲۸۱ ج۷ كتاب البيوع مطلب فی البيع بشرط فاسد، ولو بعده على وجه الميعاد جاز مقتضاه انه بيع صحيح ولزم الوفاء به لأن المواعيد قد تكون لازمة لحاجة الناس، الدر المختار مع الشامی زكريا ص۵۴۷ ج۷ كتاب البيوع، باب الصرف، مطلب فی بيع الوفاء، البحر الرائق كوئٹه ص۸ ج۶ باب خيار الشرط، زيلعی ص ۱۸۴ ج۵ كتاب الاكراه، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] الاشباه والنظائر ص ۱۵۹ / كتاب الحظر والاباحة، الفن الثانی، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی،

[3] وكذافی الدرالمختار ،لان المواعيد قد تكون لازمة لحاجة الناس، وفی الشامی: وفی حاشية الفصولين عن جواهر الفتاویٰ هوان يقول بعت منک على ان تبيعه منی(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مال بطور نفع حاصل کیا ہے، اس کو واپس کردے یا اس کی قیمت میں جو کہ درحقیقت قرض ہے محسوب کرلے، مولانا عبدالحی لکھنویؒ کا ایک مستقل رسالہ اس مسئلہ پر جس کا نام (الفلک المشحون) اس میں مفصل طور سے دلائل مذکور ہیں[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۸۹ھ

زمین کم قیمت میں واپس کرنے کا وعدہ کرکے بعد میں انکار کرنا

سوال:۔ زید نے دس پندرہ آدمیوں کے سامنے یہ اقرار کیا کہ میں تمہاری زمین دوہزار کم میں واپس کردوں گا، کیونکہ اس نے کچھ روپیہ کے بدلہ میں عمر کی زمین لے رکھی تھی، اور مدت کوئی متعین نہیں تھی، یہ اقرار تھا کہ جب تو چاہے واپس لے سکتا ہے، اب عمر کے پاس پیسہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی زمین کو واپس لے، اب زید انکار کرتا ہے، زمین واپس نہیں کرتا ہے، تو زید کا یہ قبضہ کیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) متی جئت بالثمن فهذالبیع باطل وهورهن ،وحکمه حکم الرهن وهوالصحیح .درمختار مع الشامی،ص ۲۷٦/ج۵/ مطلب فی بیع الوفاء، قبیل کتاب الکفالة، شامی زکریا ص۵۴۵ ج۷ باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹہ ص۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطلب فی بیع الوفاء، المحیط البرهانی ص۳٦۹ج۱۰ کتاب البیوع، الفصل الخامس والعشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

[۴] ولیس للمرتهن الانتفاع بالرهن ولا اجارته ولا اعارته، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ کتاب الرهن، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۸۲ ج۱۰ کتاب الرهن.

(صفحہ ہٰذا) [۱] الفلک المشحون فی الانتفاع بالمرهون، مطبوعه مطبع یوسفی لکهنؤ.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید نے وہ زمین رہن رکھی تھی تو اس کو اس زمین سے نفع حاصل کرنا اور اس کی پیداوار لینا جائز نہیں تھا[۱] نیز دو ہزار کم کی شرط بھی بیکار اور غیر معتبر تھی، اس کو حق تھا کہ اپنا پورا قرض وصول کر کے زمین واپس کر دیتا، اور اب لازم ہے کہ زمین واپس کر دے[۲] لیکن اگر زمین خریدی تھی، اور اس میں یہ شرط تھی کہ دو ہزار کم میں واپس کرے گا، یہ بیع فاسد تھی، اس کا فسخ کرنا لازم ہے[۳] اگر بیع میں تو شرط نہیں بلکہ بیع مکمل ہونے کے بعد علیحدہ اقرار کیا تھا تو یہ وعدہ تھا جس کو پورا کرنا اخلاقاً زید کے ذمہ ہے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

---

[۱] ولیس للمرتهن الانتفاع بالرهن باستخدام، ولا بسكنٰى ولا بلبس، مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ کتاب الرهن، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۸۲،۸۳ ج۱۰ کتاب الرهن.

[۲] البيع الذى تعارفه اهل زماننا احتيالا للربا وسموه بيع الوفاء هورهن فى الحقيقة لايملكه ولاينتفع به الاباذن مالكه وللبائع استرداده اذاقضى دينه لافرق عندنا بينه وبين الرهن فى حكم من الاحكام، شامی کراچی،ص ۲۷۶/ج۵/ مطلب فی بيع الوفاء،قبيل كتاب الكفالة، المحيط البرهانی ص۳۶۹ج۱۰ کتاب البيوع، الفصل الخامس والعشرون فى البياعات المكروهة والارباح الفاسدة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، فتاوى البزازية على هامش الهندية کوئٹه ص۴۰۵ ج۴ کتاب البيوع فيما يتصل بالبيع الفاسد.

[۳] لابيع بشرط لايقتضيه العقد ولايلائمه وفيه نفع لاحدهما، درمختار مع الشامی کراچی ص۸۴/ ج۵/ مطلب فى البيع بشرط فاسدٍ، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۸۱،۲۸۲ ج۷ وفيه: ويجب على واحد منهما فسخه قبل القبض أو بعده مادام المبيع بحاله فى يد المشترى اعداماً للفساد لانه معصية فيجب رفعها، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۹۱،۲۹۰ ج۷ کتاب البيوع، باب البيع الفاسد، بحر کوئٹه ص۹۴،۹۱ ج۶ فصل فى البيع الفاسد.

[۴] ثم ان ذكرا الفسخ فيه اوقبله اوزعماه غيرلازم كان بيعاً فاسداً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع الوفاء کی ایک صورت

سوال:۔ زید نے بکر سے کہا کہ بعوض سترہ سورو پیہ رقبہ دو بیگہ زمین گروی لے لو، بکر نے جواباً کہا کہ میں اس طرح خلاف شرع گروی کی زمین اپنی تحویل میں نہیں لے سکتا، اگر تمہاری مرضی ہو پچھتر سال کے واسطے بطور معاملہ پندرہ سورو پیہ مجھ سے لیکر اپنی دو بیگہ زمین میرے قبضہ میں دیدو اور سالانہ بیس رو پیہ کے حساب سے دو بیگہ کا معاملہ ادا شدہ رقم سے منہا کرتے جاؤ، اگر اس عرصہ میں کسی وقت تم کو ضرورت لاحق ہو تو منہا شدہ رقم کے علاوہ باقی زر مجھے واپس کر کے اپنی زمین لے سکتے ہو، ہمارا اس پر کسی طرح کا حق دنیاوی وشرعی نہ ہوگا، مثلاً دس سال تک تم دوصدرو پیہ معاملہ کا منہا کر چکے ہو، اب تیرہ سورروپیہ باقی ہے، اس موقع پر تمہاری رائے واپسی کی ہو تو وہ تیرہ سورو پیہ کی رقم دے کر اپنی زمین چھوڑا سکتے ہو، اس عرصہ تک کاشتکاری اور اس کا نفع ہمارا مال ہوگا؟

زید نے اس موجودہ صورت پر معاملہ طے کیا اور رقم بکر سے لے لی اور زمین بکر کے حوالہ کردی، مگر کاغذات پٹواری میں اس کا اندراج بلفظ رہن ہوا ہے، اور عاقدین کا منشاء رہن کا نہیں ہے، اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ موجودہ صورت مذکورہ بالا ٹھیکہ ہے یا رہن جواب سے مشرف فرمادیں؟

اس صورت میں بعض اس کو ٹھیکہ شمار کرتے ہیں، اور بعض دیگر رہن پس واضح فرمایا جائے، نیز ٹھیکہ اور رہن کا فرق یا مابہ الامتیاز کیا ہے؟ جس سے ہم لوگوں کو آئندہ دونوں کا فرق معلوم ہو جائے، نیز امام احمدؒ انتفاع بالمرہون کے کس بنا پر قائل ہوئے ہیں، جبکہ تصریحات

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ولوبعده على الميعاد جاز ولزم الوفاء به لأن المواعيد قد تكون لازمة لحاجة الناس. درمختار مع شامی کراچی، ص۲۷۷ /ج۵ /قبیل کتاب الکفالة، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۴۷ ج۷ باب الصرف، کتاب البیوع، زیلعی ص۱۸۴ ج۵ کتاب الاکراہ، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص۸ ج۶ باب خیار الشر.

علماء ثلثہ اس کے خلاف ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس عقد کا حاصل یہ ہے کہ مالک زمین زید نے اپنی زمین بکر کو کرایہ پر دی ہے، اور رقم مذکور بطور کرایہ طے کر کے پیشگی وصول کر لی، مجموعی رقم کے ساتھ ہر سال کا کرایہ بھی ظاہر کر دیا، اور بکر نے زید کو یہ بھی اختیار دیدیا کہ اگر مدت مذکورہ سے قبل اس معاملہ کو فسخ کرنا چاہو اختیار ہے، بقیہ رقم پیشگی وصول شدہ سے واپس کر دی جائے گی۔

یہ معاملہ شرعاً کرایہ اور ٹھیکہ ہے، رہن نہیں[1] مگر حیلہ کی صورت ہے اس لئے بوقت ضرورت ایسی صورت پر عمل کرنا شرعاً درست ہے[2]، رہن میں شئی مرہون کو محض وثوق کیلئے مرتہن کے پاس رکھا جاتا ہے[3] اور ٹھیکہ کا حاصل ہے، "تمليک المنفعة بالعوض" جو کہ رہن میں قطعاً مفقود ہے۔

امام احمدؒ کا استدلال اس حدیث سے ہے "عن ابی ہریرةؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لبن الدر یحلب بنفقة اذا کان مرھونا والظھر یرکب بنفقته اذا کان مرھونا وعلی الذی یحلب ویرکب النفقة اھ" ابوداؤد نے اس کی تخریج وتصحیح کی ہے،[4]

---

[1] ھی بیع منفعة معلومة بعوض معلوم دین او عین وما صلح ثمنا صلح أجرة، ملتقی الابحر ص ۱۵۱ ج۳ کتاب الاجارة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۴-۵ ج ۹، کتاب الاجارة،

[2] وکل حیلة یحتال بھا الرجل لیتخلص بھا عن حرام او لیتوصل بھا الیٰ حلال فھی حسنة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۹۰ ج۶ کتاب الحیل، الفصل الاول فی بیان جواز الحیل وعدم جوازھا.

[3] فھو فک عسرة الطلب عن الراھن ووثوق قلب المرتھن بما یحصل ماله، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۳۲ ج۸ کتاب الرھن، مجمع الأنھر ص ۲۶۹ ج۴ کتاب الرھن، مطبوعه دار الکتب العلمیة، حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص ۶۲ ج۶ کتاب الرھن، مطبوعه امدادیه ملتان.

[4] ابو داؤد شریف ص ۴۹۷ ج ۲ کتاب البیوع، تفریع ابواب الاجارة، باب فی الرھن، مطبوعه سعد بک ڈپو دیوبند.

اور بذل المجہود[۱] ص۲۹۴ رج ۴ رمیں بڑی تفصیل سے اس حدیث پر کلام کر کے اس کا محل بیان کیا ہے، جو کہ ائمہ ثلاثہ کے خلاف نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ ربیع الثانی ۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ ربیع الثانی ۶۴ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ ربیع الثانی ۶۴ھ

دس سال کی مدت تک مکان فروخت کرنا

سوال:۔ میں نے اپنی جائداد سکنائی قیمتی مبلغ دو ہزار روپیہ بوجہ ضرورت خرچ خانگی مبلغ نوسو روپے میں ایک شخص کو اس شرط پر بیع کر دی کہ مبلغ نوسو روپیہ مذکورہ بالا دس سال کے اندر ادا کر دوں تو مشتری مذکور بیع واپس کر دے گا، اور میرے حق میں بیعنامہ تحریر کر دیگا، بدیں وجہ مشتری مذکور نے ایک اقرار نامہ بھی تحریر کر کے رجسٹری کرادیا کہ وہ دس سال کے اندر اپنا روپیہ لے کر بیع واپس کر دے گا، اور مشتری مذکور دس سال تک فائدہ آمدنی کرایہ وغیرہ سے اٹھاتا رہے گا، لہٰذا یہ مسئلہ دریافت طلب ہے کہ بیع مذکور جو کہ میعادی ہے جائز ہے یا ناجائز ہے؟ دیگر یہ کہ مشتری جو کہ ہر ماہ میں آمدنی کرایہ وغیرہ وصول کر کے فائدہ اٹھاتا ہے، وہ بھی جائز ہے یا ناجائز؟

---

[۱] قال ابن عبدالبر: هذاالحديث عندجهمورالفقهاء ترده اصول مجمع عليها وآثار ثابتة لايختلف فى صحتها ويدل على نسخه حديث ابن عمر عندالبخارى وغيره بلفظه لاتحلب ماشية امرئ بغيراذنه قال الحافظ فى الفتح واجاب الطحاوى عن الحديث بانه محمول علىٰ انه كان قبل تحريم الربواولما حرم الربوا حرم اشكالهٗ من بيع اللبن فى الضرع وقرض كل منفعة تجر ربوا قال فارتفع بتحريم الربوا ماابيح فى هذالمرتهن بذل المجهود ،ص ۲۹۵ رج۴ر باب فى الرهن ،كتاب الاجارة، مطبوعه رشيديه سهارنپور،

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً یہ بیع صحیح نہیں ہوئی، بلکہ یہ رہن کے حکم میں ہے اور مشتری کو جو کہ درحقیقت مرتہن ہے اس جائداد سے میعاد مذکور میں نفع حاصل کرنا جائز نہیں، جس قدر آمدنی ہوگی، وہ اصل مالک یعنی بائع کی ہوگی، جو کہ درحقیقت راہن ہے اور وہ آمدنی بھی جائداد مذکور کے ساتھ رہن رہے گی، اصل مالک جبکہ مبلغ نوسو روپیہ جو کہ صورت مسئولہ میں زررہن ہے، واپس کردے گا، اس وقت اس جائداد اور اس کی آمدنی کے واپس لینے کا حق دار ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۶/۵۹ھ

مکان فروخت کر کے دوبارہ خریدنے کا معاہدہ

سوال:۔ زید مجبوری کی وجہ سے بکر کے نام اپنا مکان فروخت کرتا ہے، اور رجسٹری بھی کراتا ہے، اس طریقہ پر کہ اگر مجھے سہولت ہوگی تو ایک سال بعد رقم ادا کر کے حاصل

---

[1] قلت وبه صدرفی جامع الفصولین فقال رامزاً لفتاویٰ النسفی البیع الذی تعارفه اهل زماننا احتیالا للربا وسموه بیع الوفاء هورهن فی الحقیقة لایملکه ولاینتفع به الاباذن مالکه وهوضامن لما أكل من ثمره وأتلف من شجره ویسقط الدین بهلاكه لوبقی ولایضمن الزیادة وللبائع استرداده اذاقضی دینه لافرق عند نا بینه وبین الرهن فی حكم من الاحكام اھ شامی كراچی، ص ۲۷۶/ج۵، شامی زكریا ص۵۴۶ ج۷ كتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری ص۲۰۸-۲۰۹ ج۳ كتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المكروهة والارباح الفاسدة، مطلب فی بیع الوفاء، مطبوعه كوئٹه، المحیط البرهانی ص۳۶۹ ج۱۰ كتاب البیوع، الفصل الخامس والعشرون فی البیاعات المكروهة الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل گجرات.

کرلونگا، اور یہ مکان بکر کا ہوگا، کیا یہ طریقہ جائز ہے، اور بکر کا اس مکان کو اپنے تصرف میں لانا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شرط کے ساتھ فروخت کرنا بیع فاسد ہے، بلکہ یہ رہن کے حکم میں ہے، اس کو بیع الوفا کہتے ہیں، وہ مکان رہن ہوگا، اس سے نفع اٹھانا مرتہن کو درست نہیں ہوگا، لیکن اگر بیع تو بلاشرط کے کرلی جائے اس کے بعد دوسری مجلس میں پھر واپسی کا معاہدہ کرلیا جائے، تو بیع درست ہوجائے گی، اور مدت معینہ میں رقم ادا کرنے پرحسب معاہدہ وہ مکان واپس کرنا اخلاقاً لازم ہوگا، شامی میں اس کی تفصیل مذکور ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۷/۸۷ھ

بیع قطعی کرنے کے بعد معینہ مدت میں واپس کرنے کی درخواست کرنا

سوال:۔ زید اپنی جائداد بکر کے حق میں بیع قطعی کرتا ہے، اور زید بکر سے یہ

---

[1] وفی حاشیة الفصولین عن جواهر الفتاویٰ هوان یقول بعت منک علی ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا البیع باطل وهو رهن ،وحکمه حکم الرهن وهو الصحیح. شامی کراچی، ص ۲۷۶ / ج ۵.

" ثم ان ذکر االفسخ فیه اوقبله اوزعماه غیرلازم کان بیعاً فاسداً ولوبعده علی وجه المیعاد جاز ولزم الوفاء به لان المواعید قد تکون لازمة لحاجة الناس، درمختار مع شامی کراچی ۲۷۷/ ج۵، شامی زکریا ص۵۴۷،۵۴۵ ج۷، کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

درخواست کرتا ہے کہ بکر زید کو یہ رعایت دیدے کہ وہ عرصہ معینہ میں فریقین میں اگر زید روپیہ ادا کردے تو بکر زید کو جائداد واپس کردے آیا یہ بیع شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بیعنامہ میں یا مجلس عقد میں بطور شرط یا بطور وعدہ واپسی کا کوئی ذکر نہیں آیا بلکہ جس طرح اور لوگ شب وروز بیع وشراء کرتے ہیں، اسی طرح زید وبکر نے بھی بیع وشراء کرلی پھر کسی دوسری مجلس میں دوسرے وقت زید نے بکر سے اس رعایت کی درخواست کرلی اور بکر نے اس کو منظور کرلیا تو شرعاً یہ بیع درست ہوگئی[1] اب زید کو قانوناً مطالبہ واپسی کا کوئی حق باقی نہیں رہا، وہ کسی طرح بکر کو واپسی پر مجبور نہیں کرسکتا، بکر کو اس جائداد میں مالکانہ تصرف کرنے کا پورا حق حاصل ہے، اگر چاہے تو دوسرے شخص کو ہبہ یا بیع یا رہن سب کچھ کرسکتا ہے، زید کو ان تصرفات سے روکنے کا حق حاصل نہیں اور عرصہ معینہ فریقین میں اگر زید روپیہ ادا کردے تب بھی بکر کو اختیار ہے کہ وہ اگر مناسب سمجھے اور اس کی مصالح کے خلاف نہ ہو اور بھی کوئی مانع نہ ہو تو واپس کردے، اور اگر مصالح کے خلاف ہو اور نقصان ہوتا ہو تو اس کو واپسی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، بلکہ زید کا روپیہ لینے سے انکار کردے، غرض قضاءً اس پر کوئی حق باقی نہیں رہا، البتہ دیانۃً اس وعدہ کا پورا کرنا بہتر ہے، تاہم اگر وعدہ کرتے وقت تو پوا رکرنے کی نیت تھی،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب الصرف، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة الخ مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیه کوئٹه ص۴۰۶،۴۰۷ ج۴ کتاب البیوع، نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد.

[1] وان ذکر البیع من غیر شرط ثم ذکر الشرط علی وجه المواعدة جاز البیع ویلزمه الوفاء بالوعد لان المواعد قد تکون لازمة، فتجعل لازمة لحاجة الناس، خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۱۶۵ ج۲، کتاب البیوع، فصل فی الشروط المفسدة، شامی زکریا ص۵۴۷-۵۴۵ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع الباب العشرون فی البیاعات المکروهة الخ، مطلب فی بیع الوفاء.

لیکن بعد میں کسی مصلحت وذاتی ضرورت یا احتمال نقصان کی بناء پر پورا نہیں کرتا، تو شرعاً اس پر گناہ نہیں[1] اگر بیعنامہ میں یا اس سے پہلے بطور شرط یا بطور وعدہ واپسی کا ذکر آچکا ہے تو یہ بیع رہن کے حکم میں ہے، کل جائداد جس کی بیع ہوئی ہے، رہن رہے گی، بکر کو اس سے انتفاع ناجائز ہے، نہ اس کی آمدنی لے سکتا ہے، نہ اس کو بیع کرسکتا ہے، نہ اجارہ، نہ رہن، نہ ہبہ بلکہ اس جائداد کا محض محافظ ہے امین رہے گا، اور اس کی جس قدر آمدنی ہوگی، وہ بھی تمام رہن رہے گی، روپیہ وصول ہونے پر اس جائداد کے ساتھ اس آمدنی کی بھی واپسی ضروری ہوگی، جس طرح بکر کو اس جائداد سے اس عرصہ میں نفع حاصل کرنا ناجائز ہے، اسی طرح زید کو بھی نفع حاصل کرنے کا حق نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۶/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۶/۵۸ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۶/۵۸ھ

---

[1] عن زيد بن ارقم عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال اذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفيء له فلم يف (أى بعذر) ولم يجيء للميعاد (أى لمانع) فلا إثم عليه، مرقاة مع المشكوة ص٦٤٧، ج٤، باب الوعد، الفصل الثانى، مطبع اصح المطابع بمبئى، بذل المجهود ص٢٧٧ ج٥ كتاب الادب، باب فى العدة، مطبوعه مكتبه رشيديه سهارنپور، فيض القدير ص٤٥٣ ج١ رقم الحديث ٨٩٤، مطبوعه دار الفكر بيروت، الاشباه والنظائر ص١٥٩ كتاب الحظر والاباحة، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى.

[2] وبيع الوفاء ذكرته هناتبعاً للدرر وصورته ان يبيعه العين بألف على انه اذا ردعليه الثمن ردعليه العين، درمختار، "وفى حاشية الفصولين عن جواهر الفتاوىٰ هوان يقول بعت منك علىٰ ان تبيعه منى متى جئت بالثمن فهذاالبيع باطل وهورهن وحكمه حكم الرهن وهوالصحيح. شامى كراچى، ص ٢٧٦/ج٥/ مطلب فى بيع الوفاء، قبيل كتاب الكفالة"، شامى زكريا ص٥٤٧، ٥٤٥ كتاب البيوع، باب الصرف، مطلب فى بيع الوفاء، عالمگيرى كوئٹه ص ٢٠٩ ج٣ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع کرنے کے بعد دس سال کے اندر اندر واپس لینے کا اقرارنامہ لکھوانا

سوال:۔ زید نے اپنا مکان عمر کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دستاویز بیع قطعی کی رجسٹری کرادی، اور دستاویز کے ساتھ ہی ایک اقرارنامہ عمر سے تحریر کرالیا کہ جو روپیہ زید نے عمر سے وصول کیا ہے، اگر وہ دس سال کے بعد زید عمر کو واپس کر دے تو عمر زید کو مکان واپس کر دے گا ،اور بعد گذر جانے دس سال کے زید کو عمر سے مکان واپس لینے کا کوئی حق نہ ہوگا، مرمت شکست وریخت دس سال تک عمر کے ذمہ رہے گی ،ایسی صورت میں عمر کو اس مکان کا کرایہ لینا جائز ہے یا ناجائز، بیع ہونے سے پہلے اقرارنامہ کی شرائط طے کر لی جاتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ شرطیں ایجاب وقبولِ بیع سے پہلے کی گئی ہیں، یا بیع کے ساتھ کی گئی ہیں تو ان دونوں کا ایک حکم ہے[۱]اگر بیع قطعی کی گئی اور پھر شرطیں لگا دی گئیں، تب بھی امام اعظم کے نزدیک ان شرطوں کا ایسا ہی حال ہے، جیسا کہ نفس بیع میں لگا لینے سے ہوتا ہے، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بیع قطعی ہوگئی، اور یہ اقرارنامہ علیحدہ ہے، اس کا پورا کرنا دیانۃً

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) باب الصرف، الباب العشرون فی البیاعات، مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی ھامش الھندیة کوئٹہ ص۴۰۷،۴۰۶ ج۴ کتاب البیوع، نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد.

[۱] یقول البائع للمشتری بعت منک ھذا العین بمالک علی من الدین علی انی متٰی قضیته فھو لی وفی حاشیة الفصولین عن جواھر الفتاوی ھو أن یقول بعت منک علی ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فھذا البیع باطل وھو رھن وحکمه حکم الرھن وھو الصحیح، شامی زکریا ص۵۴۵ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الوفاء، البحر الرائق کوئٹہ ص۸،۷ ج۶ باب خیار الشرط، زیلعی ص۱۸۴،۱۸۳ ج۵ کتاب الاکراہ، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\11-Bai bil Wafa

ضروری ہے، اگر پورا نہیں کرے گا، تو وعدہ خلاف کہلائے گا، اس سے بیع پر کوئی اثر نہیں پڑتا،[۱] علامہ شامیؒ نے صاحبین کے قول کو راجح بتایا ہے، "**لو ذکر الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفة** اھ **درمختار**" "**فیصیر بیع الوفاء کانه شرط فی العقد ذکرالشرط وقد منافی البیع الفاسد ترجیح قولهما لعدم التحاق الشرط المتأخر عن العقد به** اھ **شامی**، ص ۳۷۵/ ج ۴/"۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۱۰/ ۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۱۰/ ۶۰ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/ شوال ۶۰ھ

کٹ قبالہ کا حکم

سوال:۔ ہمارے یہاں کٹ قبالہ کا عام رواج ہو گیا ہے، اس کی حقیقت وہی ہے،

---

[۱] وعندهما هذا البيع عبارة عن بيع غير لازم فكذلك وان ذكرا البيع من غير شرط ثم ذكرا الشرط على الوجه المعتاد جاز البيع ويلزمه الوفاء بالميعاد لان المواعيد قد تكون لازمة قال عليه الصلاة والسلام: العدة دين فيجعل هذا الميعاد لازما لحاجة الناس، زيلعی ص ۱۸۴ ج۵ مطبوعه امداديه ملتان، اذ الشرط اللاحق يلتحق باصل العقد عند ابی حنيفة ثم رمز أنه يلتحق عنده لا عندهما وأن الصحيح أنه لا يشترط لالتحاقه مجلس العقد وبه أفتى فی الخيرية، الٰی قوله: لو ذكرا البيع بلا شرط ثم ذكرا الشرط على وجه العدة، جاز البيع ولزم الوفاء بالوعد، شامی زكريا ص ۲۸۱ ج۷ مطلب فی البيع بشرط فاسدة.

[۲] شامی کراچی ص۲۷۷، ۲۷۸/ ج۵/ مطلب فی بيع الوفاء، قبيل كتاب الكفالة، شامی زكريا ص۵۴۸،۵۴۷ ج۷ كتاب البيوع، باب الصرف، فتاوى البزازية علٰی هامش الهندية كوئٹه ص۴۰۷ ج۴ كتاب البيوع، نوع فيما يتصل با البيع الفاسد، شامی زكريا ص ۲۸۱ ج۷ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد قبيل مطلب فی الشرط الفاسد، اذا ذكر بعد العقد أو قبله.

جو بیع الوفاء کی ہے، یعنی لوگ بجبوری روپیہ اپنی مملوکہ آراضی کا کل یا بعض کو اس شرط پر کہ مثلاً دس، گیارہ برس کی مدت میں جب واپس کردیئے جائیں گے تو زمین واپس کردی جائے (فروخت کرتے ہیں) اوراس وقت تک زمین سے برابر مشتری نفع اٹھاتا رہتا ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زمین کی بیع واپسی کی شرط پر کی جاتی ہے تو شرعاً یہ بیع نہیں بلکہ یہ رہن ہے، اس پر رہن کے احکام جاری ہوں گے، واپسی کی مدت تک جو آمدنی مشتری نے حاصل کی ہے وہ درست نہیں، بلکہ سود ہے "صورته ان يبيعه العين بالف علىٰ انه اذا رد عليه الثمن ردعليه العين" (درمختار) وفى حاشية الفصولين عن جواهر الفتاوىٰ هوان يقول بعت منک علیٰ ان تبيعه منى متى جئت بالثمن فهذا البيع باطل وهورهن وحكمه حكم الرهن وهوالصحيح "شامی ص ۲۴۱ / ج ۴ / [1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲ / ۷ / ۸۸ھ

مکان خریدنے کے بعد مشتری سے واپسی کا اقرارنامہ لکھوانا

سوال:۔ایک مکان زید نے پانچ سو روپیہ کا خریدا اور بیعنامہ تحریری لکھے جانے کے

---

[1] شامی کراچی، ص۲۷۶ / ج۵ / مطلب فی بیع الوفاء ،قبیل کتاب الکفالة، شامی زکریا ص۵۴۵ ج۷ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۹،۲۰۸ ج۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطلب فی بیع الوفاء، المحیط البرهانی ص۳۶۸ج۱۰ الفصل الخامس والعشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، البحر الرائق کوئٹه ص۷ج۶ باب خیار الشرط.

بعد بائع نے مشتری سے یہ کہا کہ تم ایک اقرار نامہ علیحدہ اس امر کا لکھدو کہ دس سال تک اگر بائع یا اس کے ورثہ اس کو واپس لینا چاہیں گے تو میں اسی دام پر واپس کردوں گا، تا کہ ہم دونوں کا اطمینان ہوجائے، چنانچہ فریقین رضامند ہوگئے، بیعنامہ کے علاوہ ایک اقرار نامہ مضمون بالا کا لکھوایا گیا، اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا مشتری کو اس مکان خریدشدہ سے منافع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اولاً بیع تام اور پختہ ہوچکی بعد میں ایک اقرار نامہ بائع اور مشتری کے درمیان بطور وعدہ تحریر کیا گیا ہے، جس سے بیع پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لہٰذا مشتری مکان کا مالک ہے، اور اس مکان سے نفع حاصل کرنا مشتری کو جائز ہے، "**وفی الخیریة: فیما لو اطلق البیع ولم یذکر الوفاء الا انه عهدالیٰ البائع انه اوفی مثل الثمن یفسخ البیع معه اجاب هذه المسئلة اختلف فیها مشائخنا علیٰ اقوال ونص فی الحاوی الزاهدی ان الفتویٰ فی ذٰلک ان البیع اذا اطلق ولم یذکرفیه الوفاء الا ان المشتری عهد الیٰ البائع انه ان اوفی مثل ثمنه فانه یفسخ معه البیع یکون باتاحیث کان الثمن ثمن المثل اوبغبن یسیرالخ**"[1] درمختار، ص۲۷۵/ج۵/.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۴/۵۳ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ذی الحجہ ۵۳ھ

---

[1] شامی کراچی، ص۲۷۶/ج۵/ مطلب فی بیع الوفاء، قبیل کتاب الکفالة، شامی زکریا ص۵۴۷ ج۷ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۴۰۷ ج۴ کتاب البیوع، نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد.

بیع بالوفاء کی حقیقت

سوال:۔ زید اپنا ذاتی مکان اپنے بھانجے بکر کو بیچنا چاہتا ہے، فی الوقت رقم فراہم نہ ہونے کے باعث بکر اپنا ایک مکان عارضی طور پر کچھ مدت کے لئے کسی کو دے کر رقم لینا چاہتا ہے، تا کہ ماموں کو مکان کی رقم دے سکے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ازروئے شرع کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ رقم بھی حاصل ہو جائے، اور مکان بھی مستقل طور پر نہ جا سکے، اور مکان دینے اور لینے والا بھی گنہگار نہ ہوئے بعض حضرات سے معلوم ہوا کہ حالات زمانہ کے پیش نظر علماء نے بیع بالوفاء کی اجازت دی ہے، آپ مطلع فرمادیں کہ بیع بالوفاء سے کیا مراد ہے اور اس کی صورت کیا ہے؟ اور کیا بیع بالوفاء میں مکان وغیرہ مدت متعینہ کے ختم پر بائع کو واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ کوئی بھی اپنے فائدے کے بغیر کوئی مکان وغیرہ لینے کو تیار نہیں، اگر رہن رکھا جائے تو مرتہن دھوکہ سے شئی مرہونہ سے نفع حاصل کر سکتا ہے، جس کو سود بتایا جاتا ہے، اس لئے آپ مطلع فرمادیں کہ ایسی صورت بھی ہے کہ مکان مستقل طور پر نہ جائے اور اس سے حصول رقم کی جائز شکل نکل آئے، بکر مکان فروخت کرنا نہیں چاہتا ہے، اجراء کار کے لئے کسی کو دے کر رقم سے استعارہ چاہتا ہے، اور بعد فراہمی رقم متعلقہ شخص کو رقم دے کر پھر اپنے قبضے میں لے لے ازروئے شرع وضاحت فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع بالوفاء کا نام اگرچہ بیع ہے، مگر وہ درحقیقت رہن ہی ہے،[1] مرتہن کو شئی مرہون سے

---

[1] وحکمه حکم الرهن وهوالصحیح الخ شامی زکریا ،ص ۵۴۵/ج۷/کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۴۰۷،۴۰۶ ج۴ کتاب البیوع، نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد، المحیط البرهانی ص۳۶۹ج۱۰ کتاب البیوع، الفصل الخامس والعشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل،

E:\F.M.Fainal\Jild-24\11-Bai bil Wafa

انتفاع ناجائز ہے[۱]، بیع بالوفاء کو سود کا حیلہ نہ بنایا جائے، مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے مستقل ایک رسالہ "**الفلک المشحون**" تحریر فرمایا ہے، جس میں انتفاع بالمرہون کی صورتیں لکھی ہیں، ضرورت پر بیع قطعی کردی جائے، پھر جب اللہ تعالیٰ پیسہ دیں تو دوبارہ خرید لیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۸۸ھ

بیع الوفاء

سوال:۔ایک مسلمان اپنی جائداد یا مکان کسی دوسرے مسلم کو فروخت کردیتا ہے، کہ اتنے عرصہ بعد رقم ادا کر کے مذکورہ جائداد واپس خرید لوں گا، اور اگر تاریخ معینہ تک نہ خرید سکا تو اس کے بعد حق خریداری ختم اور جائداد تمہاری خریدار مذکورہ فروخت کرنے والوں کو اس کا مقررہ کرایہ وصول کرتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ تو رہن میں اور اس میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ شرعاً بیع قطعی نہیں ہے، بلکہ بیع بالوفا ہے جو کہ رہن کے حکم میں ہے[۲] اس صورت

---

[۱] لایحل له ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن الخ شامی، ص۸۳/ج۱۰/ (مطبع زکریا دیوبند) کتاب الرهن، مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ کتاب الرهن، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] هو (ای بیع الوفاء) ان یقول بعت منک ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا البیع باطل وهورهن وحکمه حکم الرهن وهو الصحیح الخ شامی زکریا، ص ۵۴۵/ج۷/ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص۲۰۹ ج۳ باب الصرف الباب العشرون فی البیاعات الخ، مطلب فی بیع الوفاء، البحر الرائق کوئٹه ص۸ ج۶ باب خیار الشرط.

میں کرایہ وصول کرنا درست نہیں ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۲/۸۸ھ

بیع الوفاء حقیقۃً رہن ہے

سوال:۔(۱) زید نے اپنی کسی ضرورت کی بنا پر اپنی کاشت کی آراضی عمر کو اس شرط پر بیع کردی کہ تین سال کی مدت معینہ کے اندر اندر جس وقت بھی میرے پاس رقم ہو جاوے، اور میں لینا چاہوں تو عمر کو یہ آراضی اسی ثمن مذکور میں واپس دینا ہوگی، اور ثمن میں کمی بیشی نہ ہوگی، اگر مدت معینہ میں زید کے پاس روپیہ فراہم نہ ہوسکا اور مدت ختم ہوگئی، تو پھر یہ آراضی عمر ہی کیلئے مستقل بیع سمجھی جائے گی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عرف میں اس کو آڑی بیع کہتے ہیں، آیا یہ صورت مسئولہ خیار شرط میں داخل ہے جو عند الصاحبین جائز ہے یا اس سے خارج ہے؟ حوالہ کے ساتھ بیان فرمادیں۔

(۲) دوسری صورت اسی آڑی بیع کی اور ہے وہ یہ ہے کہ زید نے جو بیع نامہ کے لئے کیا ہے، اس میں تین سال واپس نہ لینے کی شرط ہوتی ہے، کہ تین سال تک بائع بیع کو واپس نہیں لے سکتا، تین سال کے بعد اگر چاہے اس ثمن سابق میں بیع کو لوٹا سکتا ہے، اس کی بھی میعاد ہوتی ہے، مثلاً تین سال کے بعد دو سال تک واپس لینے کی میعاد ہوتی ہے، اور دو سال پر مشتری سے نہیں لے سکتا، اور یہ بیع مستقل مشتری کی ملکیت ہو جاوے گی۔

(۳) اگر دونوں صورتیں ہی ناجائز قرار دی جائیں تو پھر کوئی تیسری شکل

---

[۱] ولیس للمرتهن الانتفاع بالرهن ولا اجارته ولا اعارته، ملتقى الابحر مع مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ كتاب الرهن، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بيروت، الدر المختار مع الشامي زكريا ص۸۳،۸۲ ج۱۰ كتاب الرهن.

تحریر فرمائیں، جو شرعاً جائز ہے، اور ایک غریب ضرورت مند اپنے کام میں لا سکے اور زمین سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے کرم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بیع بالوفاء ہے ردالمحتار[۱] میں اس پر تفصیلی بحث موجود ہے، قول المختار یہ ہے کہ یہ صورۃً بیع ہے، مگر حکماً رہن ہے، لہٰذا اس سے انتفاع درست نہیں ہے "کل قرض جر نفعاً حرام اھ درمختار"۔[۲]

(۲) اس کا حکم بھی وہی ہے جو نمبر ا میں بیان ہوا ہے[۳]

(۳) رہن یا بیع کا معاملہ ختم کر کے اجارہ کا معاملہ کر لیا جاوے، مثلاً ایک ہزار روپیہ کی ضرورت ہے تو اپنی زمین متعین تین سال کے لئے اجارہ پر دیدی جاوے، اور ایک ہزار روپیہ پیشگی کرایہ وصول کر لیا جائے، تین سال تک کاشت کر کے آمدنی کرے پھر واپس کردے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] هوان يقول بعت منک علیٰ ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا البیع باطل، وهو رهن وحکمه: حکم الرهن: وهوالصحیح .شامی ،ص ۵۴۵/ج/۷ (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب البیوع ،باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، المحیط البرهانی ص۳۶۹ج۱۰ کتاب البیوع، الفصل الخامس والعشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، عالمگیری ص۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة، مطلب فی بیع الوفاء.

[۲] شامی صفحه ۳۹۵/ج/۷ (مطبوعه زکریا دیوبند)کتاب البیوع، باب المرابحة والتولية فصل فی القرض، مطلب کل قرض جر نفعاً حرام ، البحر الرائق کوئٹه ص۱۲۲ ج۶ باب المرابحة والتولية، فصل فی بیان التصرف، تتمة فی مسائل القرض.

[۳] ملاحظه هو حواله مذکوره بالا. (حوالہ ۴ اگلے صفحہ پر)

بیع الوفاء اصل قیمت سے زیادہ پر

سوال:۔ اپنی مملوکہ زمین اس شرط پر فروخت کرتے ہیں، کہ چند سال کی مدت میں جب روپیہ واپس کردیئے جائیں گے، توزمین واپس لے لی جائے گی، اس کو عرف میں کٹ تبادلہ کہتے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ متذکرہ بالاصورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

واپسی کی شرط پر فروخت کرنا بیع فاسد ہے جائز نہیں، اس کو بیع بالوفاء کہتے ہیں جو کہ رہن کے حکم میں ہے ایسی زمین سے مشتری کو نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے (کذافی ردالمحتار) [1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [۴] تصح اجارۃ ارض للزراعۃ الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۹/ ج ۹/ کتاب الاجارۃ، باب مایجوز من الاجارۃ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۰۴ ج ۷ باب ما یجوز من الاجارۃ، مجمع الأنهر ص ۵۲۲ ج ۳ کتاب الاجارۃ، باب مایجوز من الاجارۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

(**صفحہ هذا**) [۱] هوان یقول بعت منک علیٰ ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا لبیع باطل هو رهن وحکمه حکم الرهن وهوالصحیح الی قوله البیع الذی تعارفه أهل رماننا احتیالاً للربا وسحوه بیع الوفاء وهو رهن فی الحقیقة لا یملکه ولا ینتفع به الخ، شامی زکریا ص ۵۴۶، ۵۴۵، ج ۷، کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹہ ص ۴۰۵ ج ۴ نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد، عالمگیری ص ۲۰۹ ج ۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطلب فی بیع الوفاء، المحیط البرهانی ص ۳۶۹ ج ۱۰ کتاب البیوع، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

میعادی بیع اوراس کا نفع

سوال:۔ (۱) کریم بخش نے ایک مہاجن سے چار سوروپئے سود پر قرض لئے، اور اصل وسود کل پانچ سوروپئے ہوگئے، کریم بخش نے مہاجن سے دوسو پچاس روپئے میں اپنا حساب بیباق کرنا طے کرلیا، اور مہاجن کو دوسو پچاس روپئے دینے کے لئے اپنا مکان عمر کو تین سوروپئے میں کردیا، اور عمر سے ایک اقرار نامہ لکھوالیا کہ وہ اس کے تین سوروپئے واپس کرنے پر مکان اس کو واپس کردے گا، اور چھ روپے ماہوار کرائے کا ایک ٹھیکہ نامہ لکھ کر عمر کو دے دیا، سوال یہ ہے کہ بیعنامہ میعادی جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) یہ کہ چھ روپئے ماہوار کریم بخش سے عمر کو کرایۂ مکان لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بیع میں واپسی کی شرط لگانے سے بیع فاسد ہوجاتی ہے، جس کا فسخ کرنا واجب ہوتا ہے، یہ درحقیقت رہن ہے، رہن سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں بلکہ یہ سود ہے لہٰذا یہ میعادی بیع ناجائز ہے[۱]، (۲) یہ چھ روپیہ لینا ناجائز ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۵ھ

---

[۱] وفی حاشیة الفصولین عن جواهرالفتاویٰ هوأن یقول بعت منک علیٰ ان تبیعه منی متیٰ جئت بالثمن فهذاالبیع باطل وهورهن حکمه حکم الرهن وهو الصحیح فعلم لافرق بین قولهٗ علی أن ترده علی اوعلیٰ ان تبیعه منی، شامی کراچی ص ۵/۲۷۶، مطبوعه زکریا ص ۵/۵۴۵، کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، البحر الرائق ص۷ ج۶ باب خیار الشرط، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری ص ۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة، مطلب بیع الوفاء، مطبوعه کوئٹه،

[۲] ”لایحل له ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع میعادی میں مبیع سے انتفاع

سوال:۔زید اپنا مکان عمر کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اس کی فروختگی کے شرائط یہ ہیں

(۱) جو رقم میں نے اس وقت یعنی فروخت کرنے کے وقت عمر سے لی ہے اس رقم کو اگر دس سال میں واپس دیدوں تو زید کو عمر مکان لازمی واپس دے گا، اگر زید دس سال کے اندر رقم عمر کو ادا نہ کر سکا تو بعد گذر جانے دس سال کے بیع قطعی سمجھا جاوے گا، یعنی پھر زید اپنا مکان عمر سے واپس نہیں لے سکتا۔

(۲) اس دس سال کا کرایہ اس زید کے مکان سے عمر وصول کرے گا، اور عمر اپنے تصرف میں لائے گا، اور جو کچھ مرمت شکست وریخت مکان مذکور میں دس سال کے اندر ہونگے وہ عمر مرمت کرادے گا، ایسی شکل میں زید کے اس مکان کا کرایہ جو میعادی بیع ہے، عمر کو اپنے تصرف میں لانا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر کرایہ ناجائز ہے تو بحوالہ کتب تحریر فرمادیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع شرعاً رہن کے حکم میں ہے اور شئی مرہون سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں، لہٰذا مکان کی شکست وریخت کی مرمت اصل مالک یعنی زید کے ذمہ ہے اور اس دس سال کے کرایہ کا مالک بھی زید ہی ہے عمر کو یہ کرایہ تصرف میں لانا درست نہیں "**وفی حاشیة الفصولین عن جواهر الفتاویٰ هوان یقول بعت منک علی ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهٰذا البیع باطل وهورهن وحکمه حکم الرهن وهوالصحیح اھ**"[۱] **شامی، ج۴ص ۲۷۶**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لانه اذن فی الربا الخ، شامی کراچی ،ج۶/ص۴۸۲/مطبوعه زکریا ،ج۱۰/ ص۸۳/"(کتاب الرهن)، زیلعی ص۶۷ ج۶ کتاب الرهن، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق ص۲۳۸ ج۸ کتاب الرهن، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [۱] شامی زکریا ج۷/ص۵۴۵/مطبوعه نعمانیه دیوبند، ج۴/ص ۲۴۶/ مطبوعه کراچی ج۵ص۲۷۶ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ونفقة الرهن والخراج والعشرعلى الراهن والاصل ان كل مايحتاج اليه لمصلحة الرهن بنفسه ونفقته فعلى الراهن لانه ملكه وكل ماكان لحفظه فعلى المرتهن لان حبسه لهاھ[1] درمختار، ج۵/ص ۳۴۶/ لايحل له ان ينتفع بشئى منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن اھ[2] شامی، ج۵/ص ۳۴۳/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۰/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ

صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/شوال ۶۱ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) عالمگیری ص ۲۰۹ ج۳ كتاب البيوع، الباب العشرون فى البياعات المكروهة الخ، مطلب بيع الوفاء، بحر ص۷ ج۶ باب خيار الشرط، مطبوعه كوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] الدرالمختار على الشامى، ج۵/ص ۲۱۳-۲۱۴/ مطبوعه نعمانيه، شامى زكريا ج۱۰/ ص۹۳/ مطبوعه كراچى، ج۶/ص۴۸۷/ كتاب الرهن، البحر الرائق ص۲۳۹ ج۸ كتاب الرهن، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۲۷۷ ج۴، كتاب الرهن، دار الكتب العلمية بيروت،

[2] شامى نعمانيه ص۵/۳۱۰، مطبوعه زكريا ج۱۰/ص۸۳/ مطبوعه كراچى ج۶/ ص۴۸۲/ كتاب الرهن، مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴، كتاب الرهن، دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص۶۷ ج۶، مطبوعه امداديه ملتان،

بابِ دوازدہم : ذخیرہ اندوزی کے احکام

احتکار

سوال:- ایک شخص کی آمدنی کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ وہ پیاز، لہسن، آلو، گیہوں، وغیرہ خرید کر جمع کرلیتا ہے، اور جب یہ چیزیں مہنگی ہوجاتی ہیں، تب بیچتا ہے کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بستی میں یہ اشیاء بکثرت موجود ہیں، اور اس شخص کے خریدنے سے کوئی تنگی پیش نہیں آتی، اور دیر بعد جب موسم نہ رہے، ان کو گراں فروخت کرتا ہے، اور گراں بھی اس قدر جو کہ قابلِ برداشت ہے تو اس میں گناہ نہیں اس کی آمدنی درست ہے، اگر اسکے خریدنے سے تنگی اور پریشانی ہوتی ہے، اور ناقابلِ برداشت گراں فروخت کرتا ہے، تو یہ سخت گنہ گار ہے[1] اور یہ طریقہ موجبِ لعنت ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الاحتکار مکروہ وذٰلک ان یشتری طعاماً فی مصرویمتنع من بیعه وذٰلک یضربالناس ولمن اشتری فی ذٰلک المصروحبسه ولایضر باهل المصر لابأس به ،الهندیة،ص ۲۱۳ ؍ج۳؍کتاب البیوع،الباب العشرون فی البیاعات المکروه، فصل فی الاحتکار ،وکذافی الشامی ،کتاب الکراهیة ،فصل فی البیع ص ۳۹۸؍ج ۶؍مطبوعه کراچی،هدایه ص ۴۷۰؍ج۴؍کتاب الکراهیة فصل فی البیع،طبع دارالکتاب دیوبند.

[2] عن عمربن الخطاب رضی اللّٰه عنه قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الجالب مرزوق والمحتکرملعون،سنن ابن ماجه ص ۱۵۶ ؍ج ۱ ؍ابواب التجارات،باب الحکرة والجلب،طبع رشیدیه دهلی.

آلو، پیاز وغیرہ کا اسٹاک کرنا

سوال:- عمر وفصل کے موقعہ پر از قسم سبزی مثلاً آلو، اروی، پیاز وغیرہ خرید تا ہے، اور جب فصل نکل جاتی ہے تو فروخت کرتا ہے، جب کہ گراں ہوجاتی ہیں اشیاء مذکورہ، تو کیا صورت مذکورہ احتکار میں داخل نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کے خریدنے سے بستی والوں کو ضرر ہوتا ہے، وہ چیز نایاب ہوجاتی ہے، یا گراں ہوجاتی ہے، تو یہ احتکار میں داخل ہوکر ممنوع ہے، اگر ضرر نہیں ہوتا تو ممنوع نہیں ہوتا،

"وکره احتكار قوت البشر كتين وعنب ولوزوالبهائم كتبن وقت فى بلد يضر باهله لحديث الجالب مرزوق والمحتكر ملعون فان لم يضرلم يكره اھ درمختاروالتقييد بقوت البشرقول ابى حنيفة ومحمد وعليه الفتوىٰ وكذافى الكافى وعن ابى يوسفؒ كل ماأضربا لعامة حبسه فهواحتكار،قولهٗ كتين وعنب ولوزاى ممايقوم به بدنهم من الرزق ولو دخنا لاعسلاً وسمناً قولهٗ وقت بالقاف والتاء المثناة من فوق الفصفصة بكسر الفائين وهى الرطبة من علف الدواب اھ وفى المغرب القت اليابس من الاسفست اھ ومثله فى القاموس وقال فى الفصفصة بالكسر هو نبات فارسيته اسفست تامل قوله فى بلد اومافى حكمه كالرستاق والقرية قوله يضرباهله بان كان البلدصغيراًاھ شامى"[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار مع الشامى كراچى ج٦/ص٣٩٨/كتاب الكراهية،فصل فى البيع،هدايه ص٤٧٠/ج٤/كتاب الكراهية،فصل فى البيع،دارالكتاب ديوبند،الدرالمنتقى مع المجمع ص٢١٣/ج٤/كتاب الكراهية،فصل فى البيع،دارالكتب العلمية بيروت.

غلہ کی ذخیرہ اندوزی

سوال:- (۱) میں اگر فصل آنے پر ہزار پانچ سو روپئے کا غلہ خریدلوں اور اس کو انتظار میں گھر میں بھرا ہوا رہنے دوں کہ بے فصل مہنگا فروخت کروں گا، تو غلہ گراں فروخت ہوگا، تو اس کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

ایضاً:- (۲) بہت سے لوگ غلہ خرید کر جس بھاؤ کا ہوتا ہے، اس بھاؤ کا لوگوں کو دیتے ہیں، اور فصل کے آنے پر جس بھاؤ کا ہوتا ہے اس سے لے لیتے ہیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اتنی مہنگائی کا انتظار کرنا جس سے مخلوق کو پریشانی لاحق ہو، جائز نہیں، حدیث پاک میں سخت وعید آئی ہے[1]۔

(۲) گاؤں والوں کے ہاتھ غلہ فروخت کرنا اس وقت کے بھاؤ کے موافق درست ہے ان سے قیمت لے لیجائے، پھر جب فصل آئے تو اس وقت کے بھاؤ کے موافق جس طرح ہر شخص کو خریدنا درست ہے، اس کو بھی خریدنا درست ہے، جس نے انکے ہاتھ فروخت کیا تھا، لیکن غلہ انکے ہاتھ فروخت کرنا اس طرح کہ مثلاً دوسو روپئے کا غلہ فروخت کیا پھر فصل آنے پر اس غلہ کے عوض اس سے زیادہ وزن لینا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۸۸ھ

---

[1] عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ ﷺ الجالب مرزوق والمحتکر ملعون ابن ماجه شریف ص ۱۵٦ / ج ۱ / (مکتبه تهانوی دیوبند) ابواب التجارات، باب الحکرة والجلب.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غلہ لانے والے کو رزق عطا کیا جاتا ہے، اور غلہ روکنے والے پر لعنت کی جاتی ہے۔ (حاشیہ نمبر ۲ / اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

تجارت میں ذخیرہ اندوزی

سوال:- تجارت میں ذخیرہ اندوزی کیسی ہے؟ ذخیرہ اندوزی کب تک جائز یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ذخیرہ اندوزی سے اگر یہ مراد ہے کہ اپنی بستی کا غلہ خرید کر اپنے پاس محفوظ کرلیا جائے، اور باوجود ضرورت کے فروخت نہ کیا جائے، کہ جب زیادہ گراں ہوجائے گا، تب فروخت کرے گا، تو یہ صورت شرعاً ناجائز[1] اور موجب لعنت ہے۔ ''المحتکر ملعون'' (الحدیث[2]) اگر کچھ اور مراد ہے تو اس کو صاف لکھئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸؍۱؍۹۳ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸؍۱؍۹۳ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] کل قرض جر نفعاً حرام، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳۹۵/ ج ۷/ کتاب البیوع فصل فی القرض، مطلب کل قرض جر نفعاً حرام، الاشباہ والنظائر ص ۱۴۴/ الفن الثانی کتاب المداینات، دارالاشاعۃ دھلی، قواعدالفقہ ص ۱۰۲/ قاعدۃ ۲۳۰/ مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ویکرہ الاحتکار فی قوت الآدمیین والبھائم اذا کان ذٰلک فی بلد یضر الاحتکار باھلہ وکذالک التلقی فاما اذا کان لایضر فلابأس بہ، لانہ تعلق بہ حق العامۃ وفی الامتناع عن البیع ابطال حقھم وتضییق الامر علیھم، ھدایہ ص ۴۷۰/۴، کتاب الکراھیۃ فصل فی البیع، دار الکتاب دیوبند، الدرمع الشامی کراچی ص ۳۹۸/ ۶/ کتاب الکراھیۃ فصل فی البیع، ھندیہ کوئٹہ ص ۲۱۳/ ج ۳/ الباب العشرون فی البیاعات المکروۃ، فصل فی الاحتکار.

[2] ابن ماجہ شریف ص ۱۵۶/ ج ۱/ مطبوعہ رشیدیہ دھلی، ابواب التجارات، باب الحکرۃ والجلب.

ترجمہ: اور غلہ روکنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

بابِ سیزدہم: بیع کے متفرق مسائل

بنجر کھیت ایک نے پٹواری سے خریدا دوسرے نے نائب پردھان سے وہ کھیت کس کا ہے؟

سوال:۔ایک سرکاری کھیت بنجر کو ایک خاندان نے پٹواری سے خرید لیا، دوسرے خاندان والوں نے بوجہ دشمنی کے پردھان کے نائب سے خرید لیا، کیوں کہ اصل پردھان حج کو گئے تھے، جب اصل پردھان واپس آ گئے، تو انہوں نے بیع خاندان کو درست مانا اور کہا کہ کھیت انہیں کا ہے، جنہوں نے پہلے پٹواری سے خرید لیا، اب اس میں جھگڑا ہے، پہلا کہتا ہے کہ میرا ہے، اور دوسرا کہتا ہے کہ میرا ہے، اسکے اندر کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ کھیت ملک سرکاری تھا اور پٹواری کو بغیر اجازت پردھان اس کو فروخت کرنے کا سرکار کی طرف سے اختیار تھا تو جس نے پٹوری سے خریدا ہے اس کا ہوگیا، پھر جس نے پردھان کے نائب سے خریدا ہے اس کا خریدنا صحیح نہیں ہوا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۹۱ھ

سوسائٹی میں رقم جمع کرنے کا حکم

سوال:۔افریقہ میں کچھ بہی خواہ حضرات نے ایک تعلیمی ویلفر سوسائٹی قائم کی ہے،

---

[1] وبطل بيع ماليس فى ملكه لبطلان المعدوم لانه عليه الصلوٰة والسلام نهىٰ عن بيع ماليس عندالانسان قال الشامى تحته اذمن شرط المعقودعليه ان يكون موجوداً مالاً متقوماً مملوكاً فى نفسه الخ درمختار مع الشامى زكريا ،ج۷/ص۲۴۶/كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، عالمگيرى ص ۲-۳ج۳ كتاب البيوع الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس کا اہم کام یہ ہے کہ وہ لوگوں سے ماہانہ کچھ رقم وصول کر کے سوسائٹی فنڈ میں اس کے نام سے جمع کر لیتے ہیں، اور آڑے وقت میں یہ رقم جمع کرنے والے کو دے دیتے ہیں، سوسائٹی کے قانون کے رو سے اگر رقم جمع کرنے والا مر جائے تو جمع شدہ رقم سے اس کی اولاد کی تعلیم دلائی جاتی ہے، اور اگر وہ کسی وقت اپنی کل رقم واپس لینا چاہے تو ایک مقررہ مدت کے بعد اس کی رقم واپس کی جاتی ہے، اصل رقم سے کچھ زائد رقم بھی اسے دیتے ہیں، سوسائٹی مختلف کاروبار کر کے جمع شدہ رقم میں اضافہ کرتی ہے، شرعاً یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اور رقم سوسائٹی فنڈ میں جمع کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سوسائٹی ان رقوم سے تجارت کرتی ہے اور اس کا نفع شرکاء کو ان کے رقوم کے موافق دیتی ہے، تو وہاں رقوم کا جمع کرنا اور نفع لینا درست ہے[1]، بشرطیکہ تجارت بھی جائز ہو اور کوئی دوسری چیز بھی اس میں خلاف شرع نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/ ۹۰ھ

جزوی حصہ دار کا پوری زمین کا بیعانہ لینا

سوال:۔ سرائے مسافراں محلّہ کے ایک گوشہ میں چاہ پختہ واقع ہے اور کچھ چاہ پختہ کے متعلق زمین ہے، وہ چاہ پختہ بھر دیا گیا ہے، اب اس جگہ میں اچھا خاصا مکان تعمیر ہوسکتا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) سکب الأنهر ص۵ ج۳ کتاب البیوع، مطبوع دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] وشرطها ای المضاربة کون الربح بینهما شائعاً فلوعین قدراً فسدت وکون نصیب کل منهما معلوماً عند العقد الخ الدرالمختارمع الشامی زکریا، ج۸/ص ۴۳۳/ اول کتاب المضاربة، هدایة ص ۲۵۸ ج۳ کتاب المضاربة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مجمع الأنهر ص۴۴۶ ج۳ کتاب المضاربة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص ۲۶۴ ج۷ کتاب المضاربة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

ہے، اس چاہ پختہ کے جنوب میں راستہ عام ہے، اس کے بعد گھسیٹوں صاحب کا مکان ہے، وہ چاہتے ہیں کہ اس جگہ کی قیمت مسجد یا مدرسہ اچھے مصرف میں دے کر اپنا مکان یا اپنی کوئی عمارت بنالیں چنانچہ اس سلسلہ میں ایک پنچایت عام ہوئی، اوراس میں یہ تحقیقات کی گئی کہ یہ جگہ کس کی اور کون اس کا مالک ہے، ثابت ہوا کہ یہ بھٹیاروں کی ہے اوران بھٹیاروں نے یہ جگہ روبرو پنچایت کے مسجد کو دیدی جو مسجد اسی محلّہ مسافران میں واقع ہے، اب کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ گھسیٹوں سے قیمت لے کر یہ جگہ دیدی جائے، اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مسجد کا مکان تعمیر کردیا جائے تا کہ مسجد کیلئے ہمیشہ کے لئے ایک آمدنی بنجائے، اور کنواں بنانے اور یہ جگہ رفاہِ عام کے لئے چھوڑنے والے کو ہمیشہ ایصال ثواب ہوتا رہے، اس پنچایت سے قریب ایک سال ان بھٹیاروں میں سے صرف ایک شخص نے گھسیٹوں سے معاہدہ بیع کرلیا تھا، اور کاغذ پر انگوٹھا لگا کر ایک سو روپیہ بطور بیعانہ لے لیا تھا، جو اس پنچایت میں سے اس نے وہ روپیہ واپس کردیا اور کہا میں بیع نہیں کرتا میں نے بھی اپنا حصہ مسجد کو دیدیا تو یہ بیع تھی یا نہیں، اسکو ایسا معاہدہ کرنے کا حق تھا اس متنازعہ مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی مشترکہ زمین کے متعلق جزوی حصہ دار کو پوری زمین کی بیع کرنے یا اس کے لئے بیعانہ کرلینے کی اجازت نہیں، جب تک سب حصہ دار اس پر رضا مند نہ ہوں[1] اب جب کہ بیعانہ واپس کردیا تو بات ہی ختم ہوگئی، دوسرے حصہ داروں کی طرح بیعانہ لے کر واپس کرنے

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الخ الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا، ج۹/ص ۲۹۱/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ، کل واحد من الشریکین أو الشرکاء شرکة ملک أجنبی فی نصیب الآخر حتی لایجوز له التصرف فیه إلا بإذن الآخر کغیر الشریک لعدم تضمنها الوکالة، مجمع الأنهر ص۵۴۳ ج۲ کتاب الشرکة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۳۱۳ ج۳ کتاب الشرکة، مطبوعه امدادیه ملتان.

والے بھی اپنا حصہ مسجد کو دیدیا اب تو وہ جگہ مسجد کی ہوگئی، اب اس کو فروخت نہ کیا جائے، اس پر مکان تعمیر کردیا جائے، پھراس مکان کوخواہ گھسیٹوں صاحب کوہی کرایہ پر دیدیا جائے، اگر مکان تعمیر کرنے کیلئے سرمایہ موجود نہ ہواور فراہم بھی نہ ہوسکتا ہوتو زمین ہی گھسیٹوں صاحب کوکرایہ پر دیدی جائے، وہ مکان تعمیر کرلیں اس صورت میں وہ زمین کا کرایہ مسجد کو دیدیا کریں تعمیران کی رہے گی اورزمین مسجد کی رہے گی[1] جس وقت منتظمین اس زمین کوخالی کرنا چاہیں گےتو گھسیٹوں صاحب کولازم ہوگا کہ وہ خالی کردیں خواہ اس طرح کہ اس وقت تعمیر کے ملبہ کی قیمت مسجد کی طرف سے ان کو دیدی جائے نہ کہ تعمیر کی پھروہ مکان بھی مسجد کا ہوجائے گا، خواہ تعمیر وہاں سے ہٹا کراس کا سامان وہ خود ہی لے جائیں، اورصرف زمین خالی مسجد کے حوالہ کردیں، باہمی مشورہ کرکے جوصورت مسجد کیلئے مفید ہووہ اختیار کرلی جائے، کسی قانون دان سے بھی مشورہ کرلیا جائے، تو بہتر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۹۴ھ

بیع میں دھوکہ دینا

سوال:۔ نائلون میں بیل چنٹ دار ہے وہ ہمیں ۹ رمیٹر پر ملتی ہے اور ہم اس کو کھینچ کر گیارہ میٹر بڑھا دیتے ہیں، اور ہم اس کو ناپ کر فروخت کرتے ہیں، اور اگر گاہک کہتا ہے کہ یہ کھینچی ہوئی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کھینچ رکھی ہے، گاہک کی مرضی ہے کہ لے یا نہ لے اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

---

[1] آجر بعوض معین صح وخصاه بالنقود إلى قوله وما بناه مستأجراً وغرسه وفى الشامى إذابناه من ماله بلا إذن الناظر ثم إذا لم يضر رفعه بالبناء القديم رفعه، فله ما لم ينوه للوقف، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۶۷۷تا۶۷۸ ج۶ كتاب الوقف، مطلب فى حكم بناء المستأجر فى الوقف بلا إذن.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آپ بتلا دیتے ہیں کہ ہاں یہ کھینچ رکھی ہے، اور دھوکہ نہیں دیتے تو خریدار کی مرضی ہے دل چاہے خریدے نہ دل چاہے نہ خریدے، دھوکہ دیں تو ناجائز اور گناہ ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/۹۱ھ

خرید کردہ تجوری میں سے کچھ روپیہ ملا وہ کس کی ملک ہے

سوال:۔ زید وعمر دو بھائیوں کی ملکیت میں ایک لوہے کی تجوری تھی جس کو دونوں بھائیوں نے متفقہ طور پر خالد کے ہاتھ تجوری خالی کرنے کے بعد فروخت کردی، خالد نے تجوری کو زید وعمر کے پاس رکھوادیا کہ کوئی ٹھیلہ وغیرہ لے آؤں تو اس کو لا دیجاؤں گا، کئی دن گزر گئے اس درمیان میں کسی شخص نے خالد کو بتایا کہ اس تجوری میں جو قفل لگا ہوا تھا جس کو دونوں بھائیوں نے تجوری بیچنے کے وقت علیحدہ کرلیا تھا، اس قفل کی بھی بائع سے مانگ کرتا کہ تجوری مکمل ہوجائے، خالد جس دن تجوری اُٹھانے آیا تو اس نے بائع سے قفل بھی مانگا، جس پر زید نے انکار کردیا اور دونوں طرف سے اصرار اور انکار کئی دفعہ رہا، چنانچہ آخر میں خالد نے کہا کہ قفل دیدو، اگر تجوری کھولنے کے بعد کچھ نکلے گا تو میں آپ کو دیدونگا، مگر اس پر بھی زید نے انکار کیا اور اعتمادی لہجہ سے کہا کہ اگر اس میں اکنی کیا ایک لاکھ روپیہ بھی نکلے گا تو میں

---

[1] لایحل کتمان العیب فی مبیع اوثمن لان الغش حرام وقال الشامی اذا باع سلعة معیبةً علیه البیان الخ درمختار مع الشامی زکریا، ج۷/ص۲۳۰/ کتاب البیوع ،باب خیار العیب مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، البحر الرائق ص۳۵ج۶ کتاب البیوع باب خیار العیب، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، سکب الأنهر ص۵۹ ج۳ کتاب البیوع فصل فی خیار العیب، دار الکتب العلمیة بیروت.

نے آپ کو سب کچھ دیدیا خالد کو قفل نہ ملا وہ تجوری لے کر اپنے گھر آ گیا، اور چوں کہ تجوری کا بین جس سے تجوری کا دروازہ کھلنا بند ہوتا ہے، وہ بیع کے بعد تجوری کو پلٹنے اور چڑھانے میں ٹوٹ گیا تھا، لہٰذا خالد نے گھر لے جا کر کسی اوزار سے اس کو کھولا تجوری کھولنے پر کچھ رقم اس کے کسی خانہ میں خالد کو ملی جس کی صحیح تعداد مجھ کو معلوم نہیں ہوئی، اب مشتری خالد اس کو اپنی ملک بتاتا ہے، اور زید کا بھائی عمرو کہتا ہے کہ وہ میرا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ تجوری فروخت کرنے کے بعد اور زید کے اس جملہ کے بعد کہ جو کچھ نکلے وہ تمہارا ہے تو وہ نکلی ہوئی رقم کس کی مانی جاوے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع تجوری کی ہوئی ہے اور جو چیز اس کے ساتھ ایسی لگی ہوئی ہو کہ جدا نہ کی جاتی ہو جیسے ضمنی قفل ہو نیز اس کی چابی کہ بغیر چابی کے قفل بیکار ہے[۱]، بائع کو اس رقم کا علم ہی نہیں تھا، جو اس کے کسی خانہ میں رکھی ہوئی تھی، بلکہ وہ اس کو اپنے نزدیک خالی کر چکا تھا، اور یہ سمجھتا تھا کہ اب اس میں کچھ نہیں اسی لئے اس نے بطور ترقی کہا کہ اگر ایک لاکھ روپیہ بھی نکلے گا تو میں نے سب کچھ آپ کو دیدیا ظاہر ہے کہ تجوری کی بیع میں تجوری کے ساتھ ایک لاکھ روپیہ دینے کے لئے وہ ہرگز آمادہ نہیں ہوسکتا، بلکہ اس نے علیٰ سبیل الفرض کہا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ اس میں روپیہ موجود نہیں، البتہ بائع کے اس قول کو ہبہ قرار دیا جا سکتا ہے، اگر وہ ہبہ کی نیت رکھتا ہو اس لئے ہبہ ہو کر مشتری کی ملک ہو جائے گی[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۴/ ۹۵ھ

---

[۱] الاصل أن كل مايتناوله اسم المبيع عرفاً وكان متصلاً به اتصال قرار وهو ماوضع لالأن يفصله البشر يدخل وما لا فلا الخ الدرالمنتقىٰ علىٰ مجمع الانهر، ج۳/ص۲۲/ مطبع دارالكتب العلمية، كتاب البيوع، فصل قبيل باب الخيارات، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مچھلی گڑھے میں ڈالی جائے تو اس کا مالک کون ہے؟

سوال:۔ وراثت علی نے اپنے روپیہ سے گرام سماج کے گڑھے میں سبھا پتی (پردھان یا صدر مجلس) کی رائے سے اوران کے بار بار اصرار اور کہنے پر چھ ہزار مچھلی چار روپیہ فی ہزار کی در سے سبھا پتی کے ذریعہ خرید کر جلایا تھا، پتی نے یہ بھی کہا تھا کہ ٹھیک لگان پر گرام سماج کے سرکاری کاغذات میں اس گڑھے کی مچھلی وراثت علی کے نام درج کر دیا جائیگا، مچھلی جلانے کیلئے اور پہلے ہی سے وراثت علی اس گڑھے کی جل کھمبی اور پانی کے روک تھام کا بندوبست کرلیا تھا، اور مچھلی چھوڑنے کے بعد بھی اس گڑھے کی جل کھمبی نکالنا اور دیکھ ریکھ برابر کرتا چلا آیا، کچھ دنوں کے بعد سبھا پتی رائے علی سے ناراض ہوگئے، اور گڑھے کا ٹھیکہ پٹہ یا لگان گرام سماج کے کاغذات میں وراثت علی کے نام درج کرنے سے انکار کردیا تب بھی گڑھے کی مچھلی کی دیکھ ریکھ وراثت علی کرتا رہا، ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ سبھاریت نے دوسال کی ڈالی ہوئی مچھلیوں کو گاؤں والوں کو اُبھار کر اور خود کھڑے ہوکر تمام مچھلیوں کو پکڑ والیا، اور ڈھائی روپیہ فی کلو کے حساب سے فروخت کرکے تمام روپئے گرام سماج میں جمع کرالیا، یہ روپیہ گرام سماج میں خرچ کرنا جائز ہے یا کہ وراثت علی کو پانے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ مچھلی وراثت علی نے خرید کر گڑھے میں ڈالی اوراس کی حفاظت کی وہ اس کی ہی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) در مختار علی الشامي زكريا ص ۷۴ ج ۷ كتاب البيوع، فصل فيما يدخل في البيع تبعاً الخ بحر ص ۲۹۳ ج ۵ كتاب البيوع، فصل يدخل البناء الخ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

۲ هى تمليك العين بلا عوض الى قوله وحكمها ثبوت الملك للموهوب له من غير أن يكون لازماً، زيلعي ص ۹۱ ج ۵ كتاب الهبة، مطبوعه امداديه ملتان، شامي زكريا ص ۴۹۳ ج ۸ كتاب الهبة، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۷۴ ج ۴ كتاب الهبة الباب الاول.

ملک ہے، دوسرے کی ملک نہیں، اس کی قیمت کا حقدار بھی وراثت علی ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۱۰ھ

ہرے بھرے درخت کٹوا کر لکڑی کی تجارت

سوال:۔ آج کل لوگ ہرے بھرے درختوں کی جو جاندار ہیں کٹوا کر لکڑی کی تجارت کرتے ہیں اوراس سے آئے دن مستفید ہو رہے ہیں، اس طرح کی تجارت کیسی ہے

الجواب حامداً ومصلیاً

جو درخت پھل دے رہے ہوں، یا ان کے سایہ سے مخلوق کو نفع پہنچتا ہو ان کو کٹوانا مناسب نہیں تاہم ان کو کٹوا کر تجارت کرنے سے جو آمدنی ہوگی اس کو حرام نہیں کہا جائیگا[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۱۱/۱۷ھ

---

[1] والحاصل کمافی الفتح انه اذا دخل السمک فی حظیرة فاما ان یعدها لذالک اولا ففی الاول یملکه ولیس لاحد اخذه الیٰ قوله وان لم یعدها لذالک لکنه أخذه وارسله فیها ملکه الخ شامی زکریا ،ج۷/ص۲۴۹/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد ،قبیل مطلب فی حکم ایجار البرک، البحر الرائق ص۷۳ ج۶ باب البیع الفاسد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۸۰ ج۳ کتاب البیوع باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] لایکره بیع مالم تقم المعصیة به الخ شامی زکریا،ج۹/ص۵۶۱/مطبوعه کراچی، ج۶/ص۳۹۱/کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۸ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص۲۸ ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان.

حفاظت نظر کے ساتھ بازار سے خرید وفروخت

سوال:۔ یہاں کے دوکاندار کلکتہ میں کروم خریدنے کے لئے جاتے ہیں، کلکتہ میں جو کروم بناتے ہیں وہ غیر مسلم ہیں ان لوگوں کی جو عورتیں ہیں وہ بھی اپنے مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں، عام بیوپاری لوگ مال خریدنے جاتے ہیں، وہ لوگ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی عورتیں بچوں کو دودھ دیتے وقت چھاتی کو ننگی کر کے دودھ دیتی ہیں، بیوپاری لوگ سامنے ہی ہوتے ہیں، مسلم بیوپاری کو وہاں جا کر مال خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مال خریدنا تو درست ہے لیکن نامحرم پر نظر نہ کیجائے جیسا کہ بازار میں بھی بہت سی عورتیں سر وباز و کھولے ہوئے رہتی ہیں، انکی طرف نظر ممنوع ہے[1] اور نفس بازار سے اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنا شرعاً درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ماہانہ پرچوں کی بیع

سوال:۔ فی زماننا جو رسالوں اور پرچوں کی خریداری کا دستور ہے، کہ خریدار ابتداء سال میں پیشگی قیمت روانہ کر دیتا ہے، اور سال بھر تک رسالے اور پرچے ہفتہ وار و ماہوار

---

[1] فان خاف الشهوة اوشک امتنع نظره الى وجهها فحل النظر مقيد بعدم الشهوة والا فحرام وهذا في زمانهم واما في زماننا فمنع من الشابة .(الدرالمختار على الشامی کراچی ، ج۶/ص ۳۷۰/ مطبوعه زکریا ،ج۹/ص ۵۳۲/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظر والمس، سکب الأنهر على مجمع الأنهر ص ۲۰۲ ج۴ کتاب الكراهية، فصل فی النظر، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۹۲ ج۸ کتاب الكراهية، فصل فی النظر والمس.

وغیرہ تیار کرا کے مالک کی جانب سے خریدار کے پاس روانہ کئے جاتے ہیں، آیا یہ معاملہ درست ہے یا نہیں، زید کہتا ہے کہ یہ معاملہ درست نہیں لانہ بیع معدوم اور بکر کہتا ہے کہ درست ہے للضرورۃ اس میں کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ درست ہے، مجموعۂ قیمت کو سال بھر کے پرچوں پر تقسیم کر کے ہر ہر پرچہ کی وصولیابی کے وقت اس کی بیع کو درست کہا جائے گا گویا یہ ایک بیع نہیں بلکہ بیوع متعددہ ہیں، ہر ہر پرچہ کی بیع اس وقت ہوتی ہے جب وہ مشتری کے پاس پہنچتا ہے، اور اس وقت وہ موجود ہے معدوم نہیں۔ ہکذا فی امداد الفتاویٰ [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی قعدہ ۶۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی قعدہ ۶۹ھ

مبیع کی واپسی میں قیمت کم کرنا

سوال:۔ اگر کسی نے کوئی چیز زید کو فروخت کر دی اور اگر زید ایک مہینہ یا پندرہ روز کے بعد اسے واپس کرے اگر فروخت کنندہ اس کو واپس لیتے ہوئے اس سے کچھ پیسے بوجہ واپس لینے کے لے تو کیا پیسہ اس طرح لینا ٹھیک ہے؟

---

[1] امدادالفتاویٰ، ص ۱۳۲/ج۳/ کتاب البیوع، بعنوان قیمت پیشگی ادا کرنا، طبع ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند.

"کلما اخذ شئیاً انعقد بیعاً بثمنه المعلوم قال فی الوالجیة دفع دراهم الی خباز(إلی قوله) ولو اعطاه دراهم وجعل یاخذ منه کل یوم خمسة ولم یقل فی الابتداء اشتریت منک یجوز وهذا حلال وإن کانت نیته وقت الدفع الشراء لانه بمجرد النیة لاینعقد البیع ،وانما ینعقد البیع الأن بالتعاطی والأن المبیع معلوم فینعقد البیع صحیحاً . شامی،ص۵۱۶/ج۴/ قبیل مطلب فی بیع الاستجرار، کتاب البیوع.

الجواب حامداً ومصلیاً

واپس میں تو ایسا کرنا درست نہیں، البتہ مستقلاً بیع کا معاملہ کرلیا جاوے، تو قیمت میں کمی درست ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۷ھ

مسلمانوں کو سوّر کا گوشت دھوکہ سے بیچنا

سوال:۔ یہاں پر ایک واقعہ نہایت دردناک رونما ہوا، واقعہ یوں ہوا کہ ایک محلّہ دیپا سرائے ہے جس کی آبادی مکمل مسلم ہے، وہاں پر دیگر محلّہ کے مسلم قصائی نے سور کا گوشت عرصہ تک بکرے کا گوشت کہہ کر فروخت کیا اچانک ۳۱/جولائی کو یہ راز فاش ہوگیا، اور اس کو پولیس کے حوالہ کردیا گیا، اب آپ سے گذارش ہے کہ آپ شریعت محمدی کی رو سے اس کی سزا کے بارے میں تحریر کریں، اور جن لوگوں نے دھوکہ سے وہ گوشت کھایا ان کے بارے میں کیا طریقہ کفارہ ہے، تحریر کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن مسلمانوں نے جھوٹ بول کر سور کے گوشت کو بکرے کا گوشت بتا کر مسلمانوں میں فروخت کیا، اور بات واقعۃً صحیح ثابت ہے، تو یہ شخص خدا کا بھی مجرم ہے اور مسلمانوں کا بھی مجرم ہے، اگر شرعی حکومت ہو تو اس کو ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ آئندہ کسی کو بھی

---

[۱] وتصح (الاقالة) بمثل الثمن الاول وشرط الاكثر او الاقل بلاتعيب لغو ولزمه الثمن الاول لان الفسخ يرد على عين مايرد عليه العقد فاشتراط خلافه باطل الخ، البحرالرائق كوئٹه ص۱۰۴، ج۶، كتاب البيوع، باب الاقالة، مجمع الأنهر ص۱۰۵ ج۳ باب الاقالة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت زيلعي ص۷۱ ج۴ باب الاقالة مطبوعه امداديه ملتان.

ایسی حرکت کی جرأت نہ ہوجن لوگوں نے بے خبری میں ایسے گوشت کوکھایا ہے وہ استغفار کریں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۹۴ھ

اخبارات کی ایجنسی اوراس کی تقسیم کا کام

سوال:۔ اردو، ہندی اخبارات ورسائل جن میں ہرقسم کی فحش وغیرفحش تصاویر سنیماؤں کے اشتہارات بعض مخرب اخلاق مضامین، رومانی واقعات وغیرہ خلاف شرع امور ہوا کرتے ہیں، اورتقریباً کوئی اخباران خلاف شرع امور سے خالی نہیں ہوتا ایسے اخبار کی ایجنسی مسلمانوں کو لینا کیسا ہے؟ جب کہ اکثر مسلمان لڑکے یہاں یہ کاروبار کرتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اخبارات رسائل میں کارآمد ومفید مضامین بھی ہوتے ہیں اس لئے سب کی خرید وفروخت کوناجائز نہیں کہا جائے گا،[2] جومضامین لکھنے والے ہیں خدائے پاک ان کو ہدایت دے کہ وہ مفید مضامین لکھا کریں اور دیکھنے والوں کو ہدایت دے کہ مخرب اخلاق مضامین سے پرہیز رکھیں اور برے اثرات قبول نہ کریں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررالعبدمحمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲۸/۹۵ھ

---

[1] ومن يعمل سوأً اويظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفور ا رحيما. سوره نساء آيت ۱۱۰/.

ترجمہ:. اورجوشخص کوئی برائی کرے یااپنی جان کاضررکرے، پھراللہ تعالیٰ سے معافی چاہےتواللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والااور بڑی رحمت والاپائے گا۔(بیان القرآن)

[2] ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماوالافتنزيها(درمختار مع الشامی کراچی ، ج۶/ص ۳۹۱/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع)، سكب الأنهر ص۲۱۲ ج۴ كتاب الكراهية فصل فی البيع، دار الكتب العلمية بيروت.

چمڑے کے وزن کا طریقہ

سوال:۔ایک شخص نے ۶۰/روپئے فی من کے حساب سے چمڑا خریدا دستور یہ ہے کہ چمڑے میں کان اور دم اور گوشت جو کہ چمڑے میں رہ جاتا ہے، وہ صاف کر کے جب تولا جاتا ہے لیکن فروخت کرنے والے نے بغیر صاف کئے ہی تولنا شروع کر دیا، خرید نے والے نے کہا بھی کہ صاف کرا کر تولو تو یہ جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں دو کلو فی من اوپر تول دینگے، حالانکہ ایک چمڑے میں سے آلائش اور دم کان وغیرہ سب چار کلو کے قریب نکلتے ہیں، اس اعتبار سے ایک من پر تقریباً ۱۲/کلو آلائش ہوئے، کیونکہ ایک من میں تین چمڑے چڑھتے ہیں، حالانکہ وہ بیچنے والا صرف دو کلو زائد تولتا ہے، خرید نے والا اس کاروبار سے ناواقف تھا، سوال یہ ہے کہ اس خسارہ کی ذمہ داری خرید نے والے پر آتی ہے، یا فروخت کرنیوالے پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نقصان بیچنے اور تولنے والے سے وصول کیا جائے، کہ اس نے نقصان پہنچایا ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند ۸/۱۰/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیو بند ۸/۱۰/۸۶ھ

قبرستان میں تاڑ غیر مسلم کو سالانہ ٹھیکہ پر دینا درست نہیں

سوال:۔ہمارے قریہ میں مسلمانوں کی ایک انجمن ہے جس کے زیرنگرانی قبرستان

---

[1] کما یستفاد وان باع صبرة علیٰ انها مأة قفیز بمائة درهم وهی اقل اواکثر أخذ المشتری الاقل بحصته ان شاء قال الشامی تحته وذکر له فی البحر قیدین : الاول عدم قبضه کل المبیع اوبعضه فان قبض الکل لایخیر یعنی بل یرجع فی النقصان الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج۷/ص۶۸/ اول کتاب البیوع.

کی دیکھ بھال بھی ہے، قبرستان میں چند پھل دار اور چند غیر پھلدار درخت بھی ہیں، جن سے ایک خاصی رقم حاصل ہوتی ہے، منجملہ تمام درختوں کے کچھ درخت تاڑ کے بھی ہیں ذمہ داران انجمن مذکورہ تاڑ کے درختوں کو پاسی (اہل ہنود کی ایک قوم) کے ہاتھ نیلام کردیتے ہیں، پاسی ان تاڑ کے درختوں سے تاڑی کشید کرتے ہیں جو آفتاب بعد سے دن بھر فروخت ہوتی رہتی ہے، اور لوگ قبرستان میں اور باہر بھی لیتے رہتے ہیں، جو رقم سالانہ ٹھیکہ پر حاصل ہوتی ہے، ارکان انجمن رقم کو قبرستان کے تعمیری کاموں میں صرف کردیتے ہیں، مندرجہ بالا استفسار میں چند باتیں غور طلب ہیں:۔

(۱) تاڑ کے درختوں کو پاسیوں کو ٹھیکہ پر دینا جب کہ معلوم ہے کہ لوگ محض تاڑی کشید کرنے کے لئے ہی لیتے ہیں، کیا یہ ٹھیکہ کا عمل عندالشرع حرام ہے یا نہیں؟

(۲) جو رقم اس ٹھیکہ سے حاصل ہوئی اس کو تعمیر نیز حفاظتی کاموں میں یا ایصال وثواب کے لئے صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ٹھیکہ کا معاملہ شرعاً جائز نہیں اس لئے کہ ٹھیکہ یعنی اجارہ نام ہے تملیک منافع بالعوض کا اور یہاں منافع نہیں بلکہ وہ لوگ تحصیل عین کرتے ہیں، اور یہ بیع بھی نہیں اس لئے کہ بیع صورت مسئولہ میں نہ متعین ہے نہ مقدار ہے[1]

(۱) یہ رقم مواقع مذکورہ میں خرچ نہ کی جائے[2]

---

[1] هی ای الاجارة شرعاً تملیک نفع بعوض الخ الدرالمختارعلی الشامی زکریا ، ج۹/ص۴/ اول کتاب الاجارة، زیلعی ص۱۰۵ ج۵ اول کتاب الاجارة، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص ۵۱۱ ج۳ کتاب الاجارة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] من اکتسب مالاً بغیرحق فاما ان یکون کسبه بعقد فاسد اویغیرعقد ففی جمیع الاحوال المال الحاصل له حرام علیه یجب علیه ان یرده علی مالکه (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) مسکر (نشہ آور) ہوتو بیچنا بھی ناجائز اور پینا بھی "لقوله عليه السلام كل مسكر حرام[۱] وقال صلى الله عليه وسلّم ان الذى حرم شربها حرم بيعها"[۲] خواہ قبرستان میں ہو یا کسی اور جگہ قبرستان تو ویسے بھی عبرت کی جگہ ہے، ناؤ ونوشی کی جگہ نہیں وہاں مباح چیزوں کی بھی بیع وشراء وغیرہ سے بچنا چاہئے، اس کو بازار نہ بنایا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱/۹۱ھ

کاشت کیلئے زمین مقدار غلہ طے کر کے دینا درست ہے

سوال:۔ ہمارے یہاں زمین فول کو دی جاتی ہے، یعنی کاشتکار سے اقرار نامہ لکھوا کر

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ان وجدالمالك والافقى جميع الصور يجب عليه ان يتصدق بمثل تلك الاموال على الفقراء الخ بذل المجهود ج ۱/ص۳۷/ كتاب الطهارة باب فرض الوضوء (مكتبه رشيديه سهارنپور)، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۹ ج۵ كتاب الكراهية الباب الخامس عشر فى الكسب.

(صفحہ ہذا) [۱] مشكوٰة شريف، ص۳۱۷/(مطبوعه ياسرنديم ديوبند) باب بيان الخمر ووعيد شاربها. الفصل الاول.

ترجمہ:۔ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

[۲] نسائی شريف ج۲/ص۲۳۰/ كتاب البيوع باب بيع الخمر، مطبوعه ديوبند،

ترجمہ:۔ جس ذات نے شراب کے پینے کو حرام قرار دیا ہے، اس نے اسکے بیچنے کو بھی حرام قرار دیا۔ وبطل بيع مال غير متقوم أى غير مباح الانتفاع به كخمر وخنزير وميتة الدر المختار على الشامى زكريا ص ۲۴۱، ۲۴۲ ج۷ كتاب البيوع باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص۸۷ ج۳ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت البحر الرائق ص ۷۱ ج۶ باب البيع الفاسد، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\13-Bai ke Mutaffarriq Masail

اپنی زمین پر اس کو کاشت کرنے کی اجازت دیجاتی ہے، اقرار نامہ کے ذیل میں درج کی گئی کئی صورتیں ہوتی ہیں:۔

(۱) نقد روپیہ لے کر زمین پر کاشت کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

(۲) فصل سے پہلے ہی یہ طے کرلیا جاتا ہے کہ جو بھی فصل ہوگی اس میں معینہ مقدار مثلاً دس من غلہ زمین دار کو دیا جائے گا چاہے پیداوار اچھی ہو یا خراب ہو دونوں صورتوں میں معینہ مقدار فول دار زمین دار کو دیتا ہے، یہ صورتیں جائز ہیں اگر نہیں تو کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ صورت جائز ہے[۱]

(۲) یہ صورت جائز نہیں ہاں اگر اس طرح معاملہ کیا جائے کہ یہ زمین تم کو دی جاتی ہے، اس میں جو دل چاہے کاشت کرو ہم کو اس کے معاوضہ میں دس من فلاں غلہ دے دو تو جائز ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررهٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۱/۹۱ھ

---

[۱] وما صح ثمناً صح أجرةً، زيلعى ص۱۰۶ ج۵ كتاب الاجارة مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۱۱۵ج۳ كتاب الاجارة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شرح المجلة ص۲۵۴ ج۱ الاجارة، الفصل الثالث فى شروط صحة الإجارة رقم المادة ۴۵۰ مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

[۲] قال محمدؒ لابأس بكراء الارض بالذهب والورق وبالحنطة كيلاً معلوماً وضرباً معلوماً مالم يشترط ذلك ممايخرج منها الخ الروضة الندية ،ص۱۹۷/ج۲/(مطبوعه قطر) كتاب الاجارة، وتصح إجارة أرض للزراعة مع بيان ما يزرع فيها أو قال على أن أزرع فيها ما أشاء، الدر المختار على الشامى زكريا ص۳۹ج۹ كتاب الاجارة باب ما يجوز من الاجارة الخ، مجمع الأنهر ص ۵۲۲ ج۳ باب ما يجوز من الإجارة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

خریدار کو انعام دینے کی ایک صورت

سوال:۔ زید ایک تاجر ہے، اپنی تجارت بڑھانے کیلئے چند کوپن پر انعام رکھتا ہے، مثلاً صابن خریدا تو ساتھ میں ایک کوپن دیتا ہے، جس پر نمبر ہوتا ہے، اور کہتا ہے کہ اگر پچاس نمبرات یا ایک سو چالیس تک کے نمبرات کے کوپن جمع آپ کے پاس ہوگئے تو آپ کو ایک سائیکل یا ریڈیو انعام میں ملے گا، کیا یہ انعام لینا جائز ہے اوران نمبرات کو جمع کرنے کی سعی جائز ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خریدار کو انعام دینا اوراس کو انعام لینا اگر چہ درست ہے، لیکن ایسے اعلانات شائع ہونے پر بسا اوقات اصل شئی کی خریداری مقصود نہیں رہتی بلکہ نمبرات کے جمع کرنے کی فکر ہوجاتی ہے، تو گویا کہ نمبرات ہی کو خریدنا ہوتا ہے، اور خریداری کی یہ صورت شرعاً غلط ہے، ناجائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۲/۱۹ھ

حق المحنت کی ایک صورت

سوال:۔ زید نے کسی فنڈ میں سے اپنے نام مال منگوایا مگر کسی مالی مجبوری کی بناء پر وہ اس مال کو چھڑانے سے قاصر ہے، مال کو واپس بھی نہیں لیا جاسکتا ہے، چونکہ یہ تجارتی

---

[۱] یاایھاالذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ الایة . سورۃ المائدۃ آیت ۹۰/.

ترجمہ:. اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

اوراخلاقی ضابطہ کی خلاف ورزی سمجھا جائے گا، اسلئے ایک دوسرے شخص سے مال کو چھڑانے کے لئے کہا شخص مذکور نے مال چھڑانے کے لئے آڑت لینے کی شرط لگادی مثلاً پانچ روپیہ سینکڑہ آڑت یا کمیشن اگر دینا منظور ہوتو یہ آڑتی یا کمیشن ایجنٹ اپنی نقدی سے مال مذکور کو چھڑالیگا، اس صورت میں یہ آڑت یا کمیشن لینا کیسا ہے؟ اور عمومی طور پر یہ آڑت یا کمیشن کا کاروبار کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مال منگوانے والا اگر کسی مجبوری سے مال نہ چھڑا سکے اور کبھی دوسرے شخص کو کہدے وہ چھڑالے اوراس چھڑانے اور لاکر حفاظت سے رکھنے کا معاوضہ مقرر کرلیا جائے، تو درست ہے خواہ اس کو آڑت کہا جائے یا کمیشن مگر یہ حقیقت میں حق المحنت ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۹۰ھ

غیر مملوک مکان کو حکومت کا نیلام کرنا

سوال:۔ مسماۃ محفوظ النساء نے اپنا مکان اپنے پوتے اور پوتی کو حصہ مساوی ۱۹۳۵ء میں ہبہ کردیا، ہبہ نامہ رجسٹری شدہ موجود ہے، لیکن ۱۹۵۱ء میں پوتا پاکستان چلا گیا، جس کی وجہ سے نصف حصہ کسٹوڈین کو ملا کسٹوڈین نے نصف حصہ کے مالک ہونے کا حکم ۱۹۵۴ء میں نافذ کردیا لیکن ۱۹۵۹ء میں کسٹوڈین نے کل مکان نیلام کردیا، دلی میں اپیل کی حاکم نے نیلام منسوخ کردیا اور ناجائز قرار دیا کسٹوڈین میرٹھ نے نصف حصہ مکان ۱۹۶۱ء میں پوتی کے نام بیع کردی، رجسٹری کرائی گئی بیع نامہ موجود ہے، ایسی صورت میں خریدار مکان منشی اعجاز حسین

---

[1] وفی شرح التمر تاشی عن النصاب یجب (ای الأجر) بقدر العناء والتعب الخ تکملہ شامی زکریا، ج ۱۱/ص ۷۶/کتاب الھبۃ، مطلب یجب الاجر بقدر العناء والتعب.

اس مکان کا مالک رہے گا، یا شرعاً بے حق ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقت کسٹوڈین نے کل مکان نیلام کر دیا اس وقت اگر منشی اعجاز حسین نے اس نیلام کو خریدا تھا پھر اپیل کرنے پر نیلام منسوخ کر دیا گیا، کیونکہ پورے مکان کو نیلام کرنا غلط تھا، ملک غیر کو بغیر اجازت مالک بیع کرنے سے بیع فضولی ہو کر اجازت مالک پر یہ بیع موقوف رہتی ہے[1] تو اب منشی اعجاز حسین اس مکان کا نیلام خریدنے سے مالک نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نیلام کی ایک صورت

سوال:۔ میری لکڑی کی آڑت کی دوکان ہے جس پر باہر سے لانے والوں کا مال نیلام کرتا ہوں اور جس کا مال نیلام کرتا ہوں اس سے آڑت یعنی کمیشن کاٹتا ہوں، اور فوراً پیمنٹ کر دیتا ہوں، اور جس سے مال فروخت کرتا ہوں اس سے آڑت یعنی کمیشن لیتا ہوں اور دونوں جانب سے برابر کمیشن لیتا ہوں، اور اگر اندر میعاد مال لینے والا رقم واپس کرتا ہے، تو اس سے کمیشن نہیں لیتا اور اپنی جانب سے جو کمیشن مال والے سے لیا ہے اس میں سے ایک پیسہ فی روپیہ واپس کر دیتا ہوں، یعنی خریدار کو اتنا دیتا ہوں یہ سب طریقہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

---

[1] ومن باع ملک غیرہ بغیر امرہ فالمالک بالخیار ان شاء اجاز وان شاء فسخ .ھدایہ، ج۳/ص۸۸/ کتاب البیوع ،فصل فی بیع الفضولی، باب الاستحقاق مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۳۱۲/۳۱۱ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، فصل فی الفضول، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۴۷ ج۶ فصل فی البیع الفضولی.

الجواب حامداً ومصلیاً

نیلام کرنے والے کو کمیشن (اجرت نیلام) لینا درست ہے[۱] مال والے سے بھی خریدار سے بھی لیکن سود سے بچنا لازم ہے، لہٰذا اگر کوئی میعاد مقررہ پر رقم نہ دے تو اس سے سود نہ لیا جاوے[۲] اندر میعاد رقم ادا کرنے کے بعد ایک پیسہ واپس کرنا یہ قیمت میں کم کرنا ہے جس کا مالک کو اختیار ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۷ھ

نیلام میں آپس میں قیمت ایک میعاد پر طے کر لینا

سوال:۔ چند ساتھی جو نیلام کا کاروبار کرتے ہیں وہ آپس میں یہ طے کر لیتے ہیں کہ

۱۔ اجا رۃ السمسار والمنادی والحمامی والصکاک ومالایقدر فیه الوقت ولاالعمل تجوز لماکان للناس به حاجة ويطيب الاجر الماخوذ الخ شامی ،ج۹/ص۶۴/ (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، قبیل مطلب فی اجارة البناء، شامی زکریا ص۸۷ ج۹، باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی اجرة الدلال، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰ ج۴ کتاب الاجارة، فتاوی البزازية علی هامش الهندية کوئٹه، ص۴۰ ج۵ کتاب الاجارات نوع فی المتفرقات وفيه الاجارة علی المعاصی.

۲۔ اَحَلَ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو. سورة البقره آیت ۲۷۵/..

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کردیا ہے۔

۳۔ ويجوز للبائع ان يزيد للمشتری فی المبيع ويجوز ان يحط عن الثمن الخ، هدايه ج۳/ ص/۷۵، مطبوعه تهانويه ديوبند، کتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، البحر الرائق کوئٹه ص۱۲۰/ ۱۱۹، ج۶، باب المرابحة والتولية، فصل فی بيان التصرف فی المبيع، مجمع الأنهر ص۱۱۶، ۱۱۵ ج۳ باب المرابحة والتولية، تحت فصل مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

اس مال کو جو کہ مثلاً دس ہزار روپے کی مالیت کا ہے، جمع سات ہزار روپے میں خرید لیں اس طرح کہ کوئی شخص جمع یا سات ہزار روپے سے زائد کی بولی نہیں بولے گا، اس طرح مالک سمجھ کر یہ مال اتنی ہی مالیت کا ہے، بولی ختم کر دیتا ہے۔

(ب) بعدۂ سب شریک آپس میں بولی بولتے ہیں، اورانہی میں سے ایک آدمی اس مال کو زائد رقم میں خرید لیتا ہے، اس طرح پہلی بولی سے خریدے ہوئے مال میں جو منافع ہوتا ہے وہ سب آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، دریافت طلب یہ ہے کہ مشق الف میں سے طے کر لینا اور مشق (ب) میں اس زائد منافع کا لینا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟

(۲) چند آدمی جو نیلام کا مال خرید لیتے ہیں اصلی مالک کے کارندوں سے مل جاتے ہیں، اور مال کو کم بولی پر خرید لیتے ہیں، مالک اپنے کارندوں پر اعتماد کرتا ہے، کہ جب کارندے مال خریدنے والے پر پارٹی سے ثبوت لیکر مال کو اس کی قیمت میں کم میں فروخت کر دیتے ہیں دریافت طلب یہ ہے کہ اس طرح کا کاروبار از روئے شرع صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) جمع یا سات ہزار روپے سے بولی زائد نہ بولنا اور زائد پر نہ خریدنا تو درست ہے، لیکن دھوکہ دینے کی نیت سے یہ سازش کرنا درست نہیں[1]، خریدنے کے بعد طریقۂ مذکورہ پر بولی بولنا یا زائد قیمت پر کسی ایک کا خرید لینا جب کہ وہ خریدنے والا اور دیگر شرکاء سب ہی اس میں شریک تھے درست نہیں، کہ اس صورت میں خود ہی بائع ہے خود ہی مشتری، البتہ جس

---

[1] من غش فليس منا الحديث ترمذی شريف، ص ۱۵۷/ ج ۱/ (مطبوعه رشيديه دهلی) كتاب البيوع، باب ما جاء فی كراهية الغش، فيض القدير ص ۱۸۵ ج ۶ رقم الحديث ۸۸۷۹، مطبوعه دار الفكر بيروت، مسلم شريف ص ۷۰ ج ۱ باب قول النبی صلی الله عليه وسلم من غشنا فليس منا، كتاب الايمان، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.

ترجمہ: جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

کوخریدنا ہے وہ اپنا حصہ برقرار رکھنے کے بعد بقیہ شرکاء کے حصوں کوخریدے جس قیمت پر معاملات ہوجاوے،اوپر کا شریک آزادانہ اپنا حصہ فروخت کردے،تو درست ہے[1]

(۲) یہ دھوکہ اور رشوت سب ناجائز ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۴/۸۷ھ

ریٹ کمیشن میں ایک رقم کی تفصیل اور استحقاق

سوال:۔ہم لوگوں کا کام کمیشن ایجنسی کا ہے کارخانہ کا مالک بی این الیاس کمپنی ہے ایجنسی کا مطلب یہ ہے کہ جو کمپنی کا ریٹ ہوگا وہ ریٹ کمپنی کے بیوپاریوں کودے کر مال لانا ہوتا ہے، اس مال کے اوپر ہم لوگوں کو دس روپیہ فی ٹن علاوہ ریٹ کے کمیشن ملتا ہے، کاروبار ہڈی کا ہے پورے ہندوستان سے ریگنوں میں مال کلکتہ آتا ہے، اب تک تو کمپنی دام طے کرتی تھی، اسی ریٹ میں ہم لوگوں کو مال لاکر دینا ہوتا تھا، اگر کمپنی نے مال میں زیادہ کٹوتی کرلی

---

[1] وأن يكون (العاقد)متعدداً فلايصلح الواحد عاقداً من الجانبين الخ عالمگيری، ج۳/ص ۲/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب البيوع ،الباب الاول) بدائع الصنائع زكريا ص ۳۲۲ ج۴ كتاب البيوع، شروط انعقاد البيع.

[2] من غش فليس منا الحديث ترمذی شريف، ج ۱/ص۱۵۷/ كتاب البيوع،مطبوعه رشيديه دهلی، نيز ملاحظه هو حوالۂ بالا رقم الحاشية[1] لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشی والمرتشی، ترمذی شريف ص ۱۵۹ ج ۱ كتاب الاحكام، باب ما جاء فی الراشی والمرتشی فی الحكم، مطبوعه رشيديه دهلی، ابوداؤ شريف ص ۵۰۴ ج۲ كتاب القضاء باب فی كراهية الرشوة مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند، الغش حرام، الاشباه والنظائر ص۱۵۹ كتاب الحظر والاباحة الفن الثانی، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، الرشوة اربعة اقسام منها ما هو حرام على الآخذ والمعطى الخ، شامی زكريا ص۳۴ج۸ كتاب القضاء مطلب فی الكلام على الرشوة والهدية.

یا بیوپاریوں کو ریٹ کے علاوہ دوسرے مل کے کمیشن میں کچھ ریٹ سے زیادہ دینا پڑا تو کمپنی کچھ نہ دیتی تھی، ہمیں اپنے کمیشن سے دینا پڑتا تھا، گویا اپنے کمیشن سے دینا نقصان برداشت کرنا پڑتا تھا چونکہ ہندوستان میں اب ہڈی کے کافی کارخانہ ہوگئے ہیں، اس لئے اس میں کمیشن بہت زیادہ ہوگیا ہے، کمپنی ایک دام مجھے کہتی ہے کہ اس دام میں مال لاؤ تو اس وقت تک دوسری کمپنی کا ریٹ زیادہ ہوگیا، اور جب ہم نے کمپنی کو اطلاع کی کہ ریٹ زیادہ ہوگیا ہے، اور ریٹ کمپنی نے بڑھائے، تو اس اطلاع کرنے کے وقفہ میں مال نکل گیا، جس سے دوسرے کارخانے والے مال زیادہ اٹھانے لگے، تو اس سال کمپنی نے یہ طریقہ اختیار کیا اس نے کہا کہ ہم آپ کے ایمان پر چھوڑ دیتے ہیں کہ بیوپاریوں کو دوسرے کارخانے کے مقابلہ میں آپ جو ریٹ دیں ہم سے لے لیں، اس لئے کہ ریٹ کے سلسلہ میں مجھے اطلاع کرنے میں اور پھر بیوپاریوں تک اطلاع ہونے کے وقفہ میں مال نکل جاتا ہے، اس لئے کمپنی نے ایسا راستہ اختیار کیا اس ریٹ کے علاوہ ہمارا جو کمیشن مقرر ہے وہ ملے گا کمپنی کے سامنے ہم نے یہ عذر پیش کیا کہ جو آپ کٹوتی کرتے ہیں، وہ زیادہ ہوتا ہے، اور ہمیں اپنے کمیشن سے دینا ہوتا ہے، لہٰذا آپ کٹوتی کا الاؤس دیں اس لئے کہ دوسرے کارخانہ والے کٹوتی کرتے ہیں تو کمپنی سے یہ بات طے پائی کہ کٹوتی کے ریٹ میں اندازاً کچھ اضافہ کر کے لے لیا کریں اس لئے کہ ریٹ میں دیتے وقت کمپنی کو لکھ کر دینا ہوتا ہے، اور مال بعد میں ریگن سے کارخانہ میں آتا ہے، لہٰذا جب ریگن پہنچتا ہے، تو مجھے کسی ریگن میں کٹوتی کا نہیں دینا پڑتا ہے، کسی ریگن میں کم کسی میں زیادہ دینا پڑتا ہے، کمپنی نے تو مجھے اندازاً فی بولی ریٹ میں زیادہ کٹوتی کا زیادہ رکھ لینے کو اجازت دے دی ہے، اس لئے کمپنی نے پہلے ہی کہہ دیا کہ اندازاً لکھ دیا کرو سال تمام پر ہم کچھ نہ دینگے، اس صورت میں سال تمام پر اگر ہم نے بیوپاریوں کو زیادہ دیدیا تو کمپنی سے اور مزید مجھے کچھ نہ ملے گا اور اگر اس رقم سے بھی کٹوتی والی رقم سے جو ریٹ میں کمپنی کو زیادہ لکھ کر دیتے ہیں بیوپاریوں کو دینے کے بعد سال تمام پر کچھ رقم

بچ جائے تو یہ رقم اپنے منافع میں لکھ سکتے ہیں یا نہیں اس رقم کا حقدار کون ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ کمپنی کے غلہ میں ہے اور اس نے آپ کو رکھنے کی اجازت دیدی ہے، تو آپ کے لئے اس کا رکھنا درست ہے[1] ورنہ یہ رقم کمپنی کی ہے اس کو دی جائے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۸۶ھ

آتش بازی کا سامان رکھنے کے کارڈ بکس کی قیمت حلال ہے

سوال: ۔انعام الحق اوران کے بڑے بھائی ایک کارڈ بکس کے کارخانہ کے مالک ہیں انعام الحق دین دار ہے، مگر وہ بڑے بھائی کے تابع اورمرعوب ہے، اس کارخانہ میں قلیل مقدار میں آتش بازی کا سامان رکھنے کے بکس بھی بنائے جاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ آیا ان کا پیشہ حرام ہے یا مشتبہ ہے؟

---

[1] لا يحل مال امرءٍ الا بطيب نفس منه الحديث مشكوٰة شريف ص۲۵۵ باب الغصب والعارية، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، شعب الايمان للبيهقى ص۲۹۷ج۲ الباب الثامن والثلاثون فى قبض اليد عن الاموال المعرفة، مطبوعه مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة.

[2] ان أخذ من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده علىٰ مالكه الخ .بذل المجهود ، ج۱/ص۳۷/ (مكتبه رشيد يه سهارنپور)كتاب الطهارة،باب فرض الوضوء، ويجب رد عينه فى مكان غصبه لقوله عليه الصلاة، والسلام على اليد ما اخذت حتى ترد ولقوله صلى الله عليه وسلم لا يحل لاحدكم أن يأخذ مال أخيه لاعبا ولا جاداً وإن اخذه فليرده عليه الخ، زيلعى ص۲۲۲ج۵ كتاب الغصب، مطبوعه امداديه ملتان، هدايه ص۳۷۳ج۳ كتاب الغصب، مطبوعه مكتبه تهانوى ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ کی آمدنی حرام نہیں بلکہ حلال ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۹۷ھ

دوسرے کی زمین اپنے نام کرالینا

سوال:۔ (۱) ایک صاحب ہیں جن کا نام تھا رسول احمد ان کے چار لڑکے تھے، اصغر حسین، سکندر حسین، روشن حسین اور امجد حسین، رسول احمد کی جملہ جائیداد ان چاروں بھائیوں میں تقسیم ہوئی، اور اب تک چلی آرہی ہے، نیز اب بھی جملہ وارثین قابض ہیں لیکن ۷۴ء کے بعد سکندر حسین کے صاحبزادے نے دس گنا لگان ادا کر کے ایک مشترک زمین کو کسی طرح پوشیدہ طور پر اپنے نام کرالیا، جب ظاہر ہوا تو ان کے شرکت داروں نے لوگوں کو جمع کیا لوگوں نے کافی لعنت کی اور معاملہ طے ہوا کہ ہم ان کے نام بیع نامہ کرادیں گے، چنانچہ بیع نامہ کرادیا ،لیکن داخل خارج نہیں کروایا، برابر ٹال مٹول کرتے رہے بالآخر بقیہ لوگوں نے داخل خارج کا مقدمہ دائر کردیا تب انہوں نے چند لوگوں کے سامنے وعدہ کیا یہ لوگ مقدمہ لوٹالیں اور پیروی نہ کریں ہم ان کو ہر طرح سے دیں گے، لیکن ان کی منشاء نہیں تھی اور میعاد بھی اپیل کی خارج ہوگئی ،اب یہ لوگ بھی جنہوں نے اپنے نام کرالیا تھا، ان کا کہنا ہے کہ تمہارے والد امجد حسین نے کہا تھا کہ تم دس گنے ادا کرو ہمیں زمین کی ضرورت نہیں بہرکیف دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس طرح کی حرکت پر شریعت کی رو سے ان صاحبان پر کیا عائد ہوگا؟

---

[۱] وعلم من هذه انه لايكره بيع مالم تقم المعصية به الخ شامی ،ج۹/ص ۵۶۱/ مطبوعه زكريا ديوبند) كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ كتاب الجهاد باب البغاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب الجهاد باب البغاة.

(۲) رسول احمد کے چار لڑکوں میں سے ایک لڑکا روشن تھا ان کے ایک لڑکا پیدا ہوا جن کا نام کلو تھا، ان کی شادی ہوگئی، لیکن کچھ دنوں بعد ان کا انتقال ہوگیا، اوران کی بیوی کلّو ابن روشن کی زمین آگئی کلو کی بیوی نے چند دن بعد دوسری جگہ نکاح کرلیا اورزمین برابر ان کے نام چلی آئی کچھ دنوں بعد حاجی صاحب نے کچھ روپیہ دیکر زمین اپنے نام کرالی، لہٰذا اس طرح کرنا ان کو مناسب ہے یانہیں؟ اور جب کلو ابن روشن کا انتقال ہوگیا توان کے وارث بقیہ تین لڑکے جورسول احمد کے ہیں یعنی امجد حسین، اصغر حسین، سکندر حسین، لہٰذا ان تینوں کا ان کا حق ملنا چاہئے یانہیں، یاصرف سکندر حسین کو ملنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حکومت نے زمین دارہ ختم کرکے جب تمام زمینوں کو اپنی ملک قرار دے لیا توزمین سب سرکاری ہوگئی، زمیندار مالک نہیں ہے، پھر حسین نے دس گنا داخل کرکے جوزمین اپنے نام کرالی حسب قانون وہ اس کی ہوگئی[1] البتہ اگر خفیہ طور طریقہ پر دوسرے کی مقبوضہ زمین کو اپنے نام کرایا تو یہ غلط اور گناہ ہوا وعدہ کرکے اس کے خلاف کرنا بھی شرعاً مذموم ہے، جب بیع نامہ کردیا پھر داخل خارج نہ کرانا بھی غلط حرکت ہے حدیث پاک میں دھوکہ دینے اور وعدہ خلافی کرنے سے منع فرمایا گیا، اوراس پر سخت دھمکی دی گئی ہے ہر مسلمان کو اس

---

[1] واذا غلب الترک علی الروم فسبوهم واخذوا اموالهم ملكوها لان الاستيلاء قد تحقق فی مال مباح وهو السبب الی قوله ان الاستيلاء ورد علی مال مباح فينعقد سببا للملك دفعا لحاجة المكلف، هداية ص ۵۸۱/۵۸۰ ج۲ كتاب السير، باب استيلاء الكفار، مطبوعه مكتبه تهانوی ديوبند، فتح القدير ص۵۱۳ ج۶ كتاب السير باب استيلاء الكفار، الدر المختارمع الشامی زكريا ص۲۶۶،۲۶۸ ج۶ كتاب الجهاد، باب استيلاء الكفار، امداد الفتاوی ص ۶۱ ج ۲ فصل فی العشر والخراج، ہندوستانی زمین میں عشر وخراج کی تحقیق، مطبوعہ ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند، جواہر الفقہ ص۲۶۲ ج۲، مطبوعہ مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند۔

سے بچنا ضروری ہے[۱]

(۲) دھوکہ دینے اور وعدہ خلافی کرنے کا حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے مقدمہ میں جو خرچہ ہوا اسکی ذمہ داری دھوکہ دینے والے پر ہے[۲] قانون کی رو سے اگر زمین روشن کی بیوی کے نام ہوگئی اور اس کو فروخت کرنے کا حق حاصل ہے،[۳] تو جس کا دل چاہے خریدے اس پر کوئی پابندی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] من غش فليس منا الحديث ترمذ ی شريف ج ۱ /ص۱۵۷ / كتاب البيو ع، مطبوعه رشيديه دهلی، مسلم شريف ص۷۰ ج ۱ باب قول النبی صلی اللّٰه عليه وسلم من غشنا فليس منا، كتاب الايمان مطبوعه سعد بكڈپو ديوبن، فيض القدير ص۱۸۵ ج۶ رقم الحديث ۸۸۷۹ مطبوعه دار الفكر بيروت، اٰية المنافق ثلاثة وفيه اذا وعد اخلف الحديث .مشكوٰة شريف، ص۱۷/ باب الكبائر وعلامات النفاق،الفصل الاول مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص۵۶ ج ۱ كتاب الايمان، باب خصال المنافق، مكتبه سعد ديوبند.

[۲] نظيره مافی البحر رجل ادعیٰ علی رجل سرقة وقد مه الی السلطان وطلب من السلطان أن يضربه الی قوله فخاف المجوس من الضرب والتعذ يب فصعد السطح ليفر فسقط ومات وقد لحقه غرا مة فی هذه الحادثة وقد ظهرت السرقة علی يدی رجل آخر كان للوارثة ان ياخذ صاحب السرقة بدية أبيهم و بالغرامة التی اداها لان الكل حصل بتسببيه وهو متعد فی هذا التسبيب الخ البحر الرائق ،ج۵/ص ۶۹-۷۰ كتاب السرقة، باب قطا ع الطريق قبيل كتاب السير.

[۳] المالک هوالمتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء الخ بيضاوی شريف،ج ۱/ص۷/ سورة الفاتحة، مطبوعه رشيديه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج ۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

دوسرے کی زمین میں پودے لگانا

سوال:۔زید کی زمین پر بکر نے کوکو کے پودے لگانے کا خیال ظاہر کیا زید کو منظور نہیں تھا،اس لئے انکار کرتا رہا مگر بکر برابر اصرار کرتا رہا اور زید کی مرضی کے بغیر کوکو کے پودے لگادیئے ہم وطن اور تعلقات کی وجہ سے زید خاموش ہوگیا،بکر کی مالی حالت کمزور تھی اس خیال سے کہ اگر میں مدد نہیں کرتا تو میری زمین خراب ہوجائے گی،بکر کو گھاس مارنے کے لئے زہر اور کھادو غیرہ اور مزدوروں کی مزدوری دیتا رہا دوسال کے بعد پودوں نے پھل دینا شروع کیا،جن سے بکر مستفیض ہوتا رہا،دس سال کے قریب ہورہا ہے،بکر کا یہاں پر انتقال ہوگیا ہے،اب حل طلب بات یہ ہے کہ بکر نے جو پودے زید کی زمین پر لگائے ہیں،کیا بکر کی ملکیت مانی جائے گی،یہاں بکر کا کوئی وارث نہیں ہے،سب ہندوستان میں ہیں جو دارالحرب ہے،اور یہاں اسلامی مملکت ہے زید خود پودوں کی نگہداشت نہیں کرسکتا،اور نہ ہی کسی دوسرے کو نگرانی میں دینا چاہتا ہے،کوکو کے پودے ناریل کے درختوں کے نیچے لگائے جاتے ہیں،کیونکہ ان کو سایہ کی ضرورت ہوتی ہے،کوکو کے پودے کی عمر کم وبیش تیس سے چالیس سال کی ہوتی ہے،اب تک دس سال گزر چکے ہیں،زمین اور ناریل زید کے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

”ومن بنیٰ اوغرس فی ارض غیرہ بغیر اذنہ امربالقلع والرد وللمالک ان یضمن لہ قیمة بناء اوشجر امربقلعہ ان نقصت الارض بہ الخ تنویر الابصار“۔

قولہ ان نقصت الارض بہٰ (ای نقصانا فاحشاً بحیث یفسد ھا اما لونقصھا قلیل فیأخذ ارضہ ویقلع الاشجار وسائحانی عن المقدسی اھ

E:\F.M.Fainal\Jild-24\13-Bai ke Mutaffarriq Masail

الدرالمختار على الشامى نعمانيه ،ردالمحتار ،۵/ ۱۲۴/ ۱[1] (كتاب الغصب)

اگران پودوں کو اکھاڑنے اور کاٹنے سے زمین میں نقصان زیادہ ہوتو ان پودوں کی قیمت جن کے کاٹ ڈالنے کا حکم ہے، پودا لگانے والے کے ورثاء کو دیدی جائے، پھر وہ پودے مالک زمین کے ہوجائیں گے، اس مرحوم کے ترکہ کی وارثت بھی توکسی ہندوستان میں رہنے والے وارث کو ملی ہوگی، اسی طرح یہ قیمت بھی دیدی جائے اختلاف دارین حق مسلم میں مانع عن الارث نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/ ۱۴۰۶ھ

رقم پہلے دیکر سامان آہستہ آہستہ خریدنا

سوال:۔ایک شخص نے ایک شخص کو ۵۰۰/روپے دیئے اس شرط پر کہ وہ اسے ایک روپیہ فی کلو کے حساب سے دودھ دیتا رہے گا جب تک کہ رقم ادا نہ ہوجائے یہ معاملہ شرعاً جائز ہے، یا ناجائز اور بیع سلم کے اندر یہ شکل آتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع سلم کے شرائط تو اس میں موجود نہیں فقہاء نے اس صورت کو مکروہ لکھا ہے،[3] جو رقم

---

[1] شامی زکریا ج۹/ ص۲۸۳، ۲۸۴، کتاب الغصب. مطلب زرع فی ارض الغیر الخ، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۸۷/ ۸۶ کتاب الغصب الفصل الثانی مطبوعه، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ۱۱۷ ج۸ کتاب الغصب.

[2] واختلاف الدارین یمنع الارث ولکن هذا الحکم فی حق أهل الکفر لا فی حق المسلمین، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۴ ج۶ کتاب الفرائض الفصل الخامس فی الموانع، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۴۹۸ ج۴ کتاب الفرائض مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار زکریا ص۵۰۹ ج۱۰، کتاب الفرائض،

[3] وکره اقراض ای اعطاء بقال دراهم لیأخذ منه ماشاء لانه قرض جر نفعاً. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پیشگی دی گئی ہے وہ قرض ہے رفتہ رفتہ اس کے اجزاء کے عوض دودھ کی بیع ہوتی رہتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/۹۲ھ

عمومی مفاد کے لئے دی گئی زمین فروخت کرنا

سوال:۔طویل مدت سے ہمارے گاؤں والوں کو ایک ہندو زمین دار نے ایک ٹکڑا زمین قبرستان کے لئے اور قبرستان کے پرچہ کے شامل ایک ٹکڑا زمین بیگاڑ کے لئے (بیگاڑ بمعنی مردہ جانور دفن کرنے کی جگہ) استوار کرنے کا حکم دیا تھا، مذکورہ قبرستان کی زمین تقریباً چار پانچ بیگھہ ہوگی، قبرستان کے ایک کنارے پر ایک ٹکڑا زمین تقریباً ایک کٹھہ ہوگا، اس ٹکڑے میں کبھی کسی میت کو دفن نہیں کیا گیا، اور اس ٹکڑے زمین کو اس کے برابر والے مکان والوں نے ایک کٹھہ زمین کو میدان کی طرح اپنے استعمال میں لانا شروع کر دیا، نیز جانوروں کو باندھنے میں فائدہ عوام کی وجہ سے گاؤں والے اس ٹکڑے کا ایک کٹھہ زمین برابر والے مکان والوں کو بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟ بیچ کر اس روپیہ سے کوئی کار خیر مثلاً مدرسہ، مکتب یا اسکول وغیرہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ زمین مسلمانوں کے عمومی مفاد کے لئے اس شخص نے دیدی ہے، اوراب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) درمختار علی الشامی زکریا ،ج۹/ص۵۶۵/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۲۲۵ج۴ کتاب الكراهية، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۲۰۳ج۸ کتاب الكراهية، فصل فی البیع، زیلعی ص۳۰/۲۹ج۶ کتاب الكراهية، فصل فی البیع مطبوعه امداديه ملتان.

اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہورہا ہے، توسب کے مشورہ سے اس زمین کو ایسے کام میں لانا درست ہے جس میں عمومی نفع ہو[1]

مثلاً وہاں مکتب یا مدرسہ بنادیا جائے جس میں سب دینی تعلیم حاصل کریں جہاں تک ہوسکے اس کو فروخت نہ کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاهٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۱۳۹۹ھ

آڑھت دار کی کٹوتی

سوال:۔ مبارک پور کے آڑھت کے یہاں کوئی باہر کے خریدار آتے ہیں، تو ان کی موجودگی میں بنکروں سے ساڑیاں خریدتے ہیں آڑھت داروں اور خریداروں کے درمیان ایک مقرر کمیشن طے رہتا ہے، آڑھت دار جب قیمت پر ساڑیاں خریدتا ہے، خریدار اسی حساب سے ساڑھیوں کی قیمت آڑھت داروں کو مع کمیشن کے دیتا ہے، مگر خریداروں سے قیمت پانے کے بعد بنکروں کو جب وہ قیمت دیتا ہے تو پوری قیمت نہیں دیتا ہے، بلکہ دو روپیہ سے لے کر پانچ دس روپئے تک کم کر دیتا ہے جس کو کٹوتی کہتا ہے، بنکروں ساڑیاں بیچنے والوں کا کہنا ہے کہ اس طرح سے جو رقم کاٹی جاتی ہے وہ بالکل حرام و ناجائز ہے، مگر آڑھت

---

[1] مراعات غرض الواقفين واجبة الخ ،شامي زكريا، ج٦/ ٦٦٥/ كتاب الوقف، مطلب مراعات غرض الواقفين الخ، النهر الفائق ص٣٢٦/٣٢٥ ج٣ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص٢٤٥ ج٥ كتاب الوقف.

[2] فاذا تم لزم لايملك ولايملك ولايعار قوله لا يملك أى لا يكون مملوكاً لصاحبه ولا يملك أى لايقبل التمليك لغير بالبيع ونحوه الخ ..درمختار على الشامي ،ج٦/٥٣٩/ (مطبوعه زكريا ديوبند) كتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابو يوسف بين قوله موقوفة الخ، مجمع الأنهر ص١٥٨١ ج٢ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص٢٠٥ ج٥ كتاب الوقف.

دار کہتا ہے کہ یہ کٹوتی حرام نہیں کیونکہ ہمارے یہاں جو شخص بھی ساڑھی فروخت کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ ہم کٹوتی کاٹتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا خریداروں سے اصل قیمت پانے کے بعد آڑھت داروں کا کٹوتی کاٹنا جائز ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بنکر اپنا مال آڑھت دار کے یہاں لاتے ہیں، کہ تم ہمارا مال فروخت کردو، خریدار آکر آڑھت سے خریدتے ہیں آڑھتی داران سے قیمت لے کر بنکروں کو دیتا ہے، اور کچھ اپنی دلالی لیتا ہے، اس دلال کا معاملہ بنکروں اور آڑھت داروں کی رضا مندی پر موقوف ہے جو مقدار طے کرلیں اس مقدار کا لینا درست ہے، شامی[1] میں اجرت سمسار کو تعامل وتعارف کی بناء پر درست لکھا ہے، بنکر اگر یہ اجرت نہیں دینا چاہتے تو اپنا مال براہِ راست خریداروں کے ہاتھ فروخت کردیں، مگر ظاہر ہے کہ اس میں ان کو دشواری ہے اس دشواری سے بچنے کے لئے وہ آڑھت دار کے پاس مال لاتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۹/۸/۱۵ھ

چماریوں سے ساگ خریدنا

سوال:۔ چنے وغیرہ کا ساگ جو چماریاں فروخت کرتی ہیں، یہ اکثر چوری کا ہوتا ہے، خود چماریوں سے اس کی تحقیق کی گئی تو کیا یہ خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] وفی الحاوی سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال أرجوا نه لابأس به وان کان فی الاصل فاسداً لکثرة التعامل الخ شامی زکریا، ص۸۷/ ج۹/ کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة مطلب فی اجرة الدلال، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰ ج۴ کتاب الاجارة، مطلب الاستئجار علی الافعال المباحة، مبسوط سرخسی ص۱۱۵ ج۸ الجزء الخامس عشر، کتاب الاجارات باب السمسار، مطبوعه دار الفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس ساگ وغیرہ کے متعلق خصوصیت سے معلوم ہو کہ یہ بغیر مالک کی اجازت کے چرا کرلائی ہے اس کا خریدنا ناجائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ

کسٹوڈین کا قبضہ موجبِ ملک ہے

سوال:۔ والد کی جائیداد کسٹوڈین میں چلی گئی، بعض کا کرایہ دار کسٹوڈین نے مجھے بنادیا اور بعض کا بہنوئی کو ایک مکان جس میں اوپر بہنوئی رہتے ہیں، نیچے میری دوکان ہے، میں نے کوشش کرکے مکان دوکان، بہنوئی کو خریدوادیا اور بہنوئی نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں تم سے دوکان (تحتانی حصہ) خالی نہیں کراؤنگا، مگر اب ان کے خیالات بدل گئے ہیں، اور مجھ پر مقدمہ کردیا ہے، سوال یہ ہے کہ بہنوئی مجھ سے دوکان خالی کراسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حکومت جب قہراً جبراً قبضہ کرلے تو یہ استیلا موجب ملک ہے، اس قاعدے کے ماتحت جن مکانات پر ۴۷ء کے وقت حکومت نے مالکانہ قبضہ کرلیا ان پر حکومت کی ملک ثابت

---

[1] کل عین قائمة یغلب علیٰ ظنه انهم اخذوها من الغیر بالظلم وباعوها فی السوق فانه لاینبغی ان یشتری ذالک وان تداولته الایدی (عالمگیری مطبع کوئٹه پاکستان، ص ۳٦٤/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون فی البیع والاستیام علیٰ سوم الغیر)، السراج المنیر ص ۱۳۳ج۳ مطبوعه دار الفکر بیروت، فیض القدیر ص ٦٤ ج٦ حدیث ۸٤٤۳، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ہوگئی، پھران مکانات کونیلام کردیا تو جس نے خریدا وہ مالک ہوگیا، جن قطعات کو آپ کے بہنوئی صاحب نے خریدا ہے وہ ان کے مالک ہوگئے [1] آپ نے خریدوانے میں ان کی جواعانت کی اس کا آپ کواجر ملے گا، بہنوئی صاحب نے آپ سے وعدہ کیا کہ وہ تحتانی حصہ آپ سے خالی نہیں کرائیں گے، اسی بناء پرآپ بحیثیت کرایہ داراسمیں مقیم ہیں، بہنوئی صاحب کو چاہئے کہ اخلاقاً وعدہ پورا کریں، آپ کو نہ نکالیں لیکن اگران کوضرورت ہے جس کی وجہ سے خالی کرانا چاہتے ہیں تو وہ گنہگار بھی نہیں [2] اور آپ کو لازم ہے کہ خالی کردیں، وعدۂ سابقہ کی بناپرآپ کو زبردستی اس میں قیام کرنا اور خالی نہ کرنا درست نہیں [3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۱۲/۲۵ھ

کسٹوڈین سے زمین خریدنا

سوال:۔ بکر کے دادا زید نے عمر و کو جو کہ مسلم کا دادا ہوتا ہے، مستعار زمین برائے

---

[1] الحرام ينتقل فلودخل بأمان واخذ مال حربى بلارضاه وآخر جه الينا ملكه وصح بيعه . درمختار مع شامى كراچى ،ج۵/ص۹۸/ باب البيع الفاسد، قبيل مطلب البيع الفاسد لا يطيب له ويطيب للمشترى منه، شامى زكريا ص۳۰۰ ج۷ المصدر السابق، فتح القدير ص۴ ج۶ كتاب السير باب استيلاء الكفار، مطبوعه دارالفكر مصر،

[2] الخلف فى الوعدحرام،كذافى اضحية الذخيرة، وفى القنية وعده أن يأتيه فلم ياته لا يأثم ولا يلزم الوعد ولتوفيق بينه وبين الاول مجمل الاول على ما اذا وعد وفى نيته الخلف فيحرم والثانى على ما اذا نوى الوفاء وعرض مانع، الاشباه والنظائر مع حاشية الرافعى ص۱۵۹ الفن الثانى كتاب الحظر والاباحة، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، مرقاة المفاتيح ص۶۴۷ ج۴ باب الوعد الفصل الاول مطبع اصح المطابع بمبئى، الطيبى ص۱۵۱ ج۹ المصدر السابق، مطبع زكريا ديوبند.

[3] لا يجوز التصرف فى مال غيره بلا اذنه ولاولايته، شامى زكريا ص۲۹۱ ج۹ كتاب الغصب، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانى كتاب الغصب مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، شرح المجلة ص۶۱ ج۱ رقم اعادة ۹۶، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

رہائش دیدی تھی، اور یہ طے ہوگیا تھا کہ وقت ضرورت واپس لے لی جائیگی، لہٰذا عمرو کی اولاد اس رقبہ میں ۱۹۴۷ء تک زندہ رہی پھر ہنگامی حالات سے اثر انداز ہوکر پاکستان ہجرت کر گئے، لہٰذا عمرو کی اولاد میں سے صرف ایک آدمی مسمیٰ مسلم یہاں پر رہ گیا جو کہ اس رقبہ میں سے اپنے حصہ پر قابض ہے، گورنمنٹ نے مسلم کے حصہ کے علاوہ باقی حصہ کو متروکہ قرار دیدیا معیر یعنی زید کا پوتا مع پورے گھرانے کے یہیں پر موجود ہے اگرچہ رقبہ مستعار تھا، مگر گورنمنٹ نے موقع پر خالی کرا کے کسٹوڈینٹ میں داخل کردیا اور پھر اس کو ۱۹۴۷ء میں نیلام کیا بوقت نیلامی فریقین حاضر تھے، یعنی مسلم وبکر نے خوب حوصلہ کے ساتھ بولی لگائی مگر بکر نے مسلم سے زیادہ پیسے چڑھا کر اس رقبہ کو خرید لیا اب مسلم یہ کہتا ہے کہ اب تمہارے لئے اس کا خریدنا جائز نہیں، چونکہ میرے باپ دادا اس رقبہ میں رہتے چلے آئے ہیں، بکر کہتا ہے کہ تمہارے لئے اس کا خریدنا جائز نہیں یہ رقبہ میرا موروثی ہے، لہٰذا میں حق پر ہوں مسلم چونکہ پہلے ہی سے کچھ رقبہ پر قابض تھا اس نے قبضہ کو بدستور رکھتے ہوئے مقدمہ دائر کردیا لیکن بکر نے عدالت میں مسلم کی مراد یہ اور بکر نے کاغذی کارروائی کے اعتبار سے اس کا دخل اور قبضہ بھی سرکار سے وصول کرلیا مگر پھر بھی یہی کہتا ہے کہ بکر کا اس رقبہ پر قبضہ کرنا اور خریدنا مطلقاً جائز نہیں، آپ شریعت کی روشنی میں فیصلہ فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب گورنمنٹ نے اس پر استیلاء کر کے مالکانہ قبضہ کرلیا پھر اسکو نیلام کردیا تو جس نے اس کو خریدا وہ مالک ہوگا، پہلی ملک اور قبضہ کا اب اعتبار نہیں ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۸۹ھ

[1] واذا غلب الترک علیٰ الروم فسبوھم واخذوا اموالھم ملکوھا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طوائف کے ہاتھ مال فروخت کرنا

سوال:۔ ایک صاحب کا ہوٹل ایسی جگہ واقع ہے جس کے اطراف طوائف رہتی ہیں، طوائف ان کے ہوٹل سے اشیاء خریدتی ہیں، کیا طوائف کے ساتھ تجارت جائز ہے، اوران کے ذریعہ ہوٹل والے کو جو آمدنی ہو وہ اس کے لئے حلال ہے؟ ہوٹل والے کو کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ حرام مال سے خریدے تو اسکے ہاتھ فروخت کرنا اوراس حرام مال کا لینا شرعاً جائز نہیں[1] اگر حلال مال سے خریدے تو درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰؍ربیع الاول ۵۷ھ

۵؍کلو شکر کے لئے ۲۵؍کلو کی درخواست دینا

سوال:۔ چینی کی اگر ۵؍کلو کی ضرورت ہو تو درخواست ۲۵؍کلو کی دینی پڑتی ہے تب

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) لان الاستیلاء قد تحقق فی مال مباح وهو السبب الی قوله ان الاستیلاء ورد علی مال مباح فینعقد سببا للملک دفعا لحاجة المکلف الخ هدایه، ج۲/ص۵۸۰، ۵۸۱ کتاب السیر، باب استیلاء الکفار (مطبوعه یاسرندیم دیوبند)، فتح القدیر ص۵/۳ج۶ کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، مطبوعه دار الفکر بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۶۶، ۲۶۸ ج۶ کتاب الجهاد، باب استیلاء الکفار.

(**صفحہ ہٰذا**) [1] قال ابن الشهاب الشلبی من رأی المکاس یأخذ من احد شیئا من المکس ثم یعطیه آخر ثم یاخذه من ذالک الاخرفهوحرام (شامی کراچی ،ج۶/ص۳۸۵/(شامی زکریا، ج۹/ص۵۵۳) کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع، شامی زکریا ص۳۰۱ج۷ باب البیع الفاسد، الحرمة تتعدد.

کہیں ۵؍کلو ملی پاتی ہے، اگر ۵؍کلو کی درخواست دیں تو بمشکل ایک کلو ہی مل پائے گی، جس سے ضرورت پوری نہیں ہوگی، تو مذکورہ بالا صورت کذب میں تو داخل نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

اس صورت میں ۵؍کلو کا عنوان ۲۵؍کلو ہے اور حکومت کی نظر میں بھی اس کا معنون ۵؍کلو ہی ہے، تو عنوان اور معنون کا یہ فرق گویا حکومت کی طرف سے تجویز کردیا گیا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱؍۶؍۹۳ھ

بازار سے خریدی ہوئی دوا کو اپنی بتا کر نفع زیادہ لینا

سوال:۔ اگر کوئی شخص بازار سے ہمدرد کی دوائیں خرید کر مریضوں کو اس نام سے دے کہ گویا یہ دوا میں اپنی دے رہا ہوں، اور اصل محنت سے کئی گنا منافع حاصل کریں، تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمدرد کا اگر وہ ایجنٹ نہیں بلکہ اپنے پیسہ سے خرید کر مالک ہوکر دوائیں فروخت کرتا ہے اور نفع لیتا ہے تو یہ درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فالبيع ماشرع الالطلب الربح والفضل فالفضل الذى يقابله العوض حلال،مبسوط ، ج۱۲/ص۱۱۹/ (مطبوعه دارالفكر بيروت) كتاب البيوع، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص۵ج۳ كتاب البيوع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الفقه الحنفى وادلته ص۱۷،۱۸ ج۲ كتاب البيوع، مطبوعه دار الفيحاء بيروت.

قیمت مبیع وصول کرنے کی ایک صورت

سوال:۔ زید کی اراضی بکر نے قیمت متعینہ میں خریدی لیکن بکر نے وقت متعینہ پر پوری رقم ادانہیں کی لیکن کھیت بکر کے قبضہ میں دیدیا گیا اور بکر پر ابھی چوتھائی رقم باقی ہے، تو اب صورت یہ کی گئی کہ اس فروخت شدہ اراضی سے ڈھائی ایکڑ اراضی علیحدہ تصور کر کے آٹھ سو روپیہ لگان سے اسی کو دیدیتے ہیں، اب بکر سیزن پر باقی ماندہ رقم کے علاوہ اور آٹھ سو روپیہ لگان کے دے گا، تو یہ آٹھ سو روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت جائز نہیں کیونکہ بیع کل اراضی کی ایک معاملہ سے ہوئی اور سب مبیع قرار دی گئی ہے، پھر کچھ مخصوص قطع کو غیر مبیع اور ملک بائع قرار دے کر تجویز کر کے مشتری کو جو سب زمین کا بذریعہ بیع مالک ہو چکا ہے، لگان پر دیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ نکلا کہ اب مشتری اپنی ہی ملک کا لگان بائع کو دے گا، اب بائع باقی ماندہ چوتھائی قیمت سے زائد لینے کا حقدار نہیں[1]، مشتری کو لازم ہے کہ وہ باقی ماندہ قیمت جلد از جلد ادا کر دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۸/۱۶ھ

مبیع مقدار معین سے کم یا زائد نکلے

سوال:۔ مسمیٰ عبدالرحمٰن نے ایک کپڑا بیس گز ایک روپے چار آنہ کا فروخت کیا وہ

---

[1] **نوٹ**:۔ زید کا آٹھ سو روپے لگان کا لینا عوض سے خالی ہونے کی وجہ سے سود ہے جو کہ قطعاً ناجائز ہے، "اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا" سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵/

ترجمہ:. اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ (از بیان القرآن)

کپڑا پونے بیس گز ہوا خریدار نے ایک روپیہ چار آنہ نہیں دیا بلکہ چار گرہ کے دام کاٹ کر دیتا ہے، ۳ چوتھائی آنہ دیتا ہے مسمی عبدالرحمٰن خریدار کو کہتا ہے کہ چار گرہ دام نہ کاٹ مگر خریدار نے ضرور کاٹ لئے اسکے بعد مسمیٰ عبدالرحمٰن ایک کپڑا بیس گز اور فروخت کرنے گیا اس کی قیمت بھی ۴عہ آنے قرار پائی، مگر جس وقت ناپا تو سوا بیس گز ہوا اب خریدار کہتا ہے کہ میں تو پورے بیس گز کے دام دونگا، مسمیٰ عبدالرحمٰن نے ہر چند کہا مگر اس نے پورے بیس گز کے دام ۴عہ دیئے چارہ گرہ کے نہیں دیئے، اب غور طلب یہ ہے کہ کپڑے میں ایک پیسہ کاٹ لیا، اور دوسرے کپڑے میں جو سوا بیس گز تھا ان کا پورا ایک روپیہ چار آنے بھی دیا گیا اس خریدار کو وہ پیسہ جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر بیس گز کپڑا فروخت کیا اور مجموعہ کی قیمت ۴عہ بتائی اور فی گز کے حساب سے کوئی قیمت نہیں بتائی اور معاملہ ایجاب وقبول سے پختہ کر دیا اور ناپنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بیس گز سے کچھ کم مثلاً پونے بیس گز ہے تو خریدار کو قیمت کاٹنے کا اختیار نہیں بلکہ چاہے پوری قیمت دے کر خریدے اور چاہے واپس کردے، واپس کرنے کا اختیار ہے، اور اگر ناپنے کے بعد معلوم ہوا کہ بیس گز سے کچھ زائد مثلاً سوا بیس گز ہے تو وہ سب کا سب ۴عہ میں خریدار کا ہوگیا، فروخت کرنے والے کو زیادہ قیمت طلب کرنے یا واپس لینے کا اختیار نہیں، "**ومن اشتریٰ ثوباً علیٰ انه عشرة اذرع بعشرة اوارضاً علیٰ انها مأئة ذراع بمائة فوجد ها اقل فالمشتری بالخیار ان شاء اخذ بجملة الثمن وان شاء ترک وان وجد ها اکثرمن الذراع الذی کان فهوللمشتری ولاخیار للبائع هدایه، ج۳/ص ۲۸/**"[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۷/۵۳ھ

---

[1] هدایه، ج۳/ص ۲۳/ مطبع تھانوی دیوبند، کتاب البیوع)، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع میں سامان زیادہ ہو تو کیا کرے

سوال:۔ زید سائیکل مرمت کا کام کرتا ہے، اور سامان دوسرے بڑے دوکاندار سے خرید کر لاتا ہے، ایک مرتبہ سامان لینے گیا تو اس بڑے دوکاندار کے نوکر نے کچھ سامان مالک کی چوری سے زیادہ دیدیا، وہاں تو زید نے کچھ خیال نہیں کیا، لیکن گھر آکر بیجک ملایا تو سامان زیادہ نکلا، اب زید پس وپیش میں ہے کہ اگر مالک پر راز افشاء کرتا ہے، تو ملازم کی ملازمت جاتی ہے، اور نہیں کہتا تو مالک دوکان کی چوری ہوتی ہے، لہٰذا اس معاملہ میں زید کو کیا کرنا چاہئے، سامان کی قیمت ملازم کو دے یا کہ نہ دے؟ جواب تمام باتوں کا قرآن وحدیث کی رو سے عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کہہ کر بڑے دوکاندار کو دے سکتا ہے، کہ حساب میں اتنے روپئے آپ کا میری طرف ہے وہ یہ ہے لے لیجئے، تو یہ صورت بہتر ہے، اگر ایسا نہیں کرسکتا تو ہدیہ کے طور پر دیدے، ملازم کے خیانت کرنے سے وہ سامان زید کے لئے حلال نہیں ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۹۴ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) البحر الرائق کوئٹه ص ۲۹۰ ج۵ کتاب البیوع، مجمع الأنهر ص۱۸ ج۳ کتاب البیوع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] وان ملكه بالقبض الخلط عندالامام فانه لایحل له التصرف فيه قبل اداء ضمانه (شامی کراچی، ج۶/ص۳۸۶/ شامی زکریا، ج۹/۵۵۴/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)، البحر الرائق کوئٹه ص۱۱۴ ج۸ کتاب الغصب، تبیین الحقائق ص۲۲۶ ج۵ کتاب الغصب، مطبوعه امدادیه ملتان.

کھوٹے روپیہ کا حکم

سوال:۔تجارت میں اگر پیسہ روپیہ کھوٹا آئے تو اس کو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر معلوم ہے کہ کس کے پاس سے آیا ہے، تب تو اسی کو دیدے جس طرح بھی ممکن ہو خواہ بتا کر خواہ دھوکے سے[۱] اگر معلوم نہ ہو تو دھوکہ دینا جائز نہیں[۲] بتا کر دیدیا جائے اگر چہ لینے والا کم قیمت پر لے یا اگر کسی جگہ اس سے کچھ ظلماً لیا جائے، تو وہاں بلا بتائے بھی دینا درست ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۷/ ۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/ ذی الحجہ ۵۶ھ

اناج کی بیع فصل کی قیمت پر

سوال:۔اس وقت نرخ گندم پانچ سیر ہے اور ایک غریب آدمی جس کے یہاں اناج نہیں ہم سے اناج لینا چاہتا ہے، تو اس کو بجائے ۵/سیر کے چار سیر دیتے ہیں، اور اس

---

[۱] لو قبض زيفا بدل جيد كان له على آخر جاهلا به فلو علم وانفقه كان قضاء اتفاقاً ونفق أو أنفقه فلو قائما رده اتفاقا، الدر مع الشامی کراچی ص۲۳۳ ج۵ کتاب البیو ع، باب المتفرقات، مطلب فيما ينصرف إليه اسم الدراهم، بحر کوئٹہ ص۱۷۷ ج۶ کتاب البیو ع، باب المتفرقات، مجمع الأنهر ص۱۵۵ ج۳، کتاب البیو ع، مسائل شتی، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] من غشنافليس منا الحديث، مسلم شریف ص۷۰ ج۱ کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من غشنا فليس منا، مکتبہ بلال دیوبند، ابن ماجہ ص۱۶۱ ج۱ ابواب التجارات، باب النهی عن الغش، طبع اشرفی دیوبند (ترمذی شریف، ص۱۵۷/ج۱/ مطبع رشیدیہ دھلی باب ماجاء فی كراهية الغش فی البیو ع) **ترجمہ**:- جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

E:\F.M.Fainal\Jild-24\13-Bai ke Mutaffarriq Masail

سے وعدہ کرالیتے ہیں کہ فصل ربیع یعنی اساڑھی میں اناج اسی بھاؤ کا جو بھاؤ فصل ربیع میں ہوگا لیا جائے گا، آپ تحریر فرماویں کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس صورت میں بھاؤ کی کیا شرط ہے، اناج بطور قرض دیجئے جتنے سیر یا من اناج دیں اتنے سیر یا من اپنا اناج اساڑھی میں واپس لے لیں، خواہ کچھ ہی بھاؤ ہو قیمت سے کچھ تعلق نہیں[۱]، اگر فروخت کرنا ہے تو فروخت کر دیجئے، اور اساڑھی میں قیمت لے لیں، جس وقت پر آپ نے فروخت کیا ہے اس وقت کی قیمت لیجائے خواہ اساڑھی میں کچھ بھی بھاؤ ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اگر اساڑھی میں اس کے پاس قیمت نہ ہو اور بجائے قیمت کے اناج دینا چاہیں تو اسی وقت نرخ طے کرلیا جائے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور

مرض الوفات میں کم قیمت پر بیع

سوال:۔(۱) اگر کسی چیز کی خریداری میں کم قیمت ادا کی جائے اور فروخت کنندہ سے زیادہ قیمت بوجہ مجبوری یا بیماری یا ضعیف العمری یا ناامید زیست کی بناء پر ایک دو یوم

---

[۱] لو استقرض من آخر حنطة فأعطى مثلها بعد ماتغير سعرها فانه يجبر المقرض على القبول، عالمگیری، ج۳/ص۲۰۲/ الباب التاسع عشر/فی القرض والاستقراض، إن الواجب على المستقرض رد مثل ما قبض، محیط برهانی ص۳۵۴ج۱۰ الفصل الثالث والعشرون فی القروض، مطبوعه مجلس علمی گجرات.

[۲] قال فی المجمع ويصح البيع بثمن حال ومؤجل لاطلاق قوله تعالىٰ واحل الله البيع وحرم الربوٰ، مجمع الانهر ج۳/ص۱۳/ كتاب البيوع، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، الدر مع الشامی کراچی ص۵۳۱ ج۴، كتاب البيوع، مطلب فی الفرق بين الاثمان والمبيعات، النهر الفائق ص۳۴۴ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

مرنے سے قبل فروخت کنندہ سے دیگر اشخاص کے بلا مشورہ خفیہ طور پر کہ جو با اعلان نہ ہوا ایسا بیعنامہ کرایا جاوے تو اس بات میں علماء دین کیا فرماتے ہیں؟

(۲) جب کہ خریدار مذکور خود رقم قرض کے اندراج کو تسلیم کرتا ہے، لیکن قیمت باقی ماندہ کو ادا نہیں کرتا، اور جو شیئ بیعنامہ فروخت کنندہ سے حاصل کی گئی ہے اس کے جز کی واپسی بھی عدم ادائیگی قیمت کے لحاظ سے نہیں کرتا، جس سے رقم ادا شدہ اور شیئ حاصل شدہ مساوی حالت میں ہو جاویں۔

(۳) اگر فروخت کنندہ فوت ہو چکا ہے، اور خریدار مذکور قیمت قرض کو مانتا ہے، تو یہ قیمت باقی ماندہ خریدار اگر ادا کر دیں تو وارثان فروخت کنندہ مذکور اس قیمت کے پانے کے مستحق ہوں گے۔

(۴) اگر کسی جائداد یا مکان مقبوضہ خود کی بابت یہ علم ہو جاوے کہ اس کی قیمت یا معاوضہ اصل مالک کو ادا نہیں ہوا اور صرف قانونی قبضہ ایک عرصہ دراز سے مطابق قانون دنیوی چل رہا ہے، لہٰذا ایسا قبضہ بدستور باقی رکھنا جائز ہے یا بعد ادائیگی قیمت معاوضہ مالکان کو قبضہ کرنا جائز ہوگا،؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر یہ بیعنامہ ایسے شخص کے حق میں ہوا ہے کہ جو شرعاً بائع کا وارث بھی ہے تو یہ بیع بقیہ ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے وہ اجازت دینگے، تو نافذ ہو جائے گی، ورنہ نہیں، اگر یہ بیعنامہ کسی اجنبی کے حق میں ہوا ہے (یعنی جو شرعاً وارث نہیں) تو اس کا حکم یہ ہے کہ دیانت داری اور تجربہ کار آدمی اس چیز کی قیمت تجویز کریں، اور پھر دیکھیں کہ مشتری نے اس سے کس قدر کم ادا کی ہے، اگر وہ کمی بائع کے ایک ثلث ترکہ کی برابر یا اس سے کم ہو تب تو بیع صحیح ہوگی ورنہ اجازت ورثہ پر موقوف ہے، اگر ورثہ بالغ ہوں تو مشتری سے کہا جاوے گا کہ اس کی

E:\F.M.Fainal\Jild-24\13-Bai ke Mutaffarriq Masail

قیمت پوری ادا کرو، ورنہ بیع کو فسخ کردیا جائے گا[1] کیونکہ کہ یہ کمی وصیت کے حکم میں ہے۔

هكذا فى مرأة المجتبى ، ج ١ / ص ١٩١ /.[2]

(۲) بیع کی صحت وعدم صحت کا حکم جواب نمبر ۱ میں آچکا ہے، اگر خریدار بیع کو برقرار اوراس شئے کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے تو شرعاً اس کی وہی صورت ہے اس کے خلاف کرنا گناہ ہے اور معصیت ہے۔

(۳) اس کا جواب بھی نمبر ۱ سے ظاہر ہے۔

(۴) ایسا قبضہ ناجائز ہے یا مالکان کو قیمت ادا کردے یا ہبہ کرالے، اگر وہ بیع یا ہبہ پر رضامند نہ ہوں بلکہ اپنا مکان وغیرہ خالی کرانا چاہیں تو اپنا قبضہ اٹھانا اور مکان کو خالی کرنا واجب ہے، بلکہ پہلے اپنا قبضہ اٹھا کر مالک کے قبضہ میں دیدیا جاوے[3] اس کے بعد بیع یا ہبہ کی گفتگو کی جاوے تاکہ ان پر کسی قسم کا دباؤ نہ رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/محرم الحرام ۵۷ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/محرم ۵۷ھ

---

[1] إذا باع المريض فى مرض موته شيئا من ماله لاحد ورثته صار ذلک موقوفا على اجازة سائر الورثة فان اجازوا بعد موت المريض نفذ البيع وإلا فلا إذا باع المريض فى مرض موته شيئا من اجنبى بثمن المثل صح بيعه وإن باعه بدون ثمن المثل وسلم المبيع كان بيعه بيع محاباة يعتبر من ثلث ماله فان كان الثلث وافيا بها صح وإن كان الثلث لا يفى بها لزم المشترى اكمال ما نقص من ثمن المثل واعطاؤه للورثة فان فعل لزم البيع وإلا كان للورثة فسخه، شرح المجلة ص ٢١١، ٢٢٢ ج ١ رقم المادة ٣٩٣، ٣٩٤ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

[2] لم اجده.

[3] ويجب ردعين المغصوب لقوله عليه السلام على اليدماأخذ ت حتى ترد ولقوله عليه السلام لايحل لاحدكم ان ياخذ مال اخيه لاعبا ولا جاداً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع فضولی

سوال:۔ بکر کا کتب خانہ ہے اور خالد جو کہ بکر کے نزدیک معتبر مراہق قریب البلوغ لڑکا ہے، اس کو بٹھا کر بکر کسی کام کو گیا، زید کتب خانہ کے اندر آیا خریداری کی حیثیت سے بکر کی عدم موجودگی میں خالد نے کچھ کتابیں انتہائی کم قیمت کر کے دیدیں اور یہ کہا کہ میری کتابیں ہیں، اور زید قیمت خالد کو دے کر چلا آیا، اب بکر تو موجود ہے، لیکن خالد نہیں، آیا وہ کتاب زید کو خریدنا درست نہیں، جبکہ صاف صریح دلالت اس بات پر ہے کہ یہ کتابیں بکر کی ہیں، اور وہ جھوٹ بول کر اپنا کام لینا چاہ رہا ہے، اب زید کیا کرے، آیا بکر وہ کتابیں دکھانے کے بعد قیمت طے کرائے یا صدقہ کردے یا اپنے پاس رکھے مالک کی حیثیت سے

الجواب حامداً ومصلیاً

بکر نے خالد کو اپنی کتابوں کے فروخت کرنے کا وکیل نہیں بنایا تو یہ بیع، بیع فضولی ہوئی ہے، جو کہ بکر کی اجازت پر موقوف ہے براہِ راست بکر سے معاملہ کرے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۸/۶۲ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) وان اخذه فليرده عليه زيلعي وظاهره ان رد العين هوالواجب الاصلي وهوالصحيح .شامي كراچي ،ج٦/ص١٨٢/مطبع زكريا ديوبند ،ج٩/ص،٢٦٦/ كتاب الغصب، مطلب فى رد المغصوب الخ، تبيين الحقائق ص٢٢٢ ج٥ كتاب الغصب، مطبوعه امداديه ملتان بحر كوئٹه ص١٠٩ ج٨ كتاب الغصب.

(**صفحه هذا**) [1] هومن يتصرف فى حق غيره بغير اذن شرعي وله مجيز حال وقوعه انعقد موقوفاً درمختار مع الشامي كراچي ١٠٦-١٠٧/ج٥/باب البيع الفاسد،فصل فى الفضولي، مجمع الأنهر ص١٣٤ ج٣ كتاب البيوع، فصل فى بيع الفضولي، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص٤٩٠ ج٣ كتاب البيوع، فصل فى بيع الفضولي، طبع بيروت.

ٹیکس دینے سے نقصان ہو تو کیا کرے

سوال:۔ میں تجارت کرتا ہوں اسی تجارت کو دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں میں پورا ٹیکس ادا کرتا ہوں دوسرے لوگ ٹیکس کو پورا ادا نہیں کرتے مجھ کو نقصان ہوتا ہے، غیر کو فائدہ مجھے ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ دیانت داری کے ساتھ تجارت کرتے رہیں، کسی کا حق اپنے ذمہ باقی نہ رہنے دیں جسکا حق آپ کے ذمہ ہو اس کو پورا پورا ادا کر دیں[1] اور جو نقصان ہو تقدیر پر صابر وشاکر رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ٹیکس سے بچنے کے لئے دو حساب رکھنا

سوال:۔ ہماری دوکان کے دو حساب رہتے ہیں، ایک صحیح ایک غلط پہلا اپنے پاس رکھا جاتا ہے، اور دوسرا سرکار کو دیا جاتا ہے، تو کیا جائز ہے کہ جب یہ سب غیر شرعی ٹیکسوں سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے، جو سرکار کی طرف سے عائد ہوتے ہیں مثلاً عام طور پر دوکاندار اس طرح حساب رکھتے ہیں اس میں کچھ گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹ حرام ہے ظلم سے تحفظ کے لئے جائز تدبیر کرنا درست ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۹۰ھ

---

[1] قال تعالیٰ ان اللّٰہ یأمرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الی اھلھا، (النساء پارہ ۵/ آیت ۵۸) **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

ٹیکس سے بچنے کیلئے خریداری کی ایک صورت

سوال:۔ چونکہ مال خریدنے پر حکومت ٹیکس لیتی ہے زید اس ٹیکس سے بچنے کے لئے حکومت کو اطلاع کئے بغیر مال خریدتا ہے، بیچتا ہے، کیا اس طرح مال لاکر بیچ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک کو اپنی ملک بیچنا اور جہاں سے دل چاہے خرید کرنا سب درست ہے[1]، مگر قانون کے خلاف کرکے عزت کو خطرہ میں ڈالنا خلاف دانشمندی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۷ھ

بیع سے پہلے کرایہ وصول کرنا

سوال:۔ ۱۹۳۸ء میں ہندہ نے اپنا مکان ہبہ زید کے نام کردیا، رجسٹری کراکر اس

(بقیہ اگلے صفحہ پر) **ترجمہ**: بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو انکے حقوق پہنچادیا کرو(بیان القرآن)

[2] الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لأن عین الکذب حرام. درمختار علی الشامی، ج۹/ص۲۱۲/(مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۲۲۱ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف یشاء. بیضاوی شریف، ج۱/ص۷/ تحت قوله تعالیٰ مالک یوم الدین سورة الفاتحة، مطبوعه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ج۱ رقم المادة (۱۱۹۲)، الکتاب العاشر فی انواع الشرکة، الباب الثالث، الفصل الأول فی أحکام الأملاک، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند

کے حوالہ کر دی چنانچہ زید اس مکان میں رہنے لگا، پھر بیس سال کے بعد یعنی ۱۹۵۸ء میں ہندہ نے زید سے ناراض ہو کر موہوبہ مکان کو ہبہ نامہ رد کرا کر مسجد کے نام رجسٹری کرادی، زید نے ۱۹۶۴ء میں آ کر مکان کو حارث کے نام پر ایک ہزار روپیہ میں فروخت کر دیا، اس فروخت کی کیفیت سن کر مسجد کے متولی نے زید سے کہا کہ میں تجھے ایک ہزار روپیہ دیتا ہوں، تو اپنے اس مکان کو خالی کر کے میرے حوالہ کر دے، چنانچہ زید نے متولی کے اس قول کو تسلیم کرلیا، متولی نے قیس سے ایک ہزار روپیہ لے کر زید کو دیدیا، زید نے مکان خالی کر کے متولی کے حوالہ کر دیا، اور متولی نے قیس کو کرایہ پر اس مکان کو دیدیا، قیس کرایہ برابر دیتا رہا، حارث نے منصف کورٹ کے ذریعہ قیس پر دعویٰ کر دیا، متولی اور قیس دونوں نے مل کر منصف کورٹ میں دعویٰ کیا کہ یہ مکان مسجد ہی کی ملک پر ہے، کورٹ کے منصف نے قیس کو حکم دیا کہ گھر خالی کر کے حارث کے حوالہ کر دیا جائے، کیونکہ مذکورہ مکان مسجد کی ملک نہیں ہے، بلکہ زید کا ہے، زید نے جب حارث کو دیدیا، تو اب حارث اسکا مالک ہو گیا، پھر قیس اور متولی دونوں نے دعویٰ جج کورٹ میں کیا کہ مکان مسجد ہی کا ہے زید کا نہیں ہے، پھر جج کورٹ نے بھی یہی فیصلہ کر دیا، کہ مکان زید کا ہے مسجد کا نہیں ہے، قیس نے مکان خالی کر کے حارث کے حوالہ کر دیا

عدالت کی طرف سے فیصلہ ہونے تک قیس کرایہ نامہ کی تحریر کے مطابق ماہانہ کرایہ ادا کرتا رہا، اور قیس ہی نے دونوں کورٹ کے تمام اخراجات برداشت کئے، جبکہ کورٹ نے گھر خالی کر کے حارث کے حوالہ کرنے کے لئے فیصلہ کر دیا، تو اسکے مطابق قیس نے گھر خالی کر کے حارث کے حوالہ کر دیا، اس کے بعد سے حارث کے پاس ہے، اس کے بعد حارث کے پاس سے قیس کی بیوی نے اس مکان کو خریدلیا، اور بذریعہ کورٹ اس مکان کو قیس کی بیوی کے حوالہ کر دیا گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ مکان مذکورہ زید کی ملکیت ثابت ہونے سے پہلے قیس نے جو کرایہ نامہ لکھ کر دیا تھا، اس کے متعلق متولی زبردستی کرایہ وصول کرنا چاہتے ہیں، مسجد والوں

کا قیس سے کرایہ کا مطالبہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اس کے شرعی احکام کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندہ نے جب مکان اپنے بیٹے زید کو ہبہ کردیا اور رجسٹری کر کے اس کے حوالہ کردیا یعنی اپنا قبضہ ختم کر کے بیٹے کا قبضہ کرادیا، تو وہ ہبہ بالکل مکمل ہوگیا اور مکان زید کی ملکیت میں آ گیا، پھر ہندہ نے ناراض ہوکر اس کو مسجد کے نام کردیا، تو یہ مسجد میں دینا صحیح نہیں ہوا، بلکہ بدستور زید ہی کی ملکیت میں رہا،[1] پھر جب زید نے اس مکان کو حارث کے نام فروخت کردیا تو وہ مکان حارث کا ہوگیا،[2] اس کے بعد جب متولی نے زید سے ایک ہزار روپیہ میں لیا تو زید کو اس کے فروخت کرنے کا حق نہیں تھا،[3] لیکن اگر حارث نے اپنا معاملہ ختم کر کے زید کو اجازت دیدی اور زید نے وہ مکان متولی کے حوالہ کردیا اور حارث نے اپنا قبضہ ختم کردیا، تو پھر یہ بیع درست ہوگئی، اور متولی کا قیس کو کرایہ پر دینا بھی صحیح ہوگیا، اگر حارث نے

---

[1] من وهب لاصوله وفروعه او لاخيه او اخته او لاولادهما او لعمه او لعمته او لخاله او لخالته شيئاً فليس له الرجوع شرح المجلة ص۴۷۲ ج۱ المادة ۸۶۶ الباب الثالث فی احکام الهبة، هدایه ص۲۹۰ ج۳ باب ما یصلح رجوعه وما لایصح، مکتبه تهانوی دیوبند، اتحاد بکڈپو دیوبند، ولایتم حکم الهبة الا مقبوضة (عالمگیری، کوئٹه، ص۳۷۷/ ج۴/ کتاب الهبة، الباب الثانی) واما حکمها فثبوت الملک للموهوب له (عالمگیری، کوئٹه، ص۳۷۴ ج۴ کتاب الهبة، الباب الاول)

[2] واما حکمه فثبوت الملک فی المبیع للمشتری (الهندیه، کوئٹه ، ص۳/ ج۳/ کتاب البیوع ،الباب الاول، شامی کراچی ص۵۰۶ ج۴ کتاب البیوع، البحر کوئٹه ص۲۵۸ ج۵ کتاب البیوع.

[3] ومنها (ای شرائط الانعقاد) فی المبیع وهو ان یکون موجوداً وان یکون مملوکا فی نفسه وان یکون ملک البائع فیما یبیعه لنفسه (هندیه ،کوئٹه،ص،۲/ ج۳/ کتاب البیوع ،الباب الاول، الدر المنتقیٰ ص۵ ج۴ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص۲۵۹ ج۵ کتاب البیوع)

اپنا معاملہ ختم نہیں کیا اور زید نے بغیر اسکی اجازت کے متولی کے ہاتھ فروخت کردیا تو یہ بیع صحیح نہیں ہوئی، حارث بدستور مالک ہے، پھر حارث سے قیس کی بیوی نے خرید لیا تو وہ مالک ہوگئی، مسجد والوں نے جو روپیہ غلط طریقہ پر جمع کیا ہے، اس کے وہ ذمہ دار ہیں، جب وہ مکان مسجد کا نہیں تھا تو قیس سے کرایہ بحق مسجد وصول کرنا درست نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ　//　//

---

[1] ومنها الملک والولایة فلاتنفذ اجارة الفضولی لعدم الملک والولایة (هندیه، کوئٹه، ص ۴۱۰/ج ۴/ کتاب الاجارة، الباب الاول).

باب اول: مسائل سود

سود کسے کہتے ہیں

سوال:۔کیسا نفع سود کہلاتا ہے، اور سود کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زیادتی بلا معاوضہ حاصل ہو وہ سود ہے[1]، جیسے ایک من گندم دے کر ایک من ایک سیر گندم لینا، دس تولہ چاندی دے کر گیارہ تولہ چاندی لینا، پانچ تولہ سونا دیکر ساڑھے پانچ تولہ سونا لینا، سو روپئے دے کر ایک سو پانچ روپیہ لینا وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند ۲۹/۱/۸۸ھ

بینک کے سود کا مصرف

سوال:۔ بینک یا ڈاکخانہ میں پبلک اپنی آمدنی کی پس انداز رقم رکھتے ہیں، اس جمع رقم پر جو فاضل رقم (جس کو سود کہتے ہیں) دیجاتی ہے از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اسے چھوڑ دیا جائے، یا لیکر صدقہ کر دیا جائے، جواب بالدلیل مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن حضرات علماء کے نزدیک دار الحرب میں حربی سے سود لینا درست ہے انکے نزدیک اس فاضل رقم کو خود استعمال کرنا بھی درست ہے، اور جنکے نزدیک درست نہیں، انکے نزدیک

---

[1] وشرعاً فضل خال عن عوض بمعیار شرعی مشروط لاحد المتعاقدین فی المعاوضة. الدر المختار علی الشامی ص۱۶۸/ج۵/ مطبع کراچی، مطبوعه زکریا ص۳۹۸/ج۷/ ونعمانیه ص۱۷۶/ج۴/ باب الربا، کتاب البیوع، بحر ص۱۲۴ ج۶، باب الربا، مطبوعه کوئٹه، ملتقی الابحر ص۱۱۹ ج۳ باب الربا، دار الکتب العلمیة بیروت.

خود استعمال کرنا بھی درست نہیں، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ بینک یا ڈاکخانہ میں کوئی رقم جمع ہی نہ کی جائے، اگر جمع کردی ہے تو فاضل رقم وہاں سے وصول کر کے غرباء کو دیدی جائے، اس نیت سے کہ اللہ پاک اسکے وبال سے محفوظ رکھے، یہی احوط ہے، اگر سرکاری محکمہ سے سود کی رقم حاصل ہوئی تو اس کو غیر واجبی ٹیکس میں ادا کرنا بھی درست ہے۔[1] بلکہ صدقہ سے مقدم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:۔ بینک کا سود اگر کوئی شخص لینے کو تیار نہ ہو تو بھی حکومت زبردستی دیتی ہے، تو اس کو لینا حکومت کے قوانین کے مطابق ضروری ہے یا نہیں، دریں صورت کیا کرنا چاہئے اس کا مصرف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سرکاری بینک سے حاصل شدہ سود کی رقم غیر واجبی ٹیکس میں سرکار ہی کو دیدیجائے،[2] یا پھر محتاج غرباء کو دیدے ثواب کی نیت نہ کرے[3] (کذافی رد المحتار کتاب الزکوٰۃ وکتاب

---

[1] صرح الفقهاء بان من اكتسب مالاً بغير عقد فاما ان يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة الى قوله ففي جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن ان اخذه من غير عقدلم يملكه ويجب عليه ان يرده علىٰ مالكه ان وجد المالک والا ففي جميع الصور يجب عليه ان يتصدق الخ، بذل المجهود ص۳۷/ ج۱/ باب فرض الوضو، مطبوعه يحيوى سهارنپور، شامی کراچی ص۹۹/ ج۵/ مطبوعه زكريا ديوبند ص۳۰۱/ ج۷/ باب البيع الفاسد، مطلب فى من ورث مالاً حراماً، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم الخ شامی کراچی، ص۹۹/ ج۵/ مطبع زكريا ديوبند، ص۳۰۱/ ج۷/ باب بيع الفاسد مطلب فيمن ورث مالا حراماً، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] رجل دفع الى فقير من المال الحرام شيئاً يرجوبه الثواب يكفر الخ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

البیوع وکتاب الغصب، وکتاب الحظر والاباحۃ) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حکومت کے سودی قرضے اور بینکوں کے سود کا شرعی حکم

سوال:۔حکوت کے ترقیاتی منصوبوں میں ہندوستانی عوام کی خوش حالی اورفلاح وبہبود کے لئے بہت سے شعبے قائم کئے گئے ہیں، جس کے ذریعہ حسب ضرورت ومصلحت طویل المیعاد قرضے دیئے جاتے ہیں، اور برائے نام سود لیا جاتا ہے۔

چھوٹی انڈسٹریوں سے لیکر بڑی بڑی فیکٹریوں پلانوں تک میں حکومت قرض دیتی ہے، اس سے غیر مسلم حضرات خاطر خواہ فائدہ اٹھارہے ہیں، اوردن بدن اقتصادی میدان میں ترقی کرتے چلے جارہے ہیں، مسلمانوں کواس قرضے کے لینے میں دشواری یہ ہے کہ اس میں سود دینا پڑتا ہے، نیز آج کل لین دین اورتجارتی معاملات بڑی حدتک سودی طور پر چل رہے ہیں، کیونکہ آج کل تجارت کا انحصار بڑی حدتک بینکوں پر ہے، جوتمام کے تمام سودی کاروبار پر مبنی ہیں، اگر مسلمان حکومت سے قرض لیکر اقتصادی میدان میں آگے بڑھنے کی سعی کرتے ہیں تو قرآن کی آیات حرمت سود ان کا دامن روکتی ہیں، اوراگر اس سے بچنے کی سعی کرتے ہیں، تو اقتصادی میدان میں وہ بچھڑے جاتے ہیں، وقت کا اہم سوال یہ ہے کہ انہیں ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے ڈربن سے مسٹر احمد صاحب نے اسی قسم کا ایک سوال مرتب کرکے بطور استفسار ہندوستان کے علماء کی خدمت میں روانہ کیا ہے، حضرت اقدس مفتی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) شامی کراچی، ص ۲۹۱/ج۲/ مطبع زکریا ،ص ۲۱۹/ج۳/ نعمانیہ، ص۲۶/ج۲/ باب زکوٰۃ الغنم مطلب فی التصدق من المال الحرام)بذل المجھود ،ص ۳۷/ج۱/ کتاب الطھارۃ فصل فی فرض الوضوء، مطبوعہ یحیوی سھارنپور وشامی زکریا، ص۵۵۴/ ج ۹/ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع، شامی کراچی ص ۹۹ ج۵ باب البیع الفاسد مطلب فی من ورث مالاًحراماً وشامی کراچی ص ۱۸۹ ج۶ کتاب الغصب.

صاحبؒ نے اس کا جواب بڑی تفصیل سے دیا ہے، ہم اس جواب کو من وعن شائع کر رہے ہیں، انشاء اللہ ہندوستانی مسلمانوں کو اس جواب سے بڑی روشنی حاصل ہوگی؟

الجواب حامداًومصلیاً

سود کی حرمت فروعی اور استنباطی نہیں، بلکہ منصوص اور قطعی ہے، "وحرم الربوٰ[1]" اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔

تحریم ربوٰ نازل ہونے پر بقایا سود کے وصول کرنے کی بھی ممانعت کر دی گئی، بلکہ اس کو بمنزلہ شرط ایمان قرار دیا گیا۔

وذروامابقی من الربوٰ ان کنتم مومنین۔[2] سود کا بقایا چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ (بیان القرآن)

جو لوگ سود لینے سے باز نہ آئیں ان کے لئے اعلان جنگ ہے:۔

فان لم تفعلوا فأذنوابحرب من اللّٰه ورسوله۔[3] اگر تم نے ایسا نہ کیا (سود کا بقایا نہ چھوڑا) تو اللہ اور رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے

سودخور کے حشر کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

الذین یاکلون الربوٰ لایقومون الاکما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس.[4] جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے روز اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو۔

سودخور کے لئے سخت وعید ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ،نمبر ۲۷۵/.

[2] سورۂ بقرہ آیت ۲۷۸/ پارہ ۳/

[3] سورہ بقرہ آیت ۲۷۹/ پارہ ۳/

[4] سورہ ٔبقرہ آیت ۲۷۵.

یاایھاالذین اٰمنوالاتاکلوا الربوا اضعافاً مضاعفة واتقوا اللّٰہ لعکم تفلحون. واتقوالنار التی اعدت للکافرین.[۱]	اے ایمان والوں سوددرسود کرکے نہ کھاؤاور اللہ سے ڈرو،شایدتم فلاح پاؤ، اوراس آگ سے ڈروجوکافروں کے لئے تیارکی گئی ہے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں سب سے زیادہ خوفناک یہ آیت ہے، ”کان ابوحنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ یقول ھی اخوف آیة فی القرآن حیث اوعد اللّٰه المومنین بالنار المعدة للکافرین ان لم یتقوہ فی اجتناب محارمه اھ تفسیر مدارک التنزیل “۔[۲]

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں سب سے زیادہ خوفناک آیت آیت مذکورہ بالا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منومنین کودوزخ کی آگ کی دھمکی دی ہے، جودر حقیقت کافروں کے لئے ہے،اگرمومنین خدا سے نہ ڈرے،اس کی حرام کردہ چیز (سود) سے پرہیز کرنے میں۔

انسان کے بدن میں جوگوشت حرام مال سے پیدا ہووہ نارجہنم ہی کے لائق ہے،سودکا ایک درہم جان بوجھ کرلینا چھتیس دفعہ زنا کرنے سے بھی زیادہ شدید ہے۔

عن عبداللّٰه بن حنظلة رضی اللّٰه عنه غسیل الملائکة قا ل قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم درھم ربوٰ یاکله الرجل وھویعلم اشدمن ستة	حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول ﷺ نے فرمایا کہ دیدہ ودانستہ سودکاایک درہم (چار آنہ بھر) کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے

۱؎ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۲۹ – ۱۳۰ /پارہ ۴/

۲؎ تفسیر مدارک التنزیل ص ۲۸۲ /ج ۱/ مطبوعہ بمبئی، تفسیر خازن ص ۲۸۲ ج ۱، سورۂ آل عمران آیت ۱۲۹ .

وثلاثين زنية رواه احمد والدارقطني وروى البيهقي في شعب الايمان عن بن عباسؓ وزاد وقال من نبت لحمه من السحت فالنار اولیٰ به.[1] (مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۶)

زیادہ سخت ہے، اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس کا گوشت حرام غذا سے پرورش پایا ہے، وہ جہنم کے ہی زیادہ لائق ہے۔

سود لینے والے سود دینے والے، سود کا رقعہ لکھنے والے، سود کی گواہی دینے والے سب پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے، اور سب کو نفس گناہ میں برابر قرار دیا ہے۔

عن جابرؓ قال لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اٰكل الربوٰ وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء رواه مسلم مشكوٰة شريف، ص ۲۴۴ ر[2]

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، سود کھانیوالے سود دینے والے، اور سود کا رقعہ لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والوں پر اور فرمایا کہ یہ سب کے سب گناہ میں برابر ہیں۔

سود کے ستر اجزاء ہیں سب سے ہلکا جز وماں سے بدفعلی کرنے کے برابر ہے، سود سے مال بظاہر بڑھتا ہوا نظر آئے گا، مگر اس کا انجام قلت ہے۔

عن ابرهريرةؓ قا ل قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الربوٰسبعون جزءً ايسر هاان ينكح الرجل امه وعن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

حضرت ابر ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سود کے ستر درجے ہیں، ان میں سب سے ہلکا درجہ اپنی ماں کے ساتھ بدکای کرنے کے برابر ہے، اور حضرت ابن مسعودؓ سے مروی

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۶ / مطبوع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، باب الربا، الفصل الثالث،
[2] مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۴ / باب الربا، الفصل الاول،

ان الربوٰوان کثرفان عاقبته تصیر الیٰ قل رواهما ابن ماجةوالبیهقی فی شعب الایمان وروی احمد الاخیراھ۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶ [1]

ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سود سے اگرچہ مال بڑھتا مگر اس کا انجام قلت ہے۔

حرمت ربٰو کی آیت محکم ہے منسوخ نہیں، شبہ ربٰو سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

عن عمرؓ ابن الخطاب ان اٰخر ما نزلت اٰیة الربوٰ وان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قبض ولم یفسرها لنا فدعوالربوٰ الریبة رواہ ابن ماجة والدارمی ، اھ مشکوٰۃ،ص۲۴۶ [2]

حضرت عمرؓ سے مروی ہے (معاملات سے متعلق) سب سے آخری سود کی آیت ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایسے وقت ہوئی کہ سود کی (ہر ہر جزئیات کی تفصیل) نہیں بیان کی اسلئے سود کے ساتھ ساتھ جس میں سود کا شبہ بھی ہو اسے بھی چھوڑ دو،

قولهٗ آخرمانزلت اية الربوٰ یعنی هی ثابتة غیرمنسوخة لکن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قبض ولم یفسر بحیث یحیط بجمیع جزئیاتها وموادها فینبغی لکم ان تدعواالربوٰ ومایشتبه الامرفیه تورعاً واحتیاطاً هذا مایفهم من ظاهر سوق العبارة وقال الطیبی یعنی ان هذه الاٰیة ثابتة غیر منسوخة غیر مشتبهة فلذٰلک

عمر رضی اللہ عنہ کے قول آخر مانزلت کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت ثابت غیر منسوخ ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی، آپ ﷺ نے تمام جزئیات کو بطور احاطہ بیان نہیں فرمایا، اس لئے تمہارے لئے مناسب ہے کہ تم سود اورسود کے مشابہ تمام چیزیں تورع اور احتیاط کی وجہ سے چھوڑ دو ظاہر عبارت سے یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے، طیبی نے کہا کہ یہ

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶ / باب الربوٰ الفصل الثالث مطبوعه یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

[2] مشکوٰۃ شریف،ص۲۴۶/مطبوعہ یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند باب الربوٰ الفصل الثالث.

لم يفسر ها النبى صلى الله عليه وسلم فاجروها علىٰ ماهى عليه ولاترتابوا فيها واتركواالحيلة فى حل الربوا لمعات ومرقات.هامش مشكوٰة شريف، ص ۲۴۶/ ۱

آیت ثابت غیر منسوخ غیر مشتبہ ہے اسی وجہ سے نبی ﷺ نے اس کی تشریح نہیں فرمائی اس لئے تم لوگ اس کو اسکے ظاہری مفہوم پر جاری رکھو اور اس میں کچھ شک نہ کرو اور سود کے حلت کے سلسلہ میں حیلہ ترک کردو۔

مقروض اگر قرض کے دباؤ میں کوئی ہدیہ پیش کرے تو وہ ہدیہ بھی ربوٰ ہے، نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی!

عن ابى بردة بن ابى موسىٰ ؓ قال قدمت المدينة فلقيت عبدالله بن سلام فقال انک بارض فيها الربوٰ فاش فاذاكان لک على رجل حق فاهدىٰ اليک حمل تبن اوحمل شعير اوحبل قت فلاتاخذه فانه ربوٰ رواه البخارى اھ۔ مشكوٰة شريف، ص ۲۴۶/ ۳. ۲

حضرت ابوبردہؓ سے مروی ہے کہ میں مدینہ آیا اور حضرت عبداللہ ابن سلامؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عبداللہ ابن سلامؓ نے فرمایا کہ تم ایسے علاقہ میں رہتے ہو جس میں سود کا رواج بہت زیادہ ہے، پس اگر تمہارا کسی پر حق ہو اور وہ تمہیں ہدیہ میں بھوسہ یا جو کا گٹھر یا گھانس دے تو وہ بھی نہ لو کیونکہ وہ بھی سود ہے۔

ہدیہ مالی کے علاوہ بھی کسی اور منفعت کے قبول کرنے کی اجازت نہیں۔

عن انسؓ قال قال رسول الله عليه وسلم اذااقرض احدكم قرضاً

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی کسی کو قرض دے

---

۱ هامش مشكوٰة شريف، ص ۲۴۶/(مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند)

۲ مشكوٰة شريف ،ص ۲۴۶/ باب الربوٰ، مطبوعه ياسرنديم ديوبند،

فاهدى اليه اوحمله على الدابة فلا يركبها ولايقبلهاالاان يكون جرىٰ بينه وبينه قبل ذٰلک راوه ابن ماجه والبيهقى فى شعب الايمان مشكوٰة شريف، ص ۲۴۶ /[۱]	پس اس قرضخواہ کو اگر قرضدار کچھ ہدیہ دے یا اپنی سواری پر سوار کرائے تو نہ سوار ہو اور نہ اس ہدیہ کو قبول کرے، مگر یہ قرض سے پہلے ہدیہ وغیرہ کا لین دین جاری ہو۔

مسلمانان افریقہ کے جو حالات سوال میں درج ہیں ان کے مقابلہ میں ان مسلمانوں کے حالات زیادہ دردانگیز تھے، جن کو خطاب کر کے سود کو حرام قرار دیا گیا، اور سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں۔

وہ حضرات کفار کے قرضہ میں دبے ہوئے تھے، کفار ان کا خون چوس رہے تھے، حتی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبارہ غلام بنانے کی دھمکی دی گئی تھی، جس سے پریشان ہوکر انہوں نے مدینہ پاک سے مخفی طور پر قرض کی ادائیگی کا انتظام ہونے تک کے لئے باہر چلے جانے کا ارادہ کرلیا تھا،[۲] وہ حضرات پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، کئی کئی روز تک فاقہ کرتے تھے، بھوک کی وجہ سے غش کھا کر گر جاتے تھے،[۳] دو دو تین تین مہینے تک گھر میں آگ نہیں سلگتی

---

[۱] مشکوٰۃشریف، ص ۲۴۶ / (باب الربوٰ (مطبوعه یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند)

[۲] فاذا المشرک فى عصابة من التجار فلما رآنى قال يا حبشى قلت، يالبيه فتجهمنى وقال قولا عظيماً او غليظاً ...... قال انما بينک وبينه اربع ليال فاٰخذک بالذى لى عليک فانى لم اعطک الذى اعطيتک من كرامتک ولا من كرامة صاحبک وإنما اعطيتک لتصير لى عبداً الخ حياة الصحابة ص ۱۹۴ ج ۲ كيف كان نفقة النبى صلى اللّٰه عليه وسلم، مطبوعه حضرت نظام الدين دهلى، ابوداؤ شريف ص ۴۳۳ ج ۲ كتاب الخراج والفىء، باب فى المام يقبل هدايا لمشركين، مطبوعه سعد ديوبند،

[۳] اخرج احمد عن مجاهد أن ابا هريرة رضى اللّٰه عنه كان يقول واللّٰه ان كنت لأعتمد بكبدى على الأرض من الجوع وان كنت لأشد الحجر على بطنى من الجوع (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

تھی[۱] کپڑا ابھی پوری تن پوشی کے لئے موجود نہیں تھا، چادر ہے تو تہبند نہیں، تہبند ہے تو کرتا نہیں،[۲] نکاح کی خاطر مہر میں دینے کو لوہے کی انگوٹھی تک میسر نہیں آئی، صرف ایک لنگی بدن پر تھی، اسی میں سے آدھی لنگی مہر دینے پر آمادہ ہوئے[۳] بچوں کو بھوکا روتا ہوا دیکھ کر تین چار دانے کھجور حاصل کرنے کے لئے یہود کی مزدوری کرنا پڑی[۴] خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج مطہرات کے نفقہ کے لئے اپنی جہاد میں کام آنے والی زرہ یہودی کے پاس رہن

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الی قوله وأخرج ابن حبان فی صحیحه عن ابی هريرة رضی الله عنه قال اتت علی ثلاثة أيام لم اطعم، فجئت اريد الصفة فجعلت اسقط، فجعل الصبيان يقولون جنّ ابو هريرةؓ الخ حياة الصحابة ص۲۹۷،۲۹۸ ج۱ جوع ابی هريرةؓ، مطبوعه حضرت نظام الدين دهلی، ترمذی شريف ص۶۲ ج۲ ابواب الزهد باب ما جاء فی معيشة اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم، مطبوعه بلال ديوبند.

(صفحہ ہذا) [۱] عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها انها كانت تقول يا ابن اختی ان كنا لننظر الی الهلال، ثم الهلال ثم الهلال ثلاثة اهلة فی شهرين وما اوقد فی ابياتِ رسول الله صلی الله عليه وسلم نار الخ حياة الصحابة ص۲۸۸ ج۱ تحمل الجوع فی الدعوة الی الله الخ تحمل النبی صلی الله عليه وسلم الجوع، مطبوعه حضرت نظام الدين دهلی، بخاری شريف ص۹۵۶ ج۲ باب فضل الفقر، كتاب الرقاق مطبوعه اشرفی ديوبند.

[۲] عن ابی هريرة رضی الله عنه قال لقد رأيت سبعين من اصحاب الصفة ما منهم رجل عليه رداء اما ازار واما كساء قد ربطوا فی اعناقهم فمنها ما يبلغ نصف الساقين ومنها ما يبلغ الكعبين فيجمعه بيده كراهية ان ترى عورته، مشكوٰة شريف ص۴۴۷ باب فضل الفقر وما كان من عيش النبی صلی الله عليه وسلم مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۳] عن سهل بن سعدان رسول الله صلی الله عليه وسلم جائته امرأةٌ فقالت يا رسول الله انی وهبت نفسی لک فقامت طويلاً فقام رجل فقال يا رسول الله زوّجنيها ان لم تكن لک فيها حاجة فقال هل عندک من شیء تُصْدِقُها، قال ما عندی الا ازاری الحديث مشكوٰة شريف ص۲۷۷، كتاب النكاح، باب الصداق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۴] وأخرج الطبرانی باسناد حسن، عن فاطمة رضی الله عنها (بقیہ اگلے صفحہ پر)

رکھنے کی نوبت آئی،[۱] اسی حال میں آپ کا وصال ہوا،[۲] ان حالات کے باوجود ان حضرات کو کفار کے مال و دولت کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے کو بھی منع فرمادیا گیا۔

ولاتمدن عینیک الیٰ ماامتعنا به ازواجاً منهم زهرة الحیوٰة الدنیا لنفتنهم فیه ورزق ربک خیر وابقیٰ. الایة.[۳]

اور ہرگز آنکھیں اٹھا کر بھی آپ ان چیزوں کی طرف نہ دیکھیں جن سے ہم نے ان (دنیاوالوں) کے مختلف گروہونکو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے، وہ سب کچھ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ اس سے بدر جہاں بہتر اور پائیدار ہے۔

نیز ارشاد ہوا:۔

ولولاان یکون الناس امة واحدة لجعلنالمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفاً من فضة ومعارج

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہوجاویں گے، تو جو خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے لئے بھی ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی

(*گذشتہ صفحہ کا حاشیہ*) ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اتاها یوماً فقال این ابنای، یعنی حسنا وحسینا رضی الله عنهما قالت اصبحنا ولیس فی بیتنا شیء یذوقه ذائق فقال علی رضی الله عنه اذهب بهما فانی اتخوف ان یبکیا علیک ولیس عندک شیء فذهب الی فلان الیهودی، فتوجه الیه النبی صلی الله علیه وسلم فوجدهما یلعبان فی شربة بین ایدیهما فضل من تمر الخ حیاة الصحابة ص۲۹۳ ج۱ جوعه صلی الله علیه وسلم جوع اهل بیته وابی بکر وعمر رضی الله عنهما، مطبوعه دهلی.

(صفحه هذا) ۱؎ عن عائشةؓ قالت اشتری رسول الله صلی الله علیه وسلم طعاماً من یهودی الیٰ اجل ورهنه درعا له من حدید مشکوٰة شریف ص۲۵۰، باب السلم والرهن، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

۲؎ عن عائشةؓ قالت ما شبع اٰل محمد من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم، مشکوٰة شریف ص۴۴۶ باب فضل الفقر الخ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

۳؎ سورۂ طٰهٰ پاره ۱۶/آیت ۱۳۱/.

علیها یظهرون. ولبیوتهم ابواباً وسرداً علیها یتکئون وزخرفاً وان کل ذٰلک لمتاع الحیٰوۃ الدنیا، والاٰخرۃ عند ربک للمتقین[1]	کر دیتے ، اور زینے بھی جن پر چڑھا کرتے اور ان کے گھروں کے کواڑ بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں، اور سونے کے بھی اور یہ سب کچھ بھی نہیں صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی اور آخرت آپ کے پروردگار کے ہاں خداترسوں کے لئے ہے۔

مال میں کفار کی حرص کو قرآن پاک نے منع فرمایا ہے، مگر اسی کو آج مسلمان بار بار للچائی ہوئی نظریں اٹھا کر دیکھتا ہے، اور ان ہی کی روش پر چلنا یا چلنے کے لئے، راستہ تلاش کرتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ بھی اسی منزل پر پہنچے گا، جس منزل پر وہ پہنچے۔

سودی کاروبار کے ذریعہ سے نہ مسلمان کا مال ترقی کر سکتا ہے ، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:۔

ان الربوٰ وان کثر فان عاقبته تصیر الیٰ قل اھ[2]	سودخواہ کتنا ہی زیادہ ہو اس کا انجام کار قلت ہے۔

نہ مال محفوظ رہ سکتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے "**یمحق اللّٰه الربوا**[3]"، اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتے ہیں۔

لہٰذا سودی کاربار کو مال مسلم کی حفاظت یا ترقی کا ذریعہ تجویز کرنا نصوص قرآن وحدیث کا مقابلہ کرنا ہے، مسلمان کی کامیابی اور ترقی حرام وحلال کی تمیز کے بغیر مال جمع کرنے اور تجارت کو فروغ دینے میں ہرگز نہیں، بلکہ اس کی ترقی اور کامیابی احکام شریعت کی پابندی

[1] سورۂ زخرف پارہ ۲۵/آیت ۳۳/۔

[2] **مشکوٰۃ شریف ،ص ۲۴۶/باب الربا، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،**

[3] سورہ بقرہ آیت ۲۷۶/۔

میں ہے، حرام اور لعنت کے کاموں سے پوری طرح پرہیز کرنے میں ہے۔

دینی اور مذہبی اداروں کو اگر حرام مال سے چلایا جائے گا تو ان سے ایسے لوگ تیار ہوکر نکلیں گے جو خود بھی حرام وحلال کی تمیز سے بے بہرہ ہوں گے، اور قوم کو حرام سے روکنے کا جذبہ بھی ان میں نہیں ہوگا، اسی طرح ایسے لوگوں کو تیار کرنا ظاہر ہے کہ کوئی دینی خدمت نہیں، جس سے رضاء خداوندی میسر آسکے، جو کہ مسلمان کی خلقت کا اصل مقصد ہے۔

جب عام معاشرہ بگڑ چکا ہو غیر قومیں حرام مال سے ترقی کی راہ پر گامزن ہوں، تو علماء کا یہ کام نہیں کہ مسلمانوں کے لئے بھی جواز کی راہ نکال کر ان غیر قوموں کے اتباع کا فتویٰ دیدیں بلکہ ان کی ذمہ داری ہے کہ رضاء خداوندی اور ابدی انعامات کا پورا نقشہ قوم کے سامنے اخلاص وقوت کے ساتھ پیش کریں، متعین طور پر بلا کسی تذبذب کے حکم خداوندی سناویں۔

اگر کوئی شخص مستأمن وغیرہ مخصوص حالات میں کسی بلا میں گرفتار ہوجائے اور اس کے لئے شرعی اسباب کے پیش نظر کسی قول پر کوئی گنجائش نکل سکتی ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کو عام ضابطہ بنا کر منہی عنہ کو ختم کردیا جائے۔

هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه ولا تتبعواالسبل. (الایة)[1]	یہ میرا سیدھا راستہ ہے، پس اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر مت چلو۔
ولاتتبعوا خطوٰت الشیطٰن[2]	شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔

اگر بگڑے ہوئے معاشرے اور دیگر اقوام کی ترقیات سے متأثر ہوکر مسلمان کے لئے حرام کی راہیں کھول دیں تو اس کا انجام بہت خطرناک ہے۔

علماء بنی اسرائیل نے اول قوم کو معاصی سے روکا وہ نہیں رکی تو روکنا چھوڑ دیا، اور

---

[1] سورۂ انعام پارہ ۸/ آیت ۱۵۴/۔

[2] سورۂ بقرہ آیت ۱۶۸.

معاشرہ میں قوم کے ساتھ شریک ہوگئے، تو سب پر لعنت کی گئی۔

عن عبداللّٰہ ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ لما وقعت بنواسرائیل فی المعاصی فنھتھم علمائھم فلم ینتھوافجالسوھم فی مجالسھم واٰکلوھم وشاربوھم فضرب اللّٰہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علیٰ لسان داؤد وعیسیٰ ابن مریم ذٰلک بماعصوا وکانوا یعتدون قال فجلس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وکان متکاً فقال لاوالذی نفسی بیدہ حتیٰ تاطر وھم اطرا. رواہ الترمذی وابوداؤد وفی روایۃ قال کلا واللّٰہ لتأمرون بالمعروف ولتنھون عن المنکرولتأخذن علیٰ یدی الظالم ولتاطرنہ علیٰ الحق اطراً ولتقصرنہ قصرا او لیضربن اللّٰہ بعضکم علیٰ بعض ثم لیلعنکم کما لعنھم اھ مشکوٰۃ شریف، ص ۴۳۸[1]

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بنی اسرائیل معاصی میں مبتلا ہوئے، تو علماء نے پہلے تو ان کو روکا، لیکن وہ نہیں رُکے، مگر اس حال میں بھی ان کی مجلسوں میں اٹھتے بیٹھتے رہے، اوران کے ساتھ کھاتے پیتے رہے، پس اللہ تعالیٰ نے بعض کے دلوں کو بعض کے ساتھ ملادیا اور عیسیٰ ابن مریم اور داؤد علیہما السلام کے ذریعہ ان پر لعنت بھیجی، اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کر گئے تھے، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا حضور (ﷺ) ٹیک لگائے تھے، اٹھ کے بیٹھ گئے، اورفرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہاں تک کہ تم ان کو حق کی طرف مائل کرو۔

حرام کا دروازہ کھولدینے پر کیا کیا لعنت نازل ہوگی، اگر طبقہ وارانہ کشاکش اور

---

[1] مشکوٰۃ شریف ،ص ۴۳۸/ (مطبوعہ یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند) باب الامر بالمعروف.

تباغض وتحاسد پیدا ہوتو اس سے بچانے کی یہ صورت نہیں کہ حرام کا دروازہ کھولدیا جائے، بلکہ اس کی صورت یہ ہوگی، کہ نصوص قرآنی اور احادیث نبوی کی زیادہ سے زیادہ تلقین کی جائے۔

ولاتتمنواما فضل اللّٰه به بعضکم علیٰ بعض۔[۱]

اللہ نے بعض کو بعضوں پر جو فضیلت دی ہے، اس کی تمنا نہ کرو اور آپس میں حسد، بغض، اور

ولاتحاسدوا ولاتباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباداللّٰه اخوانا وفی روایة ولاتنافسوا متفق علیه اھ. (مشکوٰة شریف، ص ۴۲۷۔[۲]

ایک دوسرے کی غیبت مت کرو، اورسب لوگ بھائی بھائی بنکر رہو اور ایک روایت میں ہے کہ (دنیا میں) ایک دوسرے پر بڑھنے کی حرص مت کرو۔

سرمایہ دار طبقہ کو ایثار و ہمدری سکھائی جائے۔

عن ابن مسعودؓ قال سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول لیس المؤمن الذی یشبع وجاره جائع الیٰ جنبه اھ. مشکوٰة شریف، ص ۴۲۴۔[۳]

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ مؤمن کامل ہی نہیں، جو خود تو پیٹ بھرے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

عن جریربن عبداللّٰه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لایرحم اللّٰه من لایرحم الناس. متفق علیه. مشکوٰةشریف، ص۴۲۱۔[۴]

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگوں پر رحم نہ کرے اللہ اس پر رحم نہیں فرماتا

---

[۱] سورۂ نساء آیت ۳۲.

[۲] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۷، (مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند) باب ماینهیٰ عنه من التهاجر الخ

[۳] مشکوٰة شریف، ص ۴۲۴، (باب الشفقة والرحمة علی الخلق)

[۴] مشکوٰة شریف، ص ۴۲۱ (مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند) باب الشفقة والرحمة علی الخلق.

غریب طبقہ کو صبر وقناعت کا سبق دیا جائے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عمومی حالات زندگی سنائے جائیں۔

عن عائشة رضی اللّٰه عنه قالت ماشبع اٰل محمد من خبز الشعير يومين متتابعين حتیٰ قبض رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم. متفق عليه اھ مشكوٰة شريف.[۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لگاتار دو دن تک جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ حضور ﷺ نے وفات پائی۔

عن عمرؓ قا ل دخلت علیٰ رسول اللّٰه صلی ا للّٰه عليه وسلم فاذا هومضطجع علیٰ رمال حصير ليس بينه وبينه فراش قداثر الرمال بجنبه متكأ علیٰ وسادة من ادم حشوها ليف قلت يارسول اللّٰه ادع اللّٰه فليوسع علیٰ ا متک فان فارس والروم قد وسع عليهم وهم لايعبدون اللّٰه فقال اوفی هذا انت يابن الخطاب اولآئک قوم عجلت لهم طيبا تهم فی الحيوٰ الدنيا وفی رواية اماترضیٰ ان يكون لهم الدنيا ولنا الاٰخرة. متفق عليه[۲]

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، جس پر کوئی بستر بچھا ہوا نہیں تھا، جس سے آپ کے پہلو شریف میں چٹائی کے نشان بن گئے (جیسا کہ عموماً چٹائی وغیرہ پر بیٹھنے یا لیٹنے سے ہوتا ہے) اور چمڑہ کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اس پر آپ ﷺ تکیہ لگائے تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ دعا فرمایئے کہ اللہ آپ کی امت (مسلمانوں) پر وسعت فرمادے۔ روم اور فارس جو اللہ کی عبادت نہیں کرتے ان پر دنیا کس قدر کشادہ ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب کیا تم بھی اس خیال میں ہو، ان کیلئے دنیا کی زندگی ہی میں مرغوبات دیدی گئی ہیں، کیا تم اس پر راضی نہیں، کہ ان کے لئے دنیا ہے، اور ہمارے لئے آخرت۔

[۱] مشكوٰة شريف ص ۴۴۶، باب فضل الفقراء وما كان من عيش النبیؐ، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عن ابی ہریرةؓ قال لقد رأیت سبعین من اصحاب الصفة مامنهم رجل علیه رداء اما ازار واما کساء قد ربطوافی اعناقهم فمنها مایبلغ نصف الساقین ومنها مایبلغ الکعبین فیجمعه بیده کراهة ان تریٰ عورته. رواه البخاری، اھ۔
(مشکوٰة شریف، ص۴۴۷)[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے ستر صحابہ کو دیکھا ان کے پاس کوئی چادر نہیں تھی، اگر ازار یا کملیاں تھی تو اس کی یہ حالت تھی کہ وہ اس کو گلے میں باندھ لیتے تو کسی صحابی کا کپڑا نصف پنڈلی تک ہوتا اور کسی کا ٹخنہ تک وہ عامۃً اسے اپنے ہاتھ سے پکڑے رہتے کہ کہیں کشف عورت نہ ہوجائے۔

عن قتادة ابن النعمان رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم قال اذااحب اللّٰه عبداً حماه الدنیا کما یظل احدکم یحمیٰ سقیمه الماء رواه الترمذی واحمد اھ۔
(مشکوٰة شریف، ص۴۴۸)[2]

حضرت قتادہ ابن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو دنیا سے ایسے بچاتے ہیں جیسے تم اپنے بیمار کو پانی سے۔

عن علیؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من رضی من اللّٰه بالیسیر من الرزق رضی اللّٰه عنه بالقلیل من العمل۔[3]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تھوڑے رزق پر اللہ سے راضی رہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کے تھوڑے عمل سے راضی رہیں گے۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] مشکوٰة شریف، ص ۴۴۷/باب فضل الفقراء الخ.
(صفحہ ہٰذا) [1] مشکوٰة شریف، ص۴۴۷/مطبوعہ دارالکتاب دیوبند باب فضل الفقراء الخ. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عن ابن عباسؓ قال قال رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من جاع اواحتاج فکتمہ الناس کان حقا علیٰ اللّٰہ ان یرزقہ رزق سنۃ من حلال رواھما البیھقی فی شعب الایمان ۱؎

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھوکا ہو یا کوئی حاجت مند ہو اور وہ لوگوں پر ظاہر نہ کرے، تو اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ ایک سال کا حلال رزق اس کے لئے مقدر فرمادیں (حاجت ظاہر نہ کرنے کی برکت سے)

عن عمران بن حصینؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ یحب عبدہ المؤمن الفقیر المتعفف بالعیال. رواہ ابن ماجہ اھ مشکوٰۃ شریف، ص۴۴۹ / ۲؎

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے مومن بندہ کو پسند کرتے ہیں جو فقیر ہو، عفیف اور بال بچوں والا ہو۔

اسی طرح تعلیمات نبویہ عام ہوسکتی ہے، اور امت مسلمہ کا طغرائے امتیاز باقی رہ سکتا ہے، جس کے باقی رکھنے کی زیادہ ذمہ داری علماء کے سر ہے، اگر دور حاضر کے سیل رواں میں بہنا شرع کردیا تو یہ امت اپنا تاج افتخار مغربی اقوام کے قدموں پر نثار کر کے ان ہی اقوام میں منضم ہوجائے گی، اور سخت قسم کا خسارہ اٹھائے گی، اور اس طرز عمل سے ملت اسلامیہ کو بڑا دھکا لگے گا، جس سے قہار کا قہر جوش میں آجائے گا، اور گوناں گوں عذاب سے دوچار ہونا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲؎ مشکوٰۃ شریف، ص۴۴۸ / (باب فضل الفقراء)

۳؎ مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۹ / (باب فضل الفقراء)

(صفحہ ہٰذا) ۱؎ مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۹ / (باب فضل الفقراء)

۲؎ مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۹، باب فضل الفقراء، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

پڑے گا، جس کے کچھ نمونے پیش آبھی رہے ہیں، جب نافرمانی عام ہوجائے اوراس پرروک ٹوک نہ کی جائے، توعذاب عام کی وعیدحدیث پاک میں بیان فرمائی گئی ہے۔

عن ابی بکر رضی اللّٰہ عنه ما من قوم یعمل فیھم المعاصی ثم یقدرون علیٰ ان یغیرواثم لایغیرون الایوشک ان یعمھم اللّٰہ بعقاب.[۱] (مشکوٰۃ شریف، ص ۴۳۶ /)

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ جس قوم میں خدا کی نافرمانی ہورہی ہواور کچھ لوگ نافرمانی کوروکنے پرقادر ہوں پھربھی وہ نہ روکیں توضروراللہ پاک ان پرایک عمومی عذاب نازل فرمائیگا۔

عن جریر بن عبداللّٰہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم یقول ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علیٰ ان یغیرواعلیه ولایغیرون الا اصابھم اللّٰہ منه بعقاب قبل ان یموتوا رواہ ابوداؤد وابن ماجه اھ[۲] ص ۴۳۷ /

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگرکسی قوم میں کوئی شخص معصیت میں مبتلا ہواوراہل قوم اس کو روکنے پرقادر ہوں پھروہ نہ روکیں تواللہ تعالیٰ مرنے سے قبل پوری قوم پرعمومی عذاب نازل فرمائیگا۔

ایسی حالت میں دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی، اورخداوندتعالیٰ کی طرف سے نصرت وحمایت بھی نہیں ہوگی۔

۱؎ مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶، باب الامر بالمعروف، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند،

۲؎ مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۷، باب الامربالمعروف، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند،

عن حذیفةؓ ان النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلم قال والذی نفسی بیده لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر او لیوشکن اللّٰہ ان یبعث علیکم عذاباً من عنده لتد عنه ولایستجاب لکم، رواه الترمذی اھ (مشکوٰۃ شریف، ص ۴۳۶/) [1]

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ عنقریب اپنا عذاب تم پر نازل کرے گا، پھر تم دعاء کروگے، لیکن دعا قبول نہ کی جائے گی۔

تو پھر کیا ان تعمیرات اور تجارت میں عذاب الٰہی کو روکنے کی قوت ہے، نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ تو عذاب الٰہی کا سبب ہے، اگر ان کو حرام طریق (سودی کاروبار) سے تیار نہ کیا جاتا تو عذاب کیوں آتا۔

اور جہاں جہاں عذاب کا نمونہ آیا ہے کیا وہاں ان تجارات وتعمیرات نے کوئی حفاظت کی۔

اگر موسم خراب ہو اور امرود سے ہیضہ پھیلنے کا اندیشہ ہو تو حفظان صحت کے ماہرین حدود میونسپلٹی میں بھی امرود کا داخل ہونا بند کرادیتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ بندر اور گدھے امرود کھارہے ہیں، اور ان کو کس وجہ سے ہیضہ نہیں ہوتا، کہ ان کی حرص میں انسانوں کو بھی اجازت دیدی جائے۔فقط واللّٰہ الموفق لمایحب ویرضی

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶، باب الامر بالمعروف، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

حفاظت کے لئے بینک میں روپیہ رکھنا

سوال:۔ایک شخص متولی اس خیال سے کہ شریعت اسلام میں اس چیز کی ممانعت ہے کہ کسی بینک میں روپیہ جمع کیا جائے، روپیہ اپنے پاس رکھتا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ موجودہ لوگوں سے بینک میں رکھنا بہتر ہے، اس میں کیا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ بینک میں روپیہ داخل نہ کیا جائے، اگر اور کوئی صورت نہ ہو تو بدرجۂ مجبوری بینک میں روپیہ داخل کرنا جائز ہے[1] بشرطیکہ وہاں روپیہ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بینک سے سودی قرض

سوال:۔ یہاں ملیشیا میں تجارت پیشہ مسلمان آباد ہیں، وہ لوگ بینک سے تجارت کے لئے روپیہ لیتے ہیں، بینک ان سے ایک فیصد زائد وصول کرتا ہے، اسی طرح کچھ لوگ ملازمت پیشہ ہیں، وہ گورنمنٹ سے قرض لیتے ہیں، تو ان کو نصف فیصد یعنی سو روپے میں نصف روپیہ زائد دینا پڑتا ہے، یہ سود ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود ہے، سود لینے اور سود دینے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے، اور

---

[1] الضرورات تبیح المحظورات ،الاشباہ والنظائر ،ص ۱۴۰/ مطبوعہ دارالعلوم دیوبند (تحت القاعدة الخامسة الضرریزال)، قواعد الفقہ ص ۸۹ رقم القاعدة ۱۷۰ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

دونوں کو گناہ میں برابر فرمایا گیا ہے، "عن جابرؓ قال لعن رسول اللّٰہ ﷺ اٰکل الربوٰ وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سوآء رواه مسلم اھ مشکوۃ شریف، ص۲۴۴"[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم سے سود

سوال:۔ زمین دار کاشتکار پر دعویٰ دائر کرتا ہے، لگان داخل نہ کرنے کا اور حکومت فیصلہ کے بعد زمیندار کو کاشت کار سے جمع مع سود کے دلواتی ہے، اس کا لینا جائز ہے یا نہیں اس کو حکومت کی مالگذاری میں دے سکتے ہیں یا نہیں، اگر نہیں دے سکتے تو کس مصرف میں صرف کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کاشت کار مسلمان ہے تو اس سے سود لینا درست نہیں[۲] اگر حکومت نے دلوادیا تو اُسے واپس کردے، اگر کاشتکار غیر مسلم ہے، تو ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی تقدیر پر طرفین کے قول کی بناء پر سود لینا درست ہے، پھر اس کو اپنے کام میں لانا اور مالگذاری میں دینا بھی درست ہے، "لاربوا بین ومسلم وحربی ثم لان ماله ثمة مباح درمختار قوله ثم ای فی دارالحرب"[۳] ردالمحتار، ص۲۰۹/ج۴/ مگر امام ابو یوسفؒ کا قول احوط ہے کہ ان کے نزدیک سود کی بالکل اجازت نہیں[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ،ص ۲۴۴/(مطبع یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند)باب الربا. ترجمہ پہلے گذر چکا ہے۔

[۲] احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ، سورۂ بقرۃ ۲۷۵، (حاشیہ نمبر:۳/و۴/اگلے صفحہ پر)

مسلم بینک کا قیام اوراس کی آمدنی

سوال:۔(۱) یہاں پر مسلم تاجر حضرات صرف مسلمانوں ہی سے لین دین کی غرض سے اپنا خاص مسلم بینک قائم کرنا چاہتے ہیں، اور جس طرح مسلم فنڈ کے اندر دیوبند وغیرہ میں ہر ایک سو روپیہ پر ایک فارم کی قیمت مقرر ہے، کہ روپیہ لینے والے کو پہلے فارم قیمتاً خریدنا پڑتا ہے، تو اس طرح پر یہاں مسلم بینک میں اگر فارم کی قیمت متعین کی جائے، تو یہ کیسا ہے؟ مسلم بینک میں صرف ضمانت پر بلا سود روپیہ دیا جائیگا۔

(۲) مسلم بینک کے حصہ دار اس کی آمدنی کو اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں یا اس کی آمدنی کو صرف دین اور مذہبی کاموں میں خرچ کر دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ضمانت کے بغیر بھی بلا سود قرض لینا درست ہے[۱] ایک روپیہ کا فارم خریدنا سود میں داخل نہیں[۲]

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) [۳] درمختار مع ردالمحتا رکراچی ،ص ۱۸۶/ج۵/ ومطبع زکریا دیوبند ،ص ۴۲۳/ج۷/ مطبوعه نعمانیه دیوبند ص۱۸۸/ج۴، باب الربا، کتاب البیوع، زیلعی ص۹۷ ج۵، کتاب البیوع، باب الربا قبیل الحقوق مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق ص۱۳۵ ج۶ باب الربوٰ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۴] ولوسلمنا جواز الربا بین المسلم والحربی فی الهند فلا ریب أن جانب الاحتیاط والتوقی عنه اولٰی واحریٰ الخ اعلاء السنن ص۳۶۸ ج۱۴ ابواب الربا، تحقیق کون الهند دار الحرب الخ، قبیل باب النهی عن بیع الحیوان بالحیوان بالنسئة، مطبوعه کراچی.

(صفحہ ہٰذا) [۱] لابأس بان یستدین الرجل اذاکانت له حاجة لابد منها الخ عالمگیری، ص۳۶۶/ج۵/ مطبوعه کوئٹه پاکستان کتاب الکراهية ، الباب السابع والعشرون فی القرض الخ.

[۲] لوباع کاغذة بالف یجوز ولایکره فتح القدیر ،ص۲۱۲/ج۷/ مطبوعه دار الفکر بیروت (کتاب الکفالة)

(۲) آمدنی کی کیا صورت ہے؟ جبکہ وہاں سود نہیں لیا جاتا، جتنا روپیہ وہاں سے کسی نے قرض لیا ہے، اتنا ہی واپس کریگا، اور ایک روپیہ کا فارم ملتا ہے، بلکہ مزید کچھ خرچ کرنا ہوگا، پھر آمدنی کی کیا صورت ہے جس کے استعمال کرنے کا سوال ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۲/۵/۲۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۲/۵/۲۴ھ

رشوت دیکر روپیہ کمانا

سوال:۔ رشوت دیکر روپیہ کمایا ہوا اور شراب فروخت کر کے روپیہ کمایا جائے کیا دونوں برابر ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر رشوت دے کر مثلاً پرمٹ حاصل کیا اور پھر حلال مال کی جائز طریقہ پر تجارت کی تو وہ روپیہ حرام نہیں البتہ رشوت دینے کا گناہ ہوگا، مجبوری کی حالت میں اپنا حق وصول کرنے کے لئے رشوت دینا بھی گناہ نہیں [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱۰/۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱۰/۸ھ

---

[۱] دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولاستخراج حق له ليس برشوة يعنى فى حق الدافع .شامى زكريا،ص ۲۰۷/ج۹/ كتاب الحظروالاباحة،فصل فى البيع، البحر الرائق ص۲۶۲ ج۶ كتاب القضاء، مطبوع الماجديه كوئٹه، عالمگيرى ص۴۰۳ج۴ كتاب الهبة، الباب الحادى عشر فى المتفرقات، مطبوعه كوئٹه مجمع الأنهر ص۲۱۴ ج۳ كتاب القضاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ہندوستان میں سود کا حکم

سوال:۔ ہمارے علاقہ میں ایک عالم صاحب ہیں جو دیوبند کے پڑھے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد ہیں، کہتے ہیں کہ ہندوستان دارالحرب ہے، لہٰذا یہاں مسلمان ہندوؤں سے سودی لین دین کرسکتا ہے، یعنی سود لے سکتا ہے کیا یہ صحیح ہے

الجواب حامداً ومصلیاً

مجھے تو یہ معلوم ہے کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ ایک مجلس میں موجود تھے، یہ مسئلہ وہاں زیر گفتگو آیا، دیگر اہل علم حضرات اس پر گفتگو فرما رہے تھے، حضرت شاہ صاحبؒ سے عرض کیا گیا کہ آپ فرمائیں تو یہ جواب دیا تھا۔

''جس کو جہنم میں جانا ہو راستہ سیدھا ہے، مگر ہماری گردنوں کو پل بنا کر مت جاؤ''

قرآن کریم میں صاف صاف مذکور ہے ''احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ''[1]، حرمت ربوٰ سے قبل جو لوگ اہل حرب سے معاملات کرتے تھے، ان کو ہی گذشتہ بقیہ سود لینے سے منع فرمادیا گیا، '' یاایھاالذین اٰمنو اتقو اللّٰہ وذروامابقی من الربوٰ ان کنتم مومنین الایۃ''[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دارالاسلام اور دارالحرب کی تحقیق

سوال:۔ ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں، اور بر تقدیر دارالحرب بینک سے سود

---

[1] سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت ۲۷۵/ **ترجمہ**: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا ہے (از بیان القرآن)

[2] سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت نمبر ۲۷۸/ **ترجمہ**: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سود کا بقایا چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ (از بیان القرآن)

جائز ہے کہ نہیں؟ علماء دیوبند اس امر میں مختلف ہیں جناب کیا فرماتے ہیں، حضرت گنگوہیؒ سے بعض جواز بیان کرتے ہیں، مولانا سہول صاحب مفتی مدرسہ دیوبند بڑے زور سے نہ صرف بینک بلکہ عام کفار سے جائز فرماتے ہیں اور بھی بعض علماء مگر حضرت تھانویؒ قائل حرمت ہیں مفصل جواب معہ ادلہ مرحمت ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان کے متعلق اختلاف ہے اکثر علماء اس کو دارالحرب فرماتے ہیں اور بعض اس کے منکر ہیں، فتاویٰ رشیدیہ میں مختلف فتاویٰ موجود ہیں، بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالحرب ہونے کو ترجیح فرماتے ہیں، بعض اس کی عدم تحقیق کا اظہار فرماتے ہیں [1] مولانا عبدالحئی صاحبؒ اپنے فتاویٰ، ۲۲۶رج ۲ر [2] میں تحریر فرماتے ہیں بلاد ہند جو قبضہ نصاریٰ میں ہیں دارالحرب نہیں ہیں، ان میں کافر سے سود لینا جائز نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اپنے ایک طویل فتویٰ میں فرماتے ہیں

"ودرکافی می نویسدان المراد بدارالاسلام بلاد یجری فیھا حکم امام المسلمین ویکون تحت قھرہ وبدارالحرب بلاد یجری فیھا امرعظیمھا وتکون تحت قھرہ انتھی"

دریں شہر حکم امام المسلمین اصلاً جاری نیست وحکم رؤسا نصاری بے دغدغہ جاری است ومراد از اجراء احکام کفراین ست کہ درمقدمہ ملک داری وبندوبست رعایا واخذ خراج وباج

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ص۷/ ج۱/ ص۲۲/ ج۲/ مطبوعہ رحیمیہ دھلی، کتاب العقائد، تالیفات رشیدیہ ص۴۱۲، عنوان ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں، سود کے مسائل، مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاھور.

[2] مجموعة الفتاویٰ، ج۱/ص۲۱۴/کتاب النکاح، مطبوعہ لکھنؤ، فتاوی مولانا عبد الحئی مبوب اردو ص۴۷۸ مسائل متفرقہ، مطبوعہ دیوبند.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

وعشور اموال تجارت وسیاست قطاع الطریق وسراق وفصل خصومات وسزائے جنایات کفار بطور خود حاکم باشند آرے اگر بعضے احکام اسلام رامثل جمعہ وعیدین واذان وذبح بقر تعرض نکنند نکردہ باشد لیکن اصل الاصول این چیز ہانیز دایشان ہبادا ہدراست زیرا کہ مساجد رابے تکلف ہدم می نمایند وہیچ مسلمان وذمی بغیر استیمان ایشاں دریں شہرودرنواح آں نمی تواند آمد برائے منفعت خود واردین ومسافرین وتجار مخالف نمی نمایند اعیان دیگر مثل شجاع الملک وولایتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد داخل نمی توانند شد وازیں شہر تا کلکتہ عمل نصاری ممتد است آرے درچپ وراست مثل حیدرآباد لکھنؤ ورام پور احکام خود جاری نکردہ اند بسبب مصالحہ واطاعت مالکان آن ملک فتاویٰ عزیزی[1]، ص ۱۷-۱۱۵ ار[2] پر تحریر فرماتے ہیں۔ واضح آنست کہ دارالاسلام دارالحرب می شود آرے دریں اختلاف است کہ کے می شود، طائفہ می گویند کہ اگر یک چیز از شعائر اسلام ممنوع باشد مثل اذان وختان دارالحرب می گردد وطائفہ دیگری گویند مدار صیرورت دارالاسلام دارالحرب برمحو شعائر اسلام نیست بلکہ ہرگاہ شعائر کفر بے دغدغہ باعلان رواج گیرد دارالحرب می شود گو شعائر اسلام ہم برقرار باشند وفرقہ سوم ازیں ہم ترقی کردہ اند وگفتہ اند کہ حد دارالحرب آنست کہ "**لایبقیٰ فی مسلم وذمی اٰمنا بالامان الاول سواء ترک بعض شعائر الاسلام اولا وسواء اعلن شعائر الکفر اولا**"، وہمیں قول ثالث را محققین ترجیح دادہ اند، وبریں تقدیر معمولۂ انگریز واشباہ ایشاں بلاشبہ دارالحرب است الخ"۔

---

[1] فتاویٰ عزیزی، ص ۳۰ رج ار (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند) دارالاسلام دارالحرب میشود یانہ۔

[2] فتاوی عزیزی، ج ا رص ۱۱۰-۱۱۱ رسوال: بعضے از علماء امامیہ پورب بجواز اخذ ربوا الخ۔

ترجمہ فارسی عبارت:۔ دارالاسلام سے مراد وہ ملک ہے کہ جس میں مسلمانوں کے امام کا حکم جاری ہو اور وہ اس کے تسلط میں ہو اور دارالحرب سے وہ ملک مراد ہے، جس میں اس کے بڑے کا حکم جاری ہو، اور وہ اس کے تسلط میں ہو، اس شہر میں مسلمانوں کے امام کا حکم بالکل جاری نہیں، اور روسا نصاریٰ کا حکم بے کھٹکے جاری ہے، احکام کفر کے جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ملک داری اور رعایات کے بندوبست کے مقدمہ ٹیکس (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

اسی طرح اور بھی متعدد تحریرات میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر فرمایا ہے ”اذا ثبت الشیئی ثبت بلوازمه“ یعنی جب ہندوستان کا دارالحرب ہونا ثابت ہوگیا تو یہاں حسب شرائط سود لینا بھی درست ہے، جس شدت سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر اخذ ربوا کی اجازت دیتے ہیں، اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ شدت سے مولانا عبدالحیؒ دارالحرب ہونے کا انکار کر کے سود کو منع فرماتے ہیں، چنانچہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان دارالحرب نہیں ہے، بلکہ دارالاسلام ہے، چنانچہ ان عبارات فقیہ سے واضح ہوتا ہے (ان عبارات کا اقتباس یہ ہے)

وفی سیر الاصل لابی الیسر ان دارالسلام لایصیر دارالحرب مالم یبطل جمیع ماصارت به دارالاسلام لان الحکم اذاثبت لعلته فمابقی شیئی من

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) اور مال تجارت سے عشر وصول کرنے چور اور ڈاکوؤں کے انتظام، لڑائی جھگڑوں کے فیصلہ کرنے اور جرائم کی سزا دینے میں کفار خود حاکم ہوں اگر چہ بعض احکام اسلام مثلاً جمعہ، عیدین، اذان اور گائے کے ذبح کے ساتھ تعرض نہ کرتے ہوں، لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ چیزان کے نزدیک ہدر کے درجہ میں ہیں، اس لئے کہ مساجد کو بے تکلف منہدم کراتے ہیں، اور کوئی مسلمان اور ذمی بغیران سے امن لئے اس شہر میں اور اس کے گرد ونواح میں نہیں آسکتا، اپنے فائدہ کی خاطر آنے والوں سے مسافروں سے اور تاجروں سے مخالفت نہیں کرتے، دوسرے بڑے حضرات مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم بغیران کے حکم کے اس شہر میں داخل نہیں ہوسکتے، اور اس شہر سے کلکتہ تک نصاریٰ کا عمل دخل پھیلا ہوا ہے، مگر دائیں بائیں، مثلاً حیدرآباد لکھنؤ اور رام پور میں اپنی مصلحت اور اس طرف کے مالکوں کے فرمانبردار ہونے کی وجہ سے اپنے احکام انہوں نے جاری نہیں کئے ہیں، فتاویٰ عزیزیہ، ص ۱۱۵-۱۱۷ / پر تحریر فرماتے ہیں، اور اصح بات یہ ہے کہ دارالاسلام دارالحرب ہوجاتا ہے، اس میں اختلاف ہے کہ کیسے ہوسکتا ہے ایک جماعت کہتی ہے کہ شعائر اسلام سے اگر ایک چیز بھی روک دی جائے، مثلاً اذان اور ختنہ تو وہ دارالحرب ہوجاتا ہے، اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ دارالاسلام دارالحرب بن جانیکا مدار شعائر اسلام مٹ جانے پر نہیں بلکہ جس جگہ شعائر کفر بے کھٹکے اعلان کے ساتھ موجود ہوں وہ دارالحرب ہوجاتا ہے، اگر چہ شعائر اسلام برقرار رہیں، تیسری جماعت اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتی ہے کہ دارالحرب کی تعریف یہ ہے ”کوئی مسلمان اور ذمی پہلے امان کیساتھ مامون نہ رہے چاہے بعض شعائر اسلام متروک ہوئے ہوں، یا نہیں، اور چاہے شعائر کفر علی الاعلان ہوں یا نہوں“ اور اسی تیسرے قول کو محققین نے ترجیح دی ہے اور اس تقدیر پر انگریز اور ان جیسوں کی آبادی بلاشبہ دارالحرب ہے۔ الخ ۱۲۔

العلة يبقى بتمامه وفى المنثور دارالاسلام باجراء احكام الاسلام فمابقى علقة من علائق الاسلام يترجح بجانب الاسلام ۔

اور بزازیہ میں یہ ہے ”والبلاد التى فى ايد ى الكفرة اليوم لاشک انها بلاد الاسلام بعد ايصالها ببلاد الحرب ولم يظهروافيها احكام الكفر بل القضاة المسلمون واما البلاد التى عليها وال من جهتهم فيجوز فيهااقامة الجمعة والاعياد واخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج الايامىٰ واما البلاد التى عليها ولاة كفار فيجوز فيها ايضاً اقامة الجمعة والا عياد والقاضى قاضى بتراضى المسلمين وقد تقرران ببقاء شيئى من العلة يبقى الحكم وقد حكمنا بان هذه الديار قبل استيلاء التتاركان من ديار الاسلام وبعد استيلائهم اعلان الجمعة والجماعات والحكم بمقتضىٰ والحكم بمقتضىٰ الشرع والفتوىٰ والتدريس شائع بلا نكيرمن ملوكهم فالحكم بانها من دارالحرب لاجهة له نظراً الىٰ الدراسة والدراية واعلان بيع الخمور واخذ النوائب والمكوس والحكم من النقض برسم التتار كاعلان بنى قريظة بطلب الطاغوت ومع ذٰلک كانت بلدة اسلام بلاريب وذكر الحلوانى انه انما يصير دارالحرب باجراء احكام الكفر ان لايحكم فيها بحكم من احكام الاسلام وان يتصل بدارالحرب وان لا يبقىٰ فيها مسلم ولاذمى اٰمنا بالامان الاول فاذا وجدت الشرائط كلها صارت دارالحرب وعند تعارض الدلائل والشرائط يبقىٰ ماكان على ما كان اويترجح جانب الاسلام احيتاطاً وظاهره انه اذا جرت احكام المسلمين واحكام اهل الشرک لاتكون دارالحرب الخ[1]

---

[1] فتاوىٰ عبدالحئى كامل ،ص ۴۷۹/ مطبع پبليشر زديوبند(مسائل شتىٰ)، فتاوى بزازية على الهندية ص ۳۱۱ج۶ كتاب السير فصل فى الحظر والاباحة مطبوعه كوئٹه.

ان عبارت کے بعد حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے دارالحرب کی شرائط کا ہندوستان میں انکار کیا ہے، اور آخر میں نتیجہ کے طور پر لکھا ہے کہ (پس یہ بلاد دارالحرب نہ ہوں گے، نہ بمذہب امام ونہ بمذہب صاحبین، ص۱۷۰ رج ۲ ر۔[۱]

ترجمہ عربی عبارت:۔ ''سیر الاصل لابی الیسر'' میں ہے کہ دارالاسلام اس وقت تک دارالحرب نہیں بنتا، جب تک وہ تمام چیزیں جن سے وہ دارالاسلام بنا ہے باطل نہ ہو جائیں، اس لئے کہ حکم جب کسی علت کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے، تو جب تک اس علت میں سے کچھ بھی باقی رہے وہ حکم بتمامہ باقی رہتا ہے، اور منثور میں ہے کہ دارالاسلام کا مدار احکام اسلام کے جاری ہونے پر ہے، پس جب تک کوئی علاقہ علائق اسلام میں سے باقی رہے گا، اس وقت تک جانب اسلام کو ترجیح دی جائے گی، اور بزازیہ میں ہے اور وہ شہر جو آج کفار کے بلاشبہ وہ بلاد اسلام ہیں، اس کے بعد کہ انہوں نے اس میں احکام کفر ظاہر نہیں کئے، بلکہ قضاۃ (فیصلہ کرنے والے) مسلمان ہیں، لیکن وہ شہر جن پر کوئی حاکم ان کی طرف سے مقرر رہے، تو اس کی وجہ سے بھی جمعہ واعیاد کا مقرر کرنا، خراج لینا، قاضیوں کی تقلید بیواؤں کی شادی کرنا جائز ہے لیکن وہ شہر جن پر تمام حکام ہی کافر مقرر ہیں، ان میں بھی جمعہ واعیاد کا قائم کرنا جائز ہے، اور مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے جس کو قاضی مقرر کرلیا جائے، وہ قاضی ہوگا اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے، کہ کچھ بھی علت باقی رہنے سے حکم باقی رہے گا، اور تارتاریوں کے استیلاء سے قبل ہم نے ان دیار کے دیارِ اسلام میں سے ہونے کا حکم کیا تھا، اور ان کے استیلاء کے بعد جمعہ وجماعات کا اعلان اور مقتضیٰ شریعت کے مطابق حکم کرنا فتویٰ دینا درس دینا، ان کے بادشاہوں کی طرف سے نکیر کے بغیر شائع ہے، پس اس کے دارالحرب میں سے ہونے کے حکم کرنے کی راستہ ودرایۃ کی طرف نظر کرتے ہوئے کوئی وجہ نہیں، اور شرابوں کے بیچنے کا اعلان اور نوائب وٹیکس کا لینا اور نقض عہد کا حکم رسم تتار کے مطابق بنو قریظہ کے طاغوت کو طلب کرنے کے بعد اعلان کے مثل ہے اور وہ (بنو قریظہ) اس کے باوجود بلاشبہ اسلامی شہر تھا، اور حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ دارالحرب صرف احکامِ کفر جاری ہونے سے ہوتا ہے کہ اس میں احکام اسلام میں سے کسی حکم کے مطابق حکم نہ کیا جاتا ہو اور اس چیز سے کہ وہ دارالحرب سے مل جائے، اور اس چیز سے کہ اس میں کوئی مسلمان وذمی امانِ سابق سے امن والا نہ رہے، پس جب یہ تمام شرطیں پائی جائیں تو وہ دارالحرب ہو جائے گا، اور دلائل وشرائط کے تعارض کے وقت جو تھا وہی باقی رہے گا۔

یا احتیاطاً جانب اسلام کو ترجیح دی جائے گی اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے احکام اور اہل شرک کے احکام دونوں جاری نہوں تو وہ دارالحرب نہیں ہوگا۔

[۱] فتاوی مولانا عبد الحئی مبوب (اردو) ص ۴۸۰ مسائل شتی، مطبوعہ دیوبند.

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی تحریر سے بعض ائمہ کے نزدیک ہندوستان سے دارالحرب ہونے کی نفی معلوم ہوتی تھی، اور بعض سے اثبات معلوم ہوتا تھا، اور مولانا عبدالحئی صاحبؒ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے نزدیک بھی دارالحرب نہیں، اگر ہندوستان دارالحرب نہیں تب تو کسی کے نزدیک بھی کسی کو کسی سے سود لینا درست نہیں، اگر دارالحرب ہے تو امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ کے نزدیک مسلم مستأمن (جو کہ دارالاسلام کا رہنے والا ہو اور امن لے کر کسی ضرورت سے کچھ مدت کے لئے دارالحرب میں گیا ہو) کو حربی سے ہندوستان میں سود لینا درست ہے، ائمہ ثلاثہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اور قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک پھر بھی جائز نہیں، حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے مطبوعہ فتاویٰ میں عدم جواز ہی مذکور ہے، حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے بڑی شدت کے ساتھ انکار فرمایا ہے، چنانچہ "**رافع الضنک من منافع البنک**" میں اس کے عدم جواز کو بڑی تفصیل سے تحریر فرمایا ہے، دونوں طرف اہل تحقیق ہیں لہٰذا سود لینے میں بھی گنجائش ہے، اختلاف کی وجہ سے نہ لینا احوط ہے[1] بہتر ہے کہ بینک میں روپیہ داخل نہ کیا جائے، اگر داخل کیا جائے تو وہاں کا سودی روپیہ ہرگز نہیں چھوڑنا چاہئے، بلکہ وہاں سے وصول ضرور کر لینا چاہئے، اور اس کے بعد مقتضیٰ تقویٰ یہ ہے کہ اس کے مصارف خیر غرباء ومساکین پر صرف کر دیا جائے[2] "**ولا (ربوٰ) بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد کقمار ثمہ لان مالہ ثمہ مباح مستحل برضاہ مطلقاً بلاغدر خلافا للثانی**

---

[1] **ولو سلمنا جواز الربا بين المسلم والحربي في الهند، فلا ريب أن جانب الاحتياط والتوقي عنه اولٰى واحرىٰ الخ اعلاء السنن ص٣٦٨ ج١٤ ابواب الربوٰ، تحقيق كون الهند دار الحرب، قبيل باب النهي عن بيع الحيوان بالحيوان بالنسئة، مطبوع كراچي.**

[2] **ان للمسلم أن يأخذ الربا من اصحاب البنك اهل الحرب في دارهم ثم يتصدق به على الفقراء ولا يصرفه علٰى حوائج نفسه الخ اعلاء السنن ص١٤/٣٥٩، ابواب الربا دليل فتوى بعض الاكابر الخ مطبوعه كراچي.**

والثلاثة درمختار والبسط فی رد المحتار،[۳] اور سود کے جواز کے شرائط رافع الضنک[۴] میں مذکور ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۴/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مفتی مظاہر علوم سہانپور ۱۸/ربیع الثانی ۵۶ھ

دارالحرب کی تعریف

سوال:۔ کیا ہندوستان دارالحرب ہے؟ دارالحرب کے کیا شرائط ہیں؟ پھر دارالحرب کے اندر سود لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

دارالحرب وہ مقام ہے جس کا اقتدار اعلیٰ مسلم کے قبضہ میں نہ ہو،[۳] اس اعتبار سے ہندوستان دارالحرب ہے، سود لینا حرام ہے، نص قطعی میں اس کی حرمت موجود ہے " وحرم الربوا"۔[۴] اس میں کسی مقام کی تخصیص نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۹ھ

---

۱ الدرالمختار مع الشامی ص۱۸۶/ج۵/ مطبع کراچی، مطبوعه زکریا دیوبند ص۴۲۳/ ج۷/ مطبوعه نعمانیه دیوبند ص۱۸۸/ ج۴/ باب الربا، زیلعی ص۹۷، ج۵، کتاب البیوع، باب الربا، قبیل باب الحقوق، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر ص۱۳۵، ج۶، باب الربوٰ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

۲ ملاحظه امداد الفتاویٰ ص۱۵۵ ج۳ کتاب الربا، رساله رافع الضنک عن منافع البنک، مطبوعه زکریا دیوبند.

۳ والمراد بدار الحرب بلاد یجری فیها أمر عظیمها وتکون تحت قهره الخ فتاویٰ عزیزی ص۳۰ ج۱ دار الاسلام دار الحرب میشود الخ مطبوعه رحیمیه دهلی.

۴ سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت ۲۷۵/ **ترجمه**:. (اور حرام کیا ربوا یعنی سود کو)(از بیان القرآن)۔

دارالحرب کی تفصیلی بحث اور حلت سود کا حکم

سوال:۔ ایک شخص سود کو حلال سمجھتا ہے، اور لوگوں کو ترغیب دیتا ہے تو کیا سود لینا جائز ہے، جواز میں شخصی ومکانی خصوصیت کا اعتبار کیا گیا ہے یا نہیں، کاروبار کیسا ہے کیا یہ مطلقاً ہرلحاظ سے دارالحرب ہے اگر ہے تو کیوں اور اگر نہیں تو مستحل سود کا کیا حکم ہے، پھر یہ اعتقاد حلت کے بعد ترغیب کرنے والا اور عام طور سے ترویج دینے والا کیسا ہے، بالفرض ہندوستان میں سود حلال بھی ہو تو کیا عوام قوم کے عقائد وخیالات کی خرابی وتباہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی وہی حکم رہے گا۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداًومصلیاً

سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے "احل اللّٰہ البیع وحرم الربوا"[۱]

(۱) جو شخص سود سے احتراز نہ کرے اس کے متعلق ارشاد ہے "**فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللّٰہ ورسولہ**"[۲]

(۲) ابوالبرکات نسفی نے آیت "لاتأکلو الربوا" کی تفسیر میں لکھا ہے "**کان ابو حنیفة رضی اللّٰہ عنہ یقول ھی اخوف اٰیة فی القرآن حیث اوعداللّٰہ المؤمنین بالنار المعدة للکٰفرین ان لم یتقوہ فی اجتناب محارمہ اھ مدارک التنزیل، ص ۱۴۱/ج ۱/**"[۳]

حدیث میں سود کھانے والے پر لعنت وارد ہوئی ہے،"**عن جابر بن عبداللّٰہؓ قال**

---

[۱] سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت ۲۷۵/.

[۲] سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت ۲۷۹/

[۳] مدارک التنزیل،ص ۲۸۲/ج ۱/ سورة آل عمران آیت ۱۲۹، مطبع بمبئی، تفسیر خازن ص ۲۸۲ ج ۱، مطبوعہ بمبئی.

لعن رسو ل اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم اٰکل الربوا وموکله"اھ(۴)(مشکوٰۃ شریف ص۲۴۴ر)[1]

سودکھانے والوں کا حشر اس طرح ہوگا، "**ثم ذکر عقوبة اٰکل الربوا فقال الذین یأکلون الربوا استحلالاً لایقومون من قبورهم یوم القیامة الاکما یقوم فی الدنیا الذی یتخبله الشیطٰن من المس من الجنون ،ذٰلک التخبط علامة اٰکل الربوا فی الاٰخرة بانهم قالوا انما البیع مثل الربوا"(۵)** تفسیر ابن عباسؓ،ص ۳۸ر[2]

اسلئے علی الاطلاق تو کوئی اہل علم بھی جواز سود کا قائل نہیں ہوسکتا،البتہ دارالحرب میں مسلم مستامن کوکافر حربی سے طرفین رحمہا اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق سود لینے والے کے لئے گنجائش ہے،امام ابو یوسف اورائمہ ثلثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس صورت میں بھی ناجائز ہے،" **ولا(ربوا)بین المسلم والحربی فی دارالحرب خلافاً لابی یوسف والائمة الثلثة اھ درالمنتقی،ج۲ر ص۹۹۰ر[3]**

سودی کاروبار کامفہوم عام ہے جوسود لینے اور دینے ہردوکوشامل ہے،اس لئے اس کے جواز کافتویٰ دینا مطلقاً کسی کے قول پربھی درست نہیں،کیونکہ سود دینا کسی کےنزدیک بھی جائز نہیں،"**فالظاهران الاباحة بقید نیل المسلم الزیادة وقد الزم اصحاب فی الدرس ان مراد هم من حل الربواوالقمار ماذا حصلت الزیادة للمسلم نظراً الی العلة وان کان اطلاق الجواب خلافه" منحة الخالق ،ص ۱۳۶ر ج۶ر[4]**

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۴ ر باب الربوا، مطبوعه یاسرندیم دیوبند،

[2] تفسیرابن عباسؓ ،ص ۳۸ر(مطبع مصر)

[3] الدرالمنتقیٰ علی مجمع الانهر،ص ۱۲۷ر ج۳ر(مطبع بیروت)باب الربا، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۲۳ ج۷ باب الربوٰ، زیلعی ص۹۷ ج۵ کتاب البیوع، باب الربوٰ، مطبوعه امدادیه ملتان. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

(۶) ہندوستان کے متعلق علماء کی آراء مختلف ہیں، دونوں اہل تحقیق ہیں، ہر جانب دلائل موجود ہیں، بندہ کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا، گنجائش ہر جانب میں ہے اختلاف کی وجہ سے اجتناب بالیقین احوط ہے[۱]۔

(۷) جن حضرات کے نزدیک ہے وہ دارالحرب کی تعریف اسطرح فرماتے ہیں۔

" دارالحرب ماخافوافيه من الكافرين جامع[۲] رموز-اذااجروا فيها احكام الشرک فانهاتصير دارالحرب سواء كانت متصلة بدارالحرب اولم تكن يبقى فيها مسلم اوذمى اٰمنا بالامان الاول اولم يبق اھ المفتيين، المراد بدارالحرب بلاد يجرى فيها امرعظيمها وتكون تحت قهرهاھ خزانة كافى،ان لايبقى فيه مسلم ولاذمى اٰمناً بالامان السابق سواء ترک بعض شعائر الاسلام اولا سواء اعلن شعائر الكفراولا اھ اذا اجرىٰ اهل الحرب فى بلدة من بلاد اهل الاسلام احكام اهل الحرب،تصير دارالحرب كيف ماكاناھ(۸) فتاوىٰ قاضى خاں برهامش هنديه ،ص ۵۸۴/ ج۳/[۳]

(۸) جن حضرات کے نزدیک نہیں وہ دارالحرب کی اس طرح تعریف کرتے ہیں،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] منحة الخالق على البحرالرائق ،ص ۱۳۶/ج۶/(مطبوعه كوئٹه پاكستان، باب الربا)، فتح القدير ص۳۸ج۷ باب الربا، دار الفكر بيروت، شامى كراچى ص۱۸۶ ج۵ باب الربا.

(صفحہ ہٰذا) [۱] ولو سلمنا جواز الربوٰ بين المسلم والحربى فى الهند فلا ريب أن جانب الاحتياط والتوقى عنه اولٰى واحرى الخ، اعلاء السنن ص۳۶۸ج۱۴ ابوب الربوٰ تحقيق كون الهند دار الحرب، قبيل باب النهى عن بيع الحيوان بالحيوان بالنسئة مطبوعه كراچى.

[۲] جامع الرموز ص۵۵۶ ج۴ باب الجهاد، مطبوعه بيروت.

[۳] فتاوىٰ قاضى خاں على الهندية ،ص ۵۸۴/ج۳/ (مطبع كوئٹه پاكستان) كتاب السير،فصل فيمايبطله الارتداد.

”ودارالاسلام لاتصیردارالحرب الاباجراء احکام الشرک فیھا وان تکون متصلة بدارالحرب لایکون بینھا وبین دارالحرب مصر اٰخر للمسلمین ولایبقیٰ فیھا مسلم اوذمی اٰمنا بالامان الاول فمالم توجد ھذہ الشرائط لاتصیر دارالحرب ومعنی قولنا ان لایبقی مسلم اوذمی اٰمنا بالامان الاول ان لایبقی مسلم اوذمی اٰمنا علیٰ نفسہ الابامان المشرکین اھ خزانة المفتیین وفی سیر الاصل لابی الیسر ان دارالاسلام لاتصیردارالحرب مالم یبطل جمیع ماصارت بہ دارالاسلام لان الحکم اذاثبت لعلة فمابقی من العلة شئی یبقی ببقائہ وفی المنثوردارالاسلام باجراء احکام الاسلام فمابقی علقة من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام اھ ذکر الحلوانی انہ انما یصیر دارالحرب باجراء احکام الکفروان لایحکم فیھا بحکم من احکام الاسلام وان یتصل بدارالحرب وان لایبقی فیھامسلم ولاذمی اٰمنا بالامان الاول فاذاوجدت الشرائط کلھا صارت دارالحرب وعند تعارض الدلائل والشرائط یبقی علی ماکان اویترجح جانب الاسلام“[1] احتیاطاً فریقین کے دلائل سامنے ہیں، دونوں طرف اہل تحقیق ہیں، مولانا عبدالباریؒ فرنگی محلی لکھنؤ ،مولانا عبدالحیؒ لکھنوی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے ہندوستان کودارالحرب نہیں لکھاہے، بلکہ دارالاسلام مانا ہے، چنانچہ مجموعہ الفتاویٰ میں ہے،ص ۲۴۶ رج ا[2] لیکن بلاد ہند جو قبضہ نصاریٰ میں ہے، دارالحرب نہیں ہے، ان میں کافر سے سود لیناجائز نہیں ہے،صفحہ ۷۰ رج ۲ رمیں ہے ہندوستان دارالحرب نہیں ہے بلکہ دارالاسلام ہے ،چنانچہ ان عبارات فقیہ سے واضح ہوتاہے ، الیٰ قولہ پس یہ بلاد دارالحرب نہ ہونگے ،نہ

[1] فتاویٰ بزازیہ ،علیٰ ھامش الھندیہ ص ۳۱۲ رج۶ ر(مطبوعہ زکریا دیوبند)کتاب السیر،الفصل الثالث فی الحظر والاباحة.

[2] مجموعہ الفتاویٰ ،ص ۲۱۴ رج ا ر کتاب النکاح (مطبع یوسفی لکھنؤ)

بمذہب امام اورنہ بمذہب صاحبین[۱] اورصفحہ۲۴۵رج ۲رمیں ہے" والصحیح انه (ای ملک الانجریز)الاسلام ولم یصر دارالحرب الیٰ الان. (۱۰)

مولانا عبدالباری صاحبؒ اپنی تائید میں نواب صدیق حسن صاحب کی عبارت نقل کرتے ہیں''ہندوستان عموماً وریاستِ اسلامیہ خصوصاً نزدامام اعظمؒ دارالحرب نیست الیٰ قولہ فی الحال درمختار وفتویٰ مشاہیر فقہاء حنفیہ ہندمثل علماء دہلی ورامپور وبھوپال، وجہ آں ہمین است کہ مملکت ہندخصوصاً ریاساتِ اسلامیہ آں دارالاسلام است نہ دارالحرب بعض معاصرین نوشتہ اند "الاحتیاط ان نجعل هذه البلاد دار الاسلام وان كانت السلاطين فى الظاهر هولاء الشياطين''(۱۱) واللہ اعلم (مجموعہ رسالہ ہجرت وقربانی گاؤص[۲]۳۳) اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل صاحب شہیدؒ نے ۱۲۳۳ھ میں ہندوستان کے اکثر حصہ کودارالحرب قراردیاہے، چنانچہ صراط مستقیم میں ۱۰۵رپرفرماتے ہیں:۔

''بلکہ حال ہندوستان رادریں زماں کہ سنہ یک ہزار وصدوسی سوم است کہ اکثرش دریں ایام دارالحرب گردیدہ الخ۔(۱۲)

نیز ان کے استاذ اور چچااورمرشد کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں،''درکافی می نویسند" ان المراد بدارالاسلام بلاد يجرى فيها حكم امام المسلمين وتكون تحت قهره ،وبدارالحرب بلاد يجرى فيها امر عظيمها وتكون تحت قهره ،انتهى، دریں شہرحکم امام المسلمین قطعا جاری نیست وحکم رؤساء نصاریٰ بے دغدغہ جاری است ومرادازاجراءاحکام کفراین است کہ درمقدمہ ملک داری وبندوبست رعایا

---

[۱] تمام عربی عبارات 'فتاویٰ عبدالحی کامل' میں موجود ہیں ملاحظہ ہوص ۴۷۸رمسائل شتی ،ومجموع الفتاویٰ، ص۲۳۵رج ۲ر(مطبوعہ یوسفی لکھنؤ)۔

[۲] مجموعہ رسالہ ہجرت وقربانی گاؤص۳۳۔

[۳] صراط مستقیم (فارسی) ص ۹۵ ،فصل چہارم دربیان طریق ادائے طاعت، مطبوعہ مجتبائی دهلی.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

واخذ خراج وباج وعشور اموال تجارت وسیاست قطاع الطریق وسراق وفصل خصومات وسزائے جنایات کفار بطور خود حاکم باشند آرے اگر بعض احکام اسلام رامثل جمعہ وعیدین واذان وذبح بقر تعرض نکنند نکردہ باشند لیکن اصل الاصول ایں چیز ہانزد ایشاں ہباوہدر است زیرا کہ مساجد رابے تکلف ہدم می نمایند وہیچ مسلمان یاذمی بغیر استیمان ایشاں دریں شہر ودر نواح آں نمی تواند آں برائے منفعت خود از واردین ومسافرین وتجار مخالفت نمی نمایند اعیان دیگر مثل شجاع الملک وولایتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد داخل نمی توانند شد واز یں شہر تاکلکتہ عمل نصاری ممتد است آرے درچپ وراست مثل حیدرآباد لکھنؤ ورامپور احکام خود جاری نہ کردہ اند بسبب مصالحہ واطاعت مالکانِ آن ملک واز روئے احادیث وتتبع سیرت صحابہ کرام وخلفاء عظام ہمیں مفہوم می شود زیرا کہ درعہد حضرت صدیق اکبرؓ ملک بنی یربوع راحکم دارالحرب دادند باوجود یکہ مسلمانان ہم دراں بلاد موجود بودند وعلی ہذا القیاس درعہد خلفاء کرام ہمیں طریق مسلوک بود بلکہ عہد حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فدک وخیبر راحکم دارالحرب فرمودند حالانکہ تجار اہل اسلام بلکہ بعضے سکنہ آنجا نیز دراں مکانات دروادی القریٰ مشرف باسلام بودند وفدک وخیبر را کمال اتصال بود بامدینہ منورہ اھ (۱۳) فتاویٰ عزیزی[۱] ص ۱۷/ج ۱/۔

حضرت شاہ صاحب موصوف نے ایک دوسرے مقام پر دارالحرب کی تعریف میں تین قول نقل فرماکر تیسرے قول کو ترجیح دی ہے، اوراسی بناء پر ہندوستان وغیرہ انگریزکی عملداری کو دارالحرب قرار دیا ہے، وفرقہ سوم ازیں ہم ترقی کردہ اند کہ حد دارالحرب آنست ” **ان لایبقی فیہ مسلم ولاذمی اٰمنابالامان السابق سواء ترک بعض شعائر الاسلام اولا وسواء اعلن شعائر الکفر اولا** “ وہمیں قول ثالث رامحققین ترجیح دادہ اندوبریں تقدیر معمولہ انگریزاں واشباہ ایشاں بلاشبہ دارالحرب است (۱۴) فتاویٰ عزیزی، ص ۱۱۶/ج ۱[۲])

---

۱ فتاویٰ عزیزی، ج ۱/ص ۳۰/ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، سوال دارالاسلام دارالحرب میشود یانہ۔
۲ فتاویٰ عزیزی، ص ۱۱۱/ مطبع رحیمیہ دیوبند) بعضے ازعلماء امامیہ پورب بجواز اخذ ربوا الخ۔

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

(۹) دارالحرب میں حربی کفار سے سود لینے کو جو شخص حلال اعتقاد کرے امام ابوحنیفہؒ وامام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق اس کا اعتقاد صحیح ہے، جس سود کی حرمت پر اجماع ہے، اوراس کی حرمت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، اس کے متعلق ملاعلی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر[۱] میں، ص۲۱۲/ پر لکھا ہے:۔

”وفي جواهر الفقه من جحد فرضاً مجمعا عليه كالصلوٰة والصوم والزكوٰة والغسل من الجنابة كفر قلت وفي معناه من انكر حرمة محرم مجمع عليه كشرب الخمر والزنا وقتل النفس واكل مال اليتيم والربوا“(۱۵) صفحہ ۲۳۱[۲] / پر لکھا ہے:

”من انكر حرمة الحرام المجمع على حرمته اوشك فيها اى يستوى الامر فيها كالخمر والزنا واللواطة والربوا اوزعم ان الصغائر والكبائر حلال كفر۔(۱۶)

لیکن دوسرے مقام پر استحلال حرام کے ساتھ مقید کرکے بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:۔

”وعلى هذه الاصول يبتنى الفروع التى ذكر فى الفتاوىٰ من انه اذااعتقد الحرام حلالا فان كان حرمته لعينه وقد ثبت بدليل قطعى يكفر والافلا بان يكون حرمته لغيره اوثبت بدليل ظنى وبعضهم لم يفرق بين الحرام والحلال لعينه ولغيره فقال من استحل حراما وقد علم فى دين النبى صلى الله عليه وسلم تحريمه كنكاح ذوى المحارم اوشرب الخمر اواكل ميتة اودم مسفوح اولحم خنزير من غير ضرورة فكافر اھ“(۱۷) شرح فقہ اکبر ص۱۸۶/[۳]

اسی طرح مجمع الانہر[۴]، ص۵۰۷/ ج۱/ اور فتاویٰ عالمگیری[۵]، ص۲۷۲/ ج۲/ میں اس

---

[۱] شرح فقه اكبر، ص ۲۱۲/ مطبوعه مجتبائى دهلى.

[۲] شرح فقه اكبر، ص ۲۳۱/ مطبوعه مجتبائى دهلى.

[۳] شرح فقه اكبر، ص ۱۸۶/ مطبوعه مجتبائى دهلى.

[۴] مجمع الانهر، ج۲/ص ۵۱۱/باب المرتد، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دارالكتب العلمية، بيروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ کو مقید کر کے بیان کیا ہے، علامہ ابن نجیم نے ایک اور بھی تفصیل کی ہے (یکفر) بقوله الحرام احب الیّ جواباً لقول القائل له کل من الحلال لابقوله انی احتاج الی کثرة المال والحلال والحرام عندی سواء لابقوله لحرام هذا حلال من غیر ان یعتقده فلایکفر السوقی بقولہٖ هذا حلال للحرام ترویجاً لشرائه والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان کان حراماً لغیره کما مال الغیر لایکفر وان کان لعینه فان کان دلیله قطعیا کفر والا فلا وقیل التفصیل فی العالم اما الجاهل فلایفرق بین الحلال والحرام لعینه ولغیره وانما الفرق فی حقه ان ماکان قطعیاً کفربه والا فلا اھ بحر[1]، ص ۱۲۲ / ج۵ / (۱۸).

نیز مسئلہ تکفیر میں سخت ترین احتیاط کی ضرورت ہے، اس لئے کف اللسان من التکفیر لازم ہے، ہمیں اس اعتقاد کے باطل اور خلاف نصوص ہونے میں کوئی تامل نہیں۔

"وفی الفتاویٰ الصغریٰ الکفرشی عظیم فلا اجعل المومن کافراً متی وجدت روایة انه لایکفر" اھ (۱۹) بحر الرائق، ص۱۲۴/ ج۵ /[2]

تاہم اگر مستحل منکر نصوص ہے تو بلاشبہ کافر ہے۔

"اذا کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم. زادفی البزازیة الا اذا صرح بارادة موجب الکفر فلاینفعه التاویل حینئذٍ وفی التاتارخانیة لایکفر بالمحتمل لان الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] عالمگیری کوئٹه، ج۲/ص۲۷۲/ باب احکام المرتدین، ومنها مایتعلق بالحلال والحرام الخ.

[1] البحرالرائق کوئٹه، ج۵/ص ۱۲۲ /باب احکام المرتدین.

[2] البحرالرائق کوئٹه، ج۵/ص ۱۲۴ /باب احکام المرتدین.

الجناية ومع الاحتمال لانهاية اھ (۲۰) بحر الرائق ،ص ۱۲۵ / ج۵ /[۱]

(۱۰) حرام شئی کورواج دینا حرام ہے "**تعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان**"[۲] (۲۱)

(۱۱) حلال پر اعتقاد حلت اور حرام پر اعتقاد حرمت حکم شرعی اور مامور بہ ہے، اس میں اعتقادات اور خیالات عوام قوم کی خرابی وتباہی کیا ہے، ہاں عکس میں ضرور تباہی ہے، اسی طرح مباح کودرجہ وجوب دینے میں بھی تباہی ہے، اگر بصورت حلت "**اخذ ربیٰ من الکافر الحربی** یہ **مفضی هو اخذ ربی من المسلم**" تک تو بھی **سداً للذرائع** ممانعت کا حکم ہوگا۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۲/ ۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۲/ ۵۹ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۲/ ۵۹ھ

جواب مذکورہ میں ذکر شدہ عربی، فارسی عبارات کا ترجمہ نمبر وار درج ہے

(۱) اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا ہے (بیان القرآن پ۲)

---

[۱] **البحر الرائق ص ۱۲۵ / مطبع کراچی باب احکام المرتدین .**

[۲] **سورة مائدة آیت ۲ /.**

[۳] **وما کان سبباً لمحظور فهو محظور الخ شامی زکریا ص ۵۰۴ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللبس، وکل ما ادی الی مالا یجوز لا یجوز، در مختار علی الشامی زکریا ص ۵۱۹ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس.**

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

(۲) پھر اگر تم اس پر (عمل) نہ کروگے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے (یعنی تم پر جہاد ہوگا) (بیان القرآن پ۳)

(۳) حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہ قرآن میں یہ آیت سب سے زیادہ خوف دلانے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اس آگ کی دھمکی دی ہے، جو کفار کے لئے تیار کی گئی ہے، اگر حرام چیزوں سے بچنے میں اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے۔

(۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

(۵) پھر سود کھانے والے کی سزا ذکر فرمائی کہ جو لوگ سود کو حلال سمجھ کر کھاتے ہیں، وہ قیامت کے روز اپنی قبروں سے اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے دنیا میں وہ شخص کھڑا ہوتا ہے، جس کو شیطان لپیٹ کر خبطی بنادے، (یعنی حیران ومدہوش) یہ حیران ومدہوش ہونا آخرت میں سود خور کی علامت ہے، اس لئے کہ انہوں نے (سود کے حلال ہونے پر استدلال کرتے ہوئے) کہا تھا کہ بیع بھی مثل سود کے ہے۔

(۶) مسلم اور حربی کے درمیان دارالحرب میں ربوانہیں، امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا اس میں اختلاف ہے، کہ ان حضرات کے نزدیک مسلم اور حربی کے درمیان دارالحرب میں بھی ربوا حرام ہے)۔

(۷) پس ظاہر ہے کہ ان کی مراد سود اور جوئے کے حاصل ہونے کی قید کے ساتھ ہے اور اصحاب درس نے اس کو لازم کیا ہے، کہ ان کی مراد سود اور جوئے کے حلال ہونے سے وہ صورت ہے، جبکہ مسلم کو زیادتی حاصل ہو، علت کی جانب نظر کرتے ہوئے، اگرچہ جواب کے اطلاق کا تقاضہ اس کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

(۸) دارالحرب وہ ہے جس میں کفار سے خوف ہو (جامع رموز) جب کہ اس میں احکام شرک نافذ کردیئے جائیں۔

(۹) تو وہ دارالحرب بن جائیگا، چاہے دارالحرب سے متصل ہو یا نہ ہو مسلم اور ذمی پہلے امان سے ماموں رہے یا نہ رہے الخ۔

دارالحرب سے مراد وہ ملک ہے جس میں اس کے بڑے کا حکم جاری ہو، اور وہ اس کے قبضہ میں ہو (کافی) یہ کہ نہ رہے اس میں کوئی مسلم اور نہ کوئی ذمی، پہلے امان سے ماموں چاہے، بعض شعائر اسلام ترک کر دیئے گئے ہوں، یا نہ اور شعائر کفر کا اعلان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، الخ اگر اہل حرب اہل اسلام کے شہروں میں سے کسی شہر میں اپنے احکام جاری کر دیں تو وہ شہر دارالحرب بن جائیگا، جس طرح بھی ہو۔

(۹) دارالاسلام دارالحرب نہیں بنتا مگر جب کہ احکام شرک اس میں نافذ کر دیئے جائیں اور یہ کہ وہ دارالحرب سے متصل ہو جائے، کہ اس کے اور دارالحرب کے درمیان مسلمانوں کا کوئی شہر نہ ہو اور نہ اس میں کوئی مسلم یا کوئی ذمی امان سابق کے ساتھ ماموں رہے، پس جب تک یہ شرائط نہ پائی جائیں، وہ دارالحرب نہیں بنے گا، اور ہمارے اس قول کا مطلب کوئی مسلم یا ذمی پہلے امان کے ساتھ ماموں نہ رہے، یہ ہے کہ مسلم یا ذمی بغیر مشرکین کے امان دئے ماموں نہ ہوا ہو۔ الخ۔

ابوالیسر کی سیر الاصل میں ہے کہ دارالاسلام دارالحرب اس وقت تک نہیں بنتا جب تک کہ وہ تمام باتیں ختم نہ ہو جائیں جن سے دارالاسلام بنا ہے، اس لئے کہ حکم جب کسی علت کی وجہ سے ثابت ہو گیا، تو علت کا جب تک کچھ بھی حصہ باقی ہے تو حکم باقی رہے گا، اور منثور میں ہے ''دارالاسلام احکام اسلام کے نفاذ کی وجہ سے ہے لہٰذا جب تک علائق اسلام میں سے کچھ بھی باقی ہے جانب اسلام کو ترجیح دی جائیگی، حلوانی نے ذکر کیا کہ دارالحرب احکام کفر جاری کرنے سے بنتا ہے، اور یہ کہ احکام اسلام میں سے اس میں کوئی حکم نہ چلتا ہو اور دارالحرب متصل ہو جائے، اور کوئی مسلم اور ذمی امان اول سے ماموں نہ رہے۔ پس یہ سب شرطیں جب پائی جائیں گی، اس وقت دارالحرب بنے گا، اور دلائل و شرائط کے تعارض کے

وقت جیسا ہے ویسا ہی رہے گا، یا احتیاطی طور پر جانب اسلام کو ترجیح دی جائے گی۔

(۱۰) صحیح یہ ہے کہ (ہندوستان) ملک انگریز) دارالاسلام ہے ابھی تک دارالحرب نہیں بنا۔

(۱۱) ہندوستان عموماً اور اسلامی ریاستیں خصوصاً امام اعظم کے نزدیک دارالحرب نہیں ہند کے مشہور رفقہاء حنفیہ مثلاً علماء دہلی اور رامپور وبھوپال کا فتویٰ اور مختار یہی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ مملکت ہند خصوصاً اس کی اسلامی ریاستیں دارالاسلام ہیں نہ کہ دارالحرب محض حاضرین نے لکھا ہے، احتیاط یہی ہے کہ ہم ان شہروں کو دارالاسلام قرار دیں اگرچہ بظاہر سلاطین یہ شیاطین ہیں۔

(۱۲) بلکہ ہندوستان کا حال اس وقت ۱۲۲۳ھ میں یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ دارالحرب ہوگیا ہے۔

(۱۳) کافی میں لکھتے ہیں کہ دارالاسلام سے مراد وہ ملک ہے جس میں امام المسلمین کا حکم جاری ہو اور وہ ملک اس کے قبضہ میں ہو اور دارالحرب سے مراد وہ ہے جس میں اس کے بڑے حاکم کا حکم جاری ہو، اور وہ اس کے تسلط میں ہو، اس شہر میں امام المسلمین کا حکم بالکل جاری نہیں، بلکہ روساء نصاری کا حکم بے کھٹکے جاری ہے، اور احکام کفر کے اجراء سے مراد یہ ہے کہ مقدمہ ملک داری اور رعایا کے بندوبست اور مال تجارت سے ٹیکس وعشر کے یعنی اور چور ڈکیتوں کے انتظام اور لڑائی جھگڑے کے فیصلے اور جرائم کی سزا کے معاملہ میں کفار اپنے طور پر حاکم ہوں، ہاں اگر بعض احکام اسلام مثلاً جمعہ وعیدین واذان اور ذبح گائے پر روک ٹوک نہ کریں، لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ چیزیں ان کے نزدیک ہدر ہیں، اس لئے کہ مساجد کو بلا تکلف منہدم کردیتے ہیں، اور کوئی مسلمان یا ذمی ان کے امان دئے بغیر اس ملک اور اس کے اردگرد میں نہیں رہ سکتا، اپنے نفع کی خاطر آنے والوں سے مسافروں اور تاجروں سے مخالفت نہیں کرتے، دوسرے بڑے لوگ مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم بغیر ان

کے حکم کے ان شہروں میں داخل نہیں ہوسکتے، اوراس شہر کلکتہ تک نصاری کا عمل دخل پھیلا ہوا ہے، مگر دائیں بائیں مثلاً حیدرآباد لکھنؤ ورامپور میں اپنے احکام جاری نہیں کئے ہیں، ان شہروں کے مالکوں نوابوں کی فرمانبرداری اور مصالحت کی وجہ سے اور ازروئے، احادیث اور صحابہ کرام وخلفاء عظام کی سیرت میں تتبع وتلاش سے یہی سمجھ میں آتا ہے، اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ملک بنی یربوع کو مسلمانوں کے اس میں ہونے کے باوجود دارالحرب کا حکم دیا ہے، اسی طرح خلفاء کرام کے عہد میں بھی یہی طریقہ رائج تھا، بلکہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فدک وخیبر کو دارالحرب کا حکم دیا، حالانکہ مسلمان تاجر بلکہ بعض وہاں کے رہنے والے اور وادی القریٰ میں رہنے والے مشرف باسلام تھے، اور فدک وخیبر مدینہ منورہ سے مکمل طور پر ملے ہوئے تھے۔

(۱۴) تیسرے فرقہ نے اس سے بھی آگے بڑھ کر دارالحرب کی یہ تعریف کی ہے، کہ اس میں کوئی مسلم یا ذمی امان سابق کے ساتھ مامون نہ رہے، بعض شعائر اسلام ترک ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، اور شعائر کفر کا اعلان ہوا ہو یا نہ ہوا اور اسی تیسرے قول کو محققین نے ترجیح دی ہے، اس تقریر کی بنیاد پر انگریز اور ان جیسے لوگوں کی عملداری والا ملک بلاشبہ دارالحرب ہے۔

(۱۵) اس فرض کا انکار کرنا جس پر امت کا اتفاق ہے کفر ہے، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور جنابت کے غسل کرنا، اسی طرح جس نے ایسے حرام کام کی حرمت کا انکار کیا جس پر اتفاق ہے جیسے شراب کا پینا، زنا، قتل نفس یتیم کا مال اور سود کھانا۔

(۱۶) جس نے ایسے حرام کی حرمت کا انکار کیا جس کی حرمت پر اتفاق ہے، یا حرمت میں شک کیا یا شک وانکار دونوں برابر رہے، جیسے شراب، زنا، لواطت، سود، یا گمان کیا صغائر وکبائر جائز ہیں یہ کفر ہے۔

(۱۷) ان اصول پر چند فروع مبنی ہیں جو فتاویٰ میں مذکور ہیں، یعنی اگر حرام کو حلال

جانا پس اگراس کی حرمت لعینہ ہے (کسی دوسری چیز کی وجہ سے نہیں) اوردلیل قطعی سے ثابت ہے اس کی تکفیر کی جائے گی، ورنہ نہیں بایں طور کہ اس کی حرمت کسی دوسری چیز کی وجہ سے ہو یا دلیل ظنی سے اس کی حرمت کا ثبوت ہو،بعض نے حرام وحلال میں لعینہٖ ولغیر ہٖ کا فرق نہیں کیا، چنانچہ کہا کہ جس نے حرام کوحلال جانا، جب کہ وہ جانتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں حرام ہے، جیسے ذوی المحارم سے نکاح،شراب پینا،مردار کھانا، بہنے والا خون، خنزیر کا گوشت بغیر کسی (ایسی) ضرورت کے جس کی بناپر حرام چیز حلال ہوجاتی ہے) حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے۔

(۱۸) اس بات کے کہنے سے کافر ہوجائے گا، کہ حرام مجھے زیادہ پسند ہے،اس کے جواب میں جواس سے کہے کہ کھا تو حلال ہے،اوراس طرح کہنے سے کافرنہیں ہوگا، کہ مجھے زیادہ مال کی ضرورت ہے حلال وحرام میرے نزدیک برابر ہے،اورنہ حرام کوحلال کہنے سے اس کے حلال ہونے کا اعتقاد کئے بغیر،پس بازاری آدمی (تاجر) کی اپنی خرید وفروخت کی ترویج کے لئے حرام کوحلال کہنے سے تکفیر نہیں کی جائے گی''۔

اوراصل بات یہ ہے کہ جوحرام کوحلال اعتقاد کرے،پس اگر وہ حرام لغیر ہٖ ہے(یعنی حرمت خوداس کی ذات میں نہیں) جیسے دوسرے کا مال تو وہ کافرنہیں ہوگا،اوراگر وہ حرام لعینہٖ ہے پس اگراس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہے تو کافر ہوجائے گا، ورنہ نہیں ہوگا،اوراگر کہا گیا ہے کہ یہ تفصیل عالم کے بارے میں ہے،لیکن جاہل حلال وحرام لعینہٖ اورلغیر ہٖ میں فرق نہیں کرسکتا،اس کے حق میں تو صرف یہ فرق ہے کہ اگر وہ قطعی ہے تو تکفیر کی جائے گی، ورنہ نہیں (یعنی جس حرام کو حلال یا حلال کوحرام اعتقاد کیا ہے،اگراس کی حرمت،حلت کا ثبوت دلیل قطعی سے ہے تو تکفیر کی جائیگی ورنہ نہیں۔

(۱۹) فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ کفر بڑی وخطرناک چیز ہے، میں کسی مؤمن کو کافرنہیں کہونگا، جب تک اس کو کافر کہنے کی کوئی راوایت موجود ہے۔

(۲۰) اگر مسئلہ میں چند وجوہ تکفیر کی ہوں اور صرف ایک وجہ عدم تکفیر کی ہو تو مفتی کو چاہئے مومن کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس وجہ کو ترجیح دے، جو عدم تکفیر کی ہے، بزازیہ میں یہ زیادتی ہے کہ، مگر جب کہ ارادۂ کفر کی وضاحت ہو جائے تو اس وقت تاویل فائدہ نہیں دے گی۔

اور''تارتارخانیہ'' میں ہے کہ احتمال کے ساتھ تکفیر نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ کفر سزا میں انتہاء ہے تو جرم بھی انتہاء ہونا چاہئے اور احتمال کے ساتھ انتہا نہیں ہو سکتی۔

(۲۱) اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو، اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (بیان القرآن، پ ۶/)

دارالحرب ودارالاسلام

سوال:۔ قبیل رمضان المبارک دارالاسلام ودارالحرب کی تعریف میں چند الفاظ میں احقر کو شبہ ہوا تھا، جناب کے ذریعہ سے بندے نے انہی الفاظ کو حل کیا تھا، لیکن بندے نے غلطی سے ''**والحکم من البعض برسم التتار**'' کے علاوہ بنی قریظہ بالیہودیۃ پر نمبر نہیں دیا تھا، اس عبارت کا مطلب حل نہیں ہوا، لہٰذا ثانیاً حضور کو تکلیف دیتا ہوں، امید ہے کہ حضور اس تکلیف کو گوارہ فرمائیں۔

(۲) دیگر یہ کہ احقر کا زعم تھا کہ تحقیقات الفاظ سے ملک ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب حل ہو جائے، لیکن چونکہ حضور والا نے معنی اجراء احکام کفر کی تفصیل یہ فرمائی ہے کہ کافر اپنی مملکت میں مستقل طور سے حکم جاری کرے، یعنی مراد اجراء احکام کفر ایں کہ در مقدمہ ملک داری وبندوبست رعایا وحد وخراج وباج وعشر اموال تجارت وسیاست وقطاع الطریق وسراق وفصل خصومات سزائے جنایات، کفار بطور خود حاکم باشند، سو ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب، بندہ کو اس میں شبہ پیدا ہو گیا، کیونکہ ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں

کرتا ہے، بلکہ اہل اسلام اور ہندوؤں کو لیکر حکم کرتا ہے، پس ان احکام مذکورہ کا اجراء انگریز بطور خود نہیں کرتے ہیں۔

(۳) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے کسی ایک رسالہ میں بندہ نے دیکھا کہ حضرت موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ جو اراضی عشری ہے، اس سے عشر ادا کرنا واجب ہے، اور جو خراجی ہے اس سے خراج ادا کرنا واجب ہے، لیکن ہندوستان میں سرکار کو خراج دیا جاتا ہے، اور چونکہ یہ خراج اپنے مصرف میں خرچ ہوتا نہیں سو جس مقدار روپے سرکار کو دیا جاتا ہے، اسی مقدار روپے یا اس مقدار غلہ کسی دینی مدرسہ میں یا فقراء کو دیدیں، ورنہ گنہگار ہونگے، اب اس میں یہ شبہ ہے کہ جو خراج سرکار میں ادا کیا جاتا ہے، یہ بعوض حفظ جان و مال کے ہے، جبکہ حضرت ابوعبیدہؓ امین الامت کا تسلط جس وقت اہل شام پر ہوا تھا، اس اثناء میں جب آپ مع لشکر دوسرے شہر میں محاصرہ کے قصد سے گئے تھے، تو شام کے بعض شہر کی حفاظت نہیں ہوسکی، اور اس بناء پر آپ نے اس شہر والوں کے خراج کو جو ان لوگوں نے ادا کیا تھا، واپس کر دیا تھا، پس جو خراج انگریز کو دیا جاتا ہے، یہ حفظ جان و مال کے لئے ہے، پھر فقراء کو دینا ضروری کیوں ہے، البتہ عشری اراضی کا عشر فقراء کو دینا واجب ہے، کیونکہ یہ حق فقراء کا ہے، اور خراج کے مستحق لشکر ہیں، پس خراج کا حقدار مدرسہ یا فقراء ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

(۴) فتح میں مرقوم ہے کہ وصول مصر فی زماننا اجرت ہے یعنی کرایہ ہے، عشر، یا خراج نہیں، اب دریافت اس بات کی ہے کہ مصر کی اراضی جس سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے، اس پر عشر واجب ہوگا، یا سوائے کرایہ کچھ دینا ضروری نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اصل عبارت فتاویٰ بزازیہ کی ہے، مگر مولانا عبدالحی صاحبؒ نے کچھ اختصار کے ساتھ نقل کی ہے، اور کہیں کہیں کچھ کتابت کی غلطی بھی ہے، چنانچہ عبارت مسئولہ میں منشاء عدم

فہم یہی کتابت کی غلطی ہے، عبارت اس طرح ہے اور ''اعلان بیع الخمور واخذ الضرائب والمکوس والحکم من البعض برسم التتارکاعلان بنی قریظة بالتهود وطلب الحکم من الطاغوت فی مقابلة محمد علیه الصلوٰة والسلام فی عهده بالمدینة ومع ذٰلک کانت بلدة الاسلام بلاریب الخ بزازیه ،ص ۳۱۴ / [1] ج ۲ /۔

جن بلاد پر اس زمانہ میں کفار کا تسلط ہوگیا تھا، مگر تدریس افتاء جمعہ وعیدین وغیرہ حکومت نے جبراً نہیں روکا تھا، ان کا حکم بیان کررہے ہیں، کہ وہ دارالحرب نہیں، بلکہ دارالاسلام ہے، کیونکہ اسلام کے آثار واحکام ہنوز کچھ باقی ہیں، اس پر اشکال وارد ہوتا تھا، کہ خلاف اسلام بھی تو بہت سی اشیاء علی الاعلان کی جاتی ہیں، جیسے بیع الخمور وغیرہ نیز بعض لوگ کفار کے طریقہ پر حکم کرتے ہیں، اسلام کے طریقہ پر نہیں کرتے، پھر ان بلاد کے دارالاسلام ہونے کو ترجیح کیوں دی گئی، اس کا جواب دیا ہے کہ یہ اعلان بیع الخمور وغیرہ اور '' حکم من البعض برسم الکفار'' یہ لفظ من بعض ہے من البعض نہیں ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں بنو قریظہ اپنے یہودی ہونے کا اعلان کرتے تھے، اخفاء نہیں کرتے تھے، اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں طاغوت سے حکم طلب کرکے اس کی پیروی کرتے تھے، اور پھر بھی اس کو دارالحرب نہیں کہا گیا، بلکہ وہ دارالاسلام ہی رہا۔

(۲) مولانا عبدالحئیؒ صاحبؒ نے ہندوستان کو دارالاسلام مانا ہے، اور عبارات بزازیہ وغیرہ سے استدلال کیا ہے، لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ ہندوستان کو دارالحرب فرماتے ہیں، اور اجراء احکام کی تفصیل وہی بیان فرماتے ہیں جو اس سے قبل نقل کی گئی تھی، اور آپ نے بھی اس کو سوال میں نقل کیا ہے، حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد پر آپ کا یہ اشکال

[1] بزازية علی الهندية ،ص ۳۱۲ / ج ۶ / مطبوعه مصر. کتاب السیر، الثالث فی الحظر والاباحة.

کہ ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں کرتا، بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ساتھ لیکر حکم کرتا ہے، حکم کے معنی نہ سمجھنے کی بناء پر ہے، اس لئے کہ جو ہندو یا مسلمان کسی جگہ ڈپٹی وغیرہ حکام انگریز کی طرف سے مقرر ہے، وہ قطعاً حکم انگریز کے تابع ہیں، ذرا بھی خلاف نہیں کر سکتے، تو درحقیقت یہ اجرا، حکم انگریز کا اثر اور ذریعہ ہے، مستقل طور پر حکم صرف انگریز کا ہے، اس میں کسی کی شرکت نہیں، اپنے قوانین ان لوگوں کے حوالے کر دیئے کہ ان کے ماتحت حکم کرتے رہو، ان کے خلاف یہ لوگ ہرگز نہیں کر سکتے، یہ تو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے نزدیک ہے، اور مولانا عبدالحئیؒ صاحبؒ چونکہ دارالاسلام مانتے ہیں، اس لئے ان کے نزدیک بعض احکام اسلام کا بقاء کافی ہے، جیسا کہ عبارت بزازیہ سے ظاہر ہوتا ہے، غرض کہ ہندوستان کا دارالاسلام اور دارالحرب ہونا ان دونوں بزرگوں کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کی وہ تحریر میں نے نہیں دیکھی لہٰذا اس کے متعلق کچھ تحریر نہیں کر سکتا، البتہ یہ مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم، ص ۵۵[1] میں مذکور ہے دیکھ لیجئے:۔

(۴) فتح سے کیا مراد ہے، فتح القدیر، یا فتح الباری، یا فتح المعین، یا فتح الملہم، یا فتح المنان وغیرہ، اصل عبارت سے حوالۂ کتاب وجلد و باب وصفحہ نقل کیجئے، تا کہ اس عبارت پر غور کیا جا سکے، صرف اتنا لکھ دینا کہ فتح میں مرقوم ہے کافی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۰/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۰/۵۹ھ

سود سے متعلق ایک نہایت اہم تفصیلی بحث وتحقیق

سوال:۔ ہندوستان میں موجودہ حالات میں مختلف کاروبار کے لئے حکومت سے

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ، ج۳/ص ۵۵/ کتاب الزکوٰۃ، مطبوعہ رحیمیہ دھلی.

مسلمانوں کوسود پر روپیہ لینا یا دینا کیسا ہے؟

(الف) نیز سود پر روپیہ لینے میں ضرورت منداور غیر ضرورت مند دونوں کا ایک حکم ہے، یا فرق ہے اگر فرق ہوتو براہِ کرم اس کی وضاحت فرمائیں ،کہ کس قدر ضرورت اوراضطرار عذر بن سکتا ہے؟

(ب) سود کی حرمت مؤبد ومطلق ہے یا موقت ومقید ہے نیز سود کی حرمت جن حالات میں نازل ہوئی وہ کیسے تھے،مسلمانوں کی اقتصادی ومعاشرتی حالات کیا اس وقت موجودہ مسلمانوں سے زیادہ بہتر تھی۔

(ج) **"یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح"** (الاشباہ والنظائر فن اول ، ص۱۱۵) کا مصداق کیا ہے؟

(د) فتاویٰ عزیزی جلد اول ،ص ۷/ پر ہے"ودادن سود بحربیان بایں وجہ حلال است کہ خوار یندن حرام بمسلمانان درست نیست وآنہا حرام خوارند اگر چیزے بطریق سود دادہ شد بیش ازیں نیست کہ حرام خواہد خوارد" اس عبارت کی اورمبسوط کی متعدد عبارتیں **ولا ربوٰ بین حربی ومسلم مستأ من**" درمختار،ص۳۴۳/ج۴/)وغیرہ سے کیا ہندوستان میں موجودہ حالات میں مسلمانوں کوسود پر روپیہ لینے پر استدلال صحیح ہے؟

(ہ) **"لاربوٰ بین حربی ومسلم "** جوامام اعظمؒ کا قول ہے یہ کس حدیث سے مستنبط ہے، نیز امام صاحب کے اس قول کی ان آیات قرآنیہ صریحہ در بارۂ حرمت ربوٰ کے ساتھ جن میں اطلاق سود کی حرمت وارد ہے،تطبیق کی کوئی صورت ہوسکتی ہے؟

(و) مستأمن کے لئے دارالحرب میں بعض حالات میں اگر سود لینے یادینے کی گنجائش نکلے تو کیا شرعاً صرف دارالحرب کے اس حکم ہی پر معاملہ ختم ہوجائے گا، یا دارالحرب کے دوسرے احکام کا اطلاق بھی مستأمن پر ہوگا، براہ کرم اس کی وضاحت فرمائیں ،جیسا کہ وجوب ہجرت وغیرہ؟

(ز) ہمارے اکابر دیوبند کا اس بارے میں کیا مسلک رہا ہے، امید کہ موجودہ حالات کے پیش نظر جو ابتلاء اس بارے میں ہو رہا ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے مدلل ومفصل جواب مرحمت فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلياً

(الف) سود کی حرمت لینے والے اور سود دینے والے دونوں پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے بلکہ سود کا رقعہ لکھنے والے اور گواہی دینے والیکو بھی لعنت میں شریک کیا گیا ہے

"عن جابرؓ قال لعن رسو ل اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم اٰكل الربوٰ وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء رواه مسلم اھ" (مشكوٰة شريف[۱]، ص ۲۴۴/)

جوشخص اپنی ضرورت کی وجہ سے مجبور ہے وہ اپنی مجبوری اور اس مذکورہ لعنت دونوں کو وزن کرلے پھر اگر ضرورت کا وزن زیادہ ہو تو وہ اپنی مجبوری کی حدتک مجبور ہوگا۔

(ب) سود کی حرمت قطعی ہے، مطلق ہے، مؤبد ہے "اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية.[۲]

"عن عمر بن الخطابؓ ان اٰخر مانزلت اٰية الربوٰوان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قبض ولم يفسر ها لنا فدعواالربوٰ والريبة" (رواه ابن ماجه والدارمی اھ مشكوٰة شريف[۳]، ص ۲۴۶)

---

[۱] مشكوٰة شريف، ص ۲۴۴/ باب الربوا، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۲] سورہ بقرہ پارہ ۳/ آیت ۲۷۵/ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا (از بیان القرآن)

[۳] مشكوٰة شريف، ص ۲۴۶/ الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آخری چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ربوا کی آیت ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور اس آیت کی تفسیر نہیں فرمائی، پس چھوڑ دو تم سود کو اور اس چیز کو جس میں سود کا شک وشبہ ہو۔

قوله اٰخر مانزلت ای اٰیة تعلقت بالمعاملات اٰیة الربوٰ ثابتة غير منسوخة لكن رسول اللّٰه ﷺ قبض ولم يفسرها بحيث يحيط بجميع جزئياتها وموادها فينبغي لكم ان تدعوا الربوٰ الصريح ومايشبه الامرفيه تورعاً واحتياطاً هذا مايفهم من ظاهر سوق العبارة وقال الطيبى يعنى ان هذهٖ الاٰية ثابتة غير منسوخة غير مشتبهة فذٰلک لم يفسرها النبیﷺفاجروها علیٰ ماهى عليه ولاترتابوا فيها واتركوا الحيلة فى حل الربوٰ / لمعات اھ هامش مشكوٰة شريف[۱]

جب سود کی حرمت نازل ہوئی معاشی حالت عامۃً بہت کمزور تھی ہفتوں بلکہ مہینوں گھر میں آگ نہیں جلتی تھی،[۲] پیٹ پر پتھر باندھتے تھے[۳] مہر میں دینے کے لئے لوہے کی انگوٹھی تک میسر نہیں آئی، تن پوشی کو کپڑا تک نہیں تھا، لنگی ہے، تو کرتا نہیں، کرتا ہے، تو لنگی نہیں، صرف ایک لنگی بدن پر ہے، اس میں سے نصف مہر میں دینے کو آمادہ ہو گئے[۴]

---

[۱] لمعات علیٰ هامش مشكوٰة ص۲۴۶ الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

[۲] عن عائشة رضى اللّٰه عنها قالت كان ياتى علينا الشهر مانوقد فيه ناراً انما هو التمر والماء إلا ان نُوتىٰ باللُّحيم، بخارى شريف ص۹۵۶ ج۲ باب فضل الفقر، كتاب الرقاق، مطبوعه اشرفيه ديوبند حياة الصحابة ص۲۸۸ ج ۱، تحمل الجوع فى الدعوة الى اللّٰه الخ تحمل النبى صلى اللّٰه عليه وسلم الجوع مطبوعه حضرت نظام الدين دهلى.

[۳] وعن ابى طلحةؓ قال شكونا إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الجوع فرفعنا عن بطوننا عن حجر حجر فرفع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن بطنه عن حجرين رواه الترمذى، مشكوٰة شريف ص۴۴۸ باب فضل الفقراء وما كان من عيش النبى صلى اللّٰه عليه وسلم الفصل الثانى مطبوعه ياسر نديم ديوبند، نيز ملاحظه هو حياة الصحابة ص۲۹۷ ج ۱ جوع ابى هريرةؓ مطبوعه دهلى، ترمذى شريف ص۶۲ ج۲ ابواب الزهد، باب ما جاء فى معيشة اصحاب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم مطبوعه بلال ديوبند.

[۴] عن سهل بن سعد الساعدى ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم جأ ته امراة فقالت يارسول اللّٰه انى وقد هبت نفسى لک فقامت قياماً طويلاً فقام رجل فقال يارسول اللّٰه ﷺ

یہود کے قرض میں دبے ہونے کی وجہ سے حضرت بلال کو دھمکی دی گئی[۱] جس کی وجہ سے مدینہ طیبہ چھوڑ کر روپوش ہونے کا ارادکرلیا، گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا، اندھیرہ رہتا تھا وغیرہ وغیرہ، احادث وسیر میں بڑی حدتک یہ حالات مذکو ہیں، آج کل کا یہاں کا مسلمان عموماً ان حالات سے ناآشنا ہے۔

(ج) قاعدہ تو یہ بیان کیا ہے، **الحاجة تنز ل منزلة الضرورة** اھ[۲] اس ذیل میں اس استقراض بالربح کے جواز کولکھا ہے، حاجت کی کوئی تفصیل وتشریح شرح میں بیان نہیں کی، بظاہر مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس درجہ محتاج ہو کہ کما نہیں سکتا، اور بغیر قرض کے گزارہ کی کوئی صورت نہیں، اور قرض بغیر ربو کے نہیں ملتا، وہ اپنی مجبوری کی حدتک معذور ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) زوجنيها ان لم تكن لک بهاحاجة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هل عندک من شئی تصدقها اياه فقال ماعندى الاازارى هذا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انک ان اعطيتها ازارک جلست لاازارلک فالتمس شيئاً قال لااجد شيئاً قال فالتمس ولوخاتماً من حديد فالتمس فلم يجد شيئاً، ابوداؤد شريف، ج ۱/ص۲۸۷/کتا ب النکا ح باب فی التزوج علی العمل يعمل. مطبوعه ادارة الرشيد ديوبند.

ترجمہ:۔ سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے اپنی ذات کو آپ کے لئے ہبہ کردیا یہ کہہ کر وہ دیر تک کھڑی جواب کا انتظار کرتی رہی، ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا یارسول اللہ اگر آپ کو ضرورت نہ ہوتو اس عورت کا نکاح مجھ سے کرادیجئے، آپؐ نے پوچھا کیا مہر میں دینے کیلئے کوئی چیز تیرے پاس ہے اس نے عرض کیا اس تہبند کے سوا اور میرے پاس کچھ نہیں، آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم اس کو اپنی تہبند دیدو تو تم بغیر تہبند کے بیٹھ رہو گے کوئی چیز تلاش کرو! اس نے کوئی چیز تلاش کی مگر نہ ملی، آپؐ نے فرمایا کوئی چیز ڈھونڈ لا اگرچہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو، پھر اس نے تلاش کی مگر نہیں ملی۔

(صفحہ ہٰذا) [۱] ابوداؤد شريف ص۴۳۳/ج ۲/ (مطبوعه رشيديه دهلی) کتاب الخراج والفئی والامارة باب فی الامام يقبل هداياالمشركين.

[۲] الاشباه والنظائر ص ۱۴۹ تحت القاعدة الخامسة مطبوعه دار العلوم ديوبند.

(د) مطبوعہ فتاویٰ عزیزی میں رطب ویابس کو شامل کردیا گیا ہے، جس میں مبتدعین وروافض کی تدلیس بھی ہے، موضوع روایات بھی ہیں، غلط مسائل بھی ہیں، بغیر سوال وجواب کے بھی بعض عبارات ہیں، اس لئے جب تک کتب معتمدہ سے تائید نہ ہوجائے، اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، تقریباً پچاس مقامات کے متعلق تو میری یادداشت میں کلام ونظر ہے، بعض مسائل تو بالیقین روافض کی تائید میں ہیں، جس نے حضرت شاہ صاحبؒ کی ''تحفۂ اثنا عشریہ'' کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ کا مزاج ومذہب کیا تھا، اسلئے اس مجموعہ کو یہ کہنا کہ حضرت شاہ صاحب ہی کا ہے، صحیح نہیں ہے، ''**لاربوٰبين حربي ومسلم مستامن ولوبعقدفاسد اوقمارثم لان ماله ثم مباح فيحل برضاه مطلقاً بلاعذر خلافاللثاني والثلثة**اھ درمختار[1] اس میں بظاہر ربوا کا عموم معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ربوٰ اور عقد فاسد وقمار میں زیادتی کا حصول دونوں طرف محتمل ہے، لیکن تقاضائے حلت یہ ہے کہ جواز اسی صورت تک محدود ہے جب تک زیادتی مسلمان کو ہو " **لان ماله ثم مباح** "اس لئے کہ فتح القدیر سے علامہ شامی نے نقل کیا ہے، " **فالظاهر ان الاباحة بقيد نيل المسلم الزيادة**اھ **ردالمحتار** ،۱۸۸/ج۴/[2] پھر اس کی تائید میں شرح السیر الکبیر سے نقل کیا ہے "**قلت ويدل علىٰ ذٰلک مافي السير الكبير وشرحه حيث قال واذا دخل المسلم دارالحرب بامان فلابأس ان يأخذ منهم اموالهم بطيب انفسهم باى وجه**

---

[1] درمختار على الشامي زكريا ص۴۲۲/ ج۷/ مطبع كراچي ص۱۸۶/ ج۵/ مطبوعه نعمانيه ديوبند ص۱۸۸/ ج۴/ باب الربا، زيلعي ص۹۷، ج۵، كتاب البيوع، باب الربا، مطبوعه امداديه ملتان، الدر المنتقى على مجمع الأنهر ص۱۲۷، ج۳، دار الكتب العلمية بيروت،

[2] شامي مطبع زكريا ،ص ۴۲۳/ج۷/ مطبوعه كراچي ،ص ۱۸۶/ج۵/مطبوعه نعمانيه، ص۱۸۸/ ج۴/ باب الربا، فتح القدير ص۳۸ج۷ باب الربا، دار الفكر بيروت، منحة الخالق ص۱۳۶ ج۶ باب الربا، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

کان لانه انمااخذ المباح علیٰ وجه عری عن العذر فیکون ذٰلک طیباً والاسیر والمستأمن سواء حتی لوباعهم درهمابدرهمین اوباعهم میتة بدراهم اواخذ مالاً منهم بطریق القمار فذٰلک کله طیب لہٗ الخ ملخصاً، فانظر کیف جعل موضوع المسئلة الاخذ من اموالهم برضاه فعلم ان المراد من الربوٰ والقمار فی کلامهم ماکان علیٰ هذه الوجه وان کان اللفظ عاماً لان الحکم یدور مع علته غالباً اھ ردالمحتار،ص ۱۸۸/ ج۴/ [1]

اس تفصیل کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف نسبت کردہ فتویٰ میں جوعلت بیان کی گئی ہے اس پر کچھ کلام کرنے کی حاجت نہیں رہی، خود اس قول لاربوٰ الخ کی حیثیت اور المبسوط کی روایات کا جواب آگے آرہا ہے۔

(ہ) نصب الرایہ، ص۴۴/ ج۴/ [2] میں "الحدیث الثامن قال علیه السلام لاربوٰ بین المسلم والحربی فی دارالحرب ،قلت غریب واسند البیهقی فی المعرفة فی کتاب السیر عن الشافعیؒ قا ل قال ابویوسفؒ انما قال ابوحنیفةؒ هذا لان بعض المشیخة حدثنا عن مکحول رحمه اللّٰه تعالٰی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انه لاربوٰبین اهل الحرب اظنه قال واهل الاسلام قال الشافعیؒ وهذالیس بثابت ولاحجة فیه انتهیٰ کلامه"۔

یہ حدیث منقطع ہے، مکحول، صحابی نہیں، واسطہ غیرمعلوم ہے، جس کا صحابی ہونا بھی متعین نہیں کہ انقطاع کوغیرمضرکہاجائے، غریب" لیس بثابت ،لاحجة فیه"کی بھی تصریح ہے، اصحاب صحاح نے اسکو اپنی کتاب میں نہیں لیا، اگرمرفوع، صریح ثابت، بلاعلت قادحة

[1] شامی زکریا ،ص ۴۲۳/ ج۷/ مطبوعه کراچی، ص۱۸۶/ ج۵/ مطبوعه نعمانیه، ص۱۸۸/ ج۴/ باب الربا.

[2] نصب الرایه ، ج۴/ ص ۴۴/ (مطبوعه ڈابھیل سورت) کتاب البیوع باب الربا)

بھی روایت ملجائے ، تب بھی نص قرآنی کے لئے وہ مقید یا مخصص نہیں بن سکتی ، کماھو المذکورفی کتب الاصول. اس روایت کی بناء پر امام اعظمؒ نے فرمایا ہو یا کسی دوسری روایت پر ان کے قول کی بنا ہواس قول کی تشریح میں شراح وفقہاء نے کلام کیا ہے، ایک تشریح یہ ہے کہ یہ لا ربوٰ ہی ہے، یعنی ربوٰ اس موقعہ پر بھی جائز نہیں ۔ کذا فی العنایۃ [1]

شبہ ہوتا ہے تھا کہ حربی مباح الاموال ہے، اس لئے جس طرح بھی لیا جاسکے جائز ہونا چاہئے ، اس کو قطع فرمایا کہ نص قطعی سے حرمت جیسا ثابت ہے تو اس کا ارتکاب جائز نہیں کہ تاویل کی حاجت ہو۔

دوسری تشریح یہ ہے کہ دارالاسلام سے دارالحرب میں امن لیکر جو مسلم داخل ہوں عقود فاسد ربویہ کے ذریعہ جو مال حاصل کر کے لے آئے، وہ اسی کی ملک ہے، اس کو مال غنیمت تصور کر کے اس میں سے خمس وصول کرنے کا حق بیت المال کو نہیں ، بخلاف اس کے اگر ایک جماعت حملہ کے لئے جائے ، اور وہ وہاں سے لائے اس جماعت کی حفاظت ومدد کی ذمہ داری امام المسلمین نے لی ہے، لہٰذا اس میں خمس لینے کا حق ہے، اس تشریح کی صورت میں دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف منتقل ہونے پر ملک تام حاصل ہوگی ۔

تیسری تشریح یہ ہے کہ مسلم مستأمن جو مال عقود فاسدہ ربویہ کے ذریعہ دارالحرب میں حربی سے حاصل کرتا ہے، اس پر ربوٰ کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ جس طرح سے مال مباح حطب وحشیش وغیرہ پر استیلاء سے ملک حاصل ہو جاتی ہے، اسی طرح یہاں بھی ہے، فرق یہ ہے کہ یہاں قابض کی رضامندی ضروری ہے ، وہ بصورت عقد حاصل ہے تو ''موجب ملک'' عقد نہیں ، بلکہ موجب ملک استیلاء ہے اور عقد صرف تحصیل رضائے قابض کیلئے

---

[1] ویحتمل ان المراد بقوله لا ربا النهی عن الرباء الخ.عناية على فتح القدير، ج۷/ص ۳۹/ باب الربا،مطبوعه دارالفكر بيروت.

ہے، " ان مال الحربی لیس بمعصوم بل ھومباح فی نفسه الاان المسلم المستامن منع عن تملکه من غیر رضاه ولمافیه من الغدر والخیانة فاذا بدله باختیاره ورضاه فقد زال ھذا المعنی فکان الاخذاستیلاء علیٰ مال مباح غیر مملوک وانه مشروع مفید للملک کالاستیلاء علیٰ الحطب والحشیش وبه تبین ان العقد ھھنا لیس بتملک بل ھوتحصیل شرط التملک وھوالرضا لان ملک الحربی لایزول بدونه ومالم یزل ملکه لایقع الاخذ تملکاً لکنه اذا زال فالملک للمسلم یثبت بالاخذ والاستیلاء لابالعقد فلا یتحقق الربالان الرباسم لفضل یستفاد بالعقداھ (بدائع الصنائع ص ۱۹۲ / ج۵)[1]

"المبسوط"[2] کی روایت "کل ربوٰ فی الجاھلیة فھو موضوع تحت قدمی" سے قبل کی ہیں، بعد میں تو یہ حکم نازل ہوا تھا، "یاایھاالذین اٰمنوااتقوا اللّٰہ وذروا مابقی من الربوٰان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللّٰہ ورسوله الآیة "۔[3]

یہ ربوٰ اہل حرب ہی کے ذمہ تھا جس کو وصول کرنے کی اجازت نہیں دی گئی، اس مضمون کی روایات بھی مبسوط،ص ۵۷/ج ۱۲/[4] میں مذکور ہیں۔

(و) ۱۸۵۷ء میں شاملی کا معرکہ پیش آیا، پھر ریشمی خط کی تحریک چلی، کراچی نینی جیل وغیرہ اسارت مالٹا کا واقعہ پیش ہوا، (۱) ہمارا شاندار ماضی، (۲) مسلمانوں کا روشن مستقبل

---

[1] بدائع الصنائع ،ص۱۹۲/ج۵/ مطبع کراچی پاکستان، ومبطع زکریا دیوبند، ص ۴۱۶/ج۴/ کتاب البیوع باب الربا)فصل واما شرائط جریان الربا.

[2] وتاویل مارووامن الآثار أنه کان قبل نزول آیة الربا المبسوط للسرخسی، ص ۱۲/ج۱۲/ (مطبوعه بیروت) کتاب البیوع)

[3] سوره بقره آیت ۲۷۸-۷۹/.

[4] المبسوط للسرخسی ص۵۷ ج۱۴ باب الصرف فی دار الحرب، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(۳) سفر نامہ، اسیر مالٹا، (۴) نقش حیات وغیرہ میں تفصیلات مذکور ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

منافعۂ قرض

سوال:۔ زید نے بکر کو مبلغ چار ہزار روپے تجارت کے لئے دیا اور کہا کہ اس روپے میں خواہ تم کو نفع ہو یا خسارہ ہو، بحر حال تم مجھے چالیس روپے ماہوار بطور نفع کے دیتے رہو باقی جتنا بھی نفع ہو وہ سب تمہارا اور میری رقم باقی رہے گی، نقصان جو ہو وہ سب تم کو برداشت کرنا پڑے گا، ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے، کیا اس شرط کے ساتھ یہ معاملہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح معاملہ کرنا شرعاً جائز نہیں، یہ سود ہے، اور سود کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے،" احل اللہ البیع وحرم الربو" الایۃ[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سودی قرض سے تجارت کر کے منافع کمانا

سوال:۔ خالد جو بفضلہٖ تعالیٰ عالم دین ہے، اور خدمت دین (تدریس) کے سلسلہ

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵/ (**ترجمہ**) اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اورسود کو حرام کردیا. (از بیان القرآن)، کل قرض جر نفعاً حرام، شامی زکریا ص۳۹۵ ج۷ باب المرابحۃ، مطلب کل قرض جر نفعاً فھو حرام، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴ کتاب المداینات، الفن الثانی مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص۱۰۲ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

میں ایک ایسے شہر میں رہتا ہے جہاں کی مسلم اکثریت تجارت پیشہ ہے، ان میں اکثریت سودی کاروبار میں ملوث ہے، حتی کہ بعض ایسے بھی سنے گئے ہیں کہ انہوں نے قرض ہی سے تجارت کی ابتداء کی اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ابتداء تو حلال پیسوں سے کی لیکن سرمایہ میں کمی کے وقت سودی قرض لیتے ہیں، اور بہت ہی کم صحیح طریقہ سے تجارت کررہے ہیں، ان جیسے (مذکورہ) اشخاص کے چندہ سے جمع کردہ رقم سے خالد کی تنخواہ دی جاتی ہے، کیا خالد کے لئے یہ بغیر کراہت درست ہے (جب کہ مقامی دو عالم بھی اس عظیم شہر میں نہیں) اور ایسے مذکورہ حضرات کی جانب سے کھانے وغیرہ کی چیزوں کو ہدیہ قبول کرنا اور ان کی دعوتوں میں خالد کو جانا کیا مباح ہے؟ عدم اباحت کی صورت میں ان ہدایات کے لینے کا انکار کردیا جائے، یا لیکر انہیں غریب مسلمانوں یا کافر کو دیدیا جائے، نیز خیانت کی صورت میں کیا انکار ہی کردیا جائے (اگرچہ مذکورہ ہرصورت یہاں کے عوام کے لئے ناپسند فطرۃً ہوگی) ان ہی میں سے بعض حضرات یعنی اس وقت سونے وغیرہ کے تاجر اور عظیم ترین مالدار ہیں، اس سے لے لے، یہاں کے باخبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ ان کی ابتدائی دولت (سونا) ان کے اور ان کے متعلقین کے حیدرآباد (نظام حیدرآباد) سے لوٹ مار کے ذریعہ حاصل ہوئی، اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کچھ بذریعہ شیاطین حاصل کی گئی، لیکن فی الحال ان کے والد وغیرہ کے انتقال کے بعد اب وہ سونے کی تجارت بظاہر جائز طریقہ سے کررہے ہیں، البتہ بینک کے سود (لون) سے نہیں بچتے ہونگے، کیونکہ وہ گاہے (رمضان وغیرہ میں) نماز پڑھتے ہیں اور اپنی رقم بینک میں ضرور جمع کراتے ہونگے، جس پر بینک سود دیتا ہے، دریافت طلب امر یہ کہ وہ صاحب ہر رمضان میں مساجد کے مصلیوں کی دعوت کرتے ہیں، کیا اس دعوت میں شریک ہوسکتے ہیں خالد مذکور بھی رمضان میں دعوت سے تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے پہلے قرآن پاک پڑھنے کے لئے بلایا گیا، جب رمضان وغیرہ کے سلسلہ کے حفاظ وعلماء کو بلایا گیا اور افطار اور نماز مغرب کے بعد دیگر مصلیان ان کو بھی طعام کے لئے مدعو کیا گیا تھا، خالد مذکور نے دوسری مشغولی ظاہر

کر کے کھانے سے انکار کیا اس پر انہوں نے ایسے کچھ روپیہ اصراراً دیدیئے، جس کی خالد مذکور کو قطعی توقع نہ تھی، لیکن قرآن پڑھنے کے بعد دیئے، جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے، کیا خالد کے لئے وہ رقم درست ہے اور اگر نہیں تو اس کا مصرف بتایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو روپیہ بطریق سود حاصل کیا گیا ہو اس کا استعمال کرنا خالد وغیرہ کسی کو بھی درست نہیں بلکہ جس سے وہ سود لیا گیا ہے اس کو واپس کیا جائے، یا بلانیت ثواب غرباء کو صدقہ کر دیا جائے، اگر کسی نے کچھ روپیہ سود پر قرض لیا تو وہ اس کی وجہ سے گنہگار ہوا لیکن اس پیسہ سے جو تجارت کی ہے وہ درست ہے اور جو کچھ اس کی آمدنی ہو شرعی قواعد میں رہ کر وہ بھی درست ہے، ایسی آمدنی سے خالد کو ہدیہ دیا جائے یا کسی اور کو وہ سب درست ہے جس نے جائز روپیہ سے تجارت شروع کی پھر کچھ سودی قرض بھی لیا تو وہ سودی قرض کی وجہ سے گنہگار رہوا، مگر اس کی وجہ سے نہ وہ تجارت ناجائز ہوگی نہ اس کی آمدنی ناجائز ہوگی، جس نے اپنی جائز تجارت میں بطریقہ سود آیا ہوا روپیہ یعنی سرکاری بینک میں داخل کردہ روپیہ پر جو سود ملا تھا اس کو بھی اپنی تجارت میں شامل کر لیا اس نے برا کیا، تاہم اس کی وجہ وہ سب تجارت اور اس کی آمدنی ناجائز نہیں ہوگی، البتہ جتنی مقدار سود کی اس میں شامل کر لی ہے اتنی مقدار یا تو ٹیکس میں سرکار کو دیدے یا پھر بلانیت ثواب غرباء پر صدقہ کریں[1] محض قرآن کی تلاوت پر کھانے یا نقد

---

[1] من ملک اموالاً غیر طیبة اوغصب اموالاً وخلطها ملکها بالخلط ویصیر ضامناً (الی قوله) ان علمت اصحابه اوورثتهم وجب رده علیهم والا وجب التصدق (شامی کراچی، ج۲/ص۲۹۱/ کتاب الزکوٰة، مطلب فی التصدق من المال الحرام) بذل المجهود ص۳۷ ج۱ کتاب الطهارة فصل فی فرض الوضوء مطبوعه یحیوی سهارنپور، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، رجل اکتسب مالاً من حرام ثم اشتری فهذا علی خمسة اوجه اما ان دفع تلک الدراهم الی البائع (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

کی شکل میں ہدیہ دینا اور لینا درست نہیں، یہ صورت اجرت ہے اس سے خالد کو بھی پرہیز کرنا چاہئے، اور ہدیہ دینے والے کو بھی پرہیز کرنا چاہئے، اور دوسرے لوگوں کو بھی، علامہ شامی نے ردالمحتار[۱] اور شفاء العلیل[۲] میں طویل بحث کی ہے اور متعدد کتب کی عبارات نقل کی ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۱۳۹۹ھ

قرض پر منافع سود ہے

سوال:۔ زید نے بکر سے ایک ہزار روپیہ لیا اور کہا کہ میں چالیس روپیہ ماہوار منافع سمجھ کر دیتا رہوں گا، جب تک کہ اصل رقم نہ ادا کردوں، زید حسب وعدہ چالیس روپیہ ماہوار منافع کا دیتا رہا، ایک سال گزرنے کے بعد سوئے اتفاق سے زید کا کاروبار میں ہزاروں

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) اولا ثم اشتری منه بها اواشتری قبل الدفع بها ودفعها اواشتری مطلقاً ودفع تلک الدراهم اواشتری بدراهم اخرودفع تلک الدراهم قال الکرخی فی ا لوجه الاول والثانی لایطیب وفی الثلاث الاخیرة یطیب وقال ابوبکر لایطیب فی الکل لکن الفتویٰ الآن علیٰ قول الکرخی شامی زکریا، ج۷/ص۴۹۰/ کتاب البیوع ، باب المتفرقات،مطلب اذا اکتسب حراماً ثم اشتری الخ، مجمع الأنهر ص۸۳-۸۲ج۴ کتاب الغصب، دار الکتب العلمية بیروت، بحر کوئٹه ص۱۱۴ ج۸ کتاب الغصب.

(**صفحہ ہٰذا**) ۱؎ قال تاج الشریعة ،ان القرآن بالاجرة لایستحق الثواب لالمیت والاللقاری وقال العینی فی شرح الهداية،یمنع القاری للدنیا، والآخذ والمعطی آثمان فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قراء ة الاجزاء بالاجرة لایجوز، شامی کراچی ص۶/۵۶، کتاب الاجارة، مطلب فی الاستیجار علی الطاعات)

۲؎ ولایصح الاستیجار علی القراء ة واهدائها الی المیت لانه لم ینقل عن احد من الائمة الاذن فی ذٰلک وقد قال العلماء ان القاری اذا قراء لاجل المال فلا ثواب لهٗ فای شئی یهدیه الی المیت، شفاء العلیل فی رسائل ابن عابدین ج ۱/ص۱۷۵/ ثاقب بکڈپو دیوبند.

روپیہ کا گھاٹا ہوگیا، ذاتی رقم اور بکر کا ایک ہزار روپیہ سب خسارے میں چلا گیا، اسی پر بس نہیں بلکہ ہزاروں کا مقروض بھی ہوگیا، پھر بھی زید کسی نہ کسی طرح وعدے کے مطابق بکر کو چالیس روپیہ ماہوار دیتا رہا، اور کبھی کبھی یکمشت سود دوسو روپیہ بھی دیئے:۔

(۱) اس قسم کا معاہدہ کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

(۲) منافع سمجھ کر زید جو دے رہا ہے، اس کا دینا اور بکر کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) زید نے معاہدہ کرتے وقت صراحتاً کہا تھا کہ تم کو میں بطور منافع کے چالیس روپیہ ماہوار دونگا، اور منافع ہی سمجھ کر دیتا رہا، کیا اس کے باوجود بھی سود ہوگا۔

(۴) زید نے بطور منافع کے جو رقم بکر کو دی ہے، کیا قسط وار اصل رقم ایک ہزار کی ادائیگی قرار دی جاسکتی ہے۔

(۵) اس نقصان کے باوجود کیا منافع کا چالیس روپیہ ماہوار دینا اب بھی لازم ہے اور کیا اصل رقم بھی دینا ضروری ہے، اگر ضروری ہے تو موجودہ حالات میں مزید کس طرح وہ رقم ادا کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/۳/ قرض پر اس طرح رقم دینے کا معاہدہ کرنا اور رقم دینا جائز نہیں، یہ یقیناً سود ہے، اس کا نام منافع رکھنے سے بھی یہ سود ہی ہے، کتب فقہ میں ہے " **کل قرضٍ جر نفعاً حرام** "، درمختار[۱] یعنی جس قرض سے نفع ملے وہ حرام ہے۔

(۴) اس کو اصل قرض کی ادائیگی میں محسوب کرلیا جائے، تو سود سے چھٹکارہ ہوجائے گا۔

---

[۱] شامی کراچی ،ص ۱۶۶/ج۵/ مطبوعه زکریا دیوبند ۳۹۵/ج۷/ مطبوعه نعمانیه دیوبند ۱۷۴/ج۴/ باب المرابحة،مطلب کل قرض جرنفعاً فهوحرام، الاشباه والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی، قواعد الفقة ص۱۰۲ مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

(۵) اصل قرض کی واپسی لازم ہے، جتنی رقم منافع کے نام پر دی جاچکی ہے، اس رقم کو ادا تصور کیا جائے، بقیہ رقم یکمشت یا قسطوار ادا کی جائے، یا معاف کرالی جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲۶/ ۸۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲۶/ ۸۰ھ

غلہ قرض دیکر زیادہ وصول کرنا

سوال:۔ اکثر کاشت کے وقت بیج دیتے ہیں، اور ایک من کے بجائے، سوا من کھیت کاٹنے کے بعد لیتے ہیں، یہ سود ہے یا کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقروض ہندو سے دودھ لینا

سوال:۔ ہندوؤں سے دودھ خریدنا جائز ہے یا نہیں، جب ہندو مقروض ہو اور زیادہ بھی دیتا ہے، اور روپیہ بھی وصول ہو جائے؟

---

[۱] كل قرض جرنفعاً فهوحرام قا ل الشامى اى اذاكان مشروطاً الدرالمختارمع الشامى ص ۲۹۵/ ج۷/ مطبوعه زكريا، مطبوعه كراچى ص ۱۶۶/ ج۵/ مطبوعه نعمانيه ديوبند، ص ۱۷۴/ ج۴/ كتاب البيوع، باب المرابحة الخ، فصل فى القرض، الاشباه والنظائر ص ۱۴۴، الفن الثانى كتاب المداينات، اشاعة الاسلام دهلى، قواعد الفقه ص ۱۰۲ دارالكتاب ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہاں دو چیزیں ہیں ایک بائع کا ہندو ہونا دوسرے بائع کا مقروض ہونا، اوراس وجہ سے اس کا زیادہ دینا، پہلی چیز کے متعلق یہ ہے کہ جب تک اس کی ناپاکی کا علم نہ ہو تو اس کا خریدنا جائز ہے، اور ناپاکی معلوم ہونے کے بعد ناجائز [1]

دوسری چیز کے متعلق یہ ہے کہ یہ زیادتی سود کے حکم میں ہے، جن حضرات کے نزدیک ہندوستان دارالحرب ہے ان کے نزدیک کفار سے سود لینا درست ہے [2] اور جن کے نزدیک ہندوستان دارالحرب نہیں ان کے نزدیک یہاں سود لینا درست نہیں، دونوں طرف گنجائش ہے، اختلاف کی وجہ سے نہ لینا احوط ہے [3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ ذی الحجہ ۵۳ھ

مسلم فنڈ سے متعلق تحقیق

سوال:۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آج کل جا بجا مسلم فنڈ

---

[1] كما يستفاد من هذه العبارة هذا اذ لم يعلم بنجاسة الاوانى فاما اذا علم فانه لايجوز ان يشرب ويأكل منها الخ، عالمگيرى ص۳۴۵/۵، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشرفى اهل الذمة الخ، عالمگيرى كوئٹه ص۲۵/۱، كتاب الطهارة، الفصل الثانى فيمالايجوز به التوضو، شامى زكريا، ص ۳۵۹/ج ۱/ باب المياه، مطلب فى احكام الدباغة)

[2] ولاربابين حربى ومسلم الخ الدرالمختار مع الشامى، ص۴۲۲/ج۷/ مطبوعه زكريا، مطبوعه كراچى ،ص۱۸۶/ج۵/ باب الربا ،كتاب البيوع، زيلعى ص۹۷ج۵ باب الربا، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۱۲۷ ج۳، دار الكتب العلمية بيروت.

[3] ولوسلمنا جواز الربا بين المسلم والحربى فى الهند فلا ريب أن جانب الاحتياط والتوقى عنه اولىٰ واحرىٰ، اعلاء السنن ص۳۶۸ج۱۴ ابواب الربوٰ، تحقيق كون الهند دار الحرب، مطبوعه كراچى.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

کا قیام ہوتا جارہا ہے، جمعیۃ العلماء کے پروگراموں میں اس کو بھی شامل کیا گیا ہے، دیوبند مسلم فنڈ کا قیام حضرت مولانا اسعد صاحب کی سرپرستی میں، اور لکھنؤ، رائے بریلی میں حضرت مولانا علی میاں صاحب کی سرپرستی میں ہے، اور جابجا اسی طرح ہوتا جارہا ہے، دیوبند مسلم فنڈ کے کسی پروگرام کے موقع پر آپ کے اردگرد مدرسہ کے بہت سے مدرسین وعلماء جمع ہوگئے تھے، اس وقت آنجناب نے یہ فرمایا تھا کہ ایک فتویٰ میں نے لکھا ہے، اس کو دیکھ لو؟ پھر سوال کرو، میں جواب دونگا، اس وقت سارے لوگوں کے سوال کا جواب دینا مشکل ہے، حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب بجنوری بار بار آپ کے پاس جاکر سوال کئے جس کو انہوں نے آکر بتلایا اور اخیر میں کہا کہ اب مجھ کو اطمینان ہوگیا۔

یہاں بھی مسلم فنڈ قائم ہے، آپ حضرات کے اس پروگرام کی ہمت افزائی کی وجہ سے ہم لوگوں کو شرح صدر رہا کہ جائز ہے، لیکن اسی دوران کچھ لوگوں نے بہار امارت شرعیہ اور دارالعلوم دیوبند مفتی احمد علی سعید صاحب سے فتاویٰ منگائے، جس میں ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا گیا، اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب قدس سرہٗ کا لکھا ہوا فتویٰ جس پر حضرت والا کے دستخط ہیں، اس میں جائز کہا گیا ہے، تینوں فتاویٰ منسلک ہیں، مسلمانوں کے اس ملی کام کے لئے دفتر کا قیام، ملازمین کی تنخواہ اور دیگر مصارف ضروری ہیں، اگر فارم یا معاہدہ نامہ کی قیمت دفتری ضرورت کے موافق نہ رکھی جائے، بلکہ کم رکھی جائے، تو کام چلنا مشکل ہے، اس لئے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے، فتویٰ صادر فرمایا جائے، سوالات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) قرض کے فارم، معاہدہ نامہ کی قیمت، ملازمین کی تنخواہ اور دیگر دفتری مصارف کے لحاظ سے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قرض کی مدت ختم ہونے پر فارم قرض، معاہدہ نامہ کی تجدید اور اسی کی ازسر نو قیمت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) قرض کی میعاد ختم ہونے پر ایک دو نوٹس کے بعد راہن کی مرضی ہو یا نہ ہو بقدر قرض شئی مرہون کی فروختگی جائز ہے یا نہیں؟

ضروری بات یہ ہے کہ معاہدہ نامہ میں اس کی صراحت ہوتی ہے، کہ میعاد پر قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں زیور فروخت کر دیا جائیگا۔

(۴) فارم، قرض ومعاہدہ نامہ کی قیمت قرض دیتے وقت وضع کر لی جائے، یا وہ اپنے پاس سے ادا کرے۔

(۵) فارم ومعاہدہ نامہ کی قیمت سے حاصل شدہ رقم جو دفتری خرچ اور ضروریات مصارف سے بچ جائے، اس کا مصرف کیا ہے، صرف فقراء پر اس کا صدقہ ضروری ہے یا مسلمانوں کے دیگر ملی کاموں میں صرف کیا جا سکتا ہے؟

(۶) قرض حاصل کرنے والے کی جو رقم مسلم فنڈ میں کسی دوسری قسط امانت وغیرہ میں جمع ہے اگر مستقرض یہ چاہتا ہے کہ میرا قرض اس مد سے وضع کر لیا جائے، اور میری مرہونہ شئی مجھے واپس کر دی جائے، فروخت نہ کی جائے، تو ایسی صورت میں شئی مرہونہ کی فروختگی جمع شدہ رقم سے وضع کئے بغیر جائز ہے کہ نہیں؟

(۷) شئی مرہونہ پر قرض کی میعاد گذرنے کے بعد کرایہ کے طور پر مزید کوئی رقم قرض گیرندہ سے وصول کرنا کیسا ہے؟ شئی مرہونہ کی حفاظت کا خرچہ کس کے ذمہ ہے، مسلم فنڈ پر یا مستقرض پر؟

(۸) مسلم فنڈ چلانے والے سودی لین دین سے مسلمانوں کو بچانے کی نیت رکھیں یا اس سے حاصل شدہ آمدنی سے مسلمانوں کے رفاہی کاموں کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینے کی نیت رکھیں دونوں نیتوں میں سے کس کو اصل بنائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح ربا کی حرمت منصوص ہے، بیع مطلق کی حلت بھی منصوص ہے "اَحَلَ اللّٰہُ

الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو[۱] الایۃ) معاملہ سود کرنے کے سلسلہ میں متعدد اشخاص پر لعنت آئی ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:۔

"**قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰکل الربوٰ وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم**" یہ روایت بحوالہ مسلم[۲] مشکوٰۃ شریف، ص۲۴۴ر میں موجود ہے۔

دوسری روایت میں سود کے ایک درہم کو چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بدتر فرمایا ہے،[۳] ایک روایت میں اپنی ماں سے بدفعلی کرنے کے برابر بتایا گیا ہے،[۴] اس لئے مسلمانوں کو سودی کاروبار، لین دین کرنے کے پاس بھی نہیں جانا چاہئے، سود حاصل کرنے کی نیت سے حیلہ اختیار کرنا بھی ممنوع ہے، لیکن سود سے بچنے کی نیت سے جائز تدبیر اختیار کرنا بھی درست ہے،[۵] جو شخص صرف خوف خدا کے پیش نظر حرام سے بچنا چاہتا ہو اللہ تعالیٰ اسکے لئے مخرج

---

۱ سورۂ بقرہ پارہ ۳ر آیت ۲۷۵ر

۲ **مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۴ باب الربا، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ترجمہ**:. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے سود کھانیوالے پر اور اسکے کھلانے والے پر اور اسکے لکھنے والے پر اور اسکے گواہوں پر اور آپؐ نے فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں **(ومسلم شریف ص۲۷/۲، با ب الربا، مطبوعہ سعد دیوبند)**

۳ **قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم درھم ربوٰ یأکلہ الرجل وھویعلم اشد من ستۃ وثلثین زنیۃ الحدیث مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶ر باب الربا.**

ترجمہ:۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کا ایک درہم جس کو انسان جان کر کھائے چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

۴ **عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الربا سبعون جزاً أیسرھا أن ینکح الرجل امہ، مشکوٰۃ شریف ص۲۴۶ باب الربا، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.**

۵ **ان کل حیلۃ یحتال بھا الرجل لابطال حق الغیر اولاد خال شبھۃ فیہ اولتمویہ باطل فھی مکروھۃ وکل حیلۃ یحتال بھا الرجل لیتخلص بھا عن حرام اولیتوصل بھا الی حلال فھی حسنۃ. عالمگیری ص۳۹۰ر ج۶ر کوئٹہ پاکستان، کتاب الحیل، مبسوط للسرخسی ص۲۱۰ ج۳۰ کتاب الحیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، المحیط البرھانی ص۶۷، ج۲۱، کتاب الحیل، الفصل الاول، مطبوعہ ڈابھیل.**

بنادیتے ہیں، ''ومن یتق اللّٰه یجعل لهٗ مخرجاً ''[۱]

عقود مالیہ میں احدالعاقدین کو کچھ زیادتی حاصل ہوجائے، اگرچہ مثلیات ہی میں ہو اس میں بھی دوصورتیں ہیں کبھی وہ زیادتی حرام ہوتی ہے، اور کبھی حلال۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعلیٰ قسم کی کھجوریں لائی گئیں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا وہاں کی سب کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں، عرض کیا گیا نہیں، دوصاع یہ معمولی کھجوریں دیکر ایک صاع اعلیٰ کھجوریں لیجاتی ہیں، ارشاد فرمایا ارے یہ تو سود ہے[۲]

حدیث مشہور میں چھ چیزوں کو فرمایا گیا'' مثلاً بمثل یداً بید والفضل ربوٰ''[۳] ان میں کھجوریں بھی ہیں، پھر اس کی ترکیب بیان فرمائی کہ اعلیٰ کھجور روپے کے عوض میں خرید لو، مثلاً ایک روپیہ کی ایک صاع اور پھر بائع اس روپے کے عوض تم سے دوصاع معمولی کھجور

---

[۱] سورہ طلاق پارہ ۲۸/ آیت ۲/

[۲] عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم استعمل رجلاً علی خيبر فجاء بتمر جنيب فقال له رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلم أكل تمر خيبر هكذا قال لاواللّٰه يارسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم انأ لنأخذ الصاع من هذا بالصاعين والصاعين بالثلٰث فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فلا تفعل بع الجمع بالداراهم ثم ابتع بالدراهم جنيباً.(مسلم شريف، ص۲۶/ج۲/كتاب المساقاة والمزارعة،باب الربا، مطبوعه سعد ديوبند، بخاری شريف، ص۲۹۳/ج۱/ كتاب البيوع باب اذا ارادابيع تمربتمر خيرمنه، مطبوعه اشرفی ديوبند.

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا عامل بنایا، وہ کچھ عمدہ چھوارے آپؐ کے پاس لایا تو رسول خدا ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا خیبر کے سب چھوہارے ایسے ہی ہوتے ہیں، اس نے عرض کیا کہ نہیں، واللہ اے رسول خدا ﷺ ہم ان چھوہاروں کا ایک صاع دوسرے چھوہاروں کے دوصاع کے عوض ہیں، اور پھر ان چھوہاروں کے دوصاع دوسرے چھوہاروں کے تین صاع کے عوض ہیں، خریدتے ہیں ،تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا اس طرح نہ کیا کرو، تم ان چھواروں کو درہم کے عوض فروخت کرو۔

[۳] مسلم شريف، ص۲۵/ج۲/(باب الربا)، مطبوعه سعد ديوبند.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

لے لے، حال تو یہی رہا کہ ادھر ایک صاع ادھر دو صاع جس کی ممانعت ہے، لیکن ایک صاع دو صاع کا براہ راست معاملہ نہیں کیا گیا، بلکہ دونوں طرف کھجوریں روپے سے خریدی گئیں۔

حضرت امام بخاریؒ نے ''کتاب الحیل'' میں قال بعض الناس فرما کر متعدد اعتراضات کئے ہیں، انہوں نے صرف مال کو دیکھا لیکن یہ غور نہیں فرمایا کہ درمیان میں کوئی حائل بھی ہے، بیع کی قیمت عاقدین کی رضامندی پر ہے، جو کچھ طے ہو جائے، ایک چادر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً ستائیس اونٹوں میں خرید تھی[1]

اگر کوئی فرد یا جماعت سود سے بچنے کی نیت کرے اور اس کا اظہار بھی کر دے تو اس کے اظہار رائے کے خلاف رائے قائم کرنے کا کسی کو کیا حق ہے، ''هلا شققت قلبه''[2]

حدیث پاک میں ہے ''لکل امرئ مانوی''[3] فقہ میں ہے ''الامور بمقاصدها''[4] اس لئے سود حاصل کرنے کیلئے کوئی حیلہ اور تدبیر اختیار کرنا ممنوع ہے، اور سود سے بچنے کے لئے تدبیر اختیار کرنا درست ہے، نماز جیسی عبادت، بلکہ ام العبادات بھی نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے منہ پر پھینک کر ماردی جاتی ہے، اور اسکا ثمرہ ویل ملتا ہے، ''فویل للمصلین الایة''[5] ہجرت بھی قابل قبول نہیں ہوتی، جو شخص سود سے بچنا چاہتا ہے، وہ ماجور ہے جب دو معاملے ہوں ایک قرض کا جس کا تعلق روپے ورہن سے ہے، دوسرا بیع کا جس کا تعلق کاغذ

---

[1] ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اشترى حلةً ببضعة وعشرين قلوصاً الحديث. ابوداؤدشريف، ص ۵۵۹/ج۲/ (كتاب اللباس) مطبوعه سعد ديوبند.

[2] مسلم شريف ص۶۸/۱، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله لااله الا الله، كتاب الايمان، مطبوعه سعد ديوبند، ابن ماجه شريف ص ۲۸۱، ابواب الفتن، مطبوعه رشيديه ديوبند،

[3] مشكوٰة شريف ،۱۱/(عن عمربن الخطاب)كتاب الايمان، مطبوعه ياسر نديم دوبند، بخارى شريف ص۲ ج۱ باب كيف كان بدؤا الوحى الخ مطبوعه اشرفى ديوبند.

[4] الاشباه والنظائر،ص۵۳/القاعدة الثانية، مطبوعه دار العلوم ديوبند، قواعد الفقه ص۶۲ رقم القاعدة ۱۵، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، سهارنپور.

[5] سورۂ ماعون پاره۳۰/آيت ۴/.)

وفارم سے ہے، اور دونوں شرعاً درست ہوں تو مجموعہ کو بھی درست کہنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہٗ نے حوادث[1] الفتاویٰ میں حصہ ثانیہ ص ۵۵/ پر ایک اشکال کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے:۔

الجواب، منی آرڈر، مرکب ہے، دو معاملہ سے ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے، دوسرا اجارہ جو فارم پر لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے لیجاتی ہے، اور دونوں معاملے جائز ہیں، پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے، اور چونکہ اس میں ابتلائے عام ہے، اس لئے یہ تاویل کر کے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔

اگر "صفقة فی صفقة" کا اشکال ہو تو منی آرڈر میں بھی ہے، پس فنڈ سے روپیہ لینے میں دو معاملے ہیں، ایک رہن بالقرض یا قرض بالرہن اس کا تعلق روپے سے ہے، اور شئی مرہون زیور وغیرہ سے ہے، دوسرا معاملہ بیع ہے، اس کا تعلق کاغذ فارم، معاہدہ نامہ دونوں معاملے الگ الگ درست ہیں پس مجموعہ بھی درست ہے۔

رہی یہ بات کہ فارم کی قیمت زیادہ ہے، سو بعض کی اپنی اصلی مالیت کے اعتبار سے گو کم قیمت ہو مگر کسی صفت خاصہ کی وجہ سے اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے، سرکاری اسٹامپ مختلف قیمتوں کے ہوتے ہیں، خود اتنی مالیت کے نہیں مگر ان کے ذریعہ عدالتی کارروائی کی جاتی ہے، اسلئے ان کی قیمت زیادہ ہے، ایسے ہی یہ فارم چاہے کتنا ہی کم قیمت سہی مگر اس کے ذریعہ قرض ورہن کا معاملہ سہل وآسان ہو جاتا ہے، اسلئے اگر زیادہ قیمت ہو تو کوئی اشکال نہیں۔

حضرت تھانویؒ نے منی آرڈر کے جواز کی دوسری وجہ ابتلاء عام بھی بیان فرمائی ہے، مگر اول تو وہ پہلی علت کی وجہ سے جائز فرما چکے ہیں، یعنی دو معاملے الگ الگ، دوسرے یہ کہ ابتلاء عام حرام کو حلال کرنے میں مؤثر نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ یہ ابتلاء عام درجۂ علت میں نہیں، بلکہ موقعہ مصلحت میں ہے، اصل علت وہی ہے کہ دو معاملے الگ الگ ہیں:

---

[1] امدادالفتاویٰ، ص ۱۴۶/ ج ۳/ (مطبوعہ ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

اب نمبروار آپ کے سوالات کے جوابات درج ہیں:۔

(۱) فارم کی قیمت متعین کرلینا درست ہے، خاص کر جب کہ سود سے بچنے کیلئے دفتری طور پر یہ کام کیا جائے، کہ کسی کو نفع اندوزی مقصود نہیں، فتح القدیر[۱] میں جزئیہ موجود ہے کہ ایک کاغذ کا پرزہ بڑی قیمت (ایک ہزار) پر فروخت کرنا درست ہے، یہاں تو یہ کاغذ صرف پرزہ بھی نہیں، بلکہ ایک درجہ میں میں چیک کی حیثیت رکھتا ہے، چیک کی بیع کے متعلق ردالمحتار شرح درالمختار[۲] میں بحث موجود ہے۔

(۲) قرض کی مدت ختم ہونے پر معاملہ ختم کردیا جائے، مستقرض سے کہا جائے کہ اپنا راہن واپس لیلو[۳] قرض ادا کردو اگر اس کے پاس ادا کرنے کے لئے نہ ہوں تو وہ کہیں سے قرض لیکر دیدے، پھر فنڈ سے مستقل معاملہ کرلے، لیکن پہلا معاملہ ختم کئے بغیر فارم تو وہی رہے، فارم قرض کی قیمت از سرے نو لیجائے یہ درست نہیں۔

(۳) جب معاہدہ نامہ میں اس کی صراحت ہے کہ میعاد پر قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں زیور فروخت کردیا جائے گا، تو یہ راہن کی طرف سے توکیل ہے[۴] وکیل کو فروخت

---

[۱] لو باع کاغذة بالف جاز الخ فتح القدیر، ج۷/ص ۲۱۲/ کتاب الکفالة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۲] ردالمحتار، ص ۳۳/ ج۷/ مطبوعه زکریا دیوبند مطبوع کراچی ،ص ۵۱۷/ ج۴/ کتاب البیوع) (مطلب فی بیع الجامکیة)

[۳] وللمرتهن ان یطالب الراهن بدینه هدایه،ص ۵۲۰/ج۴/ مطبوعه تهانوی دیوبند)کتاب الرهن، مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ کتاب الرهن مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص۲۳۷ ج۸ کتاب الرهن، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۴] اذاوکل الراهن المرتهن بیع الرهن فالوکالة جائز .هدایه ،ص ۵۳۸/ ج۴/ (مطبوعه تهانوی دیوبند)کتاب الرهن، باب الرهن یوضع علی ید العادل، البحر الرائق ص۲۵٦ ج۸ کتاب الرهن باب الرهن، یوضع علی ید عدل مطبوعه، کوئٹه، مجمع الأنهر ص ۲۸۹ ج۴ دار الکتب العلمیة بیروت.

کرنے کا اختیار ہے، پھر بقدر قرض رکھ کر زائد راہن کو واپس کردے[۱]۔

(۴) فارم قرض معاہدہ نامہ قیمت دے کر مستقل خریدا جائے، تا کہ وہ معاملہ مستقل رہے۔

(۵) فارم ومعاہدہ نامہ کی قیمت سے حاصل شدہ رقم جو دفتری خرچ وضروری مصارف سے بچ جائے، اس کو فنڈ کی توسیع میں خرچ کیا جاسکتا ہے[۲]، اور بہتر تو یہ ہے کہ جیسے جیسے رقم زائد بچتی جائے، فارم ومعاہدہ نامہ کی قیمت میں تخفیف کردی جائے۔

(۶) جب کہ راہن کی کوئی رقم کسی دوسری مد میں فنڈ میں جمع ہے اور وہ کہتا ہے کہ مقدار قرض اس رقم سے وصول کرلیں، اور میرا زیور واپس کردیں، تو پھر شئ مرہونہ کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں، کیونکہ مؤکل نے وکیل کو بیع مرہون سے معزول کردیا[۳]، اب اس کو بیع کرنے کا حق نہیں۔

(۷) شئ مرہونہ واپس کرتے وقت قرض گیرندہ سے کوئی مزید رقم بنام کرایہ حفاظت وصول کرنے کا حق نہیں[۴]۔

---

[۱] وان كان قيمة الرهن اكثر فالفضل امانة هدايه ص ۵۱۹/ج ۴/مطبوعه تهانوى ديوبند، كتاب الرهن، بحر كوئٹه ص ۲۳۳ ج ۸ كتاب الرهن، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۲۷۲/۴، دار الكتب العلمية بيروت،

[۲] فان انتهت عمارته وفضل من الغلة شئى يبدأ بما هواقرب .شامى زكريا،ص ۵۲۰/ج ۶/ كتاب الوقف (مطلب يبدأ بعد العمارة بماهواقرب)

[۳] وللمؤكل ان يعزل الوكيل الخ هدايه ،ص ۱۹۹/ج ۳/ مطبوعه تهانوى ديوبند.(كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل، مجمع الأنهر ص ۳۳۸ ج ۴، كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل، دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص ۱۸۷ ج ۷ باب عزل الوكيل، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۴] لوشرط الراهن للمرتهن اجرة على حفظ الرهن لايستحق شيأ شامى زكريا، ص ۹۴/ج ۱۰، وشامى كراچى ص ۴۸۷/ ج ۶/ كتاب الرهن، سكب الأنهر ص ۲۷۶ ج ۴ كتاب الرهن، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۲۳۹ ج ۸ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

(۸) مسلم فنڈ چلانے والے مسلمانوں کوسودی لین دین سے بچانے کی نیت رکھیں، مسلمانوں کے رفاہی کاموں کوزیادہ سے زیادہ فروغ دینے کی نیت ہرگز نہ رکھیں، بلکہ اگرفنڈ اس حیثیت میں ہوجائے کہ اس کوقرض کے فارم ومعاہدے نامہ کی قیمت کی ضرورت نہ رہے تو فارم ومعاہدہ نامے بلا قیمت ہی دیا کریں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہانپور ۲/۹/۸ ۱۴۰ھ

جواب مذکور پراشکال

سوال:۔حضرت اقدس قدس سرہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ استفتاء کا جواب مل گیا ،لیکن طالب علمانہ دوخلجان ہیں، پہلا یہ کہ مسلم فنڈ قرض اسی وقت دیتا ہے، جب فارم خرید کرلایا جاوے، یہ بات لوگوں کواچھی طرح معلوم ہے اسی پرتعامل ہے، یہ قرض بشرط بیع معلوم ہوتا ہے،اور ''لایحل سلف وبیع ''کی ممانعت کےتحت داخل معلوم ہوتا ہے، دوسرا خلجان یہ ہے کہ دومعاملے جب الگ الگ درست ہوں تو مجموعہ بھی درست ہو، یہ قاعدہ سمجھ میں نہیں آیا، کیونکہ بیع اوراعتاق یابیع اوراجارہ یابیع اوراعارہ وغیرہ دونوں الگ الگ صحیح ہوں،اوران سب کوبیع کیلئے شرط بنادیا جاوے،اورمجموعہ صحیح ہوجائے،ایسانہیں ہے کیونکہ ان صورتوں میں مقتضائے عقد کے خلاف شرط لگنے کی وجہ سے بیع فاسد ہوجاتی ہے، اس لئے قرض الگ صحیح ہواورفارم کی بیع الگ صحیح ہو، اوربیع قرض کے لئے شرط بن رہی ہو، پھربھی مجموعہ صحیح ہومحل اشکال ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

بیع کا معاملہ ایک شخص سے ہے کہ اس سے فارم خریدیں، پھراس کوکوئی مطلب نہیں

کہ خریدار اس کو استعمال کرتا ہے، یا نہیں یہ بلا شرط ہے، درست ہے اگر چہ بائع وکیل ہو، مقرض کا مگر حقوق عقد بیع (خیار او بالعیب تسلیم بیع قبض ثمن وغیرہم) وکیل کی طرف راجع ہوتے ہیں، جب اصیل عاقد نہ ہو بلکہ وکیل عاقد ہوحتی کہ اگر ملک مسلم میں کسی طرح کوئی ممنوع العقد چیز، خمر، خنزیر، مثلاً آ جائے، وہ خود اس کو فروخت نہیں کرسکتا، کیونکہ اس کے حق میں وہ مال متقوم نہیں، البتہ کسی ذمی کی توکیل کے ذریعہ بیع ہوسکتی ہے،[1] قرض ودین کا معاملہ مقرض سے ہے، اس کی طرف سے اتنی شرط ہے کہ مخصوص فارم پر کر کے دو، ایک طرح اس کا ثبوت نص میں بھی ہے، "**یاایھاالذین اٰمنوااذاتداینتم بدین الیٰ اجل مسمی فاکتبوہ**" **الاٰیة**[2] اگر کوئی کاتب اجرت کتابت لے اس کے لئے یہ بھی جائز ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ قرض شرط نہیں جس کی بناء پر معاملہ قرض ناجائز ہوجائے، کاتب وکیل مقرض ہو یا غیر سب کا حکم ایک ہے۔

شخص واحد سے دو معاملے ہوں اور ایک کو دوسرے کے لئے شرط قرار دیا جائے، پھر بھی مجموعہ درست ہو اس پر جو خلجان ہے اس کا تعلق حضرت تھانویؒ کی منقولہ عبارت سے ہے ، اس کا جواب جس طرح آپ میرے ذمہ سمجھ رہے ہیں، آپ کے ذمہ بھی ہے، وہ یہ ہے کہ دو معاملوں میں سے ایک کو دوسرے کے لئے شرط قرار دیا جائے، تب ناجائز ہے جیسے پھلوں کی بیع درختوں پر اور پھل پکنے تک درختوں کو اجارہ پر لیا جائے، یا اعارہ پر لیا جائے، یہ شرط کر لی جائے۔

میں نے تو مسلم فنڈ دیوبند کے ذمہ دار کو یہی مشورہ دیا تھا، کہ فارم فروش مستقل آدمی

---

[1] **ان المسلم لا یملک بیع الخمر ویملک توکیل الذمی به الخ شامی کراچی ص ۵۱۱ ج۵ کتاب الوکالة.**

[2] سورہ بقرہ پ۳/آیت ۲۸۲/

ترجمہ:. اے ایمان والوں جب تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا کسی وقت مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو۔

کوعلیحدہ قرار دیا جائے، آپ یہ کام نہ کریں، تاکہ دو معاملے دوشخصوں سے الگ الگ ہو جائیں اگر کوئی مقرض کتابت کو شرط قرار دے تو یہ درست ہے، اس کی مہذب اور سہل صورت یہ ہے کہ یہ فارم اور اس کی قیمت بمنزلہ اجرت کتابت ہے اور فارم بھی متقوم ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۹/۲۰ھ۱۴۰

اشکال باقی ہے

حضرت والا کی دعاء سے بخیریت پہنچ گیا تھا، مدرسہ کی قریب والی مسجد میں اعتکاف اخیرعشرہ کا کیا ہے، دعافرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، حضرت مولانا منور حسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے، مسلم فنڈ کے فتویٰ دینے کے بعد حضرت والا نے فرمایا تھا، کہ مزید سوال کرنا چاہوتو بھیجوا جازت ہے، اس لئے چند سوالات کرتا ہوں؟

تیسرا سوال یہ تھا کہ قرض کی میعاد ختم ہونے پر ایک دونوٹس دینے کے بعد راہن کی مرضی ہو یا نہ ہو بقدر قرض شئی مرہون کی فروختگی جائز ہے، یانہیں؟ ضروری بات یہ ہے کہ معاہدہ نامہ میں اس کی صراحت ہوتی ہے کہ میعاد پر قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں زیور فروخت کر دیا جائیگا، تو یہ راہن کی طرف سے توکیل ہے وکیل کوفروخت کرنے کا اختیار ہے، پھر بقدر قرض رکھ کر زائد کو واپس کر دے۔

مدرسہ کے مفتی حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک اشکال کیا تھا، وہ اشکال مجھے بھی ہوا تھا، تو حضرت والاؒ نے جواب دیا تھا کہ دوصورت ہیں، ایک صورت یہ ہے زبان سے فروخت کرنے کوروک دے، تو اس صورت میں فروخت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ موکل نے وکیل کومعزول کر دیا۔

دوسری صورت یہ کہ زبان سے منع نہ کرے، بلکہ دل سے چاہتا ہے کہ فروخت نہ کرے، تو ایسی صورت میں فروخت کرنا جائز ہے، جواب اسی صورت پر محمول ہے، سوال یہ ہے کہ قرض لینے والا قرض ادا نہیں کرتا، اور زبان سے شئی مرہون کی فروختگی کو روکتا ہے، تو ایسی صورت میں قرض کی ادائیگی کیسے ہو مستقرضین کا حال یہ ہے کہ ادائیگی میں بڑی ٹال مٹول کرتے ہیں، تو ادائیگی قرض کی کیا شکل ہو؟

(۲) مسلم فنڈ کے ذمہ دار تنخواہ ملازمین سے کام کراتے ہیں، ایک ملازم صرف فارم فروخت کرتے ہیں، دوسرا ملازم قرض دیتا ہے، کاغذات ایک دوسرے کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں، اور ہر ملازم اپنا متعلقہ کام اسی کاغذ کے آنے پر کرتا ہے، نہ ایجاب ہوتا ہے نہ قبول سارا نفع فنڈ کو ملتا ہے، حضرت والاؒ نے میرے خلجان دوسرے کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے مسلم فنڈ دیوبند کے ذمہ دار کو یہی مشورہ دیا تھا، کہ فارم فروش مستقل آدمی کو علیحدہ قرار دیا جائے، آپ یہ کام نہ کریں، تاکہ دو معاملے دو شخصوں سے الگ الگ ہو جائیں، مسلم فنڈ نے اگر اپنا ایک ملازم فارم فروخت کرنے پر مقرر کر دیا حالانکہ وہ دفتر ہی کا آدمی ہے، اور فائدہ مسلم فنڈ ہی کو ملتا ہے، تو کیا یہ صورت آپ کی مقرر کردہ صورت میں داخل ہے یا نہیں، یعنی اس صورت سے جو نفع مسلم فنڈ کو حاصل ہوا وہ درست ہوگا یا نہیں، اگر اجنبی آدمی فارم فروخت کرے اور نفع خود لے تو ایسی صورت میں مسلم فنڈ کے اخراجات کیسے پورے ہوں فارم کی قیمت تو فروخت کرنے والا لے گا، مسلم فنڈ کے ہاتھ کیا آئیگا، کہ وہ ہر ضروریات پوری کرے خط کشیدہ صورت کا نفع اگر مسلم فنڈ کو جائز ہو جاتا ہے، تو کل قرض جر بہ نفعا فہو ربوٰ سے اس کا اخراج کس طرح ہوگا، اگر ایک آدمی قرض اس صورت پر دے کہ فلاں سامان میرے وکیل بالبیع سے خریدو اور وہ سامان بہت گراں فروخت کرتا ہے، اور مستقرض مجبوراً اس کو خریدتا ہے، کیا یہ صورت درست ہے، درانحالیکہ نفع مقرض ہی کو ملے گا

الجواب حامداً ومصلیاً

"قال فی الدرالمختار فان شرطت الوکالة فی عقد الرهن لم ینعزل بعزل ولابموت الراهن ولاالمرتهن للزومها بلزوم العقد الخ وقال قبله فان وکل الراهن المرتهن اووکل العدل اوغیر هما ببیعه عندحلول الا جل صح توکیله الخ قال الشامی تحت قوله للزومها بلزوم العقد لانها لماشرطت فی ضمن عقد الرهن صارت وصفا من اوصافه وحقا من حقوقه الا تری ان عقد الوکالة لزیادة الوثیقة فیلزم بلزوم اصله وتمامه فی الهدایة. رد المحتار، ص ۳۳۴/ ج۵/"[1]

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ جب اصل قرضہ ورہن میں بطور معاہدہ یہ شرط درج ہے کہ میعاد مقررہ پر اگر قرض واپس نہ کیا تو ہم اسکو یعنی شئی مرہون کو فروخت کر کے اپنا قرض وصول کر لینگے، تو پھر مقرض کو حق ہے کہ حلول اجل پر مرہون کو بحیثیت وکیل راہن فروخت کردے، اگر راہن اجازت بیع نہ دے اور دین بھی واپس نہ کرے تو اس صورت میں وکیل معزول نہیں ہوگا وکالت مقررہ سے، یہ صورت وکالت جو کہ ضمن رہن میں ہے مستثنیٰ ہے رہن بھی توثیق کیلئے ہے، کہ اصل دین ضائع نہ ہوجائے، اور توکیل زیادہ توثیق کے لئے ہے۔

سوال نمبر ۶/ کے جواب میں جو کچھ عزل وکیل کے متعلق لکھا گیا ہے، وہ اس کے معارض نہیں کیونکہ مستقرض کی رقم پہلے سے دوسرے مد میں جمع ہے، وہ اس سے دین وصول کرنے کی اجازت دیتا ہے، اور شئی مرہون کو واپس مانگتا ہے، تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ

---

[1] درمختار مع الشامی، ص ۵۰۳/ج۶/ مطبوعه کراچی مطبوعه زکریا دیوبند، ص ۱۱۹/ج۱۰/ کتاب الرهن، باب الرهن یوضع علیٰ ید عدل، هدایة ص ۵۳۸ ج۴ کتاب الرهن، باب الرهن الذی یوضع علی ید العدل، مطبوعه تهانوی دیوبند، البحر الرائق ص ۲۵۶ ج۸ کتاب الرهن، باب الرهن یوضع علیٰ ید عدل، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

دین واپس کر کے مرہون کو واپس لیتا ہے، جب کہ مقرض کو جنس دین بغیر کسی خلجان کے وصول ہو رہا ہے، تو مقصد دین (توثیق) اور مقصد وکالت (زیادہ توثیق) حاصل ہے، اور وکالت اسی لئے تھی کہ وصول دین ہو جائے، اور اب وکالت بیع مرہون سے معزول کرتا ہے تو انعزال ہو جائے گا، نیز وکیل اگر بیع مرہون کرے اور پھر اس کی قیمت سے دین وصول کرے تو یہ طول عمل بلا فائدہ ہے اور اس میں مستقرض کا ضرر بھی ہے۔

(دوم) جب حقوق عقد عاقد کی طرف عائد ہیں اور عاقد وکیل اصیل ہے تو کیا خلجان ہے، مقرض اور ہے اور بائع اور ہے، اگر چہ بائع وکیل مقرض ہے، نیز بیع فارم بلاشرط ہے، البتہ مشتری اس سے فائدہ قرض کا حاصل کرتا ہے، تو یہی بیع پر قرض مرتب ہوتا ہے، نہ کہ قرض پر بیع اور بیع میں نفع درست ہے، قرض میں درست نہیں، یہ نہیں فرمایا گیا کہ "**کل بیع جر نفعاً فھو ربو**" حتی کہ بیع کی ایک مستقل قسم کا نام ہی بیع مرابحہ ہے اس میں نفع صراحۃً ہوتا ہے[1] بیع کے لئے صریح ایجاب وقبول کے بجائے، اگر تعاطی ہو جائے، تب بھی درست ہے، جیسے ایک شخص کارڈ فروخت کرتا ہے، اس طرح کہ مشتری پیسے رکھ دیتا ہے، کارڈ اُٹھا لیتا ہے، زبانی ایجاب وقبول کچھ نہیں ہوتا[2] "**شراء شئی یسیر بثمن غال لحاجة القرض یجوز ویکرہ الخ درالمختار وقال الشامی بعد نقل صور الاختلاف وقال شمس الائمة الحلوانی یفتیٰ بقول الخصاف وابن سلمة ویقول ھذا لیس بقرض**

---

[1] **قال المرابحة نقل ما ملکه بالعقد الاول بالثمن الاول مع زیادة ربح، ھدایة ص۷۰ ج۳ باب المرابحة والتولیة، مطبوعه تھانوی دیوبند، سکب الأنھر ص۱۰۶ ج۳ باب المرابحة والتولیة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار علی الشامی زکریا ص۳۴۹ ج۷ باب المرابحة والتولیة.**

[2] **إن حقیقة التعاطی وضع الثمن وأخذ المثمن عن تراض منھما من غیر لفظ، شامی زکریا ص۲۷ ج۷ کتاب البیوع، قبیل مطلب البیع بالتعاطی، بحر ص۲۷۰ ج۵ کتاب البیوع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، قواعد الفقه ص۲۳۰، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.**

جرمنفعة بل هذا بيع جر منفعة وهى القرض الخ ردالمحتار ،ص ۱۷۵ / ج۴ /"[۱]
شائع شدہ تعمیری پروگرام کی روشنی میں اور مسلم فنڈ دیوبند کے طرز پر ایک مسلم فنڈ قائم کیا ہے،

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسلم فنڈ کی رقوم کو بینک یا ڈاکخانہ میں رکھنا

سوال:۔علاقہ بنجھارپور ضلع کٹک کے چند نوجوانوں نے جمعیۃ علماء ہند کے اس میں داخل شدہ تمام رقوم امانت کی حفاظت کا فی الحال کوئی ذریعہ نہ ہونے کی وجہ سے اراکین مسلم فنڈ نے مشورہ کر کے ڈاکخانہ میں یہ رقوم جمع کر کے پاس بک کھلوالیا ہے، آئندہ ارادہ ہے، کہ جب فنڈ کی آمدنی معتد بہ ہوگی تو اس کی حفاظت کا انتظام بھی اپنے طور پر کرلیا جائے گا، اس پر بعض ممبران کو اعتراض ہے کہ رقوم امانت کا ڈاکخانہ یا بینک وغیرہ میں جمع کرنا جائز نہیں، چونکہ گورنمنٹ ان رقوم کے اندر تصرف کرتی ہے، اور امانت کے اندر تصرف جائز نہیں، یہ ہے مبنیٰ اعتراض کا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ رقوم امانت بغرض حفاظت اگر ڈاکخانہ یا کسی بھی رجسٹرڈ بینک میں جمع کیا جائے، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ نیز واضح رہے کہ یہ مسلم فنڈ شائع شدہ دستورالعمل کے، ص۳/ پہلی سطر بعنوان ''سرمایہ'' یہ عبارت مرقوم ہے ''مسلم فنڈ دیوبند کا سرمایہ خزانہ دارالعلوم اور کسی بھی رجسٹرڈ بینک میں محفوظ رہیگا'' اس معاملہ میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

---

[۱] الدرالمختارمع ردالمحتار ،ص۱۷۵ / ج۴ / مطبوعه نعمانيه ديوبند ،مطبوعه زكريا ديوبند ۳۹۶ / ج۷ / مطبوعه كراچی پاكستان ،ص ۱۶۷ / ج۵ / كتاب البيوع، فصل فى القرض، البحر الرائق ص۱۲۴ ج۶ باب المرابحة والتولية، تتمه فى مسائل القرض، مطبوعه الماجدية كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

امانت عامۃً دو قسم کی رکھی جاتی ہے، ایک نوٹ کی شکل میں دوسری سونے، چاندی یا زیور کی شکل میں، دوسری قسم کو تو بعینہٖ محفوظ رکھا جاتا ہے، اس میں تصرف نہیں کیا جاتا، پہلی قسم میں تصرف کیا جا سکتا ہے، آپ مسلم فنڈ سے براہِ راست تحقیق کرلیں کہ اس کا کونسا سرمایہ خزانہ دارالعلوم یا رجسٹرڈ بینک میں محفوظ رہتا ہے، یہ ظاہر بات ہے کہ امانت کو بعینہٖ محفوظ رکھنا ضروری ہے، اس میں تصرف جائز نہیں[۱] ہاں اگر اصل مالک اجازت دیدے تو تصرف درست ہے، پھر یہ امانت نہیں رہے گی، بلکہ اس کو قرض کہا جائیگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۹۴ھ

سوسائٹی میں پیسہ جمع کرنا

سوال:۔ دیوبند اور سہارنپور میں جو سوسائٹی قائم ہے، جس میں مسلمان پیسہ جمع کرتے ہیں، کیا اس میں پیسہ جمع کرنا جائز ہے جب کہ وہ پیسہ کے مطابق ماہانہ خرچ بھی وصول کرتے ہیں، اس طرح کہ اگر کوئی شخص زیور رکھ کر پیسہ لیتا ہے تو فی صد پر ایک روپیہ بھی اس کو دینا پڑتا ہے، تو کیا یہ ایک روپیہ لینا جائز ہے جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حفاظت کیلئے پیسہ وغیرہ جمع کرنا جائز ہے، حساب اور حفاظتی انتظام کیلئے کاپی وغیرہ

---

[۱] ولیس للمودع حق التصرف والا سترباح فی الودیعة، عنایة علی فتح القدیر، ص۴۹۰/ج۸/ مطبوعہ بیروت، کتاب الودیعة، دار الفکر بیروت، مبسوط سرخسی ص۱۲۲ج۱۱ کتاب الودیعة، مطبوعہ دار الفکر بیروت، عالمگیری ص۳۳۸ج۴ کتاب الودیعة، الباب الاول، مطبوعہ کوئٹہ.

میں لکھتے ہیں اوراس کی قیمت وصول کرتے ہیں یہ درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

پراویڈنٹ فنڈ پر زائد رقم

سوال:۔ پراویڈنٹ فنڈ جو ملازمت سے کٹتا ہے، اس پر سود بھی ملتا ہے، اور سود اصل مال میں جڑ تا رہتا ہے، کیا یہ سود لینا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود میں داخل نہیں ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] لوباع کاغذة بألف یجوز ولایکره الخ فتح القدیر ،ص ۲۱۲ / ج۷/(مطبوعه دارالفکر بیروت) کتاب الکفالة.

تنبیہ:۔سوسائٹی والوں کا زیور وغیرہ رہن رکھ کراس کی حفاظت کے لئے فی صد ایک روپیہ بطوراجرت مرہون وصول کرنا جائز ہے ۔ "عن ابی یوسف ان کراء الماویٰ علی الراهن بمنزلة النفقة الخ هدایه ص ۵۲۳ / ج۴/ (مطبوعہ یاسرندیم دیوبند) کتاب الرهن، ایضاح النوادر، ص ۱۷۲ /.

[2] اس لئے کہ اس پر ملازم کا قبضہ نہ ہونے کی وجہ ملازم کی ملکیت میں نہیں ہے، اس اعتبار سے اس پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی ہے، "وهوفی الشرع عبارة عن فضل مال لایقابله عوض فی معاوضة مال بمال . عالمگیری ،ص ۱۱۷ / ج۳/ مطبوعه کوئٹه الفصل السادس فی تفسیر الربا ،کتاب البیوع)، ملتقی الابحر ص۱۱۹ ج۳ باب الربا، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۲۴ ج٦ باب الربا، تفصیل ملاحظه هو امدادالفتاویٰ ،ص ۱۴۵ / ج۳/نظام الفتاویٰ، ص۲۱۳ / ج۱ / ایضاح النوادر، ص ۱۴۹ ج ۱.

ایضاً

سوال: ۔ جنوری ۱۹۶۳ء کے نظام باب الاستفسار میں ایک استفتاء پراویڈنٹ فنڈ کے متعلق نظر سے گذرا جس میں تحریر ہے کہ یہ فاضل رقم جو فنڈ کے طور پر ملازت سے علیحدگی کے بعد ملتی ہے، وہ سود میں داخل نہیں، اس مسئلہ کی ذرا وضاحت فرمادیجئے، فرض کیجئے، فنڈ میں تنخواہ سے مبلغ پانچ سو روپے کٹا اور سات یا آٹھ سو روپیہ بعد میں ملا تو پانچسو سے جو فاضل رقم ہے، تو اگر سود نہیں تو اور کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جزو تنخواہ ملازم نے خود نہیں جمع کیا بلکہ یہ سلسلہ حکومت نے اپنے قانون کے پیش نظر جاری کیا ہے، جس سے ملازم کی خیرخواہی مقصود ہے، جب تک اس پر ملازم کا قبضہ نہ ہو یہ ملازم کی ملکیت نہیں، لہٰذا اس پر جو کچھ اضافہ ملتا ہے، یہ بھی سود نہ ہوگا[1] بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض محکموں میں ملازمت ختم ہونے پر حسن کارکردگی کے صلہ میں پینشن ملتی ہے، اس کو بھی سود نہیں کہا جاتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سودی کام میں شرکت

سوال: ۔ کفار کے اشتراک میں کوئی کام تجارت کھانا، وغیرہ جائز ہے جبکہ وہ سود خور ہیں؟

---

[1] ملاحظہ ہو امدادالفتاویٰ ص ۱۴۵ / ج ۳/ نظام الفتاویٰ، ص ۲۱۳/ ج ۱/ ایضاح النوادر، ص ۱۴۹/ ج ۱.

الجواب حامداً ومصلیاً

سودی کام میں اشتراک درست نہیں، سودی کھانا بھی درست نہیں[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سودی معاملہ کی اعانت

سوال:۔ میں نے ایک شخص کو ادھار بیاج پر تین ہزار روپیہ تین ماہ کے لئے دلوایا تھا، مگر روپیہ دینے والے نے بیاج کا معاملہ پہلے ہی کاٹ لیا اور میں نے اس کو تین ہزار روپے اپنے پاس سے ملا کر پورا کر دیا کیونکہ اس کو اتنے روپے کی ضرورت تھی، اب وہ روپیہ مع بیاج کے واپس دے گا، ایسی صورت میں میرے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ اپنا روپیہ لے سکتے ہیں مگر اس سودی معاملہ کی اعانت کے گناہ میں آپ کی بھی شرکت ہوگئی، توبہ استغفار ضروری ہے[۲] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حلال زمین میں سودی رقم سے کرایہ کی دوکان بنوائی

سوال:۔ زید کے پاس اپنی حلال کمائی کی جگہ میں سود کی رقم سے کرائے کی دوکانیں تعمیر کیں، اور اس کی آمدنی سے زندگی گزارتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ سود کی رقم ادا کرنے کی

---

[۱] اَحَلَ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الایة سورہ بقرہ پ ۳/ آیت نمبر ۲۷۵/

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ (از بیان القرآن)

[۲] تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان سورہ مائدہ آیت، ۲/.

صورت میں اس کی آمدنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کو جائز کرنے کی کیا صورت ہے کوئی دلیل پیش کریں تو عین نوازش ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس قدر سود لیا ہے، اتنی مقدار ان لوگوں کو واپس کردے جن سے سود لیا ہے، یا واپسی دشوار ہو تو ان کے لوگوں کا علم نہ ہو تو اتنی مقدار غرباء پر صدقہ کردے[1] پچھلے جس حلال کمائی کی زمین میں سودی روپیہ سے تعمیر کی ہے، وہ سب اور اس کی آمدنی اس کے حق میں درست ہوجائے گی، خلط کو فقہاء نے استہلاک لکھا ہے، جو کہ موجب ملک ہے، یعنی غیر کا روپیہ جو کہ ناجائز تھا، اس کو اپنے جائز روپیہ میں مخلوط کرلینے سے اس ناجائز پیسے پر ملکیت حاصل ہوجائے گی،[2] البتہ اتنی مقدار کو واپس کرنا یا تصدق لازم ہوگا، شامی کتاب الحج میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے، نیز جلد رابع کتاب البیوع[3] اور جلد خامس[4] میں بھی مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۶/۱۶ھ

---

[1] یجب علیه ان یرده ان وجد المالک والا ففی جمیع الصور یجب علیه ان یتصدق بمثل تلک الاموال علی الفقراء الخ، بذل المجهود ص۳۷/ ج۱/ مطبوعه رشیدیه سهارنپور، کتاب طهارة، باب فرض الوضو، شامی زکریا ص ۳۰۱ ج۷ باب البیع الفاسد، مطلب فی من ورث مالاً حراماً، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملکه لان الخلط استهلاک الخ .الدر المختار علی الشامی زکریا، ص۲۱۷/ج۳/ کتاب الزکوٰة، باب الغنم، النهر الفائق ص۴۱۳ ج۱ کتاب الزکاة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۱۵۴ ج۲ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[3] شامی زکریا، ص۳۰۱/ج۷/ کتاب البیوع ،باب البیع الفاسد.مطلب فیمن ورث مالاً حراماً.

[4] شامی زکریا ،ص۵۵۴/ج۹/ کتاب الخطر والاباحة، باب الاستبراء، فصل فی البیع .

سود کا روپیہ آگیا اس کو کہاں استعمال کیا جاوے

سوال:۔ (۱) سود کا پیسہ گھر کے پاخانہ یا عام پاخانہ یا مسجد کے پاخانہ میں استعمال کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) سود کا پیسہ غریب کافر کو دیدے، تو جائز ہے یا نہیں؟

(۳) سود کا پیسہ غریب کو بغیر ثواب کی نیت کے دیدے تو صحیح ہے کہ نہیں؟

(۴) سود کے پیسے سے راستہ بنائے یا غریب کا گھر بنائے یا راستہ میں لائٹ لگائے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۵) غریب کافر یا غریب مسلمان کو سود کے پیسہ سے کپڑا لے دے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۶) سود کا پیسہ کرکٹ یا فٹ بال اور کسی کھیل میں دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۷) سود کا پیسہ اسکول کے باغ کے واسطے دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۸) سود کے پیسہ سے کنواں بنانے یا عام شئی بنانے یا چکی بنانے کے لئے دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

(۱) سود لینا دینا حرام ہے[۱]، اول تو جس سے لیا ہے اسی کو واپس کر دیا جائے، اگر کسی طرح بینک وغیرہ سے سودی پیسہ آگیا ہے تو اس کو بغیر نیت ثواب غریبوں میں دیدے[۲]، مسجد

[۱] "اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" سورہ بقرہ آیت ۲۷۵/ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کر دیا اور سود کو حرام فرمادیا. (ازبیان القرآن) "اكل الربوٰ والعمل به من الكبائر "تفسير قرطبی ،ص ۳۳۱/ج ۲/ (دارالفكر) تحت قوله تعالىٰ احل الله بيع الاية"

[۲] من ملك بملك خبيث ولم يمكنه الرد الىٰ المالك فسبيله التصدق علىٰ الفقراء الخ معارف السنن ،ص ۳۴/ج ۱/ (مطبوعه اشرفيه ديوبند) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یا پاخانہ وغیرہ میں نہ لگے۔

(۲) مسلم غریب کو دیدے۔

(۳) بغیر نیت ثواب دے[۱]

(۴) غریب کو دیدے پھر وہ چاہے اس کو مکان بنانے میں خرچ کرے یا لائٹ وغیرہ لگانے میں یا راستہ بنانے میں[۲]

(۵) اس کو پیسہ ہی دیدے وہ اپنی مرضی سے جو چاہے کپڑا وغیرہ خریدے اور مسلم غریب کو دے۔

(۶) مسلم غریب کو دے خود کسی اور کام میں نہ خرچ کرے۔

(۷) وہاں خرچ نہ کرے۔

(۸) مسلم غریب کو دے خود کسی اور کام میں نہ خرچ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۸/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب الطهارة، باب ماجاء لاتقبل صلاة بغير طهور، شامی زکریا ص ۳۰۱ ج۷ باب البيع الفاسد مطلب فی من ورث مالاً حراماً، نیز ص ۵۵۴ ج۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، بذل المجهود ص۳۷ ج ۱ کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء مطبوعه يحيوى سهارنپور.

(صفحہ ہذا) [۱] رجل دفع الیٰ فقير من المال الحرام شيئاً يرجو به الثواب يكفر الخ شامی زکریا ص ۲۱۹ ج۳ باب زكاة الغنم، مطلب فی التصدق من المال الحرام، ولكن لا يريد بذالك الأجر والثواب ولكن يريد دفع المعصية عن نفسه الخ بذل المجهود ص۳۷ ج ۱ باب فرض الوضوء، مطبوعه يحيوى سهارنپور.

[۲] لايصرف الیٰ بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات الیٰ قوله والحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء الخ درمختار مع الشامی زکریا ،ص ۲۹۳ /ج۳/ کتاب الزكوٰة، باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۲۸/۱، کتاب الزكوة، باب المصرف، دارالكتب العلمية بيروت، مرقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۹۳، باب المصرف،

زندگی کا بیمہ لکھنؤ میں

سوال:۔ زندگی کے بیمہ کے سلسلہ میں ۱۱ردسمبر اور ۱۴ردسمبر ۶۵ء کو قومی آواز میں یہ نکلا تھا کہ ملک بھر کے مولانا مولوی صاحبان کے غور وفکر کے بعد یہ مان لیا گیا ہے کہ زندگی کا بیمہ جائز ہے اور مسلمانوں کو اس میں بڑھ کر حصہ لینا چاہئے، کیا اس سلسلہ میں آپ اپنی رائے دے سکتے ہیں، جس سے کہ میں دوسروں کو کچھ بتا سکوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قومی آواز میں ایسا شائع ہوا ہے تو وہ غلط ہے، آپ لکھنؤ مدرسہ ندوۃ العلماء سے وہ تجویز منگا کر دیکھیں جس میں ان علماء کے نام لکھے ہیں، جنہوں نے اس کو بالکل ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، اوران کے بھی نام لکھے ہیں جنہوں نے اس کی اجازت دی ہے، اور اجازت کے لئے جو شرطیں لکھی ہیں ان کو بھی دیکھیں، تو اصل حقیقت معلوم ہوجائے گی، تجویز چھپی ہوئی ہے، بلا قیمت مل جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۶/۴/۲۲ھ

بیمہ کے ذریعہ ملنے والی رقم کی وصیت

سوال:۔ فروری کے الفرقان لکھنؤ میں خصوصی حالات اور شرائط کے ساتھ بیمہ زندگی کے اباحت کی تائید کی برائے کرم تحریر فرمایئے، کہ مروج ذیل شرائط کے تحت زندگی کا بیمہ کروانا چاہئے یا نہیں؟ میری تنخواہ کافی ہے، مگر کچھ نہیں بچتا میری ملازمت اس پر کہ پنشن نہیں ملے گی، بلکہ کچھ فنڈ ملے گا میں چاہتا ہوں کچھ رقم پس پشت رہے تا کہ ملازمت کے خاتمہ پر وہ رقم میرے کام آئے میں بیمہ کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا، مثلاً سود ملے یا میرے انتقال کے

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

وقت پر بیمہ کو مقرر کردہ رقم جو اصل اقساط کو ادا کردہ رقم سے زائد ہوتی ہے، اس لئے میں وصیت بھی اپنے پس ماندگان کو کر جاؤں گا، کہ اقساط کی صورت میں جو رقم میری ہے، وہی لیں ،اور زائد رقم خیرات کردے، میرا مقصود بیمہ سے نفع حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ صرف کچھ رقم پس انداز کرنا ہے، جو میں خود اپنے ہاتھوں نہیں کرسکتا تو میں بیمہ کرسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگر چہ آپ کا مقصود سود حاصل کرنا اور اس سے نفع اٹھانا نہیں ہے، محض اپنے بعد کچھ پس انداز کرنا ہے، اور بشکل سود حاصل ہونے والی رقم کے صرفہ کرنے کی وصیت کرنے کا ارادہ ہے، لیکن آپ کی جمع کردہ رقم کو واپس سودی تجارت میں صرف کرے گی، یہ اس کی اعانت ہے، اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے، نیز وصیت کا پورا کرنا ورثہ کے اختیار میں ہے، اور وہ ایک ثلث ترکہ میں وصیت کے نافذ کرنے کے شرعاً ذمہ دار ہیں اس سے زیادہ نہیں[1] اور جب رقم ملے گی، اس میں سودی رقم کی مقدار ایک ثلث سے کم ہوگی، یا زیادہ اس کا حال معلوم نہیں ہے اسلئے یہ اطمینان بھی نہیں کیا جاسکتا ہے، سودی رقم پوری کی پوری صدقہ ہی کردی جائے گی، غرض بیمہ میں سود حاصل کرنے،[2] یا سود کی اعانت کرنے،[3] یا سود سے فائدہ اٹھانے اور قمار[4] سے نجات نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولا تصح بما زاد على الثلث ...... وتصح بالثلث وإن لم يجيزوا الخ ملتقى الابحر ص۴۱۸ ج۴ كتاب الوصايا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص۱۸۲ ج۶ كتاب الوصايا، مطبوعه امداديه ملتان بحر ص۴۰۴ ج۸ كتاب الوصايا، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] احل الله البيع وحرم الربوٰ الاية سورة البقره آيت ۲۷۵ / اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کردیا ہے، اور ربوٰ کو حرام فرمادیا ہے، (از بیان القرآن) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

قسط وقت پر ادا نہ کرنے کا جرمانہ بھی سود ہے

سوال:۔ایک فرم شرکت میں جاری تھی، لیکن کسی وجہ سے شرکاء نے فرم سے علیحدگی اختیار کرلی، ایک شریک جس کے ذمہ اس کا لینا دینا آیا، اور قسطوار دیگر شرکاء کی ادائیگی آئی، اگر روپیہ قسطوار ادا نہیں ہوا تو ایک روپیہ فی صد ماہوار خرچ حلال کرنے کا اختیار ہوگا، لہٰذا جواب عنایت فرمائیے کہ ایک روپیہ فی صد ماہوار سود کے ضمن میں تو نہیں آیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ایک روپیہ فی صد ماہوار سود ہے، اسکا لینا دینا جائز نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۸۹ھ

ایک روپیہ قرض دیکر ۱۸/آنہ واپس لینا

سوال:۔زید بکر کو ایک روپیہ انتفاع کیلئے بمیعاد ایک سال قرضاً دیا ہے، لیکن بکر سے روپیہ مقروضہ وصول کرنے کے وقت بجائے ایک روپیہ کے اٹھارہ آنہ پیسے لیتا ہے، اب مطلوب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان الایة سورۃ المائدۃ آیت ۲/.

ترجمہ:۔گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (از بیان القرآن)

[۴] انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان الایة سورۃ المائدۃ آیت۹۰/

ترجمہ:۔بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں

(صفحہ ہٰذا) [۱] واما بالنسیئة فهو الامر الذی کان مشهوراً متعارفاً فی الجاهلیة وذٰلک انهم کانوا یدفعون المال علیٰ ان یأخذ کل شهر قدراً معینا ویکون رأس المال باقیاثم اذاحل الدین طالبوا المدیون برأس المال فان تعذرعلیه الاداء زادوا فی الحق والا جل فهٰذا هوالربا الذی کانوافی الجاهلیة یتعاملون به.تفسیر کبیر،ص ۳۵۱/ج۲/تحت آیت اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا، دار الفکر بیروت.

یہ امر ہیکہ صورت مرقومہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ تسلی بخش جواب مع دلائل ارقام فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود ہے لہٰذا حرام ہے " اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا"[1] الاية كل قرض جر نفعاً حرام[2] اھ" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۲/۵۸ھ

الجواب صحیح:۔ سعید احمد غفرلہٗ ۱۰/ذی الحجہ ۵۸ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سود پر قرض لیکر اس سے کاروبار کرنا

سوال:۔ گورنمنٹ کی طرف سے کاشتکاروں کو بونے کے لئے سود پر غلہ اونکھ فصل پر دی جاتی ہے، فصل کٹنے پر جتنا دیا جاتا ہے، اس سے زیادہ مقررہ تعداد میں لے لیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ یہ سود ہے، آج شاید ہی میری طرف کوئی ایسا کاشتکار ہو جو اس سے بچا ہو ایسی صورت میں کیا اپنے کسی عزیز کے یہاں کھانا نہ کھانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کاشتکار کو جو ملا ہے وہ قرض ہے، سود نہیں، پھر اس سے جو مقدار زائد واپس لی گئی ہے،

---

[1] سورہ بقرہ پ ۳/آیت ۲۷۵/

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور ربوٰ کو حرام کر دیا۔ (از بیان القرآن)

[2] الدرالمختار علی الشامی ،ص ۱۶۶/ج۵/ مطبع کراچی پاکستان مطبوعہ زکریا دیوبند ص۳۹۵/ج۷/ مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ص۱۷۴/ج۴/ کتاب البیوع، باب المرابحة الخ فصل فی القرض، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی، کتاب المداینات، مطبوعہ اشاعة الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص۱۰۲ مطبوعہ اشرفی دیوبند.

وہ سود ہے،[۱] کاشتکار کے گھر کا کھانا سود نہیں [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سود پر قرض لینا

سوال:۔ زید کو روپیہ کی اشد ضرورت پیش آئی، اور اس نے بہ مجبوری اپنی جائیداد رہن رکھ کر سود پر روپیہ قرض لے لیا، ایسی حالت میں جب کہ سخت مجبوری کی حالت میں سود پر روپیہ لیا جائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے، اور کیا زید بحالت مجبوری اس فعل سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود دینا حرام ہے،[۳] ایسے شخص پر حدیث شریف میں لعنت وارد ہوئی ہے،[۴] حرام کا

---

[۱] کل قرض جر نفعا فهو ربوا الخ نصب الراية ص۶۰ ج۴ كتاب الحوالة، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل، شامی زکریا ص۳۹۵ ج۷ باب المرابحة والتولية، فصل فی القرض مطلب كل قرض جر نفعا الخ، الاشباه والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی، كتاب المداينات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[۲] اهدى الیٰ رجل شيئاً اواضافه ا ن كان غالب ماله من الحلال فلابأس الا ان يعلم بأنه حرام فان كان الغالب هوالحرام ينبغی ان لايقبل الهدايا ولايأكل الطعام الا ان يخبره بانه حلال الخ عالمگیری ،ص ۳۴۲/ج۵/ كتاب الكراهية ،الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۱۸۶ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فی الكسب، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بزازية ص۳۶۰ ج۶ كتاب الكراهية، الفصل الرابع فی الهداية الخ مطبوعه كوئٹه.

[۳] احل الله البيع وحرم الربوا، سوره بقرة آيت ۲۷۵.

[۴] عن جابرؓ لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم اٰكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه. (الحديث مشكوٰة شريف، ص۲۴۴/باب الربا. (ترجمہ پیچھے گذر چکا ہے)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

ارتکاب اضطرار کی حالت میں معاف ہے پس اگر جان کا قوی خطرہ ہے یا عزت کا قوی خطرہ ہے۔

نیز اور کوئی صورت اس سے بچنے کی نہیں مثلاً نہ جائیداد فروخت ہوسکتی ہے، نہ روپیہ بغیر سود کے مل سکتا ہے، تو ایسی حالت میں زید شرعاً معذور ہے[۱]، اور اگر ایسی ضرورت نہیں، بلکہ کسی اور دنیوی کاروبار کے لئے ضرورت ہے، یا روپیہ بغیر سود کے مل سکتا ہے، یا جائیداد فروخت ہوسکتی ہے، تو پھر سود پر قرض لینا جائز نہیں، کبیرہ گناہ ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۲۹/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۳۰/ شوال ۵۶ھ

سرکاری قرضہ

سوال:۔ مرکزی وصوبائی حکومتیں کاروبار کارخانہ جات اور دوسری صنعتوں وغیرہ کی ترقی وترویج کے واسطے روپیہ اور دوسری چیزیں بطور قرض معمولی سود پر دیتی ہیں، آپ بخوبی واقف ہیں کہ حکومت کے پاس جو روپیہ ہوتا ہے، وہ سب پبلک سے ہی حصول کیا ہوا ہوتا

---

[۱] ویجوز للمحتاج الاستقراض بالربح، الاشبا والنظائر ص۱۴۹/ فی القاعدة الخامسة، مطبوعه دار العلوم دیوبند، البحر الرائق ص۱۲۶ ج۶ باب الربا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۲] عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یارسول اللّٰه وماهن قال الشرک باللّٰه والسحر وقتل النفس التی حرم اللّٰه الا بالحق وأکل الربا، الحدیث مشکوٰة شریف ص۱۷ باب الکبائر وعلامات النفاق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. أن أکل الربا وموکله وکاتبه وشاهده والساعی فیه والمعین علیه کلهم فسقة وأن کل ماله دخل فیه کبیرة الخ الزواجر ص۴۴۴ ج۲ الکبیرة التاسعة والسبعون، أکل الربا الخ، مطبوعه مکة المکرمة.

ہے، یا وہ رقم ہوتی ہے، جو ہماری حکومت دوسری حکومتوں سے قرض کی شکل میں یا امداد کی شکل میں حاصل کرتی ہے۔

(الف) کیا حکومت سے سود پر انفرادی کاروبار یا کارخانہ جات کیلئے روپیہ قرض لیا جاسکتا ہے؟

(ب) کیا حکومت سے سود پر قرض مندرجہ بالا کاروبار کے واسطے جبکہ اجتماعی منافع کے لئے امداد باہمی کی بنا پر چلایا جائے، لیا جاسکتا ہے؟

(ج) کیا اس تصور پر قرض لیکر کیا گیا کاروبار سے حاصل شدہ آمدنی جائز ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حکومت نے جو روپیہ دوسری حکومتوں سے قرض لیا ہے، وہ اس کی مالک ہوگئی، اور واپسی کی ذمہ داری ہے، جو رپیہ پبلک سے قانونی حد میں یا قاہرانہ قوت سے لیا ہے، وہ بھی استیلاء کی وجہ سے اس کی ملک میں آگیا[۱]

(الف) سودی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے[۲] سود قلیل ہو یا کثیر اگر پبلک اس روپے کو اپنے ملک تصور کر کے قرض کے نام پر لے اور سود دے تو یہ مزید خسارہ ہے کہ اپنا ہی روپیہ لیا ہے، پھر اس کو واپس کرتا ہے، اور سود دیتا ہے۔

(ب) اس کی بھی اجازت نہیں[۳]

---

[۱] اخذوا اموالهم ملكوهالان الاستيلاء قد تحقق فى مال مباح وهو السبب .هدايه ، ص ۲۸۱/ج۲/ باب استيلاء الكفار، زيلعى ص ۲۶۰ ج۳ كتاب السير، باب استيلاء الكفار، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص ۴۴۲ ج۲ كتاب السير والجهاد، باب استيلاء الكفار، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا.سوره بقره آيت ۲۷۵/پاره۳/

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا) (از بیان القرآن) **(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

(ج) سود پر قرض لینا تو ناجائز ہوگا، مگر ایسے کاروبار سے جو آمدنی حاصل ہوگی، اس کو ناجائز نہیں کہا جائیگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۰/۹۰ھ

سرکاری سودی قرضہ

سوال: ۔(۱) زید کاشتکار ہے اور اپنے ہل بیل سے کاشت کرواتا ہے، اچانک اس کے بیل مرجاتے ہیں، اور وہ اپنے پاس سے بیل خرید سکنے کی گنجائش نہیں پاتا، لہٰذا اس کو بیلوں کے لئے سودی قرض لینا کیسا ہے؟

(۲) زید کاشتکار کے بوجہ خشک سالی کئی سالوں سے پیداوار بہت ہی کم ہورہی ہے، حتی کہ گھریلو اخراجات کے لئے اس کو قرض لینے کی نوبت آگئی، حالانکہ وہ اتنی زمین رکھتا ہے، کہ اگر آبپاشی وغیرہ کا معقول انتظام ہوسکے تو خاصی پیداوار ہوسکتی ہے، چونکہ آبپاشی انتظام نہیں ہے، بریں بناء زمین افتادہ رہ جاتی ہے، اور پوری زمین نہیں بو سکتے ہیں، زمین کے علاوہ زید کوئی ذریعہ آمدنی نہیں رکھتا جس سے اسکا کام چل سکے، ایسی مجبوری میں آبپاشی کے انتظام کے غرض سے سرکار سے قرض لینا کیسا ہے، جب کہ اس میں سود بھی دینا ہوگا، اور کبھی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] کل قرض جر نفعاً فهو ربا، نصب الراية ص ۶۰ ج ۴ كتاب الحوالة، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل، شامی زکریا ص ۳۹۵ ج ۷ باب المرابحة والتولية فصل فی القرض مطلب کل قرض جر نفعاً الخ الاشباه والنظائر ص ۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداينات مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی.

(صفحہ ہٰذا) [1] من استقر ض من آخر ألفاً علىٰ ان يعطى المقرض كل شهر عشرة دراهم وقبض الالف وربح فيها طاب له الربح عالمگیری، ۳/۲۱۱، مطبوعه کراچی) الباب العشرون فی البيعات المكروهة الخ كتاب البيوع)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

کبھی اصل قرض سے کم وبیش چھوٹ بھی مل جاتی ہے، جس کی وجہ سے سود کا اضافہ اور چھوٹ کی کمی مل کر اوسط ادائیگی قرض اصل قرض کے برابر ہو جاتا ہے، لیکن یہ مشکل ہمیشہ نہیں ہوتی؟

(۳) سوسائٹی کے بینک (جس میں فیس ممبری جمع کر کے حصہ دار بننا پڑتا ہے، اور اس میں صرف حصہ دار ہی کو قرض دیا جاتا ہے) قرض لینا اور پیداوار کی ترقی کے لئے ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا ہے، حصہ دار بننے کی کوئی صورت نہیں، بلکہ سرکار سے براہِ راست اور کوئی شخص خاص سے سودی قرض لینا کیسا ہے، تینوں شکلیں یکساں ہیں، یا کوئی فرق ہے، جب کہ معاملہ سود ہر ایک میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۲/۱) پہلی دونوں صورتوں میں سودی قرض لینے کی گنجائش نہیں ہے، البتہ اگر انسان کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ رہے، اور بے حد درجے کی پریشانی ہو اور بلاسود قرض نہ ملتا ہو تو بقدر ضرورت سودی قرض لینے کی گنجائش ہے، ہر حالت میں خداوند قدوس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، اسی پر بھروسہ ہونا چاہئے، "**یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح کذافی الاشباہ والنظائر، ص ۱۱۵/**"[۱]

(۳) ایسی سوسائٹی بینک (جس سے قرض لینے کے لئے ممبری فیس دینا ضروری ہو) سے قرض لینا درست نہیں، "**کل قرض جر نفعاً فھو حرام**"[۲] اور سودی لین دین ممنوع و مذموم ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۸۸/۶/۱۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۸۸/۶/۱۳ھ

۱۔ **الاشباہ والنظائر، ص ۱۴۹/ مطبوعہ دار العلوم دیوبند، تحت القاعدۃ الخامسۃ الضرر یزال)، بحر ص ۱۲۶ ج۶ باب الربوٰ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.**

۲۔ **شامی زکریا دیوبند، ص ۳۹۵/ ج۷/ مبطوعہ کراچی ص ۱۶۶/ ج۵،** (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سرکاری سودی قرض

سوال نمبر ۱:۔ حکومت ہند بطور قرضہ کے کچھ روپیہ ورقم تجارت وغیرہ کے سلسلہ میں قرضخواہ کو دیتی ہے، پھر حکومت اس روپیہ کی واپسی کے لئے قسط مقرر کر لیتی ہے، اور اصل روپیہ سے کچھ زائد لیتی ہے، پس ایسی صورت میں ہم مسلمانوں کو لینا چاہئے یا نہیں؟ اور حکومت سے لین دین روپیہ کا اس صورت میں کیسا ہے؟

(۲) ہم چند نوجوانوں نے ایک فنڈ آپس میں جمع کر کے کھول رکھا ہے، چنانچہ اس فنڈ کے ماتحت بہت سے سامان خریدے جاتے ہیں، مگر اس کے فروخت کی نوعیت نقد کے لئے تو خیر جو ہے وہ ٹھیک ہے، مگر اُدھا کا سلسلہ یوں ہے کہ جو سامان لیتا ہے، اس سے ایک ماہ کی، دو ماہ کی مدت متعین کر لی جاتی ہے، اب اگر وہ شخص اس متعینہ مدت میں روپیہ نہیں دیتا ہے تو ذمہ داران فنڈ اس متعینہ مدت کی رقم میں اضافہ کر کے لیتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں جائز ہے؟

(۳) ہم کپڑے سازی کا کاروبار کرتے ہیں اور مہاجنوں کے یہاں سے سوت ادھار لاتے ہیں، اور اُدھار ونقد میں بڑا فرق ہوتا ہے، مثلاً نقد ۴۵ر روپیہ کا ملے گا اور اگر اُدھار لینا ہے، تو وہی سوت ۵۰ر روپیہ کا ملتا ہے، بہرحال جو حضرات نقد لاتے ہیں، وہ گھر لا کر پھر گاہکوں کو اُدھار کا دام رکھ کر فروخت کرتے ہیں، یا نقد لے کر گھر کے کسی آدمی کے نام بھی اُدھار فروخت کر دیتے ہیں، اور گاہکوں کو ایک اصول کے مطابق نفع رکھ کر دیتے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ نعمانیہ دیوبند، ص ۱۷۴ ر ج ۴ ر کتاب البیوع (فصل فی القرض)، نصب الرایة ص ۶۰ ج ۴ کتاب الحوالة مطبوعہ ڈابھیل، الاشباہ ص ۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات مطبوعہ دھلی.

۳؎ احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ، سورۃ بقرۃ ص ۲۷۵.

ہیں، ایسی صورت جائز ہے یا نہیں؟

(۴) نیز بنانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بنانے والا سوت اور کچھ روپیہ لیکر کے دیتا ہے، اور تیار ہونے والے مال کو اپنی دوکان پر لانے کی پابندی عائد کرتا ہے، اور دوسری قسم کی پابندی میں بھی کوئی کسر باقی نہیں رکھتا مثلاً سوت کے رنگ بھرانا یا کسی دوسرے کے یہاں مال نہ بھرا جائے، لہٰذا سوت کی جب بکری کر کے دیتا ہے تو اس طرح کی پابندی کہاں تک صحیح ہے، بہرکیف سوت رنگاتے رنگاتے روپیہ بڑھ جاتا ہے، چونکہ اُدھار ہماری طرف زیادہ ہوتا ہے، تو اس میں کمیشن ملتا ہے، بعد میں اس کمیشن کو وہی سوت فروخت کرنے والا لیتا ہے، نیز ساڑیاں تیار کر کے جب مزدور لاتا ہے، اور وہی سوت بیچنے والا دلال اس کو بھی بازار میں فروخت کرتا ہے، جس میں پلاسٹک کی تھیلی لگتی ہے، اس کی قیمت بازار میں پانچ پیسہ ہے مگر وہ دس پیسہ رکھتا ہے، پس یہ صورت کہاں تک جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ سود ہے اور سود کا لینا بھی حرام ہے، دینا بھی حرام ہے،[۱] جس کا گذارا بغیر اس قرض کے ہوسکتا ہے، وہ ہرگز قرض نہ لے۔

(۲) سامان کی دو قیمتیں تجویز کر لی جاویں، ایک نقد کی، دوسری اُدھار کی پھر خریدار سے دریافت کیا جائے، کہ آپ کس طرح خریدیں گے، نقد یا اُدھار پھر جو صورت وہ

---

[۱] احل الله البیع وحرم الربوٰ، سورة بقرة ص۲۷۵، عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال لعن رسول الله صلی الله علیه وسلّم اٰکل الربوٰ وموکله وکاتبه وشاهدیه وقا ل هم سواء. (مشکوٰة شریف، ص ۲۴۴ / باب الربا.)

ترجمہ: . حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، سود کھانے والے پر اس کے کھلانے والے پر اس کے لکھنے والے پر اس کی گواہی دینے والوں پر اور فرمایا یہ سب برابر ہیں۔

بتائے اس کے موافق اس کو قیمت بتادی جائے[۱] اور اُدھار کی صورت میں مدت متعین کر لی جائے، اگر خریدار اس مدت میں قیمت نہ دے تو اس پر اضافہ نہ کیا جائے، اس طرح درست ہے ورنہ سود[۲] ہوکر معاملہ ناجائز ہوجائے گا۔

(۳) نمبر۲ر سے اس کا جواب واضح ہے اُدھار کی مدت کے اعتبار سے قیمتوں میں تفاوت جائز ہے، مگر اس صورت میں بھی یہی ہے کہ خریدار سے دریافت کرلیا جائے، کہ کتنی مدت میں قیمت دے گا، اس کے اعتبار سے قیمت بتادی جائے، اس میں اگر تاخیر ہو تو قیمت میں اضافہ نہ کیا جائے[۳]۔

(۴) جب سوت فروخت کیا اور روپیہ قرض دیا ہے، تو ان پابندیوں کا حق نہیں ہے

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸؍۴؍۹۰ھ

سود پر قرض لیکر اس سے آمدنی

سوال:۔ ایک شخص نے کچھ روپیہ زیور رکھ کر سود پر لے کر تجارت میں لگایا اس کی ادائیگی کے بعد اس شخص نے دل سے توبہ کر لی کہ آئندہ نہ سود دونگا نہ لوں گا، کیا اس کے بعد کسی متقی کو اس کے یہاں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

۱؎ قال البائع ابیعک هذا الثوب بنقد بعشرة وبنسئية بعشرين فقال المشترى اشتريته بعشرة ثم نقد عشرة دراهم فقد صح هذا البيع تحفة الاحوذى ،ص ۴۲۷؍ج۴؍ مطبوعه بيروت كتاب البيوع ،باب ماجاء فى النهى عن بيعتين فى بيعة ،بذل المجهود.ص ۲۷۶؍ج۴؍ كتاب البيوع، باب فيمن باع بيعتين فى بيعة.

۲؎ ثم اذا حل الدين طالبوا المديون برأس المال فان تعذرعليه زادوافى الحق والا جل الخ تفسير كبير ص ۲/۳۵۱، طبع دارالفكر بيروت، تحت آيت:۲۷۵، سورة البقرة،

۳؎ حوالہ بالا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زیور رہن رکھ کر روپیہ قرض لینا اوراس پر سود دینا گناہ ہے[۱] لیکن اس قرض والے روپیہ سے جو تجارت کی گئی ہے تو اس کی آمدنی ناجائز نہیں [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۸۷ھ

سودی قرض سے بنائے ہوئے کپڑے استعمال کرنا

سوال:۔احقر کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے، اور ہم دو بھائی اور ایک بہن ہیں، اور احقر چھوٹا ہے، جائداد مورثہ پر بھائی صاحب ہی کی نگرانی ہے اور ابھی تک تقسیم نہیں ہوئی احقر مدرسہ اسلامیہ فیض العلوم حیدرآباد میں ملازم ہے۔

گو بھائی صاحب زراعت پیشہ ہیں، لیکن حال ہی میں انہوں نے احقر کو کپڑے بنائے ہیں، ان سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ سودی قرض لے کر کپڑے بنائے ہیں، احقر کا مقصد تھا کہ اپنا حق جائداد یعنی آمدنی سے اپنا حصہ حاصل کروں، لیکن انہوں نے بغیر حساب آمدنی بتلائے کپڑے بنوادئے، اور نقد ۷۵٪ روپیہ دیئے پوچھنے پر انہوں نے بتلایا کہ سودی

---

[۱] کل قرض جر نفعاً حرام الخ الدرالمختارعلی الشامی زکریا ،ص ۳۹۵/ ج۷/ باب المرابحة والتولية،فصل فی القرض، مطلب كل قرض جرنفعاً حرام، الاشباه والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداينات مطبوعه دهلی، قواعد الفقه ص۱۰۲ مطبوعه دار الکتاب ديوبند.

[۲] ومن استقرض من آخر ألفاً على ان يعطى المقرض كل شهر عشرة دراهم وقبض الالف وربح فيها طاب له الربح، عالمگيری كوئٹه ص۲۱۱ ج۳ الباب العشرون فی البيعات المكروهة، كتاب البيوع.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

قرض لا کر دیا ہوں، اب احقر کو اشکال ہو رہا ہے کہ ان کپڑوں اور روپیوں کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود لینا اور دینا کبیرہ گناہ ہے[1] لیکن جو روپیہ نقد آپ کو قرض لے کر دیا ہے، وہ سود نہیں ہے، اس طرح قرض لے جو کپڑا ابنا کر دیا ہے، وہ بھی سود نہیں آپ کے لئے جائز ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۹۱ھ

سودی قرض لینا

سوال:۔ میں پرائمری اسکول کا ماسٹر ہوں، پانچ بچے ہیں، والدہ ہیں، گھر کی ضروریات کیلئے سودی قرض لیتا ہوں، ہر وقت دل پریشان رہتا ہے، حتی کہ دین کے کاموں کو بھی اچھی طرح سے نہیں ادا کر پاتا، ایسی حالت میں اپنا ذریعۂ معاش ٹھیک کرنے کے لئے سرکار سے صنعتی قرضہ لے سکتا ہوں یا نہیں، جس میں کچھ سود بھی قسطوں کے ساتھ ادا کرنا پڑے گا، ایسی صورت میں میرے لئے گنجائش ہے یا نہیں؟

---

[1] اکل الربوا والعمل به من الكبائر الخ تفسير قرطبى ص ۱۳۳۱/ ج۲/ مطبوعه دارالفكر بيروت، تحت قوله تعالىٰ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. الأية سورة البقره آيت ۲۷۵، الزواجر ص ۴۴۴ ج۲ الكبيرة التاسعة والسبعون، أكل الربا الخ مطبوعه مكة المكرة، مشكوٰة شريف ص۱۷، باب الكبائر وعلامات النفاق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] وأما القرض المشروط، بالفضل والمنفعة فلم يقل احد انه من باب الإرفاق بل اتفقوا على كونه مثل البيع ثم اختلفوا الى قوله وقال الحنفية يبطل الشرط لكونه منافياً للعقد ويبقى القرض صحيحاً اعلاء السنن ص۵۳۳، ۵۳۴ ج۱۴، كتاب الحوالة معنى كون الزيادة على النص نسخاً عند الحنفية مطبوعه كراچى.

الجواب حامداًومصلیاً:۔

سود لینا اور سود دینا حرام ہے[۱] اگر گذارہ کی کوئی صورت نہ ہو تو محتاج کے لئے بقدر ضرورت سودی قرض لینے کی گنجائش ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۸۸ھ

مستاجر سے قرض لینا

سوال:۔ میرے مکان میں کرایہ دار ہیں، میں ان سے قرض لینا چاہتا ہوں وہ یہ کہتے ہیں کہ میں آپ کو اس شرط پر قرض دوں گا، کہ جب تک قرض واپس نہیں کریں گے، میں کرایہ مکان نہیں دونگا، شرط درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس طرح معاملہ نہیں کرنا چاہئے[۳] آپ یا تو ان کے پاس قرض کی ضمانت کے طور پر کوئی چیز زیور وغیرہ رہن[۴] رکھدیں کہ جب آپ ان کا قرض واپس کردیں گے، اپنا رہن ان سے

---

[۱] احل اللّٰہ البیع وحرم الربا الأیة سورة بقرة آیت ۲۷۵.

[۲] یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح .الاشباه والنظائر ،ص ۱۴۹/مطبع دارالعلوم دیوبند، القاعدة الخامسة الضرریزال، البحرالرائق ص۱۲۶، ج۶، باب الربا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۳] القرض بالشرط حرام .الدرالمختار علی الشامی ،ص۱۶۶/ج۵/ مطبوعه کراچی، مطبوعه زکریا دیوبند ص۳۹۴/۷، کتاب البیوع، فصل فی القرض، بحر ص۱۲۳ ج۶ کتاب البیوع فصل فی بیان التصرف فی المبیع والثمن قبل قبضه الخ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۱۱۸ ج۳ کتاب البیوع باب المرابحة والتولیة تحت فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۴] قال فی ایضاح الاصلاح، هوجعل الشئی محبوساً بحق شامی زکریا، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

واپس لے لیں گے، یا ان سے کرایہ پیشگی لے لیں اور اس سے اپنی ضرورت پوری کر لیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا سودی قرض کی گنجائش ہے

سوال:۔ وہ کونسی ضرورت ہے جس میں سودی قرض لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

نا قابل برداشت مجبوری کے وقت سود لینے سے گناہ نہ ہونے کی توقع ہے[۱] **هكذا حكم سائر المحرمات**۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کمپنی کے فارم فروخت کرنا

سوال:۔ ایک ایجنسی کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنا چھپا ہوا فارم تقریباً ۱۰؍ کو فروخت کرتی ہے، کمپنی مذکور کو اس ڈیڑھ آنہ میں فارم کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا جس کی صورت یہ ہے کہ زید نے ایک فارم خریدا، اس فارم پر کمپنی کی جانب سے پانچ خانہ ہیں، اور ہر خانہ میں ایک شخص کا

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ص۶۸/ ج۱۰/ مطبوعه کراچی ص۴۷۷/ ج۶/ کتاب الرهن، الدر المنتقى على مجمع الأنهر ص۲۶۹ ج۴ کتاب الرهن، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، بحر ص۲۳۲ ج۸ کتاب الرهن مطبوعه الماجديه کوئٹه.

(**صفحہ ہذا**) [۱] يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح الاشباه والنظائر، ص ۱۴۹/مطبوعه دارالعلوم ديوبند، القاعدة الخامسة الضرر يزال، البحر الرائق ص۱۲۶، ج۶، باب الربا، مطبوعه الماجديه کوئٹه.

نام معہ پتہ کے درج ہے، غرض ایک فارم پر پانچ اشخاص کے نام معہ پتے کے اندراج ہیں۔

کمپنی مذکور کا یہ اصول ہے کہ جو شخص (زید) فارم خریدے وہ مبلغ ا/ بذریعہ منی آرڈر اس شخص کے پاس روانہ کردے، جس کا نام خانہ نمبر ا/ پر تحریر ہے، اس کے بعد کمپنی مذکور زید (جس شخص نے فارم خرید کرا اور ا/روپیہ روانہ کیا) کو چار فارم اور روانہ کردے گی، کہ وہ ان فارموں کو اپنے دوستوں کو تقسیم کردے، ان چار فارموں پر زید کا نام نمبر ۵/ پر ہوگا، غرض جس شخص کے پاس روپیہ گیا ہے اس کا نام ان فارموں میں نہیں ہوگا، زید ان چار فارموں کو الف، ب، ج، د، میں تقسیم کردے گا، اور، الف، ب، ۱۶/اشخاص اسی ترکیب سے عمل کریں گے تو (۶۴×۴) ۶۴/اشخاص کے پاس زید کا نام نمبر ۳/ پر ہوگا، اور یہ ۶۴/اشخاص اسی طرح کریں گے تو (۲۵۶×۴) اشخاص زید کا نام نمبر ۲/ پر پائیں گے اور یہ ۲۵۶/اسی طرح کریں گے تو (۲۵۶×۴) ۱۰۲۴/اشخاص سے زید کو ۱۰۲۴/روپیہ ملے گا اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

سوال زید کا یہ فعل کیسا ہے، حکم شرعی کیا ہے، اس روپیہ کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟

نوٹ:۔ اس میں ہر شخص کو جو کہ کمپنی مذکور کے اصول پر عمل کرے گا، اس کو مبلغ ۱۰۲۴/روپیہ ملے گا، یہ لاٹری والا حساب نہیں ہے کہ اگر سو آدمی شریک ہوں تو صرف ایک کو ملے گا، باقی محروم رہیں، اس میں ہر شخص کو ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً

کمپنی نے زید کے ہاتھ ۱۰/ میں فارم فروخت کیا، یہ ۱۰/ تو فارم کی قیمت ہوگی، اب زید اس شخص کے نام جس کا نام خانہ نمبر ا: پر ہے، مبلغ ا/ کیوں روانہ کرتا ہے، اور یہ ایک روپیہ کس شئی کا عوض ہے، اور اخیر میں ۱۰۲۴/ جو زید کو ملے ہیں یہ کیوں ملے ہیں، کس چیز کے عوض میں ملے ہیں، اگر یہ اس ایک ا/روپیہ کا معاوضہ ہے تو تمام عوض اسے نہیں ملا کہ جس نے وہ ہی

ایک روپیہ روانہ کیا تھا، نیز ایک روپیہ کا معاوضہ ۱۰۲۴ر شرعاً جائز نہیں، کیونکہ یہ سود ہے، ’’احل اللّٰہ البیع وحرم الربو‘‘ الایۃ،[۱] یہی حال ہر شخص کی آمدنی کا ہے، پس صورت مسئولہ کسی عقد شرعی میں داخل نہیں اور سود وقمار پر مشتمل ہے، کہ ہر شخص کی آمدنی کا سلسلہ موقوف ہے، دوسرے شخص کے ان فارموں کو تقسیم کرنے اور ا/روانہ کرنے پر اور یہ معلوم نہیں کہ وہ ایسا کرے گا یا نہیں، کیونکہ شرعاً ۱۰ر میں فارم خریدنے پر اس کا معاملہ ختم ہو چکا، ا/روانہ کرنے اور فارم تقسیم کرنے کا وہ مکلّف نہیں، پس یہ معاملہ اور یہ آمدنی شرعاً ناجائز ہے۔[۲]

فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۷/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۷/۵/۵۵ھ

سود در سود حرام در حرام

سوال:۔ زید کا باپ سود در سود کھانے کا عادی ہے، مادری ترکہ میں زید بھی ایک دستاویز میں حصہ دار ہے، اور سود خوار باپ کے حکم پر دستاویز کی نالش کر کے سود در سود کی ڈگری حاصل کرتا ہے، اور وصولیابی کے لئے زید اپنے باپ کے ذریعہ وکیل کر کے کاروائی وصولیابی کر رہا ہے، باوجودیکہ زید بالغ ہوگیا ہے، اور ذریعہ تحصیل علم دینی احکام خداوندی سے واقف بھی ہے، ایسی صورت میں زید کو خدا کے روبرو جواب دہی کرنی ہوگی یا نہیں؟

---

[۱] سورہ بقرہ پ۳/آیت ۲۷۵/اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے، (از بیان القرآن)

[۲] ’’انماالخمر والمیسر والانصاب والازلام رجسٌ من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ الایۃ .
(سورۂ مائدہ ،پ۷/آیت ۹۰/)

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلم سے سود لینا حرام ہے، اور سود در سود حرام در حرام ہے، قال اللہ تبارک وتعالیٰ "یاایھاالذین اٰمنو الاتاکلوا الربوٰ اضعافاً مضاعفة واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون واتقوا النارالتی اعدت للکافرین" [۱]

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمام قرآن شریف میں سب سے زیادہ خوفناک ہے اس میں اہل ایمان کو اس آگ سے ڈرایا گیا ہے، جو کہ کفار کے لئے تیار کی گئی ہے، "کان ابوحنیفةؒ یقول ھی اخوف اٰیة فی القرآن حیث اوعدالمؤمنین بالنار المعدة للکافرین ان لم یتقوہ فی اجتناب محارمہ" تفسیر مدارک، ص ۱۴۱ - ج ۱/ [۲]

جس طرح مسلم سے سود لینا حرام ہے اسی طرح اس کی گواہی دینا نیز اس کی کتابت کرنا وغیرہ بھی حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے سود کی گواہی دینے والے سود کا کاغذ لکھنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے، "لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الربوٰ وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ. رواہ مسلم" [۳]

لہٰذا زید اگر مسلم سے سود لیگا یا کسی طرح مسلم سے سود وصول کرنے میں اپنے باپ کی امداد کرے گا تو وہ بھی باپ کی طرح گناہ کی مرتکب ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مورد

---

[۱] سورۂ اٰل عمران پ ۴/ آیت نمبر ۱۲۹-۱۳۰/ **ترجمہ**:۔ اے ایمان والو سود مت کھاؤ کئی حصے زائد اور اللہ سے ڈرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو، اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (از بیان القرآن)

[۲] تفسیر مدارک، ج ۱/ ص ۲۸۲/، تفسیر خازن ص ۲۸۲ ج ۱ سورۂ آل عمران آیت ۱۲۹-۱۳۰، مطبوعہ بمبئی.

[۳] مسلم شریف، ص ۲۷/ ج ۲/ (کتاب البیوع، باب الربا) مطبوعہ سعد دیوبند.

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر اور اسکے کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والوں پر۔

بنے گا اور آخرت میں سزا کا مستحق ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوسہارنپور یکم رمضان المبارک ۵۵ ۱۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوسہارنپور یکم رمضان المبارک ۵۵ ۱۳ھ

صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوسہارنپور یکم رمضان المبارک ۵۵ ۱۳ھ

توبہ کے بعد سودی مال کا حکم

سوال:۔ کسی کے یہاں سود کا کام ہوتا رہا ہے، اب اسکا کہنا ہے کہ میں نے سود لینا ترک کر دیا ہے، تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اسکا جمع ہوا مال پاک ہوجائیگا، یا نہیں؟ اور اس کے یہاں دعوت کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی مقدار سود کی لی ہے، اس کو واپس کر دے، بقیہ سے کھانا اور کھلانا سب درست ہے۔ کذا فی رد المختار[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیسہ اپنے پاس سے دیکر سود کا پیسہ رکھنا

سوال:۔ میرا معمول یہ ہے کہ جب بھی پاس بک میں سودی پیسے کا اندراج ہوتا ہے تو میں سودی رقم الگ کر دیتا ہوں، پاس بک میں اصل رقم باقی رہ جاتی ہے، مگر مجھے اس مسئلہ

---

[1] والحاصل أنه ان علم أرباب الاموال وجب رده عليهم الخ شامی زکریا، ج۷ص ۳۰۱ باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالا حراماً، بذل المجهود ص۳۷ج۱ كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه يحيوى سهارنپور، مجمع الأنهر ص۲۸۵ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

میں شرح صدر نہیں ہے، شبہ ہے جس کی بنیاد یہ ہے کہ بیع وشراء میں جنس تو متعین ہوتی ہے، ثمن یعنی رقم متعین نہیں ہوتی، غالباً اسی طرح پڑھا ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کو زکوٰۃ کے روپے بذریعہ منی آڈر روانہ کئے جاتے ہیں وہ روپیہ تو مقامی ڈاکخانہ میں ہی رہ گیا، صرف منی آڈر فارم چلا گیا، جس سے وہاں کے ڈاکخانہ نے اپنے یہاں سے رقم کی ادائیگی کرادی ،وہ زکوٰۃ کی رقم تو نہیں پہنچی۔

دوسری نظیر ایک شخص اپنی سودی رقم نکالنے کے لئے ڈاکخانہ گیا وہاں کچھ رقم نہیں تھی، تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے صاحب منی آڈر کرنے اور چلے گئے، اب ڈاکخانہ والوں نے اس رقم میں سے سود کی ادائیگی کردی، ظاہر ہے کہ یہ رقم سود والے کی نہیں ہے، اگر یہ معاملات صحیح قرار دیئے جاتے ہیں، تو پھر یہ طریقہ کیوں صحیح نہیں کہ مثلاً ایک ہزار روپے کے سو شامل ہوکر گیارہ سو ہوگئے، اب یہ شخص اپنے پاس سے سو روپیہ سود کی نیت سے نکالتا ہے، اور بینک میں جو سود کا اضافہ ہوا ہے، اصل میں شامل کر کے گیارہ سو روپے کی اصل رقم قرار دیتا ہے، تو اس میں کیا قباحت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو نظائر آپ نے پیش کئے ہیں، انکا حاصل بھی وہی ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں، لیکن جس مال کو سود کہہ کر دیا جائے، خواہ وہ مال دینے والے کی ملک ہو یا نہ ہو بظاہر تو سود کا اطلاق اس پر آئے گا، جس پر لعنت کی وعید ہے، اب حاصل یہ ہوگا، کہ مال حلال کا صدقہ کیا اپنے پاس سے اور جو مال سود کے نام پر ڈاکخانہ یا بینک سے ملا جو شریعت کی نظر میں حرام اور موجب لعنت ہے، اسکو خود کھائے اس سے قلب سلیم اجتناب کرتا ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] دعوا الربا والربية الحديث ابن ماجه شريف، ص ۱۶۵ / ج ۲ / مطبوعه مجتبائی دهلی) باب التجارات باب التغليظ فی الربا)

بیمہ کرانا

سوال:۔ موجودہ زمانہ میں بیمہ کرانا اپنا یا دوکان اور موٹر وغیرہ کا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیمہ میں سود بھی ہے، اور جوا بھی، یہ دونو چیزیں شرعاً ممنوع ہیں[1]، بیمہ بھی ممنوع ہے، لیکن اگر کوئی شخص ایسے مقام پر اور ایسے ماحول میں ہو کہ بغیر بیمہ کرائے جان و مال کی حفاظت ہی نہ ہو سکتی ہو یا قانونی مجبوری ہو تو بیمہ کرانا درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

زندگی کا بیمہ

سوال:۔ حکومت انگلینڈ کا قانون ہے کہ کوئی بھی شخص کسی فیکٹری یا دوکان میں کام

---

[1] ”احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ“ الایۃ سورۂ بقرہ پ۳/آیت ۲۷۵/

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا (از بیان القرآن)

”وانما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ الایۃ، سورہ مائدہ پ۷/ آیت ۹۰“، احکام القرآن للجصاص الرازی ص۴۶۵ ج۲ مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت، شامی کراچی ص۴۰۳ ج۶ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع.

ترجمہ:۔ بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

[2] الضرورات تبیح المحظورات الاشباہ والنظائر، ص۱۴۰/ تحت القائدۃ الخامسۃ الضرر یزال، مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، قواعد الفقہ ص۸۹، رقم القاعدۃ ۱۷۰ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند،

کرے یا خود کاروبار کرے تو بغیر انشورینش کارڈ کے کام نہیں کر سکتا، پھر انشورینش سے بنے ہوئے قانون کے مطابق اس کی انگلی وغیرہ کٹ جانے سے اس کو معاوضہ ملتا ہے، اور اس کو یہ انشورینش والے ''لائف انشورینش'' بولتے ہیں (زندگی کا بیمہ) یہ پیسہ لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ بغیر بیمہ کاروبار یا فیکٹری یا دوکان کے گذارہ دشوار ہے، اور اس پر یہ قانونی پابندی ہے تو مجبوراً اس بیمہ زندگی میں آدمی کو معذور قرار دیا جائیگا،[1] تاہم جو رقم پاؤنڈ وغیرہ اس کے داخل کردہ یا تنخواہ سے وضع کردہ رقم سے زائد ہے، اس کو غرباء پر صدقہ کردے اپنے کام میں نہ لائے[2] اگر اس قسم کی معذوری اور مجبوری نہ ہو تو ایسے بیمہ کی شرعاً اجازت نہیں، اگر مقصود یہ ہے کہ مالک کو اعتماد حاصل ہو اور کام کرنے والے کے نقصان کے وقت ضرورت سے تلافی کی جائے، تو یہ بیمہ کے حکم میں نہیں، اگرچہ اس کا نام بھی بیمہ ہے، انگلی وغیرہ کٹ جانے سے جو رقم ملے اس کا لینا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۹/۱۰/۹ ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۱۰/۹ ھ

---

[1] الضرورات تبیح المخطورات الاشباہ والنظائر ص۱۴۰/ تحت القاعدۃ الخامسۃ الضرریزال، مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، قواعد الفقہ ص ۸۹ رقم القاعدۃ ۱۷۰، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

[2] للمسلم ان یاخذ الربا اصحاب البنک اھل الحرب فی دارھم ثم یتصدق بہ علی الفقراء ولایصرفہ الیٰ حوائج نفسہ، اعلاء السنن ص ۱۴/۳۵۹، مطبوعہ کراچی پاکستان، کتاب البیوع باب الربا، بذل المجھود ص۳۷، ج۱، کتاب الطھارۃ، باب فرض الوضوء، مطبوعہ یحیوی سھارنپور، شامی زکریا ص ۷/۳۰۱، باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً،

جان کا بیمہ

سوال:۔ زندگی کا بیمہ شرعاً جائز ہے یانہیں، آج کل ہندوستان میں بیمہ زندگی کی بہت کمپنیاں قائم ہوگئیں، جس کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیمہ کرائے، تو اسے خاص وقت تک کرانا پڑتا ہے، اور ششماہی ایک مقرر رقم کمپنی کو دینی پڑتی ہے، مثلاً میں نے ۲۵/ سال کی عمر میں ۲۵/ برس کے واسطے اکیس روپیہ ۷/ رقم ششماہی پر بیمہ زندگی کرایا اب مجھے ہر ششماہی میں ۲۳/ کمپنی کو دینے پڑتے ہیں، اگر وقت کے ایک مہینہ بعد تک نہ دے تو کمپنی مجبور کرتی ہے ، اگر ادا نہ کروں تو رقم سے ناامیدی ہوتی ہے، اور اگر کوئی شخص بیمہ کرانے کے بعد چاہے ابھی ایک ہی قسط ادا کی ہو مر جاوے تو کمپنی اس کے وارثوں کو جن کا وہ خود نام زندگی میں کمپنی کو دے چکا ہے، مبلغ ایک ہزار روپیہ فوراً ادا کرتی ہے، اور اگر ۲۵/ برس زندہ رہے اور چندہ وقت پر دیتے رہے تو ۲۵/ برس کے بعد کمپنی ایک ہزار روپیہ مع منافع تقریباً تین چار سو روپیہ کے اس شخص کو ادا کر دیتی ہے، منافع ہر پانچ سال کے بعد لگایا جاتا ہے، اس سال فی ہزار فی سال اٹھارہ روپیہ لگایا گیا ہے، جواب شرعی سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں عقد فاسد اور ناجائز ہے کیونکہ بیمہ کرانے والے نے جس قدر روپیہ کمپنی کو دیا ہے کمپنی اس سے زائد ادا کر دیتی ہے، تو وہ زیادتی یا بیمہ کرانے والے کی جان کے مقابلہ میں ہے، یا مال کے مقابلہ میں اول صورت میں وہ زیادتی ناجائز ہے، کیونکہ شرعاً جان متقوم نہیں [۱] دوسری صورت میں بھی ناجاز ہے، کیونکہ یہ سود ہے [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۵/۵۲ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۵/۵۲ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۵/۵۲ھ

---

[۱] وبطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع به (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسلمان ڈاکٹر کا بیمہ کارپوریشن کیلئے طبی معائنہ

سوال:۔ کیا کسی مسلمان ڈاکٹر کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بیمہ زندگی کارپوریشن کی جانب سے مقرر ہوکر ان لوگوں کی صحت کا معائنہ کرے جن کا بیمہ ہونا ہے، ڈاکٹر کو ہر معائنہ کے عوض فیس کارپوریشن کی جانب سے دی جاتی ہے، معائنہ کرنے سے پہلے یا بعد میں ڈاکٹر کو کوئی مطلب نہیں رہتا، وہ صرف ان باتوں کی تصدیق یا تشخیص کرتا ہے، جس کا اعلان بیمہ کرانیوالا اپنی درخواست میں اپنی صحت کے بارے میں کرتا ہے، ہندوستان میں بیمہ کارپوریشن حکومت کی جانب سے چلائے جانے والا ایک ادارہ ہے اور ہندوستان میں جمہوری حکومت ہے، متذکرہ بالا طور پر ہوئی آمدنی کو ڈاکٹر اپنے کام میں لاسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس مصرف میں صرف کرنا چاہئے؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۴۱/ج۷/ مطبوعہ کراچی ص۵۵/ ج۵/ باب البیع الفاسد،

" والآدمی مکرم شرعاً وان کافراً فایراد العقد علیه وابتذاله بهوالحاقه بالجمادات اذلال لهٗ ای وهو غیرجائز، شامی زکریا ص۲۴۵/ ج۷/ شامی کراچی ص۵۸/ج۵/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب الآدمی مکرم شرعاً الخ، تبیین الحقائق ص۴۴ ج۴، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۷۷ج۳، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

۲؎ وهو فی الشرع عبارة عن فضل مال لایقابله عوض فی معاوضة مال بمال وهو محرم الخ، عالمگیری ص ۱۱۷/ج۳/ مطبوعه کوئٹه پاکستان، کتاب البیوع الفصل السادس، فی تفسیر الربا واحکامه، شامی زکریا ص ۳۹۹ ج۷، کتاب البیوع، باب الربوٰ، الدر المنتقی علی مجمع الأنهر ص ۱۱۹/۳، باب الربوٰ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، "وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. سوره بقره پ۳/آیت ۲۷۵/"

ترجمہ:. اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا۔ (بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

زندگی کا بیمہ ناجائز ہے ڈاکٹر معائنہ کرنے کی فیس لیتا ہے، وہ جائز ہے، اس کو اپنے ہر کام میں خرچ کرسکتا ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۹۶ھ

مکئی کی بیع گیہوں سے اُدھار

سوال:۔ کسی نے مکا، یا شکرقندی اس نیت سے کسی کو دیدی کہ فصل پر گیہوں لے لونگا، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکا یا شکرقندی فروخت کرنا اس شرط پر کہ اس کے عوض فصل پر گیہوں لے گا، یعنی گیہوں کو قیمت قرار دینا اور اس کو فصل پر وصول کرنا درست نہیں ہے[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] کمایستفاد من هذہ العبارة وجاز تعمیر کنیسة قال فی الخانیة ولواٰجر نفسه لیعمل فی الکنیسة ویعمرها لابأس به لانه لامعصیة فی عین العمل الخ شامی کراچی،ص ۳۱۹/ج۶/ مطبوعه زکریا دیوبند ص۵۶۲/ج۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، البحر الرائق ص۲۰۳، ج۸، کتاب الکراهیة فصل فی البیع مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۲] وان وجد القدر والجنس حرم الفضل والنسأ وان وجداحدهما وعدم الآخر حل الفضل وحرم النسأ، عالمگیری ص۱۱۷/ج۳/ مطبع کوئٹه پاکستان، کتاب البیوع، فصل فی تفسیر الرباواحکامه، زیلعی ص۸۷ج۴، کتاب البیوع، باب الربا مطبوعه امدادیه ملتان، در مختار مع الشامی زکریا ص۴۰۳ج۷، کتاب البیوع باب الربا،

قرض دیکر نفع حاصل کرنا سود ہے

سوال:۔ زید نے عمر سے ایک ہزار روپیہ نقد اس شرط پر حاصل کیا کہ وہ اس روپیہ کو تجارت میں لگا کر عمر کو دس روپیہ ماہوار بطور منافعہ دیتا رہے گا چنانچہ زید نے چالیس ماہ تک متواتر دس روپیہ ماہوار عمر کو ادا کئے اور زید بقضاء الٰہی فوت ہو گیا، کوئی باقاعدہ حساب تجارت کا جس سے نفع ونقصان ظاہر ہو یا جن لوگوں کا لینا یا دینا بذمہ زید پایا جاتا ہو نہیں چھوڑا بلکہ ایک کافی رقم قرضہ کی کئی ہزار روپیہ کی زید کے ذمہ بعد اس کے فوت ہونے کے ثابت ہوئی، ورثاء زید نے اپنے متوفی عزیز کو بار قرض سے سبکدوش کرنے کے لئے قرض خواہاں سے ان کی اصل رقومات معلوم کر کے ان کی واجب رقومات ادا بھی کر دی ہے، اور عمر کا روپیہ بھی ادا کر دینا چاہتے ہیں، چنانچہ بعد انتقال زید کے قریب چار سو روپیہ بالاقساط عمر کو دے بھی چکے ہیں، لیکن ورثاء زید کہتے ہیں کہ زید نے جو چالیس ماہ تک رقم ادا کی ہے، وہ شرعی نقطۂ نگاہ سے منافعہ نہیں ہے، بلکہ سود ہے، کیونکہ کوئی معاہدہ وشرائط تجارت کے نقصان میں بھی عمر کے شریک رہنے کی نہیں پائی جاتی، لہٰذا اگر وہ رقم سے پوری کردی جائے، تو باقی رقم ورثاء زید ادا کرنے کو تیار ہیں، اور عمر کا بیان ہے کہ جو دس روپیہ ماہوار زید نے ادا کئے وہ بطور منافعہ کے دیئے ہیں، لہٰذا پوری رقم ورثاء کو ادا کرنی چاہئے، البتہ وہ رقم جو بعد فوت ہونے زید کے، زید کے ورثاء سے عمر کو حاصل ہو چکی ہے، اس کو اصل رقم سے وہ ضرور منہا کرنے پر وہ رضامند ہے، جو کچھ شرعی حکم ہو، بالتشریح عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بظاہر زید نے جو عمر سے ایک ہزار روپے شرط مذکور پر حاصل کیا ہے، یہ قرض ہے اس صورت میں دس روپے کا منافعہ بالیقین سود ہے، جس کا وصول کرنا عمر کو حرام ہے، لہٰذا اس رقم

کو بھی اصل رقم میں شمار کرنا واجب ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

باہم چندہ جمع کرنے کی ایک صورت

سوال:۔(۱) ہمارے محلّہ میں چند ممبران روپیہ رکھا کرتے ہیں، مثلاً ہر ممبر سو روپیہ ۲۰/ممبران کے دو ہزار ہوگئے، اب اس رقم پر بولی بولی جاتی ہے، جو زیادہ دیتا ہے، اس کو دیدیتے ہیں، تو اس پر بولی بولنا کیسا ہے؟ یہ سود تو نہیں ہے؟ یہ جائز ہے، یا نہیں؟ جبکہ وہ روپیہ جمع کر چکا ہے، یعنی ۱۰۰/روپیہ، تو پھر بولی بولنا کیا ضروری ہے، اس میں اختلاف ہے

(۲) ایک شکل یہ بھی ہے کہ چند ممبران چندہ جمع کرنا شروع کردیتے ہیں، مثلاً تین سال تک فی ممبر ۱۰۰/روپیہ ماہانہ دے گا، اگر وہ رقم لینا چاہے تو قلیل سود مثلاً ۳/پیسہ فی روپیہ کے حساب سے اس میں لے کر کاروبار چلا سکتا ہے، اور بعد میں وہ مع سود کے ادا کرے یا مع منافع کے ادا کردے خواہ نام سود دیا جائے یا منافع؟ تو اس میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس طرح پیشگی جمع کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ صورت ناجائز ہے[2]

---

[1] کل قرض جرنفعاً فهوحرام الخ درمختارعلی الشامی کراچی، ص ۱۶۶/ج۵/ زکریا دیوبند ص ۳۹۵/ج۷/ مطبوعه نعمانیه دیوبند، ص ۱۷۴/ج۴/ کتاب البیوع، فصل فی القرض، الاشباه والنظائر ص ۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی، قواعد الفقه ص ۱۰۲ مطبوعه دار الکتاب دیوبند، اعلاء السنن ص ۴۹۹ ج ۱۴ کتاب الحوالة، باب کل قرض جر منفعة فهو ربا، مطبوعه کراچی.

[2] فضل ما لا یقابله عوض فی معاوضة مال بمال وهومحرم فی کل مکیل وموزون بیع مع جنسه المکیل کالبر والشعیر والتمر والملح أو الموزون کالذهب والفضة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) یہ صورت بھی ناجائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۹ھ

ربوٰ اور قمار کی ایک صورت

سوال:۔(۱) ایک آدمی نے دس نمبر رکھے ہیں، ایک روپیہ لگاتے ہیں جس کا نام نکلتا ہے، اس کو ۵۰/روپیہ دیتے ہیں جس کا نہیں نکلتا ہے اس کو ساقط کردیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس مسئلہ میں یوں حیلہ کرتے ہیں کہ میں نے ہبہ کردیا، تو کیا اس طرح ہبہ کرکے دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ معاملہ قمار بھی ہے اور ربوٰ بھی، قمار تو اس لئے ہے کہ اگر نمبر نہ نکلا تو جو روپیہ دیا

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) عالمگیری ص۱۱۷/ ج۳/ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، کتاب البیوع، الفصل السادس فی تفسیر الرباواحکامه البحر الرائق کوئٹہ ص۱۲۷/۱۲۴ ج۶، باب الربا، مجمع الأنهر ص۱۲۰/۱۱۹ ج۳ باب الربا، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، "واحل اللّٰه البیع وحرم الربوٰا سوره بقره ،پ۳/آیت ۲۷۵/ **ترجمہ**:- اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا۔(از بیان القرآن)

(**صفحہ ہذا**) [۱] وکل قرض جرنفعاً فهوحرام، شامی کراچی ص۱۶۶/ ج۵/ مطبوعه زکریا دیوبند ص۳۹۵/ ج۷/ مطبوعه نعمانیه دیوبند ۱۷۴/ج۴/ کتاب البیوع، فصل فی القرض، کل قرض جر نفعاً فهو ربا حرام، قواعد الفقه ص۱۰۲ رقم القاعدة ۲۳۰ مطبوعه دار الکتاب دیوبند، الاشباه والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

تھا، وہ ضبط ہو جائے گا، اور ربوٰ اس لئے ہے کہ ایک روپیہ کے عوض نمبر نکلنے پر ۵۰/روپیہ ملتے ہیں، اور قمار بھی حرام ہے، اور ربوٰ بھی حرام ہے، "لقوله تعالیٰ انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه" الاية[1] "ولقوله تعالیٰ احل الله البيع وحرم الربوا. الاية"[2]

(۲) نام بدل نے سے اصل حقیقت نہیں بدلتی، اس کا نام ہبہ رکھدینے سے یہ حلال نہیں ہوگا، بلکہ حرام ہی رہے گا۔ "عن ابی بردة بن ابی موسیٰ قال قدمت المدينة فلقيت عبدالله بن سلام فقال انک بارض فيها الربوٰا فاش فاذا كان لک علیٰ رجل حق فاهدی اليک حمل تبن اوحمل شعيراو حبل قت فلاتاخذه فانه ربوٰ. رواه البخاری ومشکوٰة شريف، ص ۲۴۶"[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۸۹ھ

---

[1] سورۃ مائدۃ پ ۷/آیت ۹۰/ **ترجمہ**: بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو تم اس سے بالکل الگ رہو۔ از بیان القرآن)

[2] سورۂ بقرہ پ ۳/آیت ۲۷۵/

ترجمہ:. اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا ہے (از بیان القرآن)

[3] مشکوٰة شريف، ص ۲۴۶/ باب الربا الفصل الثالث، كتاب البيوع، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بخاری شريف ص ۵۳۸ ج ۱ كتاب المناقب، باب مناقب عبد الله بن سلام، مطبوعه اشرفی ديوبند.

ترجمہ:. حضرت ابو بردۃ ابن ابی موسیٰؓ نے فرمایا کہ میں مدینہ میں آیا، تو میری ملاقات عبداللہ بن سلامؓ سے ہوئی، توانہوں نے فرمایا کہ تم ایسی زمین میں ہوں جس میں سود عام ہے، پس اگر تمہارا کسی ایسے شخص پر حق ہو اور وہ تم کو ہدیہ میں کوئی گھاس کا گٹھر دے یا کچھ مقدار جو کی دے تو مت لینا اس لئے کہ وہ سود ہے۔

سود کی ایک صورت

سوال:۔ایک قصاب نے زید سے چندروپے گوشت کی تجارت کے لئے لئے اور یہ شرط کی کہ جب میں دوسرے یا تیسرے روز اپنی گائے ذبح کرونگا تو تمہیں ایک سیر گوشت دیدونگا، پھر ڈیڑھ دوماہ بعد سب روپے ادا کردوں گا تو کیا اس گوشت کا جو روپے سے زائد قصاب کی طرف سے مل رہا ہے، اس کا کھانا جائز ہے، اور کیا یہ صورت مضاربۃ میں داخل ہوسکتی ہے، اوراگر زید نے اس کو کھالیا ہے، اور وہ ناجائز ہے تو اس سے اس کے سبکدوش ہونے کی کیا صورت نکل سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود ہے لہٰذا ناجائز'' **کل قرض جرنفعاً حرام درمختار قال الشامی ای اذا کان مشروطاً** اھ شامی، ص۲۴۲ رج ۴''[۱] اس سے سبکدوش ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس گوشت کی قیمت ادا کردے یا اس روپیہ میں سے منہا کردے۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۰/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف ۱۱ ربیع الاول ۵۵ھ

---

[۱] شامی کراچی ص۱۶۶/ ج۵/ مطبوعہ زکریا دیوبند ۷/۳۹۵/ مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ۱۷۴/ ج۴/ (باب المرابحة والتولية، مطلب كل قرض جرنفعاً فهوحرام، نصب الراية ص۶۰ ج۴ كتاب الحوالة، مطبوعه مجلس علمی ڈابهيل، قواعد الفقه ص۱۰۲ رقم القاعدة ۲۳۰، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، الاشباه والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی كتاب المداينات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[۲] من اكتسب مالاً بغير حق فاما ان يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة الى قوله ففی جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن ان اخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده علی مالكه، بذل المجهود ص۳۷ ج۱، كتاب الطهارة باب فرض الوضوء، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سود کی ایک صورت

سوال:۔ ایک شخص چھالی اور چاول جمع کر کے رکھتا ہے، اور جب لوگ مصیبت یا تنگدستی میں پڑتے ہیں تو اس کے پاس جا کر چھالی یا چاول اُدھار لیتے ہیں، وہ دو تین گنا بازار کے نرخ سے اضافہ سے بیچتا ہے، کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں، اس مسئلہ میں علماء کے دو فریق ہیں، اول فریق جواز کا قائل ہے، فریق ثانی اس کو سود کہتا ہے، اور استدلال میں پیش کرتا ہے،" **کل قرض جر نفعافهواحد وجه من وجوه الربوٰ** "اور شامی میں ہے "**المعلوم کالمعروف**" اب آپ سے دریافت طلب بات یہ ہے کہ مذکورہ ربوٰ النسیئہ میں شامل ہے یا نہیں؟ "**المعلوم کالمعروف** " کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس طرح اُدھار بیچنا شرعاً سود نہیں، بلکہ اس طرح بیع درست ہے، البتہ مروت کے خلاف ہے زمانہ گرانی میں غرباء کے ساتھ احسان ومروت کی ضرورت ہے یہ بھی مکارم اخلاق کے لائق ہے۔ درمختار "**با ب المرابحة والتولية** "میں ہے۔" **اشتراه بالف نسيئة وباع بربح مائة بلابيان خير المشترى فان تلف المبيع بتعيب اوتعيب فعلم بالاجل لزمه كل الثمن حالاً** "اس پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں "**قوله خيرالمشترى اى بين ردهٗ واخذه بالف ومأة حالة لان للا جل شبهابالمبيع الاترىٰ انه يزاد فى الثمن لاجله والشبهة ملحقة بالحقيقة فصاركانه اشترىٰ شيئين بالالف وباع احدهما بها علىٰ وجه المرابحة هذا خيانة فيمااذا كان مبيعا حقيقة واذا كان**

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) مطبوعه مکتبه رشیدیه سهارنپور، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۹ ج۵ کتاب الکراهية الباب الخامس عشر فى الكسب، شامى زكريا ص ۳۰۱ ج۷ کتاب البيوع، باب البيع الفاسد مطلب فيمن ورث مالا حراماً.

احدالشیئین یشبه المبیع یکون هذا، شبهة الخیانة (فتح) قوله لزمه کل الثمن حالا لان الاجل فی نفسه لیس بمال فلایقابله شئی حقیقة اذالم یشترط زیادة الثمن بمقابلته قصداً ویزاد فی الثمن لاجله اذاذکر الاجل بمقابلة زیادة الثمن قصداً اعتبرمالا فی المرابحة " الدرالمختار علی الشامی نعمانیه، ص ۱۵۸ ج۴/"[1] یہ مسئلہ اسی طرح کتب فتاویٰ وفقہاء میں مذکور ہے، فتاویٰ رشیدیہ[2] امدادالفتاویٰ[3] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں بھی اسی طرح کی تصریح ہے، شرح[4] کنز فتح القدیر،[5] عینی[6] شرح ہدایہ میں بھی اسی طرح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۸۶ھ

تنخواہ سے کچھ روپیہ زائد کٹوانا

سوال:۔ زید نے پچاس روپئے ماہ اپنے کسی نیک کام کے لئے کٹوانا شروع کیا، مقررہ مدت کے بعد زید کو اس رقم پر ۳۵۰/روپیہ زائد ملے، تو یہ روپے زید کے حق میں کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب اصل تنخواہ میں سے ماہانہ کٹواتا ہے، اوراس کو کسی نیک کام میں خرچ کرنے کی نیت ہے، تو یہ زائد رقم ہی اپنے کام میں کیوں لاتا ہے، اس کو بھی غرباء پر صدقہ کردے[7]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۹۴ھ

[1] الدرالمختارمع الشامی ص، ۳۶۲/ج۷/(مطبع زکریا دیوبند)باب المرابحة والتولیة .

[2] فتاویٰ رشیدیه ص، ۸۰/ج۲/ مبوب (مکتبه رحیمیه دیوبند)

[3] امدادالفتاویٰ ص ۲۰/ج۳/(مکتبه افغانی دیوبند)

[4] البحرالرائق ،ص ۱۱۴/ج۶/(مکتبه کوئٹه) باب المرابحة والتولیة.

[5] فتح القدیر، ص ۵۰۷/ج۶/ (مکتبه دارالفکر)باب المرابحة والتولیة.

[6] البنایة فی شرح الهدیة المعروف عینی شرح هدایة ص ۱۳۵، ۱۳۶ ج۳ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عالم کو فاقہ کشی کی حالت میں سود کا روپیہ لینا اور گذارہ کرنا

سوال:۔ زید ایک مولوی صاحب ہیں، بہت مفلس آدمی ہیں، ان کے ساتھ والدین بیوی، بچے ہیں، کوئی ذریعۂ معاش نہیں، فاقہ پر فاقہ ہے، بہت مجبوری ہے، لہٰذا سودی روپیہ اور سودی غلہ کے مقروض بھی ہوگئے، ایسے نازک حالات میں بکر نے مولانا صاحب سے کہا کہ مولانا یہ پانچ روپیہ لیجئے، اس سے فلاں کی سند (سارٹیفیکٹ) عالم یا فاضل کا کر کے فلاں حاکم کو پانچ روپیہ رشوت دے کر دکھلا دیجئے، آپ کو گورنمنٹ کی نوکری مل جائیگی، لہٰذا مولانا نے مجبور ہوکر ایسا ہی کیا دریافت یہ ہے کہ ایسی مجبوری میں جبکہ فاقہ کی نوبت آجائے، سودی قرض لینا اور رشوت دیکر دوسرے سے سند لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود دینا[۱] رشوت دینا[۲] دوسرے کی سند خرید کر اپنی سند بتا کر دھوکہ دینا یہ سب باتیں

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، مطبوعه مکتبه امدادیه مکة المکرمة.

ﮯ واما اذا کان عند رجل مال خبیث فاما ان ملکه بعقد فاسد اوحصل لهٗ بغیر عقد ولا یمکنه ان یرده الیٰ مالکه ویرید ان یدفع مظلمة عن نفسه فلیس لهٗ حیلة الا ان یدفعه الیٰ الفقراء الخ، بذل المجهود ص۳۷/ج۱/ مطبوعه رشیدیه سهارنپور، باب فرض الوضو، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۹، ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، شامی زکریا ص۳۰۱ج۷ کتاب البیوع، باب الیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً.

(**صفحہ ہٰذا**) ۱؎ لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم أكل الربا ومؤكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء، مشکوٰة شریف ص۲۴۴ باب الربا، مطبوعه یاسر ندیم، مسلم شریف ص۲۷ج۲ باب الربا، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند.

۲؎ لعن رسو ل الله صلّی الله علیه وسلم الراشی والمرتشی .ترمذی شریف، ص ۱۵۹/ج۱/ مطبع رشید یه دهلی (کتاب الاحکام باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

ناجائز اور حرام ہیں[۱] حرام طریقہ اختیار کرنے سے عامۃً حلال آمدنی حاصل نہیں ہوتی، گو بظاہر آمدنی کا راستہ کھل جاوے مگر اس میں خیر وبرکت نہیں ہوتی ہے،[۲] اپنے مصارف میں احتیاط اور کفایت لازم ہے، تنگی، ترشی برداشت کرکے مصارف کو مختصر کیا جاوے،[۳] جو کچھ ہوگیا اس پر ندامت کے ساتھ توبہ اور استغفار لازم ہے،[۴] اللہ تعالیٰ فاقہ اور تنگی سے بچائے اور حرام

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الراشي والمترشي في النار، اَنّ الراشي يقصد بها التوصل الى ابطال حق أو تحقيق باطل وهو الملعون فى الخبر، فيض القدير ص۴۳ ج۴، رقم الحديث ۴۴۹۰ حرف الراء فصل فى المحلى بأل من هذا الحرف، مطبوعه دار الفكر بيروت.

(صفحہ ہذا) [۱] "من غش فليس منا" ترمذی شريف، ج ۱/ص۱۵۷/ ابواب البيوع، باب ماجاء فى كراهية الغش، مطبوعه رشيديه دهلى، فيض القدير ص۱۸۵ ج۶ رقم الحديث ۸۸۷۹ مطبوعه دار الفكر بيروت، الغش حرام الاشباه والنظائر ص۱۵۹ كتاب الحظر والاباحة الفن الثانى، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

[۲] عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إن الربا وإن كثر فان عاقبته تصير الى قَلٍّ، القل والقلة كالذل والذلة، يعنى انه ممحوق البركة، طيبى شرح مشكوٰة ص۵۸ ج۶ كتاب البيوع باب الربا مطبوعه مكتبۂ زكريا ديوبند، مرقاة شرح مشكوٰة ص۳۱۳ ج۳ المصدر السابق، مطبع اصح المطابع بمبئى.

[۳] عن عبد اللّٰه سرجس ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال السمت الحسن والتؤدة والاقتصاد جزء من اربع وعشرين جزء من النبوة، هذا الذى فى الحديث الاقتصاد المحمود على الاطلاق والاقتصاد فى المعيشة منه قوله تعالىٰ والذين اذا اُنفقوا لم يُسْرِفوا ولم يقتروا الاية ومنه حديث الاقتصاد فى النفقة نصف المعيشة وحديث ما عال من اقتصد، مرقاة شرح مشكوٰة ص۷۳۱، ج۴، باب الحذر والتأنى فى الامور الفصل الثانى، مطبع اصح المطابع بمبئى.

[۴] ان التوبة من جميع المعاصى واجبة وانها واجبة على الفور لايجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة او كبيرة، تفسير قرطبى ص۲۳۶، ج۱۵، سورة التحريم، تحت الاية الرقم ۸، مطبوعه دار الفكر بيروت، شرح نووى على مسلم شريف ص۳۵۴ ج۲، كتاب التوبة مطبوعه مكتبه بلال ديوبند، التوبة النصوح الندم على الذنب، حين يفرط مِنْک فتستغفر اللّٰه تعالىٰ ثم لاَ تعود اليه ابداً، فيض القدير ص۲۸۵ ج۳ رقم الحديث ۳۴۱۳ مطبوعه دار الفكر بيروت.

آمدنی سے بھی بچائے، اور دردر بھیک مانگنے سے بھی بچائے، اب اس ملازمت کو از خود ترک نہ کریں، اور دربدر بھیک مانگنے کا بھی ارادہ نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۴/۴/۹۰ھ

برما میں ناجائز عقود کا جواز

سوال:۔ برما میں بعض عالم کافروں کے ساتھ سودی معاملات کرنا جائز اور سود کھانا حلال اور مردار کا گوشت وغیرہ فروخت کرنا حلال اور سور کے گوشت کی سپلائی کرنا حلال کہتے ہیں، ایسے علماء کی شریعت کی نظر میں کیا سزا ہونی چاہئے، اور ان کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے، ان کی باتوں کو سنکر جو لوگ مذکورہ کاموں کو کرتے ہیں، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان عالموں سے اسکے جواز کی دلیل دریافت کر کے لکھئے تاکہ اس میں غور کیا جائے، ان چیزوں کا ناجائز اور حرام ہونا تو قرآن کریم[1] حدیث[2] اور فقہ[3] سے واضح ہے۔ پھر وہ کس بنیاد پر

---

[1] احل اللّٰه البيع وحرم الربا سورۂ بقره، پ۳/ آيت ۲۷۵/.

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا۔ (از بیان القرآن)

[2] عن جابرؓ قال لعن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلم اٰكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه. الحديث. مشكوٰة شريف، ص ۲۴۴/ باب الربوا.

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والوں پر۔

[3] وهو فى الشرع عبارة عن فضل مال لايقابله عوض فى معاوضة مال بمال وهو محرم الخ، عالمگيرى كوئٹه ص۱۱۷/ ج۳/ كتاب البيوع، الفصل السادس فى تفسير الربا واحكامه، البحر الرائق كوئٹه ص۱۲۷، ۱۲۴ ج۶ باب الربا، مجمع الأنهر ص۱۲۰، ۱۱۹ ج۳ باب الربا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

جائز کہتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۴ھ

فسادزدہ مسلمانوں کے لئے مکانات کی تعمیر کرنے میں سود کا پیسہ خرچ کرنا

سوال:۔ احمد آباد بڑودہ وغیرہ کے حالیہ فسادات میں شرپسندوں نے اس حد پر تباہی مچائی جس جگہ مسلم اقلیت میں اور اکا دُکا آباد تھے، اور جس جگہ جتھہ کی صورت میں محلّہ کی آبادی مسلم ہوں وہاں شرپسند آتے ڈرتے ہیں یا آتے نہیں بہر حال اس نقصان کے پیش نظر یہ صورت قائم ہوتی ہے کہ وہ اِکادُکا بسنے والے مسلمان مسلم جتھوں اور محلوں میں آکر آباد ہوجائیں، یہاں پر ایک صاحب کے پاس بہت بڑی زمین ہے جس پر تیس پینتیس مکانات تعمیر ہوکر اتنے ہی خاندان آباد ہوسکتے ہیں، اور مسلمانوں کا ایک اجتماعی جتھا تیار ہوسکتا ہے، مگر آج کل شہروں میں ۱۵/۲۰/۲۵/ روپے فٹ زمین ملتی ہے، اور مسلم لوگ اتنی قیمت پر خریدنے سے معذور ہیں کہ مذکورہ بالا قیمت سے آٹھ دس ہزار روپیہ خرچ کرکے مکان تعمیر کرسکیں اس کی ایک شکل عام طور پر لوگ اختیار کرتے ہیں، وہ یہ کہ رہائش کے لئے مکانات تعمیر کرنے کے لئے حکومت قرض (لون) سودی قرض کی شکل میں دیتی ہے، جس کو تعمیر مکان کے بعد کئی سالوں میں بالاقساط ادا کرنا ہوتا ہے، یعنی اگر چار چار ہزار جمع کریں تو حکومت چھ ہزار اپنے پاس سے قرض دے گی اب سوال یہ ہے کہ یہ حضرات ہاؤسنگ کمیٹی قائم کرکے اس کو باقاعدہ رجسٹر کراکے رہائش کے سلسلہ میں حکومت سے سود پر قرض لے سکتے ہیں یانہیں، حکومت سے قرض لئے بغیر مذکورہ بالا زمین پر یہ لوگ آباد نہیں ہوسکتے اس کے لئے

واحد صورت یہی ہے تو کیا ایسی شکل میں یہ قرض لیا جاسکتا ہے، اور شرعاً گنجائش ہے کہ نہیں؟ ہاؤسنگ کمیٹی قائم کر کے مکان آٹھ دس ہزار میں تعمیر ہو جاتا ہے، ورنہ چالیس پچاس ہزار سے کم میں اس دور میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سودی معاملہ کا حرام ہونا منصوص ہے[۱]، مضطر کے لئے حرام شئی کی حرمت مرتفع ہو جاتی ہے، جان بچانے کے لئے حرام شئے کا کھانا ضروری ہو جاتا ہے، جب کہ اس کے سوا چارہ کار نہ رہے مگر اتنی ہی مقدار کی اجازت ہوتی ہے، جس کے ذریعہ جان بچ سکے اس سے زیادہ کی نہیں[۲] تجربہ اور مشاہدہ سے جب یہ بات معلوم اور ثابت ہے کہ ایسے مسلمانوں کے تحفظ کی بظاہر اسباب یہی صورت ہے کہ ان کے لئے مکانات ایسی محفوظ جگہ بنادئے جائیں اور مکانات کی شکل وصورت مذکورہ کے علاوہ کوئی نہیں تو بدرجہ مجبوری معذوری ہے، لیکن ایسا کرنے سے بات درجہ معذوری تک نہیں رہتی بلکہ بڑھتی اور پھیلتی ہے، اور پھر بغیر مجبوری کے بھی ایسے معاملات کر لئے جاتے ہیں، اور ذہنوں میں بس ایک پہلو رہ جاتا ہے، کہ مسلمان پسماندہ رہ جائیگا، اور دوسروں کی نظر میں حقیر رہے گا، اور اس سے ذہن فارغ ہو جاتے ہیں، کہ وہ زمرہ صلحاء مقبولین میں پسماندہ رہ جائے گا، اور اللہ ورسول کی نظروں میں حقیر رہے گا، عزت وذلت کا معیار ان کے نزدیک نظر اغیار ہے نہ کہ نظر حبیب پروردگار اور "ایبتغون

---

[۱] احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ الایۃ سورہ بقرہ آیت ۲۷۵۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کر دیا اور سود کو حرام فرمادیا ہے۔ (از بیان القرآن)

[۲] لایأکل المضطر من المیتة الامقدار مایمسک به رمقه الخ احکام القرآن للجصاص ج ۱/ ص ۱۳۰/ مطبوع دارالکتاب العربی بیروت، باب فی مقدار مایأکل المضطر، تفسیر القرطبی ص ۲۱۹ ج ۱ الجزء الثانی سورة البقرة تحت الایة الرقم ۱۷۳، مطبوعه دار الفکر بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۷ ج ۵ کتاب الکراهية، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی اکل وما يتصل به.

عندهم العزة فان العزة لله جميعاً الاية[1]،، کو فراموش کردیتے ہیں، اور سورۂ منافقون کا واقعہ ”لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الا عزمنها الاذل ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين الاية[2] ،، کی طرف گاہے التفات نہیں ہوتا، پھر معاملہ مذکورہ کی حرمت وقباحت ہراذہان سے ختم ہوجاتی ہے، حرام چیز کی قباحت کا قلوب سے نکل جانا اتنا بڑا نقصان ہے کہ جس کی مکافات دشوار ہے،”كلّا بل ران علىٰ قلوبهم ما كانوا يكسبون[3] الاية“ علاوہ ازیں ایسا بھی سننے اور دیکھنے میں آیا ہے، کہ قرض کی مقررہ قسطیں کسی غفلت یا حادثہ کی وجہ وقت پر ادا نہیں کی گئیں تو بنی ہوئی سب عمارت ہی ضبط کر لی گئی، اس کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فسادِ معاشرہ کے وقت علماء کی ذمہ داری

سوال:۔ آج کے معاشرہ میں بہت سی ایسی چیزیں ضروریات میں شامل ہیں کہ جن کو شرعاً ضروریات میں شامل کرنا تامل ہوتا ہے، مگر رواج میں ضروریات میں داخل ہیں، مثلاً لباس کے مسئلہ میں شرعاً ستر پوشی کی حدتک ضرورت ہے، اس میں لباس کی وضع قطع وغیرہ کو کوئی

---

[1] سورۃ النساء آیت ۱۳۹/.

ترجمہ:. کیا ان کے پاس معزز رہنا چاہتے ہو سو اعزاز تو سارا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

[2] سورۃ المنافقون آیت ۸/.

ترجمہ:۔ (اور منافقین یوں کہتے ہیں) کہ اگر ہم اب مدینہ میں لوٹ کر جاویں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکالدیگا، اور اللہ ہی کی ہے عزت اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی الخ (از بیان القرآن)

[3] سورۃ المطففین آیت ۱۴/.

ترجمہ:. ہرگز ایسا نہیں بلکہ انکے دلوں پر انکے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ از بیان القرآن)

دخل نہیں مگر رواج میں اپنے وقار کے مطابق کپڑا پہننا پڑتا ہے، اسی طرح طعام وغیرہ اور زندگی کی دوسری ضروریات میں کہ اس کے ملحوظ رکھنے پر انسان مجبور ہوتا ہے، اور اگر ایسا نہ کرے تو ذلیل اور حقیر کہلائے قرون اولیٰ کے لوگوں کی معاشرت اگر عقلاً محال نہیں تو عملاً ناممکن ضرور ہے، دیندار لوگوں میں بھی یہ چیز ضروری ہے، اور روزمرہ کے شواہد ثبوت ہیں، علاوہ ازیں لباس طعام وغیرہ کے سلسلہ میں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جن کو آج کل قویٰ برداشت نہیں کر سکتے، جدید معاشرت اور تعلیم سے دور رہتے ہیں، مسلمان اچھوت ہو کر رہ جائیں گے، اور آج کل جدید تعلیم کے لئے روپئے کی ضرورت کو بھی ضرورت میں شامل کرنا ضروری ہے، اور اس پر ایک بچے پر ہزاروں روپئے آتے ہیں، اب اضطرار میں قرون اولیٰ کا اعتبار ہوگا کہ اس دور کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معاشرہ اگر عوام وخواص کا بگڑ جائے تو اس کی اصلاح ضروری ہے نہ یہ کہ اس کی خاطر نصوص میں ترمیم کی جائے، ورنہ جو حال علمائے بنی اسرائیل کا ہوا، اس کے برداشت کرنے کی طاقت کس میں ہے انہوں نے اولاً عوام کو معاصی سے روکا وہ باز نہیں آئے، تو انہیں کے اکیل شریب جلیس بن گئے، روکنا چھوڑ دیا تو سب پر لعنت اتری جیسا کہ احادیث[1] میں صاف صاف

---

[1] قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اول مادخل النقص علیٰ بنی اسرائیل کان الرجل یلقی الرجل فیقول یاھذا اتق اللّٰہ ودع ماتصنع فانہ لایحل لک ثم یلقاہ من الغد فلایمنعہ ذٰلک ان یکون اکیلہ وشریبہ وقعیدہ فلما فعلو ذٰلک ضرب اللّٰہ قلوب بعضھم علیٰ بعض ثم قال لعن الذین کفرمن بنی اسرائیل علیٰ لسان داؤدالحدیث ابوداؤد شریف ص۵۹۶/ج۲/ مطبوعہ رشیدیہ دھلی، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، تفسیر در منثور ص۱۲۵ ج۳ الجزء السادس سورۃ المائدۃ تحت الایۃ، رقم الایۃ ۷۹،۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، مشکوٰۃ شریف ص۴۳۸ باب الامر بالمعروف الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:. حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلی کمی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مذکور ہے، الحاصل معاشرہ کے لحاظ سے عمومی محرمات کے ارتکاب کی گنجائش نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند

شبہ ربا سے احتراز

سوال: ۔ زید نے ایک غیر مسلم کو دس ہزار روپے بطور پیشگی دودھ کے دیئے اور پیشگی دینے سے قبل یہ طے کیا، غیر مسلم نے وعدہ کیا کہ میں آپ کو چالیس کلو دودھ روزانہ دیا کرونگا دودھ کا نرخ ۱۵۰/ر کے حساب سے دینا طے کیا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر میں دودھ نہ دوں تو زید مذکور کو جو نفع دودھ بیچ کر ہوا کرے گا، اتنی رقوم میں ادا کرتا رہوں گا، اب خالد چالیس کلو دودھ ۱۸/ر کلو میٹر دو لے کر جا کر ایک شہر میں فروخت کرتا ہے، اس کو دس روپیہ روزانہ بچتے ہیں، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ غیر مسلموں میں دودھ کو لے جاتا ہے، اور بیچ کر دس روپیہ زید کو لا کر دیتا ہے، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، کہ غیر مسلم دودھ ۴۰/ر کلو کے بجائے ۲۰/ر کلو دودھ دیتا ہے، زید ۲۰/ر کلو دودھ بیچ کر ۵/ر روپئے کما تا ہے، اور پانچ وہ غیر مسلم جو ۲۰/ر کلو دودھ نہیں دیتا اس کے نفع کے دیتا ہے، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ سود ہے بعض کہتے ہیں کہ نہیں یہ بیوپار ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) جو بنی اسرائیل میں داخل ہوئی یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے ملتا، تو کہتا اے شخص اللہ سے ڈر اور جس کو تو کر رہا ہے اس سے باز آجا، کیونکہ یہ تیرے لئے جائز نہیں ہے، پھر جب دوسرے دن اس سے ملاقات ہوتی تو یہ بات اسکو اسکے ساتھ کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے سے نہیں روکتی، پس جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کے دل کو بعض کے موافق کر دیا، پھر آپؐ نے فرمایا ان لوگوں پر لعنت کی گئی، جنہوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا داؤد علیہ السلام کی زبانی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ شرعاً درست نہیں، شبہ ربوا ہے اس کی اجازت نہیں [1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۶ھ

سود لینے کی صورتیں

سوال:۔ حکومت ہند اور صوبہ جاتی حکومتیں اپنی ضروریات کو ملحوظ رکھ کر عوام سے معینہ میعاد کے لئے قرضہ حاصل کرتی ہیں، ان قرضہ جات کی رقوم پر سالانہ ایک معینہ شرح سے سود دیا جاتا ہے، علاوہ ازیں حکومت بوقت وصول قرض کم رقم وصول کر کے زیادہ رقم کی دستاویز قرض دینے والے کے حوالہ کرتی ہے، قرض کی میعاد ختم ہونے پر قرض دینے والے کو سالانہ سود کے علاوہ پوری رقم نقد ملتی ہے، جو دستاویز میں درج ہے، مثلاً ایک شخص نے چارسو روپئے نقد پانچ فی صد سالانہ سود پر بطور قرض حکومت کو ادا کئے اور واپسی کی میعاد دس سال مقرر ہوئی، جس کو اس شخص کو چارسو روپئے کی دستاویز حوالہ کردی گئی، اس شخص کو پانچ فی صد یعنی بیس (۲۰) روپئے سالانہ سود دس (۱۰) سال تک گورنمنٹ دیتی رہے گی، اور اختتام میعاد پر چارسو روپئے نقد واپس کردے گی، گویا اس شخص کو حکومت چارسو (۴۰۰) کے مقابلہ ۶۰۰/سو نقد ادا کردے گی، یعنی حکومت بیس (۲۰) فی صد اس کو زیادہ ادا کردے گی، اس معاملہ میں شرعی حکم کیا ہے؟

---

[1] دعوالربا والريبة الحديث ابن ماجه شريف ،ص ۱۶۵/ج۲/ (مطبوعه رشيديه دهلی) ابواب التجارات، باب التغليظ فی الربا، مشكوٰة شريف ص۲۴۶ باب الربا الفصل الثالث مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ: تم چھوڑ دو سود کو اور اس چیز کو جس میں سود کا شک وشبہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیا

اس میں سود بھی ہے جھوٹ بھی ہے، یہ دونوں چیزیں شرعاً ناجائز ہیں[۱] سود حاصل کرنے کے لئے یہ معاملہ ہرگز نہ کیا جاوے، ایسا معاملہ طرفین کی رضامندی سے بھی درست نہیں، اگر قانونی گرفت کی بنا پر کوئی شخص مجبور ہو تو وہ معذور ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

روپیہ جمع کرنے پھر تقسیم کرنے کی کمپنی

سوال:۔ جناب مفتی صاحب کاروباری لوگوں کو وقت ضرورت ایک مشت رقم فراہم کرنے کے لئے دوستوں کی قرعہ اندازی کے طور پر ایک کمپنی کی تشکیل کی گئی ہے، جس کے لوگوں سے وصول کر کے لانے اور پھر انھیں مساوی طور پر تقسیم کرنے کی صورت کی تفصیل مختصراً یہ ہے مثلاً پچیس ممبروں کی ایک ٹولی ہوتی ہے، جس میں ہر شخص ۲/روپیہ یومیہ پندرہ دن تک دیتا ہے، اس طرح ۲۵/آدمیوں سے، اس لئے ۲۵/آدمیوں کی پندرہ یوم کی وصول کی ہوئی رقم ۶۰۰/روپئے ہوئے ہے، چھ سو روپیہ کو کسی ایک شخص کو دینے کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ اس رقم

۱؎ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الایة ،سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۵/**ترجمہ**:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے (از بیان القرآن)

"عین الکذب حرام الخ ،درمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص ۶۱۲/ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع، الدر المنتقٰی مع مجمع الأنہر ص ۲۲۱ ج۴ کتاب الکراھیۃ، فصل فی المتفرقات، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

۲؎ الضرورات تبیح المحظورات الخ، الاشباہ والنظائر ص ۱۴۰/ مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، القاعدۃ الخامسۃ، قواعد الفقہ ص ۸۹ الرسالۃ الثالثۃ، رقم القاعدۃ ۱۷۰، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، شرح المجلۃ ص ۲۹ ج ۱ رقم المادۃ ۲۱، مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

کو نیلام کیا جاتا ہے، جس کی بولی کمپنی کے کمیشن ۳۵/روپیہ شروع ہوتی ہے، اورسب سے زیادہ بولی دینے والے کورقم دینے کی یہ شکل ہوتی ہے کہ اس کی دی ہوئی بولی کی ۲/رقم کاٹ کر باقی روپیہ اس کو دیدیا جاتا ہے، اور کاٹ کر رکھی ہوئی رقم جسے بونس کہا جاتا ہے، کمپنی کا کمیشن نکال کر بقیہ رقم بیس ممبروں کے درمیان مساویانہ طور پر تقسیم کردی جاتی ہے، مثلاً سب سے زیادہ بولی ۱۳۵/روپیہ کی ہوئی، تواس میں سے کمپنی کا کمیشن ۳۵/روپیہ نکال کر باقی رقم کو جسے بونس کہاجاتا ہے بیس ممبروں کو۵/روپیہ کے حساب سے تقسیم کردیا جاتا ہے جوشخص ایک دفعہ روپیہ لے لیتا ہے، وہ دوسری دفعہ نیلام میں حصہ نہیں لے سکتا ہے، مگر نیلام سے حاصل کی ہوئی رقم بونس کو پانے کا حقدار ہوتا ہے، اس طرح بیس دفعہ نیلام کرایا جاتا ہے، آخر میں جوشخص ہوتا ہے اسے یہ نیلام پکارنے کی مراعت کے ساتھ ہوتی ہے، وہ صرف کمپنی کا کمیشن دیکر اپنا جمع کیا ہوا روپیہ سے بونس کے لئے لیتا ہے، نیلام کی مدت پہلے سے ۳/ ماہ منٹ مقرر رہوتی ہے۔

جس سے وہ آنس گھر کا کرالے روپیہ وصول کرکے لانے والوں اورحساب رکھنے والے کی تنخواہ میں خرچ کرتی ہے، جو وہاں ملازم ہیں، اس طرح کی ٹولی کئی ہوتی ہیں، مثلاً ۲/ روپیہ ۵/روپیہ ۱۰/روپیہ یومیہ دینے والوں کی ٹولیاں ہوتی ہیں، اس طرح دوروپیہ یومیہ کے ۳۰/روپیہ ۵/روپیہ کے لئے ۴۵/روپیہ اوردس روپۓ یومیہ کے ۷۵/روپیہ ہے، ایک آدمی کئی ٹولیوں میں شریک ہوسکتا ہے، یہ کمپنی کی ذمہ داری ہے کہ اگر کوئی شخص روپیہ لیکرفرار ہوگیا ہے، یامر گیا ہے، تواس کا روپیہ کمپنی کو دینا ہوگا حالانکہ روپیہ لینے سے پہلے ہرممبر کو کمپنی کے پرٹوٹ پردستخط کرنا ہوتا ہے، جس میں دوآدمیوں کی ضمانت بھی لی جاتی ہے، جس کی بدولت قانونی کارروائی کی جاسکے، اگراس پر بھی کمپنی روپیہ وصول کرنے میں ناکام رہی تو اس کا خسارہ سہنا پڑتا ہے، اگر کوئی ممبر کچھ دنوں تک روپیہ دیکر بند کردے تو کمپنی اس کی جمع کی ہوئی رقم سے جرمانہ وصول کرکے وہ رقم اس کو واپس کردیتی ہے، اوراس کی جگہ پر دوسرے ممبر کو لے

لیتے ہیں، امور ذیل دریافت طلب ہیں:۔

(۱) اس کمپنی کی تشکیل شرعاً جائز ہوگئی یا کہ نہیں؟

(۲) اس طرح وصول کی ہوئی رقم جس کا نام کمپنی نے بونس رکھا ہے، جو شرکاء میں مساویانہ تقسیم کی جاتی ہے، اس کا لینا شرکاء کے لئے کیسا ہے؟

(۳) شرکاء سے رقم کی وصولی کے لئے یا کمپنی کے حساب وکتاب کے لئے ملازمت کے طور پر کمپنی کی مدد کرنی اور اس سے اپنا حق محنت مقرر تنخواہ کی صورت میں وصول کرنا درست ہوگا یا کہ نہیں؟

(۴) ایک ایسا شخص جو سرکاری ملازم تھا لیکن اب وہ سفید کیا ہوا ہے، یعنی نہ اُسے کام کرنے کی اجازت ہے نہ اُسے برخواست کیا گیا ہے، لیکن اس کو کسی قسم کا اولس بھی نہیں مل رہی ہے، کہ وہ کوئی کاروبار یا ملازمت کرے اگر ایسا شخص عارضی طور پر ملازمت کرے اور اس کو کامیاب طریقہ پر سرکاری نظر سے چھپائے رکھے تو اسے اپنی ضروریاتِ زندگی کے لئے یہ ملازمت جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نہیں[۱]، (۲) نہیں[۲] (۳) نہیں[۳] (۴) یہ سرکاری چوری ہے ظاہر ہونے پر جان ومال وعزت وہر چیز کا خطرہ ہے[۴]، اس سے حفاظت کا انتظام پہلے کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

۱؎ اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو‌ا الایة سورة بقرہ آیت ۲۷۵،

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے (از بیان القرآن)

۲؎ حوالۂ بالا.

۳؎ عن جابرؓ قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء مشکوٰة شریف ص ۲۴۴ص باب الربوا، الفصل الاول، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سود کا مصرف مدرسہ میں

سوال:۔(۱) ڈاکخانہ سے جو سود ملتا ہے اس سے مدرسہ کی ٹاٹ خریدی جاسکتی ہے یانہیں؟

(۲) کیا اس رقم سے نادار طلبہ کے کپڑے بنوائے جاسکتے ہیں یانہیں؟ یا ان کو وظیفہ دیا جاسکتا ہے یانہیں؟

(۳) کیا اس رقم سے مدرسہ کے خاک روب کی تنخواہ دی جاسکتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس کو مستحقین پر صدقہ کرنا چاہئے، ٹاٹ میں یا پردے میں خرچ نہ کیا جائے[1]

(۲) درست ہے[2] (۳) نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۷/ ۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۷/ ۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص۲۷ ج۲ باب الربا مطبوعه مکتبۂ بلال دیوبند.

[۴] ”لَایَنْبَغِیْ لِلْمُؤمِنِ اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَهُ قَالُوْا وَکَیْفَ یُذِلُّ نَفْسَهُ قَالَ یَتَعَرَّضَ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا یُطِیْقُ، الحدیث ،ترمذی شریف، ج۲/ص ۵۰/ مطبوعه رشیدیه دهلی، ابواب الفتن.

(صفحہ ہٰذا) [۱] امااذاکان عندرجل مال خبیث فاما ان ملکه بعقد فاسدٍاوحصل لهٗ بغیر عقد ولایمکنه ان یرده الیٰ مالکه ویرید ان یدفع مظلمته عن نفسه فلیس لهٗ حیلة الا ان یدفعه الی الفقراء، بذل المجهود ج۱/ ص۳۷/ باب فرض الوضوء، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۹ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، شامی زکریا ص ۳۰۱ج۷ کتاب البیوع باب البیع الفاسد، مطلب فی من ورث مالاً حراماً.

[۲] ملاحظہ ہو حوالہ بالا،

[۳] ایضاً

سود کی ایک صورت

سوال:۔ گورنمنٹ نے عوام کے اوپر کھیت پر ٹیکس لگایا کہ ایک سال میں ایک بیگھہ زمین پر اتنا غلہ دینا پڑے گا، چنانچہ قانون کے مطابق غلہ لوگوں نے دیدیا اب تین سال کے بعد گورنمنٹ اس کا سود جوڑ کر جو غلہ وصول کیا تھا، اس کا سود دے رہی ہے، تو آیا اس سود کو لیا جائے یا نہیں، اگر لیا جائے تو کہاں صرف کیا جائے، اگر چھوڑ دیتے ہیں تو گورنمنٹ کے آدمی اسے کھا جائیں گے، تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عوام نے گورنمنٹ کو از خود غلہ نہیں دیا بلکہ اس نے اپنے جبریہ قانون کے تحت وصول کیا ، یہ لوگ غلہ دینے پر مجبور تھے، پھر گورنمنٹ اپنے قانون کے موافق کچھ زائد سود کے نام سے دے رہی ہے، تو یہ حرام سود کی حد میں داخل نہیں، اس کو لیکر اپنے کام میں لانا درست ہے[۱]، طبیعت گوارا نہ کرے تو اس کو لیکر غرباء کو دیدیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۹۱ھ

---

[۱] مستفاد امدادالفتاویٰ ج۳/ص۱۴۸/۱۴۹/ کتاب الربوا، "حکم رقمے کہ بنام سود ملازماں را از سرکار بدست می آید" مطبوعہ زکریا دیوبند، منتخباتِ نظام الفتاوی ص۲۰۶، ۲۰۸ ج۱، کتاب الربوا، پراویڈنٹ فنڈ کی شرعی حیثیت، مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی دھلی۔

بابِ دوم: جوئے کے مسائل

معمہ حل کرنے کی اجرت

سوال:۔ ہمارے ایک دوست کی اور میری ایک مسئلہ میں بحث ہوگئی ہے، ہم دونوں کی رضامندی سے فیصلہ آپ پر چھوڑ رہے ہیں، مسئلہ حسب ذیل ہے:۔

اکثر رسالہ میں آنجناب نے علمی معمہ دیکھا ہوگا، اس کی صحیح خانہ پوری کرنے پر انعام دیا جاتا ہے، میرے دوست کہتے ہیں کہ یہ ایک قسم کا قمار ہے، کیونکہ ایک روپیہ کے بدلے میں زیادہ روپے ملتے ہیں، میں نے کہا کہ یہ قمار نہیں ہے، بلکہ ایک روپیہ فیس داخلہ ہے، اور انعام اس ایک روپیہ پرنہیں ملتا، ورنہ ہر داخلہ لینے والا انعام کا مستحق ہوتا، بلکہ عمل (صحیح خانہ پوری) ہی باعث انعام ہے، یہی وجہ ہے کہ جس کا جتنے درجہ عمل صحیح ہوگا وہ ویسے ہی انعام کا مستحق گردانا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپکے دوست نے اسکے ناجائز ہونے کی ایک وجہ (قمار) تجویز کی ہے، آپ نے اسکے جائز ہونے کی ایک وجہ نکالی جو کہ درحقیقت اسکے ناجائز ہونے کیلئے مؤکد ومؤید ہے، یعنی ربوا، پس اس کے ناجائز ہونے کی دو وجہ آپ دونوں کے مجموعی کلام سے حاصل ہوگئیں!

(۱) ایک قمار کیونکہ انعام نہ ملنے کی صورت میں یہ روپیہ ضائع ہوگیا۔

(۲) دوسری وجہ ربوا، کیونکہ روپیہ دے کر زیادہ روپے حاصل ہوئے، ربوٰ اور قمار دونوں نصاً ممنوع ہیں[1]

---

[1] اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية سوره بقره آیت ۲۷۵/ پاره ۳/.

ترجمہ:. اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا (از بیان القرآن) (بقیہ اگلے ص پر)

یہ توجیہہ کہ ایک روپیہ تو فیس داخلہ ہے اور انعام معاوضہ واجرت ہے خانہ پوری کی) فقہی نظر میں توجیہہ نہیں بلکہ توجیہہ محض ہے، اس کی اتنی حیثیت نہیں جتنی فیس داخلہ ایک روپیہ کی، اس پر انعام نہیں ملے گا، یہ عمل صحیح نہیں۔

سب جانتے ہیں کہ محض داخلہ مقصود نہیں، کہ اس کے لئے فیس برداشت کیجائے، بلکہ تحصیل رقم مقصود ہے، جس کا نام انعام رکھا ہے، اور وہ درحقیقت اجرت ہے، خانہ پوری کی، مگر خانہ پوری بھی مطلقاً نہیں، بلکہ حسب منشاء مستاجر جس کا کسی کو علم نہیں، ایسا اجارہ ہی جائز نہیں، جو اجیر کے علم میں نہ ہو اور اس کے قابو سے باہر ہو۔

اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ انعام دینے والے کا مقصود بھی محض خانہ پوری نہیں نہ اس سے کوئی خاص غرض وابستہ ہے، بلکہ انعام کثیر کا لالچ دے کر روپیہ جمع کرنا مقصود ہے، کہ ایک ایک روپیہ کر کے بے شمار روپیہ جمع ہو جائے، پھر اس میں سے تجویز کردہ ضابطہ کے تحت کچھ روپے فیس والوں کو بھی دیدیا جائے، دوسرے لوگ دیکھیں گے، کہ فلاں شخص کو ایک روپیہ داخل کر کے اتنا انعام ملا ہے، اس سے ان کی طبیعت میں بھی لالچ پیدا ہوگا، وھلم جرا یہ تو درحقیقت روپیہ غلط طریقہ پر کمانے کی تنظیم ہے، "**الاجارة هي تمليک نفع مقصود من العين بعوض حتى لواستاجر ثياباً اواواني ليتجمل بها اودابة ليجنبها بين يديه اوداراً لايسكنها اوعبداً اودراهم اوغير ذالک لايستعمله بل ليظن الناس انه لهٗ فالاجارةً فاسدةفي الكل ولااجرلهٗ لانها منفعة غير مقصودة في العين** اھ **درمختار اول کتاب الاجارة وقوله مقصود ة من العين) اى فى الشرع ونظر العقلا ء وبخلاف ماسيذكره فانه وان كان مقصوداً للمستاجر لكنه لانفع فيه**

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) "اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسَرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ (الاية سوره مائده پاره ۶/آيت ۹۰)"

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب جوا اور بت وغیرہ اور تقسیم کے تیر یہ سب گندی چیزیں شیطانی کام ہیں، سو ان سب سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

ولیس من المقاصد الشرعیۃ اھ شامی ج۵/ص۳/[۱] رجل ضل له شئی فقال من دلنی علی کذافله کذا فھو علیٰ وجھین ان قال ذٰلک علیٰ سبیل العموم بان قال من دلنی فالاجارۃ باطلۃ لان الدلالۃ والاشارۃ لیست بعمل یستحق به الاجر اھ شامی، ج۵/ص ۷۹/[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۹۰ھ

اخباری معمہ حل کرنا

سوال:۔ کسی اخبار کا انعامی معمہ بھر کر انعام حاصل کر کے کسی مسجد یا مدرسہ دینیات یا کسی اور جگہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی پوری کیفیت تحریر کیجئے اگر یہ صورت ہو کہ اخبار میں شائع ہوا کہ جو شخص فلاں چیز کا مطلب بیان کردے، یا فلاں مسئلہ کو حل کردے تو اس کو اتنا انعام دیا جائے گا پھر کسی نے اس کو حل کر دیا، اور انعام ملا تو یہ انعام اس کی ملک ہے[۳] اس کو اختیار ہے کہ اپنے کام میں

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی ج۵/ص۳/ مطبوعه نعمانیه دیوبند، ومطبوعه زکریا ج۹/ص۵/ ومطبوعه کراچی ج۶/ص۴/ کتاب الاجارۃ، البحر الرائق ص۳ج۸ کتاب الإجارۃ، مطبوعه الماجدیه کوئٹہ، سکب الأنھر ص ۵۱۱ ج۳، کتاب الإجارۃ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،

[۲] شامی زکریا ج۹/ ص۱۳۰/ ومطبوعه نعمانیه دیوبند ج۵/ ص۵۸/ ومطبوعه کراچی ج۶/ ص۹۵/ مطلب ضل له شی الخ، فی مسائل شتی، کتاب الاجارۃ، الاشباہ والنظائر ص۱۴۸، الفن الثانی، کتاب الإجارۃ، مطبوعه اشاعة الاسلام دھلی، بزازیة ص۴۸، ج۵، کتاب الإجارات فی الاعمال التی لا تصح الاجارۃ بھا الخ، مطبوعه کوئٹہ

[۳] ولو قال واحد من الناس لجماعة من الفرسان او الاثنین فمن سبق فله کذا من مال نفسه اوقال للرماۃ من اصاب الھدف فله کذا جاز لانه من باب التنفیل، تبیین الحقائق، ج۶/ص۲۲۸/ کتاب الخنثی، فی مسائل شتی، مطبوعه ملتان پاکستان، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لائے یا مسجد وغیرہ میں صرف کردے، اس میں کوئی اشکال نہیں[۱] کیونکہ یک طرفہ چیز ہے، اگر حل کرنے والے سے بھی کچھ وصول کیا جاتا ہے، تو اس کی تفصیل معلوم ہونے پر حکم معلوم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شمع معمہ حل کرنے پر انعام

سوال:۔ (ا) آج کل شمع معمہ دہلی سے نکلتا ہے، اس میں شرائط یہ ہیں کہ اس میں ایک خا کہ ایک روپیہ کے حساب سے جتنا چاہو دیدو، اور اس میں شمع معمہ کا ٹوکن ہونا لازمی ہے، اب تمہاری قسمت اگر پہلا انعام یا کوئی انعام ملا آیا یہ روپیہ لینا کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

(الف) اگر جائز ہے تو اس میں کوئی کلام ہی نہیں۔

(ب) مثلاً جب روپیہ نام میں اٹھا جتنا بھی ہو اس کو لے کر کسی غیر مسلم کو دیدیں وہ اس کی ملک ہوگئی، اس کے بعد وہ ہم کو جتنا روپیہ واپس کردے اس کو اختیار ہے یہ حیلہ کہاں تک صحیح ہے؟

(ج) یا روپیہ ہمارے نام میں اٹھا ہم اسکو نہیں لیکر کسی غیر مسلم کو دیدیں، اور وہ اسکول جہاں مسلم وغیر مسلم دونوں طلبا پڑھتے ہوں، اور قوم کا فائدہ ہوجائے یا اپنے نام سے اسکول کھلوالیں کیا اس میں بھی گناہ ہوگا۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) البحرالرائق ج۸/ ص۴۸۶/ مطبوعہ کوئٹہ، فی مسائل شتیٰ، شامی زکریا ص۵۷۷، ج۹ کتاب الحظر الاباحۃ، فصل فی البیع،

(صفحہ ہذا) [۱] والمالک ھو المتصرف فی الاعیان المملوکۃ کیف شاء، بیضاوی شریف، ج۱/ص۷/ سورۃ الفاتحۃ، آیت:۳، مطبوعہ مجتبائی دھلی،

(د) ایک شخص مقروض ہے حالانکہ اس کی آمدنی ایک سورو پیہ ہے لیکن خرچ زیادہ ہے، کیونکہ اہل وعیال زیادہ ہیں اور موجودہ وقت میں ہر چیز گراں ہے، اسی وجہ سے مقروض ہو گیا، اب ادائیگی کی کوئی صورت نکلتی ہی نہیں، اگر سود لیتا ہے تو اور مصیبت جان پھر بلائے جان، کوئی صورت نہیں اب ایسی حالت میں وہ شمع معمہ لگا کر روپیہ لیکر صرف قرض ادا کرے اور کوئی مقصد نہیں ہے، نہ تجارت ہے نہ اپنے مصرف میں لانا، کیا اس صورت میں گنجائش نہیں ہے، جب کہ شریعت میں مجبوری کے وقت حرام کھانا جائز ہو گیا ہے، ایک شخص بھوکا ہے، اب مرنے پر پہنچ رہا ہے، حرام چیز سامنے ہے اگر نہیں کھائیگا اور مر گیا تو گنہ گار مرے گا، بہرحال مجبوری کی حالت میں نماز وغیرہ معاف ہوجاتی ہے، آیا وہ شمع معمہ کا روپیہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) موجودہ حالت سے تمام دنیا واقف ہے، اس وقت ہندوستان دارالحرب ہے، یا دارالامن، دارالاسلام تو کسی صورت میں ہو نہیں سکتا، کیا اس صورت میں یہاں پر سود لے سکتا ہے، یا نہیں، اور یہاں پر ریس، دوڑ، جوا وغیرہ سے پیسہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ قمار (جوا[۱]) ہے، اس کا لینا جائز نہیں، اس سے ملک ثابت نہیں ہوگی، اس میں کوئی تصرف جائز نہیں[۲] کسی کو دینے کا بھی حق نہیں، جس کو دیا جائے اس کی ملک بھی ثابت

---

[۱] إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ الاية سوره مائده، آیت ۹۰/

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب جوا اور بت وغیرہ اور تقسیم کے تیر یہ سب گندی چیزیں شیطانی کام ہیں، سوان سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

[۲] لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته شامي زكريا ص ۲۹۱ ج۵ كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثاني، كتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلي، قواعد الفقه ص ۱۱۰ مطبوعه اشرفي ديوبند.

نہیں ہوگی، پھر اس کے تصرفات بھی درست نہیں ہوں گے، جو شخص اس قدر مجبور ہو کہ جان بچانے کے لئے اس کو مردار کھانے کی اجازت ہو اس کا حکم دوسرا ہے، وہ بقدر ضرورت استعمال کرنے کیلئے مستثنیٰ ہے[1]

(۲) سود اور جوا ہر وقت اور ہر جگہ مسلم کے لئے حرام ہے، اس کی حرمت نص قطعی[2] سے ثابت ہے، لہٰذا سود کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے، بعض ائمہ کا مسلک اس کے متعلق جو کتب میں مذکور ہے اس کا محل اور مقصد کچھ اور ہے، اس سے گنجائش نکال کر حرام چیز کو حلال نہیں کیا جاسکتا ہے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حل معمّہ

سوال:۔ یہاں کے بیشتر انگریزی اور گجراتی اخبارات میں آئے دن حل معمہ کی ترویج پڑھی جاتی ہے، حل معمہ کی تفصیل حضور والا کو معلوم ہوگی کہ ایک کوپن کی کچھ الفاظ کے ذریعہ خانہ پوری کی جاتی ہے، اور اس کو مع فیس داخلہ کے دفتر میں بھیج دیا جاتا ہے، اور اس معمہ کا حل یا تو پہلے ہی سے محفوظ ہوتا ہے یا بعد میں مقررہ اراکین کے ذریعہ محفوظ کرلیا جاتا ہے، جس شخص کا حل اس حل شدہ اور محفوظ شدہ معمہ کے حل کے مطابق صحیح ہوتا ہے اس کو مقررہ انعام دیا جاتا ہے، اور اگر اس میں ایک دو غلطی بھی ہوتی ہے تو حسب اعلان انہیں بھی

---

[1] أکل المیتة حالة المخمصة قدر ما یدفع به الهلاک لا بأس به الخ عالمگیری ص۳۳۷ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ۱۸۰ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی الأکل، دار الکتب العلمیة بیروت، احکام القرآن للجصاص الرازی ص۱۷۹ ج۱ سوره بقره، باب ذکر الضرورة المبیحة لأکل المیتة، مطبوعه قدیمی کراچی

[2] اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الایة، سورهٔ بقره پاره ۳/آیت ۲۷۵/.

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا۔ (از بیان القرآن)

انعام دیا جاتا ہے، خانہ پوری میں نہایت ہی سخت دماغ پاشی ہوتی ہے، پھر صحیح حل تو بہت ہی کم نکلتا ہے، شاذ و نادر ہی کوئی قسمت والا صحیح حل نکال لیتا ہے، بعض تو پچپاس، پچپاس، سو، سو کوپن کی خانہ پوری کر کے بھیجتے ہیں پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی اور اگر کامیابی ہوتی ہے تو یہ انعام نتیجہ ہوتا ہے، انتہائی سمع خراشی اور دماغ پاشی کا نہ کہ فیس داخلہ کا، چنانچہ عرض یہ ہے کہ حل معمہ کی اس دماغ پاشی میں اور اس کے انعام میں بظاہر کوئی شرعی قباحت اور قمار بازی کی صورت تو نہیں، چونکہ کوپن کے ہمراہ مرسلہ رقوم بصورت ناکامی واپس نہیں دی جاتی اس وجہ سے بظاہر قمار کا شائبہ دل میں کھٹکتا ہے، مگر چونکہ یہ رقوم فیس داخلہ کہہ کر دی جاتی ہے، اس وجہ سے یہ شبہ بھی اُٹھ جاتا ہے، اور دراصل حل معمہ کی صورت ایک قسم کی تجارت اور جلب منفعت کی ایک صورت ہے، جس میں اس معمہ نکالنے والی کمپنی کو بہت زیادہ نفع ہوتا ہے، مگر سرکار ایسی کمپنیوں سے انعام کی مقدار کی رقوم پہلے ہی سے امانۃً اپنے پاس رکھ لیتی ہے، تب اجازت دیتی ہے تاکہ پبلک کو دھوکہ نہ ہو، لہٰذا حضور والا کے نزدیک اس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قمار ہے، فیس داخلہ کے نام سے جو مقدار جمع ہو جاتی ہے وہ مقدار انعام سے بہت زیادہ ہوتی ہے، فیس داخلہ کنندہ کو تو قلیل فیس کے عوض میں انعام کثیر مل جاتا ہے، بشرطیکہ اس کی قسمت اچھی ہو، اور انعام دہندہ کو رقوم کثیرہ کے عوض میں انعام قلیل دینا ہوتا ہے، اس پر کوئی بار نہیں، یہی مستقل تجارت ہے، البتہ اگر فیس داخلہ نہ ہو پھر انعام دیا جائے تو شرعاً اس کا لینا درست ہے، اور اب تو طرفین سے رقم کی شرط ہو گئی، ایک کا نام فیس رکھدیا دوسری کا نام انعام تجویز کر دیا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

[1] یَاایُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسَرُ وَالْاَزْلَامُ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مقررہ رقم جمع کرنے پر قرعہ اندازی

سوال:۔ایک طریقۂ تجارت باقاعدہ اسکیم کے تحت تقریباً پوری دنیا میں چل رہا ہے ، ہمارا ہندوستان بھی اس میں ملوث ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی تاجر یا کوئی کمپنی یا کوئی پارٹی ممبر سازی کرتی ہے، مثلاً کوئی سائیکل اسکیم چلاتی ہے، اس سائیکل کی اصل قیمت ۵۰۰/ روپئے ہے، اس صورت میں ۵۰/روپے ماہانہ کے بیس ممبر بنائے جاتے ہیں، اور ایک ماہ میں ایک مرتبہ قرعہ اندازی کی جاتی ہے، اس قرعہ میں جس ممبر کا نام نکل جاتا ہے، اس کو صرف ۵۰/روپے میں سائیکل مل جاتی ہے، اس طرح ہر ماہ قرعہ اندازی میں نام نکلنے والے کو سائیکل ملتی رہے گی، یہ صورت ہر مہینہ چلے گی، اور دسویں مہینہ میں جتنے باقی رہیں گے سب کو سائیکل دیدی جائے گی، اس میں اسکیم چلانے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو پہلے ماہ میں ایک ہزار روپے ملیں گے، جس میں وہ پانچ سو روپے کی چیز دے گا اور مابقی رقم اپنی تجارت میں لگائے گا، اسی طرح نو ماہ تک کچھ نہ کچھ رقم بچتی رہے گی، اور پانچ سو روپے کی چیز جاتی رہے گی، دسویں ماہ میں مابقی ممبروں کو وہ چیز پوری پوری دیدی جائے گی، البتہ پہلے اور دوسرے تیسرے اور دیگر قرعہ اندازی کے اندر نکلنے والے ناموں کو یہ چیز کم قیمت میں ملتی ہے، یہ معاملہ فریقین کی رضامندی سے طے ہوتا ہے، آیا یہ اسکیم سود وقمار میں داخل ہے یا نہیں؟ سود اور قمار اگر ہے تو کیسے؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) رِجۡسٌ مِنۡ عَمَلِ الشَّيۡطَانِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡن. سورہ مائدہ آیت ۹۰.
ترجمہ:. اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہے تا کہ تم فلاح ہو۔ (بیان القرآن) وإن شرط من الجانبين يحرم لانه يصير قماراً والقمار حرام الخ مجمع الأنهر ص۲۱۶ ج۴ كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، دارالكتب العلمية بيروت، شامی زكريا ص۵۷۷ ج۹ كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع،

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ شرعاً درست نہیں، وقت عقد ثمن مبیع متعین ہونا چاہئے[1] وہ یہاں متعین نہیں بلکہ مجہول ہے کمی زیادتی ظاہر ہے کہ جتنی رقم دی ہے اس پر زیادتی کونسے عقد کی بناء پر ہے، اس کو قمار بھی کہا جاسکتا ہے[2] اور ربوٰ بھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند

لاٹری کا حکم

سوال:۔(۱) آج کل ہندوستان میں مختلف صوبائی حکومتوں نے مختلف انعامات کے ساتھ لاٹری شروع کررکھی ہے، اوران کو انتہائی دیانتداری کے ساتھ نکال کران کی تقسیم بھی کرتی ہے، اگرکسی مسلمان کو یہ انعام نکل جائے تو تعمیر پرصرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) نیز یہ پیسہ کسی اسلامی مدرسہ یا مسجد میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) نیز اس پیسے کو اپنی ذات خاص پرصرف کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انعامی لاٹری کا یہ سلسلہ خلافِ شرع ہے[1] ہرگز اس میں حصہ نہ لیا جائے، اگر غلطی سے

---

[1] وشرط لصحته معرفة قدر مبيع وثمن الخ الدر المختار على الشامی زکریا ، ج۷/ص۴۸/ ومطبوعه کراچی ،ج۴/ص ۵۲۹/ (اول کتاب البیوع)، عالمگیری ص۳ج۳ کتاب البیوع الباب الاول، مطبوعه کوئٹه بحر ص ۲۶۰ ج۵ کتاب البیوع، مطبوعه کوئٹه.

[2] اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسَرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ الاية سورہ مائدہ ،پارہ۶/آیت ۹۰/

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب جوا اور بت وغیرہ اور تقسیم کے تیر یہ سب گندی چیزیں شیطانی کام ہیں،سوان سے بالکل الگ رہو۔(از بیان القرآن) اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية ،سورہ ٔبقرہ پارہ ۳ آیت ۲۷۵.

[3] يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ الاية، (بقیہ گلے صفحہ پر)

حصہ لے لیا ہے اور روپے مل گئے ہیں، تو اس کو بلانیت ثواب غریبوں محتاجوں کو صدقہ کر دیا جائے[۱] جن میں نادار طلبہ بھی داخل ہیں، مسجد یا مدرسہ یا اپنے ذاتی کام میں صرف نہ کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۹/۴/۸۹ھ

دونوں جانب سے شرط لگانا درست نہیں

سوال:۔ایک طالب علم نے دوسرے طالب علم سے فرمایا کہ اگر میری بات سچی نکلی تو تم مجھے پیٹ بھر کر مٹھائی کھلانا اور اگر تمہاری بات سچی نکلی تو میں پیٹ بھر کر مٹھائی کھلاؤں گا، اس طرح یہ شرط دونوں کے درمیان لگی، اتفاق سے ایک کی بات صحیح نکلی تو کیا دوسرے طالب علم پر پیٹ بھر مٹھائی کھلانا ضروری ہے۔

نوٹ:۔جس طالب علم کی بات صحیح نکلی ہے، اس طالب علم کو پکا یقین تھا، کہ میری بات صحیح نکلے گی، کیوں کہ وہ ایک مرتبہ دیکھ چکا تھا، تو ایسی صورت میں ان صاحب پر مٹھائی واجب ہوگی یا نہیں؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) سورہ بقرہ پارہ ۲/آیت ۲۱۹/

ترجمہ:. تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوے کا، کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔(از ترجمہ شیخ الہند)

مجمع الأنهر ص ۲۱۶ ج۴ كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، دار الكتب العلمية بيروت، شامي زكريا ص۵۷۷ ج۹ كتاب الحظر والإباحة فصل في البيع.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] واما اذاكان عند رجل مال خبيث الىٰ قوله ولايمكنه ان يرده الىٰ مالكه ويريدان يدفع مظلمته عن نفسه فليس لهٗ حيلة الا ان يدفعه الى الفقراء الخ .بذل المجهود ، ج۱/ص ۳۷/ مطبوعه سهارنپور،فصل فى فرائض الوضو) شامي زكريا ص ۳۰۱ ج۷ باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۹ ج۵ كتاب الكراهية، باب الكسب.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شرط کا معاملہ شرعاً درست نہیں، اور اس صورت میں مٹھائی کھلانا واجب نہیں کما فی ردالمحتار[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جوے کی ایک صورت

سوال:۔ خلاصۂ سوال یہ ہے کہ زید کہتا ہے کہ میری بات صحیح ہے، بکر کہتا ہے کہ میری بات صحیح ہے، دونوں میں سو، سوروپے کی شرط ہوگئی، اور ثالث کے پاس دوسوروپے رکھدیئے کہ جسکی بات صحیح ہوگی وہ دوسوروپے لے لیگا، سوال یہ ہے کہ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جوا ہے جو کہ ناجائز ہے[2]۔ روپے مالک کو واپس پہنچانا ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۲/۲۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۲/۲۲ھ

جواب صحیح ہے سید مہدی حسن عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۲/۲۷ھ

---

[1] وحرم شرط الجعل من الجانبين بان يقول ان سبق فرسک فلک علی کذا وان سبق فرسی فلی علیک کذاالدرالمختار مع الشامی زکریا ج۱۰/ص ۴۸۲/کتاب الخنثیٰ،مسائل شتی.
الدرالمختار مع الشامی زکریا ،ج۹/ص۵۷۷/کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع، مجمع الأنهر ص۲۱۶ ج۴ کتاب الکراهية، فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، زيلعی ص۲۲۷ ج۶ مسائل شتی، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] اما لوقال من ظهرمعه الصواب منافله علیٰ صاحبه کذا فلايصح لانه شرط من الجانبين وهو قمار. شامی زکريا، ج۹/ص۵۷۸/ومطبوعه کراچی، ج۶/ص۴۰۴/ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\15-Jooe Ke Masael

لاٹری کا ٹکٹ

سوال:۔ حکومت ملایا کی جانب سے ایک لاٹری نکلتی ہے، جس کا مقصد یتیموں کی امداد کرنا ہے، اس میں ہار جیت بھی ہوتی ہے، اس لاٹری کا ٹکٹ خریدنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قیمتی سامان معمولی ٹکٹ پر فروخت کرنا

سوال:۔ بعض ادارے رقم جمع کرنے کے لئے کپڑا سینے کی مشین، سائیکل، سیکڑوں کی تعداد میں روپیہ اور دیگر قیمتی اشیاء رکھ کر ایک روپیہ کا ٹکٹ عوام میں تقسیم کرتے ہیں، اور ایک معین تاریخ تک پھر ایک جلسہ کر کے مذکورہ اشیاء جن کے نام پر نکلتی ہے، اس کو دیدیتے ہیں، کیا یہ شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت سود بھی ہے، جوا بھی ہے، اس لئے جائز نہیں[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مجمع الأنهر ص۲۱۶ ج۴، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۲۲۷، ج۶، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتّی، مطبوعه امدادیه ملتان،

(صفحہ ہذا) [۱] اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ الایة سوره مائده، پاره۶/آیت ۹۰/ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شراب وجوا وغیرہ کے روک تھام کے لئے کمیٹی

سوال:۔ ہمارے محلّہ کے چندلوگوں نے ایک کمیٹی بنائی کہ شراب وجوا ودیگر خرافات سے سب کو روکیں گے، مگر کمیٹی کے بعض ممبران حضرات خود ان قبیح برائیوں میں مبتلا ہیں، امام محلّہ اس کمیٹی کے صدر ہیں، اس سلسلہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب اہل محلّہ نے اس مقصد کیلئے یہ ممبران مقرر کئے ہیں، کہ بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کی جائے، تو شراب پینا بھی تو خرابی حالات سے ہے، اس کی بھی انشاء اللہ اصلاح کی جائے گی، اور شراب وجوا سے ان حضرات کو بھی روکا جائیگا، جب یہ ممبر دوسروں کو ناجائز باتوں سے روکیں گے، تو کیا ان کو خود احساس نہیں ہوگا، یا ان کے سامنے خود ان کا معاملہ پیش نہیں کیا جائے گا، کہ ان کی بھی اصلاح ضروری ہے، اس مقصد کے پیش نظر اگر امام صاحب کو صدر تجویز کردیا گیا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ خیر کی امید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۸۶ھ

الجواب صحیح: سید مہدی حسن دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۸۶ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) **ترجمہ**:. بات یہی ہے کہ شراب جوااور بت وغیرہ اور تقسیم کے تیر یہ سب گندی چیزیں شیطانی کام ہیں، سوان سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

۲ انما الخمروالمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه الاية، سورۂ مائده آیت:۹۰، احکام القرآن للجصاص ص۴۶۵ ج۲ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت، شامی کراچی ص۴۰۳ ج۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع،

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب اور جوااور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سواس سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

بچوں کا ایک کھیل جس میں جوا بھی ہے اور سود بھی

سوال:۔ایک کھیل بچوں میں چل رہا ہے، کہ ایک تختہ بازار سے لاتے ہیں، بچہ ۵/۱۰/ پیسہ لے کر پرچی پھاڑتا ہے، جونمبر نکلتا ہے اسی کے مطابق پیسہ بچہ کو مل جاتا ہے، اور اگر نہ نکلے تو بچے کو کچھ نہیں ملتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کھیل میں جوا بھی ہے اور سود بھی، بچوں کو ہرگز اس کی اجازت نہ دی جائے[1] اس مقصد کے لئے ان کو پیسے نہ دیئے جائیں، ان کی اخلاقی تربیت بڑوں کے ذمہ ہے، اس سے غفلت برتنا حق تلفی اور بچوں پر ظلم ہے[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/ ۹۰ھ

اخبار کے لائف ممبر بنانا

سوال:۔آج کل اخباروں میں زندگی کے اراکین بنانے کا دستور ہے آج ہی ایک

---

[1] اِنَّمَاالْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ الاية. سورة المائدة آيت ۹۰/.

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہو۔الخ (از بیان القرآن) اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية ، سوره بقره پاره۳ آيت۲۷۵.

[2] عن جابر بن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأن يودب الرجل ولده خير له من ان يتصدق، مشكوٰة شريف ص۴۲۳ باب الشفقة والرحمة على الخلق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

سو روپیہ دینے والا مر جائے، اور وہ اخبار ۲۵ ر سال تک جاری رہے یا پیسے دینے والا حیات رہے اور اخبار ختم ہو جائے، ایسی صورت میں لائف ممبر بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قمار کی شکل ہے جو کہ ناجائز ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیو بند

تم الجزء الرابع والعشرون

بحمد الله تعالیٰ ويليه الجزء الخامس والعشرون

مطلعہ کتاب الدین انشاء اللّٰہ تعالیٰ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی

خير خلقه محمد وعلى اٰله واصحابه اجمعين الى يوم الدين

محمد فاروق غفرله

جامعه هٰذا

[1] يا ايها الذين اٰمنوا انما الخمروالميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه فاجتنبوه لعلكم تفلحون (سوره مائده آيت ۹۰) عن عبد اللّٰه بن عمرو أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن الخمر والميسر والكوبة والغبيراء، مشكوٰة شريف ص۳۱۸ باب بيان الخمر ووعيد شاربها، دار الكتاب ديوبند، القمار من القمر الذى يزداد تارة وينقص أخرى وسمى القمار قمارا لان كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص، شامى كراچى ص۴۰۳ ج۶ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، هدايه ص۴۷۵ ج۴ كتاب الكراهية، مسائل متفرقة، دار الكتاب ديوبنه